



واقعه کربلا

تالیف: لوط بن یحییٰ بن سعید (ابومخنف)

تحقیق: شیخ محمد هادی یوسفی غروی

ترجمه: سید مراد رضا رضوی

تصحیح: مرغوب عالم

نظر ثانی: اختر عباس جون

پیشکش: معاونت فرهنگی، اداره ترجمہ

ناشر: مجمع جهانی اہل البیت

حرف آغاز

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، حتیٰ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ و گلہاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں، تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اپنی استعداد و قابلیت کے اعتبار سے اس کی کرنوں سے فیض حاصل کیا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا۔ آپ کے تمام الہی پیغامات نظریات اور اعمال فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ وہ تہذیبی اصنام جو ممکن ہے کج فکر افراد کو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں لیکن اگر وہ حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گراں بہا میراث کہ جس کی حفاظت و پاسپانی اہل

بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر کی ہے، خود فرزند ان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر وقت کے ہاتھوں اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں اسلامی دنیا کو خدمت میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور پیش کئے جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظریاتی موجوں کے مقابلے میں اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی اور ہر زمان و مکان میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام، قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑھی ہوئی ہیں۔ اسلامی دشمن اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوست اس مذہبی و ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں۔ یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام (عالمی اہل بیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم

ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عقل و خرد پر استوار اہل بیت عصمت و طہارت کی تعلیمات و ثقافت کو ماہرانہ انداز میں عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت ﷺ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انسانیت کے شکار سامراجی خون خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مولفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب وقعتہ الطف (جس کو جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زیدعزہ نے طبری کی روایت کے مطابق ابوحنیف کی تاریخ کربلا کو تحقیق فرما کر یکجا کیا ہے) کو فاضل جلیل جناب مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے، جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں۔ اسی مقام پر ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی

صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔ والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام

گفتار مترجم

کربلا کی تاریخ وہ انقلاب آفرین تاریخ ہے جو اپنے بعد کے تمام حریت پسند انقلابوں کے لئے میر کارواں کا مقام رکھتی ہے۔ وہ انقلاب قومی و ملی ہوں یا ذہنی و فکری، ہر انقلاب کے سنگ میل اور رہنما کا نام کر بلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست طاقتوں نے ہمیشہ اس کے امنٹ نقوش مٹانے کی بھرپور کوشش کی؛ کبھی خود کر بلا اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی اس حماسہ آفرین واقعہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں تحریف ایجاد کر کے اس زندگی ساز حسینی انقلاب کے رنگ کو ہلکا کرنا چاہا لیکن

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی؛ کبھی حسینی زائرؤں کو تہ تیغ کیا تو کبھی کر بلا کو ویران کیا لیکن اللہ رے آتش عشق حسین جو مزید شعلہ وری ہوتی گئی اور باطل کی آرزوؤں کے خرمن کو خاکستر کرتی گئی۔ حکومتوں کے زر خرید غلاموں اور ان کی چشم و ابرو کی حرکت پر کام کرنے والے کارندوں نے بھی ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن حق کو کبھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔

کربلا کی تاریخ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مورخ کا نام ابوحنیف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوئی ہے؛ جنہوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ (ایک یا دو واسطے سے) واقعہ کربلا کو زیور

تحریر سے آراستہ کیا اور اس کا نام مقتل الحسین رکھا، لیکن یہ کتاب حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگی کیوں کہ اس کتاب سے حکومت کی کارستانیوں اور اس کی ظلم و ستم کی پالیاں کھل کر سامنے آ رہی تھیں لہذا اس کتاب کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔ آخر کار ہوا بھی یہی کہ آج اصل کتاب ہماری دوسری میراثوں کی طرح ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ ایک تحریف شدہ کتاب لوگوں کے درمیان موجود ہے جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تدوین ابوحنیف نے کی تھی۔

اس کتاب کی قدیم ترین سند وہی ہے جسے طبری نے مختلف تاریخی مناسبتوں کے اعتبار سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

خداوند عالم، محقق محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زیدعزہ پر حرماتوں کی بارش کرے، جنہوں نے طبری کی روایت کے مطابق ابوحنیف کی تاریخ کر بلا کو یکجا کیا اور اس پر تحقیق فرما کر اس کتاب کو ایک تحقیقی درجہ عطا کر دیا۔ محترم محقق نے اس کتاب کا نام واقعۃ الطف رکھا، جس کا ترجمہ واقعہ کربلا آپ کے سامنے موجود ہے۔

واضح رہے کہ طبری شیعہ مورخ نہیں ہے لہذا قاتلان اور دشمنان امام حسین علیہ السلام کے لئے جو الفاظ استعمال کرنے چاہیئے وہ کہیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ مجالس کے صدقہ میں جو باتیں محبان اہل بیت کے ذہن میں موجود ہیں اس کتاب میں بہت سارے موارد ایسے ہیں جو ان افکار کے مخالف ہیں۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں غلط ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوا وہی صحیح ہے، بلکہ مصائب کا تذکرہ کرنے والے افراد مثاب ہونے کے

لئے مختلف مقاتل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ عزا داروں کے سامنے پیش کرتے ہیں، لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھیں، تاکہ واقعہ کربلا کے تجزیہ میں انھیں آسانی ہو اور آنسو کے مقولہ سے ہٹ کر کہ جو واقعہ کربلا کا ایک اساسی اور بنیادی رکن ہے، امام حسین علیہ السلام کی امن دوستی اور باطل ستیزی کا بغور مطالعہ کر کے مدعی امن و امان کے سامنے پیش کر سکیں، تاکہ امن و امان کے نعرہ میں دہشت گردی پھیلانے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور کربلا کی آفاقیت کا آفتاب، امن و امان کی روشنی کے ذریعے دنیا کو خوف و ہراس اور دہشت گردی کی تاریکی سے نجات دے۔

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ قلمی خدمت کرنے والے افراد تو بہت ہیں لیکن ان کی قلمی خدمات کی قدر نہیں ہوتی اور ان کو کوئی چھپوانے والا نہیں ملتا۔

انقلاب اسلامی ایران جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری میں برپا ہوا اور جس نے کربلا کے انقلاب کو پھر ایک نیا رخ دیا اور ساری انسانیت بالخصوص شیعیت کو افاق کائنات کا آفتاب بنا دیا؛ اسی انقلاب کا صدقہ ہے جو آج رہبر انقلاب حضرت آیت العظمیٰ خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبری میں شیعیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ رہا ہے اور مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام اسلام بالخصوص پیغام تشیع کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں اور قابل تبریک و تحسین ہیں۔

یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

خداوند متعال اس ادارہ کے مسؤلیں اور دیگر مخلصین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور

حضرت آء اللہ العظمیٰ خامنہ ای، دیگر مراجع عظام اور نظام اسلامی کا سایہ تاظہور حضرت
ولی عصر ارواحنا فداه ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

والسلام

سید مراد رضا رضوی

۱۵ رجب ۱۴۲۶

مقدمہ مؤلف

جب انسان نے لکھنا سیکھا تو اپنے اور دوسروں کے کارناموں کو زیورِ تحریر سے آراستہ کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ تاریخ وجود میں آئی۔

ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں تاریخ چند ایسے لوگوں پر منحصر تھی جو انسابِ عرب سے آگاہ اور انکے اہم دنوں سے واقف تھے۔ عرب ان کو کوعلامہ (۱) کہا کرتے تھے۔ انہیں میں سے ایک نصر بن حارث بن کلدہ تھا جو ایران و روم کا سفر کیا کرتا تھا اور وہاں سے ایسی کتابیں خرید کر لاتا تھا جس میں اہل فارس کی داستانیں ہوا کرتی تھیں؛ جیسے رستم و اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں۔ یہ شخص انہیں کہانیوں کے ذریعے لوگوں کو لہو و لعب میں مشغول رکھتا تھا تا کہ لوگ قرآن مجید نہ سن سکیں۔ خداوند عالم کی طرف سے اسکی مذمت میں آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَن شَتَرَ مَنِي لَهْوِ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَ لِيَ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَسَّشْرًا بَعْدَ آبٍ إِلَيْهِ (۱)

.....

۱۔ کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں اپنی سند سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے سوال کیا: یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا: علامہ، آنحضرت ﷺ نے سوال کیا: علامہ سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے

جواب دیا: یہ عرب کا سب سے بڑا نسب شناس، اہم واقعات اور تاریخوں سے آگاہ اور اشعار عرب کا بڑا واقف کار ہے؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسا علم ہے کہ نہ تو اس سے جاہل رہنا ضرور سزا ہے اور نہ ہی اس کا جاننا مفید ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم تین چیزوں پر مشتمل ہے، آئے محکمہ، فریضۃ عادلہ اور سۃ قائمہ، اس کے علاوہ سب بیکار ہے۔ (کافی، ج ۱، ص ۳۲)

۲۔ سورہ لقمان آیہ ۶-۷۔ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۱، مطبوعہ نجف و تفسیر ابن عباس، ص ۴۴۳ مطبوعہ مصر

مدینہ میں بھی اسی طرح کا ایک شخص تھا جس کا نام سوید بن صامت تھا وہ انبیائے ماسلف کے قصے کو جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں موجود تھے لوگوں کو جمع کر کے سنایا کرتا تھا اور اس طرح سے لوگوں کو بیہودہ باتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ جب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر سنی تو مدینہ سے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ سوید نے آپ سے کہا: ہمارے پاس لقمان کے حکمت آمیز کلمات موجود ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ذرا مجھے بھی دکھاؤ! اس نے ایک نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ہذا الکلام حسن والذم احسن منہ، قرآن انزلہ اللہ علیٰ ہدیٰ ونوراً (۱)

پیشک یہ کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر کلام قرآن ہے جسے اللہ نے مجھ پر

نازل کیا ہے جو ہدایت اور نور ہے۔

تاریخی دستاویز میں گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانیں بھی شمار ہوتی ہیں، جسے طبری اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ یہ وہی تاریخی شواہد ہیں جو اسلام سے قبل بعض اہل کتاب دانشوروں کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں؛ لہذا ظہور اسلام اور قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل ہونے سے پہلے کی تاریخ کے سلسلے میں ہماری معلومات اسی حد تک محدود ہے۔ ایسے بدترین ماحول میں اسلام، قرآن مجید کے ہمراہ آیا اور صبح و شام اس کی تلاوت ہونے لگی۔ ایسی صورت میں حفاظ کرام کے حفظ کے باوجود ضرورت پیش آئی کہ اس مبارک کتاب کو قائم بند کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دور میں صفحہ دل پر نقش ہونے کے ساتھ ساتھ صفحہ قرطاس پر بھی محفوظ ہونے لگا، لیکن قرآن کی تفسیر، گذشتہ شریعتوں اور ادیان کی خبریں، مسائل و احکام شرعیہ کی تفصیلات کے سلسلے میں پیغمبر اسلام کی احادیث، آپ کی سیرت و سنت اور جنگ و غزوات کے حالات کی تفصیلات غیر مدون رہ

.....

۱۔ طبری، ج ۲، ص ۵۳، مطبوعہ دار المعارف و یعقوبی، ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ نجف
گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فنا سے ملک بقا کی طرف کوچ کر گئے؛ اب آپ کے پیرو مسلمان ان لوگوں سے حدیثیں کسب کرنے لگے جنہوں نے احادیث کو حفظ کر لیا تھا اور خود پیغمبر اسلام سے ان حدیثوں کو سنا تھا یا رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی میں اس کو

دیکھا تھا۔

ادھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سراٹھانا شروع کیا جو آپ کی حیات میں مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے ایسے لوگوں کے خلاف اصحاب رسول جنگوں میں شرکت کے لئے میدان میں اتر آئے تو فقط یمامہ کی جنگ میں جو مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف لڑی گئی تھی تقریباً تین سو (۳۰۰) افراد سے زیادہ شہید ہوئے (۱) ایسی صورت حال میں اصحاب کو احادیث رسول کی تدوین کی فکر لاحق ہوئی، لیکن صحابہ اس پر متفق نہ ہو سکے؛ بعض نے اجازت دی تو بعض نے منع کیا لیکن افسوس اس کا ہے کہ ترجیح تدوین سے روکنے ہی والوں کو دی گئی کیوں کہ ادھر خلیفہ اول (۲) و دوم (۳) و سوم (۴) تھے۔ منع حدیث کا یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری تک ان کے پیروں کے درمیان باقی رہا آخر کار مسلمانوں نے مل جل کر خود کو اس مصیبت سے نجات دلانی اور تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔

اسلام کا پہلا نام بیخنگام

۱ میرا المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد تدوین و تحریر کے کام کو لازم و ضروری سمجھتے ہوئے قلم سنبھالا اور خود یہ عہد کیا کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر ردا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب نہ کر لوں۔ اس تدوین میں آپ نے عام و خاص، مطلق و مقید، جمل و مبین، محکم و متشابہ، نسخ و

منسوخ، رخصت و عزائم اور آداب و سنن کی طرف اشارہ کیا، اسی طرح آیات میں اسباب نزول کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور جہاں بعض پہلوؤں میں مشکل دکھائی دیتی تھی اس کو بھی واضح کیا۔

.....

۱۔ طبری، ج ۳، ص ۲۶۹، طبع دارالمعارف

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵ و ۳

۳۔ گذشتہ حوالہ، ج ۱، ص ۳، ۴، ۷؛ بخاری، ج ۶، باب الاستیذان؛ طبقات بن سعد، ج ۲، ص ۲۰۶،

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۶۳، کتاب السنۃ قبل التدوین ملاحظہ ہو۔

کتاب عزیز کی جمع بندی کے بعد آپ نے دیات کے موضوع پر بھی ایک کتاب تالیف فرمائی جسے اس زمانے میں صحیفہ کہا جاتا تھا۔ ابن سعید نے اپنی کتاب کے آخر میں جو الجامع کے نام سے معروف ہے اس کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے مثلاً جلد اول کی کتاب العلم ہی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت نے آپ کی اس روش کی بھرپور پیروی کی جن میں ابورافع ابراہیم القبطی اور اس کے فرزند علی بن ابی رافع اور عبید اللہ بن ابی رافع قابل ذکر ہیں۔

عبید اللہ بن ابی رافع نے جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنے والے اصحاب کے سلسلہ

میں ایک کتاب لکھی (۱) جو تاریخ تشیع میں، تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ تاریخ نویسی میں شیعہ تمام مسلمانوں کے درمیان میر کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دیگر مورخین جیسے محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ، ابو مخنف لوط متوفی ۱۵۸ھ اور ہشام کلبی ۲۰۶ھ وغیرہ کی تاریخی کتابیں، تاریخ اسلام کے اولین مصادر و منابع میں شمار ہوتی ہیں۔ (۲)

کربلا

دشت کربلا میں وہ غمناک اور جاں سوز واقعہ رونما ہوا جسے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس سر زمین پر سبط رسول اکرم سید الشهداء حضرت ابو عبد اللہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر وہ مظالم ڈھائے گئے جس سے تاریخ کا سینہ آج بھی لہو لہان ہے۔

یہ دردناک واقعہ جو ۶۱ھ میں پیش آیا، داستانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچتا رہا۔ یہ واقعات لوگوں نے ایسے افراد کی زبانی سنے

.....

۱۔ رجال نجاشی، ج ۱، ص ۵، مطبوعہ ہند؛ الفہرست، ص ۱۲۲، مطبوعہ نجف

۲۔ مزید معلومات کے لئے مؤلفوا الشیعہ فی الاسلام، الشیعہ وفتون الاسلام، تاسیس الشیعہ

لعلوم الاسلام، ص ۹۱-۲۸۷؛ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۸ و ۴۸، اور الغدیر، ج ۶، ص ۲۹-۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

جو وہاں موجود تھے اور جو ان خونچکاں واقعات کے عینی شاہد تھے، بالکل اسی طرح جس طرح دیگر اسلامی جنگوں کے واقعات سنے جاتے تھے۔

لیکن کسی نے بھی ان واقعات کو صفحہ قرطاس پر تحریر نہیں کیا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا؛ یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی کو فی متوفی ۱۵۸ھ (۱) نے اس واقعہ کو معتبر راویوں کی زبان سے یکجا کیا اور اس امانت کو کتابی شکل دیکر اس کا نام کتاب مقتل الحسین رکھا جیسا کہ آپ کی کتابوں کی فہرست میں یہی نام مرقوم ہے۔ یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس عظیم اور جانسوز واقعہ کے تاریخی حقائق کو بیان کرتی ہے۔

دوسری نامریخ

ابو مخنف کی روشن بینی کے زیر سایہ تربیت پانے والے ان کے شاگرد نے تاریخ اسلام اور بالخصوص کربلا کے جانسوز واقعات کا علم اپنے استاد سے حاصل کیا۔ آپ کا نام ہشام بن محمد بن سائب کلبی تھا۔ نسب شناسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ۲۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (۲) ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اسی سلسلہ کی دوسری کتاب تحریر فرمائی لیکن اس کی تنظیم و تالیف سے قبل وہ اسے اپنے استاد ابی مخنف کو فی کی خدمت میں لے گئے اور ان

کے سامنے اس کی قرائت کی؛ پھر ان دسوز واقعات کے تمام نشیب و فراز کو اپنے استاد کے ہمراہ تکمیل کی منزلوں تک پہنچایا۔ اس کتاب میں حدیثی ابوحنیفہ یا عن ابی حنیفہ (ابوحنیفہ نے ہم سے بیان کیا ہے) بہت زیادہ موجود ہے۔ اپنے استاد کی کتابوں میں سے جس کتاب کو ہشام نے کتابی شکل دی اور ان کے سامنے قرائت کی نیز اس سے روایات کو نقل کیا، ابوحنیفہ کی وہی کتاب مقتل الحسین ہے جو ان کی کتابوں کی فہرست میں موجود ہے لیکن ہشام نے جو اہم کام انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے مقتل الحسین میں فقط اپنے استاد ابوحنیفہ ہی کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا

.....

۱۔ فوات الوفيات، ج ۲، ص ۱۴۰؛ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۸۲۱؛ مروج الذهب، ج ۴، ص ۲۴، مطبوعہ مصر

۲۔ مروج الذهب، ج ۴، ص ۲۴، مطبوعہ مصر

بلکہ اس میں تاریخ کے اپنے دوسرے استاد عوانہ بن حکم متوفی ۱۵۸ھ کی حدیثیں بھی بیان کیں۔ صدر اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام اسلامی مورخین انھیں دو عظیم علماء کی عمیال شمار ہوتے ہیں اور وہ سب ابی حنیفہ کے دسترخوان کے نمک خوار ہیں؛ اسکا سبب یہ ہے کہ وہ زمان واقعہ کے نزدیک ترین مورخوں میں شمار ہوتے ہیں لہذا وہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ جزئی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور واقعہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ واقعہ ہوا ہے۔

اکثر مورخین نے تاریخ کے سلسلہ میں ابو مخنف کی کتابوں کو بطور خلاصہ اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت مورخین کے پاس موجود تھیں۔ جن مورخین نے ابو مخنف کی تحریر سے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل افراد کے نام قابل ذکر ہے۔

.....

۱۔ محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۷ھ۔

۲۔ طبری، متوفی ۳۱۰ھ۔

۳۔ ابن قتیبہ، متوفی ۳۲۲ھ، الامامۃ والسیاستہ میں۔

۴۔ ابن عبد ربہ اندلسی، متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب العقد الفرید میں سقیفہ کی بحث کرتے ہوئے۔

۵۔ علی بن حسین مسعودی، متوفی ۳۴۵ھ نے عروہ بن زبیر کی عذرخواہی کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے بنی ہاشم سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بنی ہاشم نے مخالفت کی؛ اس پر عروہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی کہ تمہارے گھروں کو جلا دیں گے۔ اس کی اطلاع جب اس کے بھائی عبداللہ کو ملی تو اس نے عروہ کی سرزنش کی اور عروہ نے اپنے بھائی سے عذرخواہی کی۔

۶۔ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ نے الارشاد میں امام حسین کی شہادت کے ذیل میں اور النصرہ فی حرب البصرہ میں۔

۷۔ شہرستانی، متوفی ۵۴۸ھ نے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ملل و نحل میں۔

۸۔ خطیب خوارزمی، متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی کتاب مقتل الحسین میں۔

۹۔ ابن اثیر جزری، متوفی ۶۳۰ھ نے اپنی کتاب الکامل فی التاریخ میں۔

۱۰۔ سبط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں۔

۱۱۔ آخری شخص جسے میں نے دیکھا ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ابو مخنف سے روایت نقل کرتا ہے، ابوالفد، متوفی ۷۳۲ھ ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس وقت ابو مخنف کی کتابیں بالخصوص مقتل الحسین ہماری معلومات کے مطابق دسترس میں نہیں ہے بلکہ تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں، دوسری کتابوں سے جستہ و گریختہ جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہی اس وقت موجود ہیں۔

قدیم ترین سند

۱۔ گذشتہ سطروں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو مخنف کی ساری کتابیں ضائع ہو چکی ہیں لہذا وہ قدیم نص اور سند جو اس کتاب سے متعلق ہمارے پاس موجود ہے تاریخ طبری ہے؛ جس میں محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ نے ہشام کلبی کی حدیثوں کو جو انہوں نے اپنے استاد ابو مخنف سے حاصل کی تھیں ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ طبری نے اس سلسلہ میں بطور مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ میں کوئی الگ سے باب قائم کیا ہے بلکہ

۶۰ھ اور ۶۱ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ (۱)

قابل ذکر ہے کہ طبری بلا واسطہ ہشام کلبی سے ان احادیث کی روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے یوں ناقل ہیں: حدثت عن ہشام بن محمد، ہشام بن محمد سے حدیث نقل کی گئی ہے؛ لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے کہ ان احادیث کو خود طبری سے کس نے بیان کیا ہے۔ ہمارے اس قول کی دلیل کہ طبری نے ہشام کے زمانے کو درک نہیں کیا ہے اور بلا واسطہ حدیثوں کو ان سے نہیں سنا ہے، طبری کی تاریخ ولادت ۲۲۴ھ اور ہشام کی تاریخ وفات ۲۰۶ھ ہے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۳۸، ۶۷، مطبوعہ دارالمعارف

طبری نے سینہ تاریخ کے ناسور، واقعہ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ انھوں نے ان مطالب کو ہشام کلبی کی کتابوں سے نقل کیا ہے طبری کا بیان اس طرح ہے: ہکذا وجدته فی کتابی... میں نے اس واقعہ کو اسی طرح ان کی دونوں کتابوں میں دیکھا ہے۔

(۱)

۲۔ طبری کی نص و سند کے بعد ہمارے پاس ابو مخنف سے منقول کربلا کے واقعات کی قدیم ترین سند شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ کی کتاب الارشاد ہے جس میں انہوں نے بلا واسطہ ہشام کلبی کی کتاب سے روایتیں نقل کی ہیں کیونکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ، اپنی کتاب میں واقعہ کربلا کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح بیان فرماتے ہیں: فمن مختصر الاخبار... مارواہ الکلمی

... ان خبروں کا خلاصہ... جس کی روایت کلبی نے کی ہے..۔ (۲)

۳۔ اس کے بعد تذکرۃ الامتہ بخصائص الائمة میں سبط ابن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ بھی بہت سارے مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی خبروں کے ذیل میں ہشام کلبی ہی سے تصریح کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں۔

جب ہم طبری کی نقل کا شیخ مفید اور سبط ابن جوزی کی نقل سے موازنہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے، البتہ شاذ و نادر اختلافات بھی دکھائی دیتے ہیں، مثلاً واو کی جگہ پر فاء ہے یا اس کے برعکس۔ اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی آپ کو کتاب کے مطالعہ میں واضح طور پر دکھائی دیں گے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۸۷، اس مقام پر طبری کا بعض اسماء کو مختلف طریقوں سے لکھنا بھی دلیل ہے کہ اس نے روایت سنی نہیں بلکہ دیکھی ہے، مثلاً مسلم بن مسیب کا نام دو جگہ آیا ہے، ایک جگہ صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ سلم بن مسیب کر دیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص ہے، جیسا کہ مختار کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔

۲۔ الاشاد، ص ۲۰۰، طبع نجف

تاریخ نے ہمارے لئے ابو مخنف کی تاریخ ولادت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ فقط شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کئی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ان کو اپنی کتاب الرجال میں راویوں کے اس گروہ میں شامل کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں، پھر شیخ طوسی فرماتے ہیں: وعندی هذا غلط لان لوط بن یحییٰ الم یلق امیر المؤمنین علیہ السلام بل کان ابوہ یحییٰ من اصحابہ (۱) میری نظر میں کئی کی یہ بات غلط ہے کیونکہ لوط بن یحییٰ ابو مخنف نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ہاں ان کے والد یحییٰ، امام علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن شیخ کے علاوہ کسی اور نے امیر المؤمنین کے اصحاب میں ابو مخنف کے والد یحییٰ کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ انکے دادا مخنف بن سلیم ازدی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اصحاب امیر المؤمنین میں شمار ہوتے تھے۔ اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم ازدی عائشہ کے خالہ زاد بھائی، عرب نژاد اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ (۲)

قابل ذکر ہے کہ شیخ طوسی نے اس بات کو شیخ کئی کی کتاب سے نقل کیا ہے، خود ان سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے، کیونکہ کئی تیسری صدی ہجری میں تھے اور شیخ طوسی ۳۸۵ھ کے متولد ہیں، جیسا کہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم العلماء (۳) میں ذکر کیا ہے۔ کئی کی اس کتاب کا نام معرفۃ الناقلین عن الائمہ الصادقین ہے لیکن آج یہ کتاب نایاب ہے۔ ہماری دسترس میں فقط وہی سند ہے جسے سید ابن طاووس نے فرج المہوم (۴) میں ذکر کیا ہے کہ شیخ طوسی نے ۶۵ھ ہجری میں اس بات کو کئی کی کتاب سے نقل کیا ہے جو شیخ طوسی کے مختار نظریہ کے مطابق بھی کہیں یہ دیکھنے کو نہیں ملتا کہ انہوں نے ابو مخنف کو اصحاب امیر المؤمنین

علیہ السلام میں شمار کیا ہو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب رجال میں ابو مخنف کو اصحاب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں شمار کیا ہے، (۱) جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں بھی انکا ذکر کیا ہے، (۲) پھر اسکے بعد امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

.....

۱۔ رجال، شیخ ہص ۵۷، مطبوعہ نجف

۲۔ گذشتہ حوالہ ۵۸

۳۔ معالم العلماء، ہص ۲۰۲، ط نجف

۴۔ فرج المہوم، ہص ۱۳۰، ط نجف

شیخ طوسی اپنی کتاب الفہرست میں بھی کشتی کے اس نظریہ کو پیش کرنے کے بعد اظہار نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: والصحیح ان اباہ کان من اصحاب امیر المومنین علیہ السلام و ہولم یلقہ (۳) صحیح تو یہ ہے کہ ابو مخنف کے والد اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے لیکن خود ابو مخنف نے حضرت کو نہیں دیکھا ہے۔ اسکے بعد شیخ ابو مخنف تک سند کے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور نصر بن مزاحم منقری کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ نجاشی نے بھی اپنی کتاب رجال میں انکا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: لوط بن تھسب بن سعید بن مخنف بن سالم (۴) از دی غامدی ابو مخنف، کوفہ میں اصحاب اخبار و احادیث

کے درمیان بزرگ اور جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ اس قدر مورد اطمینان تھے کہ آپ کی بیان کی ہوئی باتوں کو لوگ بغیر چون و چرا قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کیا کرتے تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے (رجال النجاشی، ص ۲۲۴، طبع حجر ہند) اس کے بعد نجاشی نے ابو مخنف کی کتابوں کے تذکرہ میں کتاب مقتل الحسین کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر ان روایتوں کے نقل کے لئے اپنے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا ہے جو ابو مخنف کے شاگرد تھے۔

اب تک ہم نے علم رجال کی چار اہم کتابوں میں سے تین کتابوں سے ابو مخنف کے سلسلہ میں علمائے رجال کے نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے لیکن ان تینوں منابع میں کہیں بھی ابو مخنف کی تاریخ ولادت و وفات کا تذکرہ نہیں ملتا۔

.....

۱۔ رجال، شیخ طوسی، ص ۷۰

۲۔ سابقہ حوالہ، ص ۷۹

۳۔ الفہرست، شیخ طوسی، ص ۱۵۵، ط مخنف

۴۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہاں پر شیخ نجاشی مخنف بن سالم کہہ رہے ہیں لیکن جب کتاب کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں انکی کتاب بنام اخبار آل مخنف بن سلیم ہے! بہتر یہی ہو گا کہ اسے نسخہ نویسوں کی غلطی شمار کیا جائے۔

طبری اور خاندان ابو مخنف

طبری اپنی کتاب ذیل المذیل میں ان صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ۸۰ھ میں اس دنیا سے گذر گئے، بیان کرتے ہیں: مخنف بن سلیم بن حارث... بن غامد بن ازد، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ آپ کوفہ میں خاندان ازد سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تین بھائی تھے۔

۱۔ عبد شمس جنہوں نے جنگ نخیلہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ الصقعب آپ جنگ جمل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۳۔ عبد اللہ آپ بھی جنگ جمل ہی میں شہید ہوئے۔

مخنف ہی کی اولاد اور نسل میں ابو مخنف لوط بن تحسین سعید بن مخنف ہیں جو تاریخ داں اور تاریخ نگار دونوں تھے۔ لوگوں کے تاریخی واقعات آپ ہی سے نقل کئے جاتے ہیں۔ (۱) پھر طبری بصرہ کے واقعات و احوال کے سلسلہ میں دوسرے مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے ان ۷ گروہوں بجیلہ، انمار، خثعم، ازد... مخنف بن سلیم بن ازدی کو سردار لشکر قرار دیا۔ (۲) ان دونوں عبارتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو مخنف جنگ جمل میں شہید ہوئے ہیں، لیکن طبری جنگ جمل کے سلسلہ میں ابو مخنف سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو مخنف نے اپنے چچا محمد بن مخنف سے اس طرح نقل کیا ہے: کوفہ کے کچھ بزرگوں نے جو جنگ جمل میں موجود تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ میں خاندان ازد کا پرچم مخنف بن سلیم کے ہاتھوں میں تھا۔ مخنف بن سلیم اسی

جنگ میں جاں بحق ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے دو بھائیوں صعقعب اور عبداللہ کے ہاتھوں یہ پرچم لہرایا گیا اور وہ دونوں بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔

طبری کی یہ عبارت ذیل المذیل کی عبارت سے مشترک ہے جس میں مخنف کے دو بھائی

.....

۱۔ المطبوع مع التاريخ، مطبوعہ دار القاموس، ج ۱۳، ص ۳۶۔ اور مطبوعہ دار سويدان، ج ۱۱، ص ۵۴۷

۲۔ طبری، ج ۴، ص ۵۰۰، مطبوعہ دار المعارف

صعقعب اور عبداللہ کی شہادت کا تذکرہ ہے ممکن ہے کہ ذیل المذیل میں طبری نے اسے اپنی ہی تاریخ سے نقل کیا ہو، لیکن مخنف بن سلیم کی شہادت کے سلسلے میں یہ خبر دوسری روایتوں سے منافی اور متعارض ہے، کیونکہ اس عبارت میں طبری نے کہا کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ طبری کی یہ بات اس روایت کے منافی ہے جسے انھوں نے کلبی کے حوالے سے ابو مخنف سے جنگ صفین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے: حدیثی ابی، تحسین سعید عن عمہ محمد بن مخنف قال: کنت مع ابی (مخنف بن سلیم) یومئذ وانا بن سبع عشرہ سنۃ (۱) مجھ سے میرے والد تیح بن سعید نے اپنے چچا محمد بن مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں جنگ صفین میں اپنے والد (مخنف بن سلیم) کے ہمراہ تھا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔ اسی طرح طبری نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے حارث بن حصیرہ ازدی نے اپنے اساتید اور بزرگان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ قبیلہ ازد

جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تو مخنف بن سلیم پر یہ بڑی سخت گھڑی تھی جس سے وہ کافی ناراض تھے۔

اسی طرح طبری نے مدائنی متوفی ۲۲۵ھ اور عوانہ بن حکم متوفی ۱۵۸ھ سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے سلسلہ سند کو قبیلہ بنی فزار کے ایک بزرگ تک پہنچاتے ہوئے کہا: معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ۲ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امیر المؤمنین کی طرف روانہ کیا۔ وہ لوگ ایک مقام تک پہنچے جس کا نام عین التمر تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے حضرت کے لشکر پر حملہ کیا، اس مقام پر مالک بن کعب ارجی جو لشکر امیر المؤمنین کے علمدار تھے، اپنے تین سوا افراد کے ساتھ ان حملہ آوروں کے سامنے ڈٹے رہے اور حضرت علی کو خط لکھ کر فوج کی مدد طلب کی۔ مالک بن کعب نے ایک دوسرا خط مخنف بن سلیم کو لکھا کیونکہ وہ وہاں سے نزدیک تھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ مخنف نے فوراً اپنے فرزند عبد الرحمن کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ ان تک روانہ کیا؛ یہ افراد بلا تاخیر وہاں پہنچ کر مالک کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۴، ص ۲۴۶

جب اہل شام نے یہ منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ مالک بن کعب کی مدد کے لئے لشکر موجود ہے تو وہیں سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ (۱) ان تمام تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد تک باحیات تھے اور نہ فقط بعد از جنگ جمل بلکہ جنگ صفین کے بعد بھی زندہ تھے، کیونکہ جنگ صفین ۳۷ھ میں ختم

ہوگئی اور معاویہ کی طرف سے سرحدی علاقوں میں قتل و غارت گری کا سلسلہ ۳۹ھ سے شروع ہوا۔ اس درمیان فقط وہی ایک روایت ہے جس میں جنگ جمل میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کی وضاحت ہوگئی ہے، لیکن طبری اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے، نہ ہی اس کے اوپر کوئی تعلیقہ لگایا، جبکہ انھوں نے ذیل المذیل میں اس کی صراحت کی ہے کہ وہ ۸۰ھ تک زندہ تھے۔ (۲)

نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف

طبری کے علاوہ نصر بن مزاحم منقری، متوفی ۲۱۲ھ نے بھی اپنی کتاب وقعتہ صفین میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد بقید حیات تھے۔ وہ اپنی کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ تحسین سعید نے محمد بن مخنف سے نقل کیا ہے کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ سے پلٹنے کے بعد میرے والد (مخنف بن سلیم) کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: لیکن مخنف بن سلیم اور ان کی قوم نے جنگ میں شرکت سے سر پچی نہیں کی...۔ (۳)

محمد بن مخنف اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ امیر المومنین نے مخنف بن سلیم کو اصفہان اور ہمدان کی ذمہ داری دیکر گورنر کے طور پر وہاں روانہ کیا اور وہاں کے سابق ذمہ دار جریر بن عبد اللہ بجلي کو معزول کر دیا۔ (۴) محمد بن مخنف مزید کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے شام کا قصد کیا تو اپنے کارکنوں کو اس سے آگے

ہ کیا؛ منجملہ ایک خط مخنف بن سلیم کو

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۱۳۳ مطبوعہ دارالمعارف

۲۔ ذیل المذیل، ص ۵۴۷، مطبوعہ دارسویدان؛ تاریخ طبری کی گیارہویں جلد

۳۔ وقعتہ صفین، ص ۸، طبع مدنی

۴۔ سابقہ حوالہ، ص ۱۱

روانہ کیا جسے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے کاتب عبداللہ ابی رافع نے تحریر کیا تھا خط ملتے ہی مخنف بن سلیم نے اپنے اہلکاروں میں سے دو آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے فوراً حضرت کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے؛ یہاں تک کہ صفین ہی میں حضرت علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں شہید ہو گئے۔ (۱) آگے بڑھ کر محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ مخنف بن سلیم چار بڑے قبیلے ازد، بجیلہ، انصار اور خزاعہ کے سربراہ تھے۔ (۲) پھر لکھتے ہیں: مخنف، بابل کے سفر میں علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ (۳)

اسکے علاوہ بزرگان ازد سے مروی ہے کہ قبیلہ ازد کا ایک گروہ شام کی طرف سے اور دوسرا گروہ عراق کی طرف سے (جس میں مخنف بھی تھے) جب آمنے سامنے ہوا تو مخنف بن سلیم کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ ان کے دل پر اس سے چوٹ لگی اور وہ بے چین ہو گئے؛ لہذا انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ یہ امر میرے لئے بڑا سخت ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں۔ (۴)

اس سلسلے میں ابو مخنف کا بیان بھی قابل استفادہ ہے۔ وہ اس واقعہ کو اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں: اس دن میں اپنے والد مخنف بن سلیم کے ہمراہ تھا اور اس وقت میری عمر ۱۷ سال کا تھی۔ (۵)

اس جملہ سے کہ میری عمر ۱۷ سال تھی اندازہ ہوتا ہے کہ سعید اپنے بھائی محمد سے چھوٹے تھے اور وہ جنگ صفین میں حاضر نہ تھے لہذا اس جنگ کی روداد کو اپنے بھائی سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محمد بن مخنف کی ولادت ۲۰ھ میں ہوئی۔ بنا براین سعید، جو لوط (ابو مخنف) کے دادا ہیں وہ بھی اسی سال کے آس پاس متولد ہوئے ہیں۔

.....

۱۔ سابقہ حوالہ، ص ۱۰۴

۲۔ صفین، ص ۱۱۷

۳۔ سابقہ حوالہ، ص ۱۳۵

۴۔ سابقہ حوالہ، ص ۲۶۲؛ کتاب تقریب الہذیب میں مذکور ہے کہ مخنف بن سلیم ۶۴ھ میں تو ابین کے ہمراہ عین الوردۃ میں شہید ہوئے لیکن یہ غلط ہے۔

۵۔ طبری، ج ۴، ص ۴۴۶

لوط کے دادا سعید حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جبکہ آپ کے والد تیح امیر المؤمنین کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے۔ پس ہم اگر کم ترین مدت بھی فرض کریں تو یہی

کہا جاسکتا ہے کہ سعید کی شادی کے بعد جب یحٰیٰد نیا میں آئے تو اس وقت سعید ۲۰ سال کے تھے۔ (۱) اس بنیاد پر لوط کا اصحاب امیر المؤمنین میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ان کے والد یحٰیٰد بھی حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ بیٹے شادی کی اور اس سے لوط دنیا میں آئے تو اس وقت ان کا سن ۲۰ سال تھا؛ اس کا مطلب یہ ہوگا ۶۰ھ گذر گیا تھا جبکہ یہ بہت کم ترین مدت فرض کی گئی ہے۔ اس طرح خود لوط کے بارے میں ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر کے بیسویں سال کے آس پاس حدیث کا سننا اور حاصل کرنا شروع کیا؛ اس کی بنیاد پر ۸۰ھ سامنے آجاتی ہے، پھر انھوں نے اس کتاب کی تالیف میں تقریباً ۲۰ سال صرف کیے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوط پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں یا صدی تمام ہونے کے بعد اس کتاب کی تالیف سے فارغ

.....

۱۔ ابو مخنف کے والد یحٰیٰد کس طرح اصحاب امیر المؤمنین میں شمار ہو سکتے ہیں؟ اور کس طرح شیخ نے اسے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا؟ یہ ایک سوال ہے اور ہم سے پہلے فاضل حارّی نے اپنی کتاب منتهی المقال میں شیخ پر یہی اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر استدلال قائم کیا ہے کہ ابو مخنف نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہے؛ اسکے بعد انھوں نے شیخ طوسی کے قول جو انھوں نے اپنی دونوں کتابوں میں بیان کیا ہے کہ شیخ نے حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کیا ہے، کو اس دلیل سے ضعیف جانا ہے کہ ان کے پردادا ابو مخنف بن سلیم حضرت

علی کے اصحاب میں تھے، جیسا کہ شیخ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ فاضل حارّی کی عبارت اس طرح ہے: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوط نے حضرت کا دیدار نہیں کیا بلکہ ان کے باپ یحٰق کا حضرت کو درک کرنا بھی ضعیف ہے۔ بنا برین ابو مخنف کا اصحاب امیر المومنین میں شمار ہونا جیسا کہ کشی نے کہا ہے غیر ممکن ہے اور جو استدلال مقتل ابو مخنف کے مقدمہ پر شیخ غفاری نے تحریر کیا ہے وہ بھی بے جا ہے۔ شیخ غفاری کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابو مخنف اپنے پر داد ابو مخنف بن سلیم کے ہمراہ ہوں، اس طرح سے کہ اس وقت لوط ۱۵ سال کے ہوں اور ان کے والد تیح ۳۵ کے ہوں اور ان کے دادا سعید کی عمر ۵۵ سال ہو اور پر داد ابو مخنف بن سلیم کا سن ۷۵ سال ہو۔ اس استدلال میں جو اعتراض وارد ہے وہ واضح ہے، کیونکہ ابو مخنف اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین کے موقع پر ۱۷ سال کے تھے یعنی ان کے بھائی سعید ان سے بڑے نہیں تھے بلکہ چھوٹے تھے اسی لئے جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے اور انہوں نے اس جنگ کی روداد اپنے بھائی سے نقل کی پس اس وقت ان کا سن ۱۵ سال کے آس پاس ہوگا، نہ کہ ۵۵ سال کا۔

ہوئے، لیکن یہ بہت بعید ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں اسے لکھا ہو اور پھر لوگوں کو املا کر لیا ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں تدوین حدیث پر بڑی سخت پابندی عائد تھی؛ بلکہ سخت ممنوع تھا۔ اس اموی دور سلطنت میں تاریخ نویسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی شیعہ تاریخ کا؟! جبکہ یہ زمانہ شیعوں کے لئے خوف، تقیہ اور گھٹن کا زمانہ ہے۔

ابو مخنف نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں وارد ہو کر مختار بن ابو عبید ثقفی کے گھر رہنے کے سلسلے

میں جو خبر نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے: یہ گھر آج مسلم بن مسیب کے گھر سے معروف ہے اس جملہ سے ہمیں ایک فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مقتل کی تالیف پہلی صدی ہجری کی تیسری دہائی میں کی ہے، کیونکہ مسلم بن مسیب ۱۲۹ھ میں شیراز کے عامل تھے جیسا کہ طبری کی، ج ۷، ص ۳۷۲ پر مرقوم ہے اور یہ عہد بنی امیہ کے ضعف و شکست اور بنی عباس کے قیام کا دور شمار ہوتا ہے جس میں بنی عباس اہل بیت کی رضایت حاصل کر کے امام حسین اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے لہذا ممکن ہے عباسیوں ہی نے ابو مخنف کو مقتل حسین علیہ السلام کی تالیف کی دعوت دی ہوتا کہ ان کے قیام کی تائید ہو سکے پھر جب یہ لوگ زمام حکومت پر قابض ہو گئے تو ابو مخنف اور ان کے مقتل کو ترک کر دیا جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا بلکہ ان سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

ابو مخنف کی کتابیں

(الف) شیخ نجاشی نے ابو مخنف کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ کتاب المغازی
- ۲۔ کتاب الرودہ
- ۳۔ کتاب فتوح الاسلام
- ۴۔ کتاب فتوح العراق
- ۵۔ کتاب فتوح الخراسان
- ۶۔ کتاب شوری

-
- ٧- کتاب قتل عثمان
 - ٨- کتاب جمل
 - ٩- کتاب صفین
 - ١٠- کتاب الحکمین
 - ١١- کتاب النهروان
 - ١٢- کتاب الغارات
 - ١٣- کتاب اخبار محمد بن ابی بکر
 - ١٤- کتاب مقتل محمد بن ابی بکر
 - ١٥- کتاب مقتل امیر المومنین علیه السلام
 - ١٦- کتاب اخبار زیاد
 - ١٧- کتاب مقتل حجر بن عدی
 - ١٨- کتاب مقتل الحسن
 - ١٩- کتاب مقتل الحسین علیه السلام
 - ٢٠- کتاب اخبار المختار
 - ٢١- کتاب اخبار ابن الحنفیه
 - ٢٢- کتاب اخبار الحجاج بن یوسف ثقفی
 - ٢٣- کتاب اخبار یوسف بن عمیر
-

- ۲۴۔ کتاب اخبار شیبب الخارجی
- ۲۵۔ کتاب اخبار مطرف بن مغیرہ بن شعبہ
- ۲۶۔ کتاب اخبار الحریث بن الاسدی الناجی
- ۲۷۔ کتاب اخبار آل مخنف بن سلیم
- اس کے بعد نجاشی نے اپنے طریق کو اس طرح ذکر کیا ہے: عن تلمیذہ ہشام الکمی ابو مخنف کے شاگرد کلبی سے مروی ہے۔ (۱)
- (ب) شیخ طوسی نے بھی فہرست میں ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کی ایک کتاب بنام کتاب خطبات الزہرائی بھی ہے۔ شیخ طوسی روایت میں اپنے طریق کو بیان فرماتے ہیں۔ (۲)
- (ج) ابن ندیم نے بھی اپنی فہرست میں ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، منجملہ مقتل الحسین کو ابو مخنف ہی کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

دواہم نکات

ابو مخنف کی کتابوں کی فہرست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ابو مخنف نے اپنی ساری کوششیں اس پر صرف کی ہیں کہ شیعہ روایات بالخصوص کوفہ سے متعلق اخبار کو اپنی کتابوں میں درج کریں۔ ان کتابوں میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں بنی امیہ یا بنی مروان کا عنوان شامل ہو، اسی طرح ان کتابوں میں ابو مسلم خراسانی کا قیام اور بنی عباس کی تشکیل حکومت کے سلسلے میں بھی کوئی

عنوان نظر نہیں آتا جبکہ بنی عباس کی حکومت کی تشکیل کے ۲۵ سال بعد ۱۵۸ ہجری میں ابو مخنف کی وفات ہوئی ہے۔ اگر فہرست کتب میں اس موضوع پر کوئی کتاب نظر آتی ہے تو وہ فقط کتاب حجاج بن یوسف ثقفی ہے اور حجاج کی تباہ کاریوں کی داستان اس کی موت کے ساتھ ۹۵ ہجری میں ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ طبری نے بنی امیہ کے آخری ایام کی خبروں کو ۱۳۲ ہجری کے حوادث میں ابو مخنف ہی سے نقل کیا ہے۔ (۳)

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو ان کی کتابوں میں، خصوصاً طبری کی روایتوں میں ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ابو مخنف نے بہت سارے موارد میں اپنے باپ، چچا، چچا زاد بھائیوں یا قبیلہ ازد کے وہ بزرگان جو اس وقت زندہ تھے، ان سے روایتیں نقل کی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو مخنف کے قبیلہ میں بہت ساری خبریں موجود تھیں جس نے ابو مخنف کو ان کی جمع آوری اور تالیف پر براہیختہ کیا۔ اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خبروں میں کوفہ اور اہل کوفہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس فن میں انھوں نے اتنا ید طولیٰ حاصل کیا کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ اس فن میں اعلم شمار ہوتے ہیں۔

.....

۱۔ رجال نجاشی، ص ۲۲۴، طبع حجر ہند

۲۔ فہرست، ص ۱۵۵ و طبری، ج ۷، ص ۴۱۷، سال ۱۳۲ ہجری فی خروج محمد بن خالد بالکوفہ

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۱۷۲

مذہب و وثاقت

ابومخنف کے آثار کو دیکھنے کے بعد اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام (جنگی شہادت ۹۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے کوئی روایت بلا واسطہ نقل نہیں کی ہے؛ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام (جنگی شہادت ۱۱۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے بھی بلا واسطہ ایک روایت موجود نہیں ہے۔ (۱)

بلکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک واسطہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے دو واسطوں سے روایت نقل کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بلا واسطہ چند ہی روایت ملتی ہیں۔ (۲) یہ مطلب شیخ نجاشی کی ان باتوں کی تائید کرتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابومخنف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح ابومخنف نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے جب کہ ابومخنف امام علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے، کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ۱۴۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی ابومخنف کو امام علیہ السلام کے صحابیوں میں شمار نہیں کیا ہے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۸۸۔ خبر شہادت شیر خوار کو ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ خبر شب عاشور ملاحظہ ہو، ج ۵، ص ۴۸۸

مندرجہ بالا قرینے اس مطلب کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ابومخنف شیعہ نہیں تھے اور شیعہ

اصطلاح کے مطابق ائمہ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے تھے، جن کو مخالفین اہل بیت رافضی کہا کرتے تھے؛ البتہ اس زمانے میں اہل کوفہ کی طرح ان کا بھی فکری اور نظریاتی میلان تشیع کی طرف تھا لیکن سنی مذہب کو بطور کلی ترک نہیں کیا تھا۔ اس کی تائید میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین اہل بیت میں سے کسی نے بھی رافضی کے تیر سے ان پر حملہ نہیں کیا ہے جیسا کہ وہ ہر شیعہ کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ یہ ایک اصطلاح بن چکی تھی جو ابھی تک باقی ہے۔ بلکہ ابوحنیف کے سلسلے میں مخالفین اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تشیع اور مذہب اہل بیت کی طرف رجحان رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا کرتے ہیں؛ لیکن مخالفین اہل بیت علیہم السلام کو جن کے بارے میں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ مذہب اہل بیت سے وابستہ ہیں ان پر فوراً رافضی ہونے کا تیر چلاتے تھے اور فقط شیعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دشمنان اہل بیت کے نزدیک اصطلاح شیعہ اور رافضی میں اساسی فرق یہی ہے۔

ذہبی، اہل سنت کے معروف رجالی، کہتے ہیں: یہ اخباری مذہب کے حامی ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ابو حاتم وغیرہ نے ان سے روایت نقل نہیں کی ہے اور ان کو ترک کر دیا ہے۔ ابن معین کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہیں مڑہ کہتے ہیں: وہ بہت قابل توجہ نہیں ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں: وہ متعصب شیعہ تھے ان کا شمار شیعہ محدثین و مورخین میں ہوتا ہے (۱) ان میں سے کسی بھی رجالی نے ابوحنیف پر رافضی کے تیر سے حملہ نہیں کیا ہے جبکہ ان تمام رجالیوں کی سیرت یہ ہے کہ اگر ان کے لئے کسی کے سلسلے میں اہل بیت کی پیروی ثابت ہو جائے تو فوراً رافضی کہہ کر اپنی دریدہ ذہنی اور شوریدہ فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے اس بات کی بالکل صراحت کر دی۔ وہ کہتے ہیں: ابوحنیف کا شمار محدثین میں ہوتا ہے اور ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ امامت عوام کے اختیار

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۳، طبع حلبی محرق کے معنی متعصب کے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں حارث بن حصیرہ کے سلسلے میں آیا ہے؛ محرق کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

میں ہے؛ عوام جس کو چاہے امام بنا دے، لہذا وہ نہ تو شیعہ تھے اور نہ ہی شیعہ رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ (۱)

سید صدر نے ابن ابی الحدید کی اس عبارت کو تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام میں نقل کیا ہے پھر اس عبارت پر تعلقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں: میرے نزدیک تشیع ہی کی بنیاد پر ان کی مذمت کی گئی؛ اس کے باوجود وہ اہل سنت کے علماء کے نزدیک مورد اطمینان و قابل وثوق ہیں اور ائمہ اہلسنت نے ان پر اعتماد کیا ہے جیسے ابی جریر طبری، ابن اثیر بالخصوص، ابن جریر طبری جس نے اپنی ضخیم اور عظیم تاریخ کو ابی حنفہ ہی کی روایتوں سے پر کر دیا ہے۔ (۲)

علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب المراجعات میں ایک خاص فصل قرار دی ہے جس میں ان سوشیعی رجال کا تذکرہ کیا ہے جو اہل سنت کی سندوں میں بلکہ صحاح میں موجود ہیں۔ علامہ مرحوم نے ان سندوں کو حوالے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ شرف الدین موسوی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے: اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ (ابو مخنف) شیعہ تھے لیکن شیعہ امامی نہیں تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اس کی صراحت کی ہے جو ایک متین بیان ہے البتہ بعض اہل سنت نے انہیں اس بنیاد پر شیعہ لکھ دیا کہ محبت و مودت اور افکار میں ان کا میلان اہل بیت اطہار علیہم السلام کی طرف تھا لیکن یہ کہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق بطور کامل شیعہ تھے، تو یہ غلط ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گذشتہ علمائے شیعہ میں سے کسی نے بھی ان کے شیعہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی ہے۔ شیخ نجاشی جو اس فن کے استاد تھے انہوں نے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے توصیف فرمائی ہے کہ ابو مخنف مورخین کو فہ کے بزرگ اور استاد تھے، یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے مورخین کے استاد و بزرگ تھے، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء و دانشوروں کے بزرگ اور استاد تھے۔

.....

۱۔ تاسیس الشیعہ، ص ۲۳۵، طبع بغداد میں آیا ہے کہ میں نے طبری کی سند میں ابو مخنف کی روایت کو شمار کیا تو ۴۰۰ روایتوں کے آس پاس پایا جیسا کہ فہرست اعلام، ج ۷، ص ۴۱۷، سال ۱۳۲۲ میں محمد بن خالد کے خروج کے سلسلے میں یہ موجود ہے۔

۲۔ تاسیس الشیعہ، ص ۲۳۵، طبع بغداد، المراجعات، ص ۱۶ تا ۱۷، ص ۵۲ تا ۱۱۸، دار

الصادق

اس پر تعجب نہ کیجئے کہ ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں کیونکر تصریح کر دی، ذرا دیکھئے! جب

وہ جنگِ جمل کے واقعہ میں ابو مخنف سے اس رجز کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں مولائے کائنات نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی جانب سے اپنی وصایت کا تذکرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ان رجزوں کے نقل کرنے سے اس سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابو مخنف فکر و نظر کے اعتبار سے شیعہ تھے نہ کہ عقیدہٴ امامت میں، جیسا کہ بہت سارے اہل سنت اس مطلب کی روایت کرتے ہیں۔ الغرض ابو مخنف شیعہ تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کے امامی مذہب ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس بنا پر ابو مخنف کی توصیف و تمدح کا بہترین طریقہ وہی ہے جسے شیخ نجاشی نے اپنایا ہے:

شیخ اصحاب اخبار الکوفہ و وجہہم و کان یسکن الی مایرویہ
 وہ مورخین کوفہ کے بزرگ اور معروف آدمی تھے لوگ ان کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے۔
 نجاشی کا یہ بیان ایک قابل اعتبار مدح و ستائش ہے جس کی بنیاد پر ان سے مروی روایتوں کا حسن ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی روایتوں کو الوجیزہ، البلغہ اور الحاوی وغیرہ میں حسن شمار کیا گیا ہے۔

ہشام الکلبی

شیخ نجاشی نے ہشام الکلبی کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب نامہ بھی مرقوم فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: ہشام تاریخ دان، تاریخ نگار اور علم و فضل میں مشہور تھے۔ وہ پیروانِ مذہبِ اہل بیت میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس کی داستان بہت ہی دلچسپ ہے۔ ہشام کہتے ہیں: میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میں

اپنے سارے علم کو فراموش کر چکا تھا لہذا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور امام سے ساری داستان کہہ سنائی امام نے مجھے جام علم پلا یا اس جام کے پیتے ہی میرا سارا علم دوبارہ واپس آ گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کو اپنے قریب رکھتے تھے، ان کا احترام کرتے اور ان کے لئے ترقی و بلندی کے مواقع فراہم کرتے تھے؛ اسی لئے وہ کامیاب رہے اور بہت ساری کتابیں ان کے آثار میں باقی ہیں۔ (۱)

.....

۱۔ رجال نجاشی، ص ۳۰۵، حجر ہند

اس کے بعد نجاشی نے ہشام کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو اپنے طریق میں مرقوم فرمایا؛ منجملہ ان کتب میں مقتل الحسین کو بھی ہشام کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہشام نے کتاب مقتل الحسین کے تمام حصوں یا اکثر و بیشتر حصوں کو اپنے استاد (ابو مخنف) سے نقل کیا ہے۔

قابل تعجب بات یہ ہے کہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب مختار میں رجال نجاشی سے نقل کیا ہے نجاشی فرماتے ہیں: کلبی کا شمار سنی رجال میں ہوتا ہے، ہاں؛ اہل بیت سے انہیں شدت کی محبت تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلبی تقیہ میں تھے، مخالف اہل بیت نہیں تھے۔ (۱)

.....

۱۔ المختار من رجال الکشی، ص ۳۹۰، حدیث ۷۳۳ طبع مشہد، یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے

کہ ہمارے متعدد بزرگ علمائے رجال تعارض کی صورت میں نجاشی کے قول کو مقدم مانتے ہیں۔ ۱۔ شہید ثانی مسالک میں فرماتے ہیں: و ظاہر حال النجاشی انه اضبط الجماعہ و اعرفہم بحال الرواة ظاہر یہ ہے کہ نجاشی کا حافظہ سب سے قوی اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ باخبر ہیں۔ ۲۔ ان کے نواسے شرح الاستبصار میں فرماتے ہیں: و النجاشی مقدم علی الشیخ فی ہذہ المقامات کما یعلم بالممارستہ۔ نجاشی ان موارد میں شیخ پر مقدم ہیں جیسا کہ تحقیق و جستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ۳۔ ان کے استاد محقق استرآبادی کتاب الرجال الکبیر میں سلیمان بن صالح کے احوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا یخفی تخالف ما بین طریقتی الشیخ و النجاشی ولعل النجاشی اثبت

- یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رجال شناسی میں شیخ اور نجاشی کے درمیان اختلاف کی صورت میں نجاشی کا قول مقدم ہے؛ کیونکہ نجاشی کا نظریہ زیادہ محکم ہے۔ ۴۔ سید بحر العلوم الفوائد الرجالیہ میں فرماتے ہیں: احمد بن علی نجاشی کا محکم، استوار اور عادل بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ جرح و تعدیل کے عظیم ترین رکن ہیں اور اس راہ کے سب سے بزرگ عالم ہیں ہمارے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ معتمد ہیں اور سب کے سب احوال رجال میں انہیں کی طرف استناد کرتے ہیں نیز ان کے قول کو مقدم جانتے ہیں۔ اصحاب نے ان کی کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس باب میں صراحت کی ہے کہ نجاشی کا قول صحیح ہے۔ اس کے علاوہ نجاشی نے اپنی کتاب میں شیخ کثی کے احوال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا:

کان ثقة عیناً..

آپ مورد وثوق اور معروف انسان تھے، رجال کے موضوع پر آپ کی ایک کتاب ہے جو

بڑی معلوماتی ہے لیکن اس کتاب میں کافی غلطیاں ہیں۔ آپ عیاشی کے ساتھ تھے اور انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں البتہ اس کتاب میں ضعیف راویوں سے بھی روایت نقل کر دی ہے (ص ۳۶۳) پھر نجاشی، عیاشی کے سلسلے میں لکھتے ہیں ثقہ و صدوق ، وہ مورد وثوق اور بڑے سچے تھے عین من عیون لہذا الطائفہ اس گروہ شیعہ کی معروف ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ عیاشی پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوئے۔ آپ نے ضعف سے بہت روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۲۷۶) شاید کشی نے یہ قول عیاشی ہی سے حاصل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کلبی سنی تھے کیونکہ وہ شروع میں سنی تھے۔ ہاں کلبی اپنے کو چھپائے رہتے تھے اور تفسیر پر عمل کرتے تھے جیسا کہ کشی نے ذکر کیا ہے۔

اسکے بعد شیخ نے ہشام کلبی کا بالکل تذکرہ نہیں کیا ہے؛ نہ ہی رجال میں اور نہ ہی فہرست میں، ہاں اپنے اس طریق میں جس میں ابوحنیف کی کتابوں سے روایت نقل کی ہے ہشام کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

شاید اس کا سبب یہ ہو کہ کلبی کی جتنی کتابیں تاریخ شیعہ سے مختص ہیں ان سب میں انہوں نے اپنے استاد ابی حنف سے روایتیں نقل کی ہیں، لیکن دوسری کتابیں کہ جو شیعوں کی تاریخ سے مخصوص نہیں ہیں دوسرے مورخین سے نقل ہیں۔ اہل سنت کے سیر و تراجم کے تمام دانشوروں نے ہشام کے علم و حافظہ اور ان کے شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں: تاریخ اور تاریخ نگاری کے سلسلے میں ان کی معلومات بڑی وسیع تھی۔ وہ علم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے اور اخبار و روایات کے حفظ میں مشہور روزگار تھے۔ آپ کی وفات

۲۰۶ ہجری میں ہوئی۔ (۲)

اہلسنت کے دوسرے بزرگ عالم رجالی ابواحمد بن عدی اپنی کتاب کامل میں کہتے ہیں: کلبی کی حدیثیں صالح و درست ہیں۔ تفسیر میں بھی انکا علم وسیع تھا اور وہ اس علم کے ذریعہ معروف تھے؛ بلکہ تفسیر میں ان سے طولانی اور سیر حاصل بحث کسی نے بھی نہیں کی ہے۔ کلبی تفسیر میں مقاتل بن سلیمان پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں؛ کیونکہ مقاتل کے یہاں عقیدہ اور مذہب کی سستی و خرابی موجود ہے۔ ابن حبان نے کلبی کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (۳)

مراجع مقتل الحسين

اس زمانے میں متداول، لوگوں کے ہاتھوں اور مطبوعات میں جو مقتل ہے اسے ابوحنف نے تالیف نہیں کیا ہے، بلکہ اسے کسی دوسرے نے جمع کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں جمع کیا گیا، کس

.....

۱۔ رجال طوسی، ص ۱۵۵۔

۲۔ طبری نے اپنی تاریخ میں کلبی سے ۳۳۰ موارد نقل کئے ہیں۔ اسکے باوجود اپنی کتاب ذیل المذیل میں ان کے احوال مرقوم نہیں کئے ہیں۔ فقط کلبی کے باپ کا تذکرہ (ص ۱۱۰) پر کرتے ہوئے کہا ہے: ان کے دادا بشر بن عمرو کلبی ہیں اور انکے فرزند سائب، عبید اور عبد الرحمن ہیں جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

۳۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۵۹۔

نے جمع کیا، کس کے ہاتھوں یہ کتاب ملی اور سب سے پہلے یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ کسی کو ان مسائل کا علم نہیں ہے۔ امام شرف الدین موسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مقتل امام حسین علیہ السلام میں جو کتاب راجح ہے وہ ابو مخنف کی طرف منسوب ہے جس میں بہت ساری ایسی حدیثیں موجود ہیں جس کا ابو مخنف کو علم بھی نہیں تھا اور یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں جو ان کے سر مڑھی گئی ہیں۔ جھوٹوں اور فریب کاروں نے بہت ساری چیزوں کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ فریب کاروں کا جھوٹی روایتیں گڑھ کر ان کی طرف نسبت دینا خود ان کی عظمت و جلالت کا بین ثبوت ہے (۱) کیونکہ جعل ساز کو معلوم ہے کہ تاریخ کے میر کا رواں کا نام ابو مخنف ہے لہذا جھوٹی روایات انہیں کی طرف منسوب کی جائیں تاکہ لوگ صحیح و غلط میں تمیز دیئے بغیر قبول کر لیں۔

محدث قلمی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تاریخ و سیر میں ابو مخنف کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان میں سے ایک کتاب مقتل حسین ہے جسے قدیم بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتے تھے؛ لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت اس کا ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ مقتل جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ابو مخنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے درحقیقت ان کا مقتل نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے معتمد مورخ کا بھی نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس کی تصدیق کرنی ہے تو جو کچھ اس مقتل میں ہے اور جسے طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے ان کا مقابلہ کر کے دیکھ لے؛ حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے

اس مطلب کو اپنی کتاب نفس المہوم میں طرمہ ج بن عدی کے واقعہ کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔ (۲)

اب جبکہ ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس کتاب کے جعلی ہونے کی بحث کو غور و خاص کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ قارئین کرام پر بات واضح سے واضح تر ہو جائے۔

یہ بات یقینی ہے کہ اس کتاب کی جمع آوری ابو مخنف کے علاوہ کسی اور نے کی ہے لیکن کس نے کی اور کب کی ہے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اگرچہ اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ جمع آوری کرنے والا شخص متاخرین میں سے ہے اور عرب زبان ہے لیکن نہ تو تاریخ شناس ہے، نہ حدیث شناس اور نہ ہی علم رجال سے آگاہ ہے حتیٰ عربی ادب سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ کتاب میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو جدید عربی کے عام اور بازاری الفاظ ہیں۔

.....

۱۔ مولفوا الشیعة فی صدر الاسلام، ص ۴۲، طبع النجاح

۲۔ الکنی واللقاب، ج ۱، ص ۱۴۸؛ نفس المہوم ص ۱۹۵، اور اس کا مقدمہ، ص ۸، طبع بصیرتی

اس کتاب میں ۱۵۰ روایات موجود ہیں جن میں سے ۶ روایتیں مرسل ہیں۔

مرسل روایات میں پہلی روایت چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام سے ہے جو ص ۴۹ پر موجود ہے۔

دوسری مرسلہ روایت عبداللہ بن عباس سے ہے جو ص ۹۴ پر نقل ہوئی ہے۔
 تیسری روایت عمارہ بن سلیمان سے ہے اور وہ حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں، ص ۸۲۔
 چوتھی روایت ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ عبداللہ
 بن قیس ہے، ص ۹۶۔

پانچویں روایت کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عمار سے نقل ہوئی۔ یہ روایت
 ص ۷۰ پر کلینی، متوفی ۳۲۹ھ سے منقول ہے اور اصول کافی میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔
 جمع آوری کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ (۱) سے کتاب میں ایک شخص کو داخل کیا ہے
 جس کا نام سہل شہرزوری ہے اور اس سے بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں۔ مولف نے اس
 شخص کو کوفہ سے شام، حتیٰ شام سے مدینہ تک اہل بیت کے ہمراہ دکھایا ہے اور اس سے
 ۳۱ مرسل روایتیں نقل کی ہیں، مغلہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت کو اسی شخص یعنی سہل
 بن سعید شہرزوری کے نام سے ذکر کر دیا ہے! (۲)

اس کے علاوہ اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی نسبت خود ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے جو ۱۳۸
 حدیثیں ہیں۔

اس کتاب میں بہت ساری واضح اور فاش غلطیاں ہیں جن کی طرف مندرجہ ذیل سطروں میں
 اشارہ کیا جا رہا ہے۔

.....

۱۔ مقتل ابو مخنف، ص ۱۰۲، طبع نجف

۲۔ مقتل ابو مخنف، ص ۱۲۳، نجف

واضح غلطیاں

اس راجح مقتل میں بہت ساری واضح غلطیاں ہیں:

۱۔ ایک صاحب بصیرت قاری اس مقتل کے پہلے صفحے کی پہلی ہی سطر میں واضح غلطی کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ ابو مخنف کہتے ہیں: حدثنا ابو المنذر ہشام عن محمد بن سائب کلبی مجھ سے ابو منذر ہشام نے محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ابو مخنف ہشام کے استاد ہیں اور وہ اپنے شاگرد ہشام سے روایتیں نقل کر رہے ہیں! مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس بے اساس مقتل کے مطابق ہشام نے اپنے باپ محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے اپنے استاد ابو مخنف کے لئے ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والا شخص راویوں کے حالات زندگی سے کس قدر نا بلند تھا کہ اس کے اوپر یہ واضح امر بھی مخفی تھا۔ (۱)

۲۔ اس کے بعد جب آپ اس کتاب کے چند اوراق اور پلٹیں گے تو آپ کا اس عبارت سے سامنا ہوگا وروی الکلبینی فی حدیث (۲)

اے کاش معلوم ہو جاتا کہ کلبینی سے روایت کرنے والا شخص کون ہے جبکہ کلبینی نے ۳۲۹ ہجری میں اس دارفانی کو وداع کیا ہے اور ابو مخنف کی وفات ۱۵۸ ہجری میں ہے۔ قابل غور بات یہ

ہے کہ یہ روایت کافی میں بھی موجود نہیں ہے۔

۳۔ کچھ اور ورق گردانی کرنے کے بعد آپ کو یہ عبارت ملے گی؛ فانفذ (یزید) الکتاب الی الولید وکان قدومه لعشرة ايام خلون من شعبان (۳) یزید نے خط لکھ کر ولید کی طرف روانہ کیا اور یہ خط دس شعبان کو حاکم مدنیہ کے ہاتھ میں پہنچا۔ جبکہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان کو مکہ وارد ہو گئے تھے۔ خود طبری نے ابو مخنف کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ان دونوں تاریخوں کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔

.....

۱۔ ایسی ہی ایک روایت سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے کہ ابن عباس فرزند ہشام نے اپنے والد ہشام سے انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے ابی الکنو عبد الرحمن بن عبید سے روایت کی ہے۔ شاید اس کتاب کو جمع کرنے والے نے سید کی کتاب یا کسی اور جگہ سے اس بات کو تحریف و تصحیف و زیادتی کے ساتھ نقل کر دیا۔

۲۔ ص ۷

۳۔ ص ۱۱

۴۔ سفیر امام حسین جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں فقط اسی مقتل میں جناب مسلم کے راستے میں گڑھا کھودنے اور انھیں زنجیر میں جکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں لے جانے کی خبر ملتی ہے۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے: ابن زیاد فوج کے پاس آیا اور ان

سے کہا: میں نے ایک چال سوچی ہے کہ ہم مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھود دیں اور اسے خس و خاشاک سے چھپا دیں، پھر حملہ کر کے مسلم کو آگے آنے پر مجبور کریں۔ جب وہ اس میں گر جائیں تو ہم انھیں پکڑ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دام میں آکر زندہ نہیں بچ پائیں گے۔ (۱)

۵۔ اسی طرح یہ خبر بھی فقط اسی کتاب میں موجود ہے: جب امام حسین علیہ السلام کے دو فدرا کارساتھی مسلم و ہانی کوفہ میں شہید کر دیئے گئے اور امام ان دونوں کی خبر سے مطلع نہ ہو سکے تو آپ بہت مضطرب اور پریشان حال نظر آنے لگے لہذا آپ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے سب کو فوراً مدنیہ واپس ہونے کا حکم دیا۔ امام کے حکم کے مطابق سب کے سب امام کے ہمراہ مدنیہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ سب لوگ مدنیہ پہنچ گئے۔ یہاں پر امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے اور روتے روتے آپ کی آنکھ لگ گئی (۲) جبکہ اس بے بنیاد خبر کا ذکر کسی کتاب یا سفر نامہ میں نہیں ملتا ہے۔

۶۔ تنہا یہی کتاب ہے جس میں یہ خبر ملتی ہے: جب امام وارد کر بلا ہوئے تو آپ نے ۷ گھوڑے بدلے؛ لیکن جب کسی گھوڑے نے بھی حرکت نہ کی تو آپ وہیں اتر گئے، وہیں پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے آگے نہ بڑھے۔ (۳)

۷۔ فقط اسی کتاب میں یہ خبر ملتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے نقل فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام شب عاشور کر بلا میں وارد ہوئے۔ (۴)

.....

۱-ص ۳۰

۲-ص ۳۹

۳-ص ۴۸

۴-ص ۴۹

۸- اسی کتاب میں لشکرِ پسرِ سعد کی تعداد ۸۰ ہزار بتائی گئی ہے۔ (۱)

۹- تنہا اسی کتاب نے فوج کی آمد پر زہیر بن قین کا خطبہ نقل کیا ہے کہ زہیر بن قین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا: اے گروہِ مہاجر و انصار! اس ملعون کتے اور اس جیسے افراد کے کلام تم کو دھوکہ میں نہ ڈالنے پائیں کیونکہ انھیں محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی شفاعت ملنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت کی ذریت کو قتل کر رہے ہیں اور جو ان کی مدد کر رہا ہے اسے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (۲)

۱۰- تنہا اسی کتاب میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہیں ملا۔ (۳)

۱۱- تنہا اسی کتاب نے شبِ عاشور اور روزِ عاشور کے واقعہ کو تین بار بغیر ترتیب کے درہم برہم نقل کیا ہے:

سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کی خبر نقل کی ہے اور اسکے بعد علمدار کربلا کی شہادت کی خبر بیان کی ہے۔ تنہا اسی کتاب نے لکھا ہے کہ جب آخری وقت میں حضرت عباس

کے ہاتھ کٹ گئے تو انھوں نے تلوار کو منہ سے پکڑ لیا، اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام خون سے غلطاں لاش پر پہنچے اور ان کی لاش کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر خیمے تک لائے، پھر امام حسین علیہ السلام نے شدید گریہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے وہ بھی رونے لگے۔ (۴)

اس کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ کتاب شب عاشور کے واقعہ کو نقل کرتی ہے جس میں امام حسین اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے میرے ساتھیوں، یہ قوم میرے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا نہیں چاہتی ہے پس جب شب کا سناٹا چھا جائے تو اس کی تاریکی میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ، پھر آگے بڑھ کر اس طرح رقمطراز ہے: اور پھر امام علیہ السلام سو گئے اور جب صبح اٹھے...۔ (۵)

.....

۱-ص ۵۲

۲-ص ۵۶

۳-ص ۵۷

۴-ص ۵۹

۵-ص ۵۹-۶۰

پھر وہاں سے پلٹ کر صبح عاشور کی داستان چھیڑتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے ایک دوسرے خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تنہا یہی کتاب ہے جو بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام

نے پسر سعد کے پاس انس بن کاہل کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جبکہ اس نامہ بر کا نام انس بن حرث بن کاہل اسدی ہے۔

تیسری بار پھر شب عاشورہ کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں امام علیہ السلام کے ایک دوسرے معروف خطبہ کا ذکر کیا جس میں امام نے اپنے اصحاب و اہل بیت کو مخاطب کیا ہے۔ اس کے بعد پھر امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کے لشکر کی حکمت عملی کو بیان کیا ہے۔ (۱)

۱۲۔ تنہا یہی کتاب ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ابراہیم بن حسین کا ذکر کیا ہے۔ (۲)

۱۳۔ اس کتاب نے طرماح بن عدی کو شہید کر بلا میں شمار کیا ہے جبکہ طبری نے کلبی کے واسطے سے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ طرماح کر بلا میں موجود نہ تھے اور نہ ہی وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے ہیں۔ (۳)

محدث قمی نے بھی اپنی کتاب نفس المہموم ص ۱۹۵ پر اس خبر کے نیچے تعلیق لگایا ہے۔

۱۴۔ جناب حرریاجی کے قصے میں یہ شخص چند اشعار ذکر کرتا ہے جو عبید اللہ بن جعفری کے ہیں اور وہ قصر بنی مقاتل کا رہنے والا ہے۔ (اس کی قسمت کی خرابی یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بلا یا تو اس نے مثبت جواب نہیں دیا اور سعادت کی راہ کو خود پر بند کر لیا) لیکن کتاب کی جمع آوری کرنے والے نے ان اشعار کو حرریاجی سے منسوب کر دیا اور اس پر توجہ بھی نہ کی، کہ یہ اشعار حرریاجی کے حال سے تناسب نہیں رکھتے، کیونکہ اس میں ایک شعر کا مصرع یہ ہے: وقف علی اجسادہم وقبورہم (۴)

.....

۱-ص ۶۲۶

۲-ص ۷۰

۳-ص ۷۲

۴-ص ۷۶، طبری نے ج ۵ ص ۴۷۰ طبع دارالمعارف پر اس شعر کو ابو مخنف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبدالرحمن بن جندب سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن حمر نے اس شعر کو مدائن میں کہا تھا: یقول امیر غادرو ابن غادر۔ اَلَا کُنْتَ قَاتِلْتَ الشَّهِيدَ ابْنَ فَاطِمَةَ؟ ذر اغور کبجے کہ اس خیا نت کا مؤلف نے کلمات بدل دیے تاکہ یہ شعر حرریاجی کے حال سے مناسب ہو جائے لیکن پھر بھی متناسب حال نہ ہو سکا۔ ہائے افسوس کہ یہ جمع آوری کرنے والا شخص کتنا نادان تھا۔

۱۵- حرریاجی کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کی طرف چند رثائی اشعار منسوب کئے ہیں جبکہ یہ اشعار امام حسین علیہ السلام کی شان امامت سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں

نعم الحراذو اسی حسینا

لقد فاز الذی نصر و احسینا! (۱)

حر کیا اچھے تھے کہ انھوں نے حسین کی مدد کی حقیقت میں وہی کامیاب ہے جس نے حسین کی مدد کی!

۱۶- نیز اسی کتاب میں چند اشعار کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے اصحاب کی شہادت پر یہ اشعار کہے جبکہ ان اشعار سے بالکل واضح ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ متاخرین ہی میں سے کسی شاعر کے اشعار ہیں کیونکہ شاعر اس میں

کہتا ہے کہ نصر و الحسین فی اللہم من فتنۃ اسی طرح کے اور دوسرے اشعار بھی ہیں
 (۲)۔

۱۷۔ اسی کتاب نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ورود کا دن روز چہار شنبہ لکھا ہے (۳)
 اور شہادت کا دن روز دوشنبہ تحریر کیا ہے۔ (۴) اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام
 پانچ محرم کو کربلا وارد ہوئے ہیں جبکہ تمام مورخین، مجملہ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق ابو
 مخنف کا نظریہ بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم کو وارد کربلا ہوئے اور وہ پنجشنبہ کا دن تھا۔
 (۵)

۱۸۔ اس کتاب کی تدوین کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ (۶) سے مسلسل ایک ہی راوی
 سے کثرت کے ساتھ روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ
 اس کا نام سہل شہرزوری ہے۔ اس شخص کو مؤلف نے کوفہ سے شام اور وہاں سے مدینہ تک اہل
 حرم کے ساتھ دکھایا

.....

۱۔ ص ۷۹

۲۔ ص ۸۵

۳۔ ص ۴۸

۴۔ ص ۹۳

۵۔ ج ۵، ص ۰۹، ۴، اس مطلب کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ،

ج ۲، ص ۵۰۲ پر امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ قبض یوم عاشوراء، الجمعہ جس کا نتیجہ یہ ہوگا عاشور جمعہ کو تھا۔

۶- ص ۱۰۲

ہے۔ کوفہ میں سلیمان بن قتیبہ ہاشمی (۱) کے ان اشعار کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر کہے تھے: مررت علی ابیات آل محمد (۲) مولف نے اسی شہر زوری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح شام میں سہل بن سعد ساعدی کی خبر کو اسی سہل بن سعید شہر زوری کے نام سے منسوب کر دیا، (۳) گویا مولف نے گمان کیا ہے کہ یہ شخص وہی سہل ساعدی ہے۔

۱۹۔ اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام سے رزمیہ اشعار اور رجز کو منسوب کیا گیا ہے جو تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہیں۔ (۴) اسی طرح عبید اللہ بن زیاد کے نزدیک عبداللہ بن عقیف ازدی کے قصیدہ کو بیان کیا ہے جو تقریباً ۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ (۵)

۲۰۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ کی بہتات ہے جسے بعد میں آنے والوں نے عربی میں داخل کر دیا ہے جب کہ وہ کوچہ و بازار کے الفاظ ہیں اور ایسے جملے ابو مخنف کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو سکتے، مثلاً جناب مسلم کے لئے گڑھا کھودنے کے سلسلے میں یہ جملے ہیں:

واقبل علیہم لعین! وقال لهم... ونطّہا بالذغل والتراب... وونہزم قدامہ
وہ لعین ان لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ... اور اسے خس و خاشاک اور مٹی سے بھر دو
... اور ہم آگے سے ان پر حملہ کریں گے۔ (ص ۳۵) دوسری جگہ یہ جملہ ہے: راحت
انصارہ اس کے ساتھی ان کے پاس گئے۔ (ص ۱۳۵) تیسری جگہ یہ جملہ ہے: ویقتطانہ

ان کو بیدار کیا۔

.....

۱۔ شیخ محمد سماوی نے اس پر تعلقہ لگا یا ہے کہ وہ شخص خاندان بنی ہاشم کا چاہنے والا تھا۔ اس کی والدہ کا نام قتہ اور باپ کا نام حبیب تھا۔ اس نے ۱۲۶ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ مسعودی نے انساب قریش جو زبیر بن بکار کی کتاب ہے، سے استفادہ کیا ہے کہ اس کا نام ابن قتنہ تھا (ج ۴، ص ۷۴)

۲۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳

۳۔ ص ۱۲۳

۴۔ ص ۸۶-۸۷، ان میں سے ۱۷ بیتیں علی بن عیسیٰ الرلی متوفی ۶۹۳ نے اپنی کتاب کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۸، طبع تبریز پر احمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱۴ھ کی کتاب الفتوح کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کا شیر خوار جب شہید ہو گیا تو آپ نے اپنے ننھے بچے کی قبر کھودتے وقت یہ اشعار پڑھے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب نے اس موقع پر امام کے اشعار کو ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے دشمن کی فوج پر زبردست حملہ کیا تھا اور وہ فوج بھاگ گئی در حالیکہ ان میں سے ۱۵۰۰ افراد فی النار ہو گئے امام یہ اشعار پڑھتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے۔ الرلی نے ص ۲۵۰ پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ابیات جس کا پہلا جملہ غدر القوم ہے جو بہت مشہور ہے اسے ابوحنیف نے ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔ خو ارزمی، متوفی ۵۶۸ ہجری نے ابن اعثم ہی کے حوالے سے ان میں سے ۳ اشعار ذکر کئے

ہیں۔ (ج ۶، ص ۳۳)

۵- ۱۰۸-۱۰۹

(ص ۱۲۹) چوتھی جگہ جملہ یہ ہے: ویتخرش وہ دھوکہ دے رہا تھا۔ (ص ۱۳۶)

ان تمام محذورات اور مشکلات کے باوجود میں تصور نہیں کرتا کہ کسی واقف کار انسان کے لئے اس کا احتمال بھی درست ہو کہ یہ کتاب ابو مخنف کی ہے بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے۔

اسناد ادبی مخنف

اب ہم آپ کے لئے تفصیلی طور پر ان راویوں کے اسماء کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ابو مخنف اور اس جانشوز واقعہ کے درمیان واسطہ ہیں۔ ہم ہر راوی کے نام کے سامنے اس روایت کو بھی ذکر کریں گے جو انہوں نے نقل کی ہے۔ اس صورت میں خود کتاب کی احادیث کی فہرست بھی سامنے آجائے گی۔

راویوں کے اختلاف، روایت کے کوائف اور ابی مخنف نے جن لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں ان کے اختلاف کے اعتبار سے ان اسماء کی فہرست چھ ۶ گروہ پر تقسیم ہوتی ہے۔

راویوں کے اسماء

۱۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اس جانسوز واقعہ کا عینی شاہد ہے اور اس نے ابی مخنف سے بلا واسطہ بطور مستقیم ان واقعات کو بیان کیا ہے؛ اس طرح ابو مخنف نے فقط ایک واسطہ سے معرکہ کر بلا کو صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہے۔ یہ گروہ تین افراد پر مشتمل ہے۔

۲۔ دوسرا گروہ بھی وہی ہے جو اس واقعہ کا عینی گواہ ہے لیکن اس نے اس واقعہ کو ابو مخنف سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے بلکہ ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے واقعات نقل کئے ہیں یعنی معرکہ کر بلا کو دو یا تین واسطوں سے نقل کیا ہے۔ اس گروہ میں ۱۵ افراد ہیں۔ اس طرح کر بلا کے روح فرسا واقعات کے عینی شاہدین کی تعداد ۱۸ ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو واقعہ کر بلا سے قبل یا بعد کسی نہ کسی طرح اس واقعہ میں شریک تھا۔ ان لوگوں نے ابو مخنف سے ان واقعات کی حکایت بلا واسطہ کی ہے اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک واسطہ سے اس معرکہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ گروہ پانچ افراد پر مشتمل ہے۔

۴۔ چوتھے گروہ میں بھی وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح واقعہ کر بلا کے پہلے یا بعد اس جانسوز واقعہ میں شریک تھے لیکن ابو مخنف نے ایک یا دو واسطہ سے ان لوگوں سے روایت نقل کی ہے اور وہ ۲۱ افراد ہیں۔

۵۔ پانچواں گروہ وہ ہے جو نہ تو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور نہ ہی اس واقعہ میں شریک ہے یہ افراد ابو مخنف کی روایت اور ان راویوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس بنا پر ابو مخنف نے معرکہ کر بلا اور وہاں گزرنے والے واقعات کو ان لوگوں سے ایک یا چند واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ ۲۹ افراد ہیں۔

۶۔ چھٹا گروہ وہ ہے جو عادل اور نیک کردار ہے، جس میں ائمہ کے اصحاب یا خود ائمہ علیہم السلام موجود ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو اس معرکہ کے عینی شاہد ہیں نہ ہی العیاذ باللہ اس واقعہ میں شامل تھے۔ اس طرح یہ افراد بھی وسائط ہی میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں نے واسطہ سے حدیثیں نہیں بیان فرمائی ہیں یا واسطہ کی صراحت نہیں کی ہے اور یہ ۱۴ افراد ہیں۔

اس جدول سے یہ روشن ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ابو مخنف سے حدیثیں نقل کی ہیں وہ کل انتالیس (۳۹) افراد ہیں جنہوں نے سند کے ساتھ ۶۵ روایات نقل کی ہیں اور کتاب ابو مخنف کل انہیں روایتوں کا مجموعہ ہے جو فی الوقت ہماری دست رس میں نہیں ہے۔ ہم نے ان افراد کی شرح احوال یا تو کتب رجالی سے حاصل کی ہے یا تاریخ طبری میں ان کی روایت کے سلسلے میں تحقیق کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ہم تفصیلی طور پر مذکورہ فہرست کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلی فہرست

وہ لوگ جو واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور انھوں نے ابوحنفہ سے بلا واسطہ روایتیں نقل کی ہیں جن کی تعداد تین ۳ افراد پر مشتمل ہے۔

۱۔ ثابت بن ہبیرہ: اس شخص نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری اور اس کے بھائی علی بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے مقتل میں اس راوی سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور مجھے رجال کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملا، کتاب کی عبارت اس طرح ہے: قال ابوحنفہ عن ثابت بن ہبیرہ: فقتل عمرو بن قرظہ بن کعب... (۱) ابوحنفہ، ثابت بن ہبیرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن قرظہ بن کعب نے جام شہادت نوش فرمایا اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کربلا میں تھا اور اس نے اس روایت کو بلا واسطہ نقل کیا ہے۔

۲۔ یحییٰ بن ہانی بن عروۃ المرادی المذحجی: اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ متن روایت اس طرح ہے: حدثنی یحییٰ... ان نافع... (۲) مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ نافع... واضح ہے کہ راوی نے بلا واسطہ نقل کیا ہے۔

یحییٰ کی ماں کا نام روعہ بنت حجاج زبیدی ہے جو عمرو بن حجاج زبیدی کی بہن ہے یعنی مذکورہ شخص یحییٰ کا ماموں ہے۔ (۳) یہ ملعون اپنے ماموں عمرو بن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی ملعون نے نقل کیا ہے

کہ میں نے اپنے ماموں عمرو بن حجاج زبیدی کو نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد یہ کہتے سنا کہ وہ اپنے لشکر کو جنگ سے روک رہا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ حسین اور اصحاب حسین (علیہم السلام) پر پتھر برسائیں۔ اس کے بعد تیح نے اپنے ماموں سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نقل نہیں کیا ہے۔ (۴) اسی تیح نے ابن زبیر کی طرف سے منسوب والی کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لئے اپنے ماموں کی اس گفتار کو بھی نقل کیا ہے کہ جو عبداللہ بن مطیع کو مختار بن ابوعبید ثقفی کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکار رہی تھی۔ خود تیح مختار کے خلاف جنگ میں اپنے ماموں کے ہمراہ شریک تھا۔ (۵)

ابن حبان نے تیح کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ اس کی باتوں کے ذریعہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ ہے اور ابو حاتم نے اضافہ کیا ہے کہ یہ بزرگان کوفہ میں شمار

.....

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۳

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۴۳۵

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۶۳

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۴۳۵

۵۔ طبری، ج ۶، ص ۲۸

ہوتا ہے۔ شعبہ نے کہا: کان سید اہل الکوفۃ یہ اہل کوفہ کا سید و سردار ہے، جیسا کہ تہذیب

العزیز میں بھی یہی مرقوم ہے۔

۳۔ زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر ^{نخعی}: اسی نے سوید بن عمرو بن ابی مطاع ^{نخعی} کی شہادت کا ذکر کیا ہے متن روایت اس طرح ہے: حدیثی... قال... کان... اس نے مجھ سے بیان کیا ہے... اسی نے کہا... (۱) اس شخص سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور کتب رجالی میں ہم کو کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

دوسری فہرست

یہ گروہ بھی کر بلا کے دسوز واقعہ کا چشم دید گواہ ہے لیکن ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے واقعات کر بلا کو نقل کیا ہے اور یہ ۱۵ افراد ہیں۔

۱۔ عقبی بن سمعان: (۲)

اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کر بلا پہنچنے کی روایت کو نقل کیا ہے نیز ابن زیاد کی طرف سے حر کو خط لکھنے کی خبر بھی اسی نے بیان کی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۰۷) اس شخص سے ابو مخنف ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

۲۔ ہانی بن شیبہ حضرمی سکونی:

اسی شخص نے کر بلا میں امام حسین علیہ السلام کے وارد ہونے کے بعد دونوں لشکر کے درمیان

امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کی ملاقات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح عاشورا سے قبل بھی ایک ملاقات کو نقل کیا ہے۔ روایت کا متن اس طرح ہے: حدیثی ابو جناب عن ہانی... وکان قد شہد قتل الحسین مجھ سے ابو جناب نے ہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے... درحالیکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی شاہد ہے۔ (ج ۵، ص ۴۱۳) یہی شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت میں شریک ہے جو سپاہ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے شہید ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۳۶) اسی ملعون نے امیر المؤمنین کے دو فرزند عبداللہ اور جعفر کو شہید کیا۔ اسی طرح خاندان امام حسین علیہ السلام کے ایک نوجوان کو قتل کیا، نیز اسی گمراہ شخص نے امام حسین علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کو شہید کر کے جناب رباب کی آغوش کو ویران کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۶۸)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۶۶

۲۔ یہ شخص سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی ماں جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا خدمت گزار ہے عاشور کے دن اسے پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: انا عبد مملوک میں ایک مملوک (غلام) ہوں، تو پسر سعد نے اسے چھوڑ دیا۔ طبری (ج ۵، ص ۴۵۴)

۳۔ حمید بن مسلم ازدی:

اس شخص سے مندرجہ ذیل خبریں نقل ہوئی ہیں:

(الف) ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام پر فوراً پانی بند کر دیا جائے اور شب ۷ محرم کو حضرت ابوالفضل العباس پانی کی غرض سے باہر نکلے۔ (ج ۵، ص ۴۱۲)

(ب) شمر ملعون کو کربلا بھیجا گیا۔ (ج ۵، ص ۴۱۴)

(ج) امام حسین علیہ السلام کی سپاہ پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۶۹)

(د) امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل جب شمر نے مخابرات عصمت کے خیمہ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اسے لکارا اور فرمایا: شیعہ آل ابی سفیان نیز نماز ظہر اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت۔ (ج ۵، ص ۴۳۹)

(ه) جناب علی اکبر کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کا بیان، آپ کی شہادت پر حضرت زینب کبریٰ کا خیمہ سے باہر نکل آنا، جناب قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں آپ کے فونہال عبداللہ کی شہادت۔ (ج ۵، ص ۴۴۶-۴۴۸)

(و) اپنے تمام اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی حالت۔ (ج ۵، ص ۵۵۱-۵۵۲)

(ز) امام کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل پر لشکر میں اختلاف عقیلی بن سمعان کی گرفتاری اور رہائی کی خبر، امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑانا اور حمید بن مسلم کا خولی بن یزید اصبھی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ (ج ۵، ص ۴۵۵)

(ح) ابن زیاد کا خولی کو اپنے گھر کی طرف روانہ کرنا تا کہ وہ ابن زیاد کے اہل و عیال تک اس کی خیریت کی خبر پہنچا دے، ابن زیاد کا دربار میں چھڑی کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لبوں سے بے ادبی کرنا، اس جانکاہ منظر کو دیکھ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو حدیث نبوی کی طرف متوجہ کرانا، اس پر ابن زیاد کا زید کو جواب دینا، پلٹ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جواب دینا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا دربار ابن زیاد میں وارد ہونا، نیز اس ملعون کا ستانے کی غرض سے حضرت سے ہم کلام ہونا، اس پر حضرت زینب کبریٰ کا ابن زیاد کو مسکت جواب دینا، پریشان ہو کر ابن زیاد کا دوبارہ چھڑی کے ذریعہ امام حسین کے لبوں سے بے ادبی کرنا، عمرو بن حریث اور ابن زیاد کا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہم کلام ہونا، اس پر امام علیہ السلام کا اسے جواب دینا، اس جواب سے غصہ میں آ کر ابن زیاد کا امام علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ کرنا، اس پر آپ کی پھوپھی زینب کا امام علیہ السلام سے لپٹ جانا اور آخر میں ابن زیاد کا مسجد میں خطبہ دینا، اس پر عبداللہ بن عقیف کا اعتراض اور ان کی شہادت کی روداد، یہ سب حمید بن مسلم نے نقل کیا ہے۔

مروایات کی سند

ان تمام روایات میں ابو مخنف کے لئے حمید بن مسلم سے روایت نقل کرنے کا واسطہ سلیمان بن ابی راشد ہیں۔ جستجو کرنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ مختلف مناسبتوں کے اعتبار سے اس سند میں تقطیع (درمیان سے حذف کرنا) کی گئی ہے۔ ان اخبار کو ملاحظہ کرنے کے بعد

اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ شمر کے بھیجے جانے سے شروع ہوتا ہے اور ابن زیاد کے دربار اور عبداللہ بن عقیف کی شہادت پر تمام ہوتا ہے۔

یہیں سے دقت کرنے پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حمید بن مسلم، شمر بن ذی الجوشن کلابی کے لشکر کے ہمراہ تھا، خصوصاً یہ بات وہاں پر اور واضح ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ حمید نے متعدد مرتبہ شمر سے گفتگو کی ہے اور بہت سارے موارد میں اسی نے شمر کی سرزنش کی ہے۔ اسی طرح حمید بن مسلم کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں میں موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص شمر کے لشکر میں تھا کیونکہ امام کی شہادت کے بعد اسی ملعون نے اپنے اوباش ساتھیوں کے ساتھ خیمے پر حملہ کیا تھا اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یہ فتیح فعل انجام نہیں دیا ہے۔

اسکے بعد یہی حمید بن مسلم تو ابین کے انقلاب میں بھی ہمیں شریک نظر آتا ہے، (ج ۵، ص ۵۵۵) نیز قید خانے میں حمید نے مختار سے بھی ملاقات کی ہے لیکن سلیمان کو مختار سے برحذر کیا اور انھیں خبری دی کہ مختار لوگوں کو تمہاری مدد کرنے سے روک رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حمید، مختار سے منہ موڑ لیتا ہے (ج ۵، ص ۵۸۱-۵۸۴) اور تو ابین کے ساتھ شکست کھا کر لوٹ جاتا ہے۔ (ج ۵، ص ۶۰۶) حمید بن مسلم، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا دوست تھا اور اس کا ابراہیم کے یہاں آنا جانا تھا لہذا تو ابین کے انقلاب کے بعد وہ ہر شب ابراہیم کے ہمراہ مختار کے پاس جایا کرتا تھا، صبح تک تدبیر امور میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی لوٹ آتا تھا۔ (ج ۶، ص ۱۸) حمید بن مسلم شب سہ شنبہ شب قیام مختار ابراہیم کے ہمراہ ان کے گھر

سے نکلا اور سو (۱۰۰) برہنہ شمشیر سپاہیوں کے ہمراہ جو اپنی قباؤں کے اندر زرہ پوش تھے (ج ۶، ص ۱۹) مختار کے گھر پہنچا (ج ۶، ص ۳۶) لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ مختار کا مصمم ارادہ یہ ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیں گے تو اس نے عبدالرحمن بن مخنف ازدی (ابو مخنف کے چچا) کے ہمراہ مختار کے خلاف خروج کر دیا۔ اس ٹڈبھیڑ میں جب عبدالرحمن زخمی ہوا تو حمید نے چند رثائی اشعار کہے (ج ۶، ص ۵۱) اور جب عبدالرحمن بن مخنف نے کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے یہاں پناہ لی تو حمید بھی اس سے ملحق ہو گیا۔ (ج ۶، ص ۵۸) تاریخ طبری میں اس کا آخری تذکرہ اس طرح سے ملتا ہے (ج ۶، ص ۲۱۳) کہ اس نے عبدالرحمن بن مخنف پر اس وقت مرثیہ سرائی کی جب کا زرون کے نزدیک خوارج کے ایک گروہ نے ۷۵ ہجری میں اسے اس وقت قتل کر دیا جب وہ مہلب بن صفروہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے گروہ خوارج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۶۱۶) میں اور ابن قدامہ نے مغنی (ج ۱، ص ۱۹۵) میں اس مطلب کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی:

شب عاشور اور روز عاشور کا واقعہ اسی شخص کی زبانی نقل ہوا ہے نیز لشکر کا مقابلہ اور روز عاشور امام علیہ السلام کا مفصل خطبہ بھی اسی راوی نے نقل کیا ہے (ج ۵، ص ۴۱۸-۴۱۹،

اور ۴۲۱، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۴۴)

ابومخنف نے ان واقعات کو ایک واسطہ سے ضحاک بن عبداللہ سے نقل کیا ہے اور اس واسطہ کا نام عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ شخص بھی ہمدانی ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے امام حسین علیہ السلام سے اس شرط پر ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا کہ اگر آپ کے اصحاب شہید ہو گئے تو میں نکل بھاگوں گا؛ امام علیہ السلام نے بھی اسے قبول کر لیا اور وہی ہوا کہ جب اصحاب و انصار شہید ہو گئے تو یہ شخص اپنی جان بچا کر عین معرکہ سے بھاگ گیا۔ (ج ۵، ص ۱۸، ۴، ۴۴) شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے!۔

۵۔ امام زین العابدین:

امام علیہ السلام سے شب عاشور کا واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا گیا ہے۔

(الف) حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور عامری نے امام سجاد سے روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۱۸)

(ب) حارث بن کعب والبی ازدی کوفی اور ابوضحاک بصری دونوں نے امام علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۲۰)

۶۔ عمرو حضرمی:

یہ شخص عمر بن سعد کے لشکر کا کاتب تھا۔ (ج ۵، ص ۲۲) عمرو حضرمی دو واسطوں سے حدیث

بیان کرتا ہے۔ لیکن اہل رجال کے نزدیک یہ شخص غیر معروف ہے۔

۷۔ غلام عبدالرحمن انصاری:

عبدالرحمن بن عبدالربہ انصاری کے غلام سے شب عاشور بریر بن خضیر ہمدانی کے مزاح کا واقعہ منقول ہے۔ ابوحنیف نے یہ واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ دونوں واسطے اس طرح ہیں: عمرو بن مڑہ جملی نے ابی صالح حنفی سے نقل کیا ہے دوسری خبر میں اس طرح آیا: جب میں نے ان لوگوں کو تیزی کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ (ج ۵، ص ۲۱، ۲۲)

۸۔ مسروق بن وائل حضرمی:

جنگ شروع ہوتے وقت ابن حوزہ کی روایت اسی شخص سے دو واسطوں (عطاء بن سائب اور عبدالجبار بن وائل حضرمی) کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔ اس نے کہا: کنت فی اوائل الخیل بمن سارالی الحسین... میں اس لشکر میں آگے آگے تھا جو امام حسین کی طرف روانہ کیا گیا تھا... میں اس آرزو میں تھا کہ حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لیجاؤں تاکہ اس کے دربار میں مجھے کوئی مقام حاصل ہو سکے۔

... فرجع مسروق... وقال لقد رايت من اهل هذا البيت شيعناً اقاتلهم ابداً
(ج ۵، ص ۳۱)

پھر مسروق وہاں سے پلٹ آیا... اور اس نے کہا: میں نے اس خاندان میں ایسی چیز دیکھی

ہے کہ میں کبھی بھی ان سے نہیں لڑوں گا۔

۹۔ کثیر بن عبد اللہ شعبی ہمدانی:

ابومخنف نے زہیر بن قین کا خطبہ علی بن حنظلہ بن اسعد شہامی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شہامی نے اس خطبہ کو اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شاہد تھا، اس کا نام کثیر بن عبد اللہ شعبی ہے۔ (ج ۵، ص ۲۶) طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بڑا شجاع اور بے باک تھا کبھی بھی پیٹھ نہیں دکھاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں سے چاہا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ تو تمام لوگوں نے انکار کر دیا اور امام حسین کے سامنے جانے میں جھجک کا اظہار کیا، کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں کثیر بن عبد اللہ شعبی اٹھا اور بولا: میں حسین کی طرف جاؤں گا، خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو غافل گیر کر کے میں ان کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں... یہ شخص اسلحے سے لیس ہو کر وہاں پہنچا... تو زہیر قین نے کہا: اپنی تلوار اپنے جسم سے جدا کر کے آؤ! اس ملعون نے کہا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم یہ میری کرامت کے منافی ہے۔ اس کے بعد دونوں میں نوک جھونک ہونے لگی... (ج ۵، ص ۱۰)

یہی وہ شخص ہے جس نے مہاجر بن اوس کے ہمراہ زہیر بن قین بجلی پر حملہ کیا اور ان دونوں ملعونوں نے مل کر اس شجاع اور پاک طینت انسان کو شہید کر دیا (ج ۵، ص ۱۰)

۱۰۔ زبیدی:

یہ شخص دوسرے حملہ کی خبر نقل کرتا ہے۔ (ج ۵، س ۴۳۵) یہ یمن کے قبیلہ زبید کا ایک فرد ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار عمرو بن حجاج زبیدی کی سپہ سالاری کے واقعات کی روایت کرتا ہے۔

۱۱۔ ایوب بن مشرح خیوانی:

اس شخص نے مادر وہب کلبی کی جانثاری، فداکاری اور خلوص کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ جناب حر کے گھوڑے کو اسی نے پئے کیا تھا۔ جب جناب حر کی شہادت کے بعد قبیلہ والوں نے اسے لاکار اور آپ کی شہادت کے سلسلے میں اسے متہم کیا تو اس نے کہا: لا واللہ ما انا قتلۃ و لکن قتلہ غیر ی نہیں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، انہیں تو میرے علاوہ کسی دوسرے نے قتل کیا ہے و ما احببانی قتلۃ : نہ فقط یہ کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ میں تو اس بات کو پسند بھی نہیں کرتا تھا کہ میں ان کے قتل میں شرکت کروں۔ اس پر ابو وڈاک جبر بن نوف ہمدانی نے کہا: ولم لاترضی بقتلہ، تم ان کے قتل سے کیوں راضی نہیں تھے؟ اس نے کہا: زعموا انہ کان من الصالحین لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ نیک سرشت ہیں فواللہ لمن کان آثما... خدا کی قسم اگر وہ گناہگار تھے اور خداوند عالم اگر مجھے جہنم میں ان کو زخمی کرنے کے گناہ میں ڈالنا چاہتا تو اس موقف کو پسند کرتا، بجائے اس کے کہ مجھے ان میں سے کسی ایک کے قتل کر دینے کے عذاب میں مبتلا کر دے، اس پر ابو وڈاک نے کہا: ما اراک الاستلقی اللہ باثم قتلکم اجمعین... اتم شرکاء کلکم فی دمانہم میں تو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کہ عنقریب خدائے متعال تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں مبتلا کرے گا... تم سب کے سب ان کے

خون میں شریک ہو۔ (ج ۵، ص ۴۳۷)

۱۲۔ عقیف بن زہیر بن ابی الاخنس: یہ شخص بریر بن خضیر ہمدانی کی شہادت کو بیان کرتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔ وہ اپنی اس روایت میں یہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بریر مسجد کوفہ میں ان ظالموں کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ (ج ۵، ص ۴۳۱)

۱۳۔ ربیع بن تمیم ہمدانی:

اس شخص نے عابس بن شیبب شاکری کے مقتل کو بیان کیا ہے اور وہ کربلا کے جانسوز واقعے کا عینی شاہد ہے۔ (ج ۵، ص ۴۴۴)

۱۴۔ عبداللہ بن عمار بارتی:

اس نے دشمنوں پر حملہ کے وقت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بیان کیا ہے اور یہ شخص بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔ لوگوں نے جب اس بات پر اس کی ملامت کی کہ تو امام حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا تو اس ملعون نے اپنی جنایت کا ریوں کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: ان لی عند بنی ہاشم لے داً میں نے بنی ہاشم کی خدمت کی ہے اس سلسلے میں کسی حد تک ان پر حق رکھتا ہوں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: بنی ہاشم کے پاس تمہارا کونسا حق ہے؟ تو اس ملعون نے کہا: میں نے نیزوں سے حسین پر حملہ کیا یہاں تک کہ

بالکل ان کے نزدیک پہنچ گیا... لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنے ارادہ سے منصرف ہو گیا اور تھوڑی دور پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ (ج ۵، ص ۵۱)

۱۵۔ قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی:

اس شخص نے شہداء کے سر کو تن سے جدا کئے جانے اور اہل بیت اطہار کی اسیری کی غم انگیز اور جگر سوز داستان کو بیان کیا ہے۔ (ج ۵، ص ۵۵) یہ شخص اپنے قبیلہ کے سردار حر بن یزید ریاحی تمیمی کے ہمراہ اس لشکر میں تھا جو امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے آیا تھا۔ (ج ۵، ص ۲۷) یہ وہی شخص ہے جسے پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ جب یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا۔ حبیب بن مظاہر اسدی نے اس کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی طرف دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۱) یہی وہ شخص ہے جس نے روایت نقل کی ہے کہ جب حر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے پوچھا: کیا تم اپنے گھوڑے کو پانی پلانا نہیں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر حر اس سے دور ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر حر نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا ہوتا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین سے ملحق ہو جاتا۔ (ج ۵، ص ۲۷)

جی ہاں یہی وہ ۱۵ افراد ہیں جو کربلا کے دلسوز اور غمناک واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ابو مخنف

نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔

تیسری فہرست

تیسری فہرست میں وہ لوگ ہیں جو ان واقعات کے شاہد ہیں اور وہاں حاضر تھے۔ ان لوگوں نے بغیر کسی واسطے کے خود ابو مخنف سے واقعات بیان کئے ہیں اور یہ چار افراد ہیں:

۱۔ ابو جناب یحییٰ بن ابی حبیہ الوداعی کلبی: اس شخص نے ابن زیاد سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے مقابلہ کو نقل کیا ہے (ج ۵ ص ۳۶۹ و ۳۷۰) نیز جناب مسلم اور ہانی بن عروہ کے سرکوزید کی طرف بھیجے جانے اور خط لکھ کر اس خبر سے آگاہ کرنے کی روایت بھی اسی شخص سے ملتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابو جناب ان خبروں کو اپنے بھائی ہانی بن ابی حبیہ و داعی کلبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے، کیونکہ ہانی بن ابی حبیہ کے ہاتھوں ابن زیاد نے یزید کو خط روانہ کیا تھا۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۳ روایتیں منقول ہیں، جن میں سے ۹ روایتیں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان سے متعلق ہیں جو بالواسطہ ہیں اور ۹ روایتیں کربلا سے متعلق ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ ہیں اور چار مرسل ہیں (یعنی درمیان سے راوی حذف ہے)۔ آخری روایت جو میرے ذہن میں ہے اور مرسل ہے وہ مصعب بن زبیر کا ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھنے کا واقعہ ہے جس میں مصعب نے ابراہیم کو مختار کے بعد ۶۷ ہجری میں

اپنی طرف بلایا تھا۔ (ج ۶ ص ۱۱۱) تہذیب العہدیب (ج ۱۱، ص ۲۰۱) پر اس کی پوری بایو گرافی موجود ہے۔ اس میں راوی کے سلسلے میں یہ جملہ ملتا ہے: کوئی صدق مات ۴۷ ھ یہ شخص کوئی تھا، سچا تھا اور ۱۴۷ ہجری میں اس کی وفات ہوئی۔

۲۔ جعفر بن حدیفہ طائی: جناب مسلم نے اپنی شہادت سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کی بیعت کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس کی روایت اسی شخص سے نقل ہوئی ہے، نیز محمد بن اشعث بن قیس کندی اور ایاس بن عثل طائی کے خط کاراوی بھی یہی شخص ہے جس میں ان لوگوں نے امام حسین کو جناب مسلم کی گرفتاری اور ان کی شہادت کی خبر پہنچائی تھی۔ (ج ۵، ص ۳۷۵)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص علی سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے۔ جنگ صفین میں یہ شخص علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات (معتبر وثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے، پھر کہا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے؟

طبری نے اس شخص سے ۵ روایتیں نقل کی ہیں، جن میں سے دو روایتیں جنگ صفین سے متعلق ہیں، دو روایتیں خوارج کے ایک گروہ جس کا تعلق قبیلہ طئی سے تھا، کے سلسلے میں اور ایک واقعہ کربلا کے ذیل میں وہی مسلم بن عقیل کی خبر ہے جو گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے۔

۳۔ دلہم بنت عمرو: یہ خاتون، زہیر بن قین کی زوجہ ہیں۔ جناب زہیر بن قین کا امام حسین کے

لشکر میں ملحق ہونے کا واقعہ انھیں خاتون سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں دلہم نے مجھ سے اس طرح روایت نقل کی ہے۔ (ج ۵، ص ۳۹۶)

۴۔ عقبہ بن ابی العیزار: امام حسین علیہ السلام کی دوا ہم خطبے جسے آپ نے مقام بیضہ اور مقام ذی حسم میں پیش کیا تھا اسی شخص سے مروی ہیں، نیز امام حسین علیہ السلام کے جواب میں زہیر بن قین کی گفتگو، امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور طرمح بن عدی کے اشعار کی بھی اسی شخص سے روایت نقل ہوئی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۰۳) ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص حر کے لشکر میں تھا لہذا نجات پا گیا۔ اپنی رجالی کتابوں میں ہمیں اس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ ہاں لسان المیزان میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لسان المیزان کے الفاظ اس طرح ہیں: **باعتبر حدیث** اس کی حدیث معتبر ہے، نیز وہیں اس بات کی بھی یاد آوری کی گئی ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔

یہی وہ چار افراد ہیں جو ظاہراً ان واقعات کے شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان سے بلا واسطہ حدیثیں نقل کی ہیں۔

چوتھی فہرست

یہ وہ لوگ ہیں جو اس جانسوز واقعہ میں موجود تھے یا اس دلسوز حادثہ کے معاصر تھے لہذا انہوں نے ان واقعات کو نقل کیا ہے۔ ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔ یہ ۲۱ افراد ہیں۔

۱۔ ابوسعید دینار: اس شخص کو کیسان یا عقیصا مقبری بھی کہا جاتا ہے۔ مدینہ سے نکلنے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو اسی شخص نے ایک واسطہ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے نقل کئے ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۶۳) ذہبی نے اس کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کہتا ہے: وہ ابو ہریرہ کے ہم نشین اور اس کے بیٹے کے دوست تھے۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود ذہن محتلت نہیں ہوا تھا۔۔۔ آپ کی وفات ۱۲۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا شمار بنی تمیم کے طرفداروں میں ہوتا ہے۔ ابن حبان نے بھی ان کو ثقافت میں شمار کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ مورد اعتماد اور بھروسہ مند ہیں۔ (لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۳۹)

تہذیب العہذیب میں لکھا ہے کہ واقدی نے کہا: یہ ثقہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ولید بن عبد الملک کی خلافت کے عہد میں وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر نے انھیں قبر کھودنے کے کام پر مامور کیا تھا لہذا وہ قبروں کو کھودا کرتے تھے اور مردوں کو قبروں میں اتارتے تھے لہذا المقبری کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (تہذیب العہذیب، ج ۸، ص ۴۵۳) شیخ طوسی نے اپنی کتاب الرجال میں ان کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں دینار کے نام سے کیا ہے ان کی کنیت ابوسعید اور لقب عقیصا ذکر کیا ہے۔ اس لقب کا سبب وہ شعر ہے جسے دینار نے کہا تھا۔ (رجال شیخ طوسی، ص ۴۰، ط نجف) شیخ صدوق ابوسعید عقیصا کے حوالے سے اپنی امالی میں امام حسین

علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: یا علی! انت انی وانا اخوک، انا لمصطفیٰ النبوة، وانت المجتبیٰ للامامة، وانا صاحب التزیل، وانت صاحب التاویل، وانا وانت ابواھذہ الامۃ، انت وصی و خلیفتی ووزیری ووارثی و ابوولد وشیعتک شیعۃتی اے علی! تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور تم کو امامت کیلئے چن لیا، میں صاحب تنزیل (قرآن) ہوں تم صاحب تاویل ہو، میں اور تم دونوں اس امت کے باپ ہیں، تم میرے وصی، خلیفہ، وزیر، میرے وارث اور میرے فرزندوں کے باپ ہو، تمہارے شیعہ اور پیروکار میرے شیعہ و پیروکار ہیں۔

۲۔ عقبہ بن سمان: مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے کی خبر، عبداللہ بن مطیع عدوی سے آپ کی ملاقات، مکہ پہنچنے کی خبر، (ج ۵، ص ۵۳۱) مکہ سے نکلنے وقت ابن عباس اور ابن زبیر کی امام علیہ السلام سے گفتگو، (ج ۵، ص ۳۸۳) والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص اشدرق کے قاصد کا امام حسین تک پہنچنا اور حاکم مکہ کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ واپس لوٹانے کی خبر، منزل تنعیم پر ورس الیمین کی خبر، قصر بنی مقاتل سے گذرنے کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام کی اپنے بابا سے گفتگو، نینوا میں اس نورانی کارواں کا ورود، ابن زیاد کے پیغامبر کا حرکت ابن زیاد کا خط لیکر پہنچنا امام علیہ السلام اور پسر سعد کا کربلا میں وارد ہونا (ج ۵، ص ۴۰۷-۴۰۹) اور وہ شرطیں جو امام حسین نے پسر سعد کے سامنے پیش کی تھیں اسی شخص سے مروی ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۱۳) یہ تمام روایتیں اس نے ایک واسطہ سے حارث بن

کعب والہی ہمدانی سے نقل کی ہیں۔ یہ اس بات کی تائید ہے کہ ابوحنیف نے مناسبتوں کے مطابق روایتوں کی اسناد میں تقطیع (درمیان سے راوی کو حذف کر دینا) کی ہے۔ عقبہ بن سمعان کی سوانح زندگی گذشتہ صفحات پر گزر چکی ہے لہذا اسے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ محمد بن بشر ہمدانی: معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعوں کا سلیمان بن صدوق زاعی کے گھر اجتماع، سلیمان بن صدوق کا خطبہ اور اجتماعی طور سے سب کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، مسلم بن عقیل کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کا ان لوگوں کو جواب، (ج ۵، ص ۳۰۲-۳۰۳) راستے ہی سے جناب مسلم کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا، پھر امام علیہ السلام کا جواب دینا، مسلم کا کوفہ پہنچنا اور کوفہ کے شیعوں کا جناب مختار کے گھر میں مسلم کے پاس آنا جانا (ج ۵، ص ۳۰۴-۳۰۵) اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کا خطبہ، ان تمام روایتوں کو محمد بن بشر ہمدانی نے ایک واسطہ سے حجاج بن علی بارتقی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ شخص سلیمان بن صدوق کے گھر میں شیعوں کے اس اجتماع میں حاضر تھا، کیونکہ وہ کہتا ہے: فذکرنا ہلاک معاویہ فحمدنا اللہ علیہ فقال لنا سلیمان بن صدوق... تو ہم نے معاویہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا اور اس پر خدا کا شکر ادا کیا تو سلیمان بن صدوق نے ہم سے کہا... ثم سرحننا بالکتاب... پھر خط لے کر ہم لوگ نکلے، و امرنا ہما بالنجاء... اور ہم نے ان دونوں کو کمالاً ازاداری کا حکم دیا،... ثم سرحننا الیہ... پھر ہم لوگ اس کی طرف گئے... ثم لبثنا یومین آخرین ثم سرحننا الیہ... پھر ہم لوگ دونوں تک ٹھہرتے رہے پھر اس کی طرف گئے... وکتبتنا معہما..

اور ہم نے ان دونوں کے ساتھ لکھا۔ (ج ۵، ص ۳۵۴-۳۵۵) یہ شخص مختار کے گھر میں مسلم کے سامنے اس شیعہ اجتماع میں حاضر تھا لیکن جنگ و جدال سے بچے رہنے کی غرض سے مسلم کی بیعت نہ کی، کیونکہ راوی حجاج بن علی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن بشیر سے کہا: فصل کان منک ان تقول؟ کیا تم اس مورد میں کوئی عہد پیمان کرو گے تو محمد بن بشیر نے جواب دیا: ان كنت لأحب ان يعز الله أصحابي بالظفر اگرچہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارے ساتھیوں کو فتح و ظفر کی عزت سے سرفراز کرے و ما كنت احب ان اقتل! و کرہت ان اکذب (ج ۵، ص ۳۵۵) لیکن میں قتل ہونا نہیں چاہتا اور میں جھوٹ بولنا بھی پسند نہیں کرتا۔

لسان المیزان میں ابو حاتم کے حوالے سے اس کا ذکر ہے کہ ابو حاتم کہتے ہیں: یہ شخص محمد بن سائب کلبی کو فہم ہے۔ اسے اس کے جد محمد بن سائب بن بشر کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ (۱) شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اس شخص کو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۲)

۴۔ ابو الودّاک جبر بن نوف ہمدانی: کوفہ میں نعمان بن بشیر انصاری (معاویہ اور یزید دونوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم) کا خطبہ، کوفیوں کا خط یزید کے نام، (ج ۵، ص ۳۵۵-۳۵۶) کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ، (ج ۵، ص ۳۵۸-۳۵۹) مسلم کا ہانی کے گھر منتقل ہونا، ابن زیاد کی طرف سے معقل شامی کا جاسوسی کے ذریعہ مسلم کا سراغ پانا، ابن زیاد کا ہانی کی عیادت کو آنا اور عمارہ بن عبید سلوی کا اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں، لیکن ہانی کا اس مشورہ کو پسند نہ کرنا، ہانی کے گھر ابن زیاد کا شریک بن اعمور حارثی ہمدانی کی عیادت کو آنا اور شریک کا مسلم کو

اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں لیکن مسلم کا انکار کرنا، جس پر ہانی کا کبیدہ خاطر ہونا، ابن زیاد کا ہانی کو طلب کرنا اور انہیں زد و کوب کرنا اور قید کر دینا، اس پر عمرو بن حجاج زبیدی کا قبیلہ کے جوانوں اور بہادروں کو لے کر دارالامارہ کے اردگرد ہانی کی رہائی کے لئے ہجوم کرنا، اس پر دھوکہ اور فریب کے ساتھ قاضی شریح کا ہانی کے پاس جانا اور واپس لوٹ کر جھوٹی خبر دینا کہ ہانی صحیح سالم ہیں، اس پر قبیلہ والوں کا واپس پلٹ جانا، مندرجہ بالا تمام خبریں اسی ابو وڈاک سے مروی ہیں۔ اس نے ان تمام اخبار کو نمیر بن وعلہ ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے، فقط آخری خبر معلیٰ بن کلب سے نقل کی ہے۔

.....

۱۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۹۴

۲۔ رجال الشیخ، ص ۱۳۶-۲۸۹ طنجف، طبری نے ذیل المذیل، ص ۶۵۱ مطبوعہ دارسویدان پر طبقات بن سعد ج ۶، ص ۳۵۸، کے حوالے سے ذکر کیا ہے منصور کی خلافت کے زمانے میں، ۱۴۶، ہجری میں شہر کوفہ اس کی وفات ہوئی۔

ابو وڈاک کا پورا نام امیر المؤمنین کے اس خطبہ میں ملتا ہے جس کی روایت خود اس نے کی ہے کہ نخیلہ میں خوارج کی ہدایت سے مایوس ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا۔ (ج ۵، ص ۷۸) ظاہراً امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ شخص کوفہ ہی میں تھا۔ ایک دن اس نے ایوب بن مشرح خیوانی کی اس بات پر بڑی مذمت کی کہ اس نے حر کے گھوڑے کو کیوں پئے کیا؛ اس نے ایوب سے کہا: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا تم کو ان

سب کے قتل کے عذاب میں واصل جہنم کرے گا، کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی پر تیر نہ چلایا ہوتا، کسی کے گھوڑے کو پئے نہ کیا ہوتا، کسی پر تیر بارانی نہ کی ہوتی، کسی کے روبرو نہ آیا ہوتا، کسی پر ہجوم نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کو برا بھینٹہ نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کی کثرت کے ساتھ حملہ آور نہ ہوا ہوتا، جب تجھ پر حملہ ہوا ہوتا تو مقابلہ کرنے کے بجائے اگر تو عقب نشینی کر لیتا اور تیرے دوسرے ساتھی بھی ایسا ہی کرتے تو کیا حسین اور ان کے اصحاب شہید ہو جاتے؟ تم سب کے سب ان پاک سرشت اور نیک طینت افراد کے خون میں شریک ہو۔ (ج ۵، ص ۳۵۷، ۳۵۸) ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے۔، ذہبی کا بیان ہے: صاحب ابی سعید الغدیری صدوق مشہور یہ ابو سعید غدیری کے ساتھی اور صداقت میں مشہور تھے۔ (۱) تہذیب میں اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ نسائی نے کہا ہے کہ صالح ہیں اور اپنی کتاب سنن میں ان سے روایت نقل کی ہے۔ (۲)

۵۔ ابو عثمان نہدی: اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط اور ابن زیاد کا اپنے بھائی عثمان کو بصرہ کا والی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر اسی شخص نے ایک واسطہ صعقعب بن زہیر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ شخص مختار کے ساتھیوں میں تھا؛ جب یہ ابن مطیع کی حکومت میں کوفہ وارد ہوا تو اسے ناداروں کی دادرسی کے امور پر مقرر کیا گیا۔ (ج ۵، ص ۲۲ و ۲۹)

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۵۸۴، طحلبی۔

۲۔ تہذیب العہدیب، ج ۲، ص ۶۰ و تنقیح المقال، ج ۳، ص ۲۷

تہذیب العہدیب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کے دیدار کا شرف اسے حاصل نہ ہوا۔ یہ شخص کوفہ کا باشندہ تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو اس نے بصرہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں معروف آدمی تھا، ۶۰ حج انجام دئے، اس کا شمار صائم النہار اور قائم اللیل میں ہوتا تھا (یعنی دن روزوں میں گذرتا تھا اور شب عبادت میں) اس پر لوگ بھروسہ کیا کرتے تھے، ایک سو تیس (۱۳۰) سال کے سن میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔ (۱)

۶۔ عبداللہ بن خازم کثیری از دی: یہ شخص یوسف بن یزید کے حوالے سے حضرت مسلم بن عقیل کی جنگ کا تذکرہ کرتا ہے اور سلیمان بن ابی راشد کے واسطہ سے لوگوں کے مسلم کو دھوکہ دینے کے واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ اس شخص نے پہلے مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی۔ جناب مسلم نے اسے ابن زیاد کے قصر کی طرف بھیجا تا کہ ہانی کا حال معلوم کر کے آئے، پھر اس شخص نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام دونوں کو دھوکہ دیا۔ (ج ۵، ص ۳۶۸-۳۶۹) آخر کار اپنے کئے پر نادم ہوا اور تو ابین کے ساتھ ہو گیا اور انھیں کے ہمراہ خروج کیا۔ (ج ۵، ص ۵۸۳) یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ (ج ۵، ص ۶۰۱)

۷۔ عباس بن جعدہ جدلی: اس شخص کو عیاش بن جعدہ جدلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جناب مسلم کا اموی حاکم کے خلاف قیام، کوفیوں کی مسلم کے ساتھ دغا اور ابن زیاد کا موقف

اسی شخص نے یونس بن ابی اسحاق سبیہمدانی کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ نبرد میں شریک رہا، پھر درمیان جنگ سے غائب ہو گیا اور دکھائی نہ دیا، روایت کا جملہ اس طرح ہے۔ خرجنا مع مسلم.. ہم لوگ مسلم کے ہمراہ سپاہ سے نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے۔

۸۔ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی: مختار کو ابن زیاد کے پرچم امان کے تلے آنے کی دعوت دینا اسی شخص سے منقول ہے۔

۹۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی: جناب مسلم بن عقیل سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کا میدان نبرد

.....

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۷۷

میں آنا، آپ کا اسیر ہونا، قصر کے دروازہ پر پہنچ کر پانی طلب کرنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کا واقعہ اسی شخص کے حوالے سے مرقوم ہے۔ (ج ۵، ص ۳۷۵)

طبری نے اس شخص کو قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی کے نام سے یاد کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زائدہ بن قدامہ، قدامہ بن سعید کے دادا ہیں اور وہ کوفہ کی پرماجرا داستان میں موجود تھا اور اس کا پوتا قدامہ بن سعید وہ ہے جسے جناب شیخ طوسی نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (طبری، ص ۲۷۵، طنجف) لہذا ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ قدامہ بن سعید، زائدہ بن قدامہ ثقفی سے روایت نقل کرتے ہیں۔

۵۸ ہجری میں عام الجماعۃ (۱) کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے عبدالرحمن بن ام

حکم ثقفی کے دور حکومت میں قدامہ بن سعید کا داد از اندہ بن قدامہ کوفہ کی پولیس کا سربراہ تھا۔ (ج ۵، ص ۳۱۰) جب ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کے اردگرد سے لوگوں کو جدا کرنے کے لئے پرچم امان بلند کیا تو عمرو بن حریث کے ہمراہ یہ شخص اس پرچم امن کا پرچم دار تھا۔ اسی شخص نے اپنے چچا زاد بھائی مختار کی سفارش کی تھی، یہی وہ شخص ہے جو کوفہ میں ابن زیاد کے قید خانے سے مختار کا خط لیکر مختار کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس لے گیا تھا۔ تاکہ وہ یزید کے پاس جا کر مختار کی رہائی کی سفارش کرے۔ صفیہ بنت ابی عبید ثقفی کے شوہر عبداللہ بن عمر، مختار کے بہنوئی نے جا کر وہاں سفارش کی تو مختار کو ابن زیاد نے آزاد کر دیا، لیکن ابن زیاد نے اس فعل پر زائد بن قدامہ کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ ان کے لئے امن کی ضمانت حاصل کی گئی۔ (ج ۵، ص ۵۷۱) جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر والی کوفہ عبداللہ بن مطیع کی بیعت ہونے لگی تو بیعت کرنے والوں کے ہمراہ زائد بن قدامہ نے بھی ابن مطیع کی بیعت کی ابن مطیع نے بیعت کے فوراً بعد ابن قدامہ کو مختار کی طرف روانہ کیا تاکہ مختار کو بیعت کی دعوت دیں، لیکن ابن قدامہ نے جب مختار کو اس کی خبر دی تو مختار نے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ (ج ۶، ص ۱۱)

.....

۱۔ جماعت کا سال وہ سال ہے جس کا نام معاویہ نے جماعت کا سال رکھا تھا جسکے بعد اہلسنت خود کو اہلسنت والجماعت کہنے لگے۔
کوفہ سے مختار کے قیام کا آغاز اسی شخص کے باغ سے ہوا تھا جو محلہ سحہ میں تھا۔ (ج ۶)

ص ۲۲) ابن زبیر کے مقرر کردہ والی کوفہ عمر بن عبدالرحمن مخزومی کو ہٹانے کے لئے مختار نے اسی شخص کو روانہ کیا تھا اور ابن قدامہ نے اسے دھمکی اور مال کی لالچ دیکر ہٹا دیا۔ (ج ۶، ص ۷۲) کچھ دنوں کے بعد یہ شخص عبدالملک بن مروان سے ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ دیر جا تلیق میں مختار کے خون کا انتقام لینے کے لئے اس نے مصعب کے خون سے اپنی شمشیر کو سیراب کر دیا۔ (ج ۶، ص ۱۵۹)

بالآخر حجاج نے ابن قدامہ کو ایک ہزار فوج کے ہمراہ مقام رودباد میں شیبہ خارجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وہاں پر اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ وہ مارا گیا؛ جبکہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد تھے۔، یہ واقعہ ۷۶ ہجری کے آس پاس کا ہے۔ (ج ۶، ص ۲۴۶) اس سے یہ صاف واضح ہے کہ قدامہ بن سعید بن زائدہ جن سے ابوحنیف نے روایت نقل کی ہے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے عینی شاہد نہیں ہیں، پس صحیح یہی ہے کہ قدامہ بن سعید نے زائدہ بن قدامہ سے روایت نقل کی ہے کیونکہ زائدہ (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں ملاحظہ کیا) عمرو بن حریث کے ہمراہ تھا لہذا حضرت مسلم کی طرف ابن زیاد کی جانب سے محمد بن اشعث کو بھیجے جانے کی خبر اسی شخص نے اپنے پوتے قدامہ بن سعید سے نقل کی ہے۔

۱۰۔ عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: مسلم بن عقیل کا پانی طلب کرنا اور اس پر انھیں پانی پلائے جانے کی خبر اسی شخص کے پوتے سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ نے اس سے نقل کی

ہے اور ابو مخنف نے اس سے روایت کی ہے۔ تقریب العہد یب میں لکھا ہے: یہ شخص روایت میں مورد اعتماد ہے جس کی وفات ۱۱۶ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

۱۱۔ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی: صعق بن زہیر کے حوالے سے اس شخص نے مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے وقت کی خبر کو ذکر کیا ہے۔ (ج ۵، ص ۳۸۲) مختار کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر نے اس شخص کو کوفہ کا والی بنایا تو مختار نے مال کی لالچ اور ڈرا دھمکا کر اسے اس عہدہ سے ہٹا دیا۔ (ج ۶، ص ۷۱) تہذیب العہد یب میں اس کا تذکرہ موجود ہے، صاحب کتاب کا بیان ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقافت میں شمار کیا ہے، دوسرا بیان یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ شخص روایت نقل کرتا ہے۔

۱۲۔ عبداللہ اور مذری: عبداللہ بن مسلم اور مذری بن مسمع یہ دونوں قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے پاس امام حسین علیہ السلام کا ابن زبیر سے روبرو ہونا، فرزدق کی امام سے ملاقات اور ثعلبیہ کے مقام پر امام علیہ السلام کا جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہونا، انھیں دونوں افراد نے دو واسطوں: (۱) ابی جناب یحییٰ بن ابی حویرہ سے اور اس نے عدی بن حرمہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں افراد وہ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی فریاد سنی لیکن آپ کی مدد نہیں کی عبداللہ بن مسلم اسدی ۷۷ ہجری تک زندہ رہا۔ (۲)

۱۳۔ امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام: عبداللہ بن جعفر کا اپنے فرزند عون و محمد کے ہمراہ خط، عمرو بن سعید اشراق کا اپنے بھائی یحییٰ کے ہمراہ خط اور امام علیہ السلام کا جواب چوتھے امام

علیہ السلام سے ایک واسطہ سے مروی ہے اور وہ واسطہ حارث بن کعب والبی ہے۔ (۳)

۱۴۔ بکر بن مصعب مزنی: عبداللہ بن بقطر کی شہادت اور منزل زبالہ کا واقعہ ایک واسطہ سے اسی شخص سے مروی ہے اور وہ واسطہ ابوعلی انصاری ہے۔ (۴) قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء رجال کی نگاہوں میں ان دونوں کی کوئی شناخت نہیں ہے۔

۱۵۔ فزاری: سدّی کے واسطہ سے زہیر بن قین کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہونے کی خبر اسی شخص سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے: رجل من بنی فزار (۵) بنی فزارہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔

۱۶۔ طرمح بن عدی: طرمح بن عدی کی روایت ایک واسطہ سے جمیل بن مرشد غنوی نے نقل کی ہے کہ طرمح نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ امام حسین سے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو انہوں نے اپنی تنگ دستی اور عیال کے رزق کی فراہمی کا عذر پیش کیا۔ امام علیہ السلام

.....

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۷۲ و خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال، ص ۲۸۴

۲۔ طبری، ج ۶، ص ۲۹۵

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷، ۳۸۸

۴۔ ج ۵، ص ۳۹۸-۳۹۹

۵۔ ج ۵، ص ۳۹۶

نے بھی ان کو نہیں روکا؛ اس طرح طرمح امام علیہ السلام کی نصرت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ شیخ طوسی نے آپ کا تذکرہ امیر مومنین اور امام حسین علیہما السلام کے اصحاب میں کیا ہے۔

لیکن مامقانی نے آپ کی توثیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے: انہ ادرک نصرۃ الامام علیہ السلام وجرح و برء مات بعد ذالک (۱)

آپ امام علیہ السلام کی نصرت و مدد سے شرفیاب ہوئے اور جنگ کے دوران زخمی ہوئے لیکن بعد میں آپ کا زخم مندمل ہو گیا؛ پھر اس کے بعد آپ نے وفات پائی ہے لیکن مامقانی نے اس سلسلے میں کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۷۔ عامر بن شراحیل بن عبد الشعیب ہمدانی: مجالد بن سعید کے حوالے سے انھوں نے قصر بنی مقاتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲) مذکورہ شخص نے ۲۱ ہجری میں اس سرانے فانی میں آنکھ کھولی (۳) اس کی ماں ۱۶ ہجری کے جلولائی کے اسیروں میں شمار ہوتی ہے۔ یہی دونوں باپ بیٹے ہیں جنہوں نے جناب مختار کو سب سے پہلے مثبت جواب دیا اور ان کی حقانیت کی گواہی دی۔ (۴) ۶۷ ہجری میں یہ دونوں باپ بیٹے جناب مختار کے ہمراہ مدائن کے شہر ساباط کی طرف نکل گئے۔ (۵) مختار کے بعد عامر بن شراحیل، اموی جلا د حجاج بن یوسف ثقفی سے ملحق ہو کر اس کا ہمنشین ہو گیا (۶) لیکن ۸۲ ہجری میں عبد الرحمن بن اشعث بن قیس کندی کے ہمراہ حجاج کے خلاف قیام کر دیا (۷) اور جب عبد الرحمن نے شکست کھائی تو ری میں حجاج کے والی قتیبہ بن مسلم سے ملحق ہو گئے اور امن کی

درخواست کی تو حجاج نے امان دیدیا۔ (۸) اسی طرح زندگی گذارتا رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک یزید بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے اسے کوفہ کے قاضیوں کا سربراہ قرار دیا گیا۔

.....

۱- تنقیح المقال، ج ۲، ص ۱۰۹ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ وہی معروف مقتل ہے جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اور یہ وہی روایت ہے جس پر نفس المہموم کے صفحہ ۱۹۵ پر محدث قتی نے تعلیقہ لگایا ہے۔ ۲- طبری ج ۵، ص ۷

۳- ج ۴، ص ۱۴۵

۴- ج ۶، ص ۶-۷

۵- ج ۶، ص ۳۵

۶- ج ۶، ص ۳۲۷

۷- ج ۶، ص ۳۵۰

۸- طبری، ج ۶، ص ۳۴۴

یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی مدد سے سرپیچی کی اور امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا۔ ابو مخنف ان سے بطور مرسل حدیث نقل کرتے ہیں اور الکنی والا لقب کے مطابق ۱۰۴ھ میں ناگہاں اس کو موت آگئی۔ (۱)

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۱۴ روایتیں موجود ہیں۔ تہذیب الہندیہ میں مذکورہ شخص کا

تذکرہ موجود ہے؛ اس کتاب میں عجلّی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ شعبی نے ۴۸ صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ ایک نقل کے مطابق ۱۱۰ ھ میں وفات ہوئی۔ (۲)

۱۸۔ حسان بن فائد بن بکیر عسی: نصر بن صالح بن حبیب بن زہیر عسی کے حوالے سے اس شخص نے پسر سعد کے اس خط کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا تھا اور اس کے بعد ابن زیاد کے جواب کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ روایت کا جملہ یہ ہے: اشہدان کتاب عمر بن سعد جاء الى عبید اللہ بن زیاد وأنا عنده فاذا فيه... (۱) میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور میں اس وقت وہاں موجود تھا؛ اس خط میں یہ لکھا تھا....

اس شخص نے عبید اللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر کردہ والی کوفہ عبد اللہ بن مطیع عدوی کے لشکر کے سربراہ راشد بن ایاس کے ہمراہ جناب مختار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی؛ (۲) جب قصر کوفہ کا محاصرہ کیا گیا تو یہ شخص ابن معیط کے ہمراہ اس میں موجود تھا۔ (۳) آخر کار ۶۴ ھ میں ابن معیط کے ساتھیوں کے ہمراہ مقام مضر کوفہ کے کوڑے خانہ کے پاس قتل کر دیا گیا۔

تہذیب العہدیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقافت میں شمار کیا ہے اور سورہ نساء کی آیہ ۵۱ میں جبست کی تفسیر میں بخاری نے شعبہ سے، اس نے ابو اسحاق سبجی سے،

.....

۱۔ الکافی والالقباب، ج ۲، ص ۳۲۸

۲۔ تہذیب العہدیب، ج ۵، ص ۶۵

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۱

۴۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶،

۵۔ ج ۶، ص ۳۱

اس نے حسان سے اور اس نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ جبت یعنی سحر اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شخص کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے۔ (۱)

۱۹۔ ابوعمارہ عسی: ابو جعفر عسی کے حوالہ سے اس شخص نے یحییٰ بن حکم کی گفتگو اور دربار یزید کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

۲۰۔ قاسم بن یحییٰ: شہداء کے سروں کا دمشق لایا جانا، مروان کے بھائی یحییٰ بن حکم بن عاص کی گفتگو، زوجہ یزید ہند کی گفتگو اور یزید کا چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کا تذکرہ اسی شخص نے ابو حمزہ ثمالی سے اور انھوں نے عبداللہ ثمالی اور انھوں نے قاسم کے ذریعہ کیا ہے۔ (۳)

۲۱۔ ابوالکنو و عبدالرحمن بن عبید: اس نے ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب کے اشعار کو سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۴) زیاد بن ابیہ کی طرف سے یہ شخص کوفہ کا والی تھا۔ (۵) یہ مختار کے ساتھیوں میں تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اسی نے شمر کو

موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس سے ۹ روایتیں مذکور ہیں جیسا کہ اعلام میں بھی ملتا ہے۔

۲۲۔ فاطمہ بنت علی: طبری کے بیان مطابق یہ خاتون جناب امیر کی دختر ہیں۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی کے حوالہ سے دربار یزید کا منظر انھیں خاتون سے نقل کیا ہے۔ الغرض ان لوگوں میں ۲۱ افراد وہ ہیں جو یا تو ان مظالم میں شریک تھے یا اس دلسوز واقعہ کے معاصر تھے جنہوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔

.....

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵۱

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۴۶۰-۴۶۱

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۴۶۵

۴۔ ج ۵، ص ۴۶۶

۵۔ ج ۵، ص ۲۴۶

پانچویں فہرست

یہ وہ گروہ ہے جس سے ابو مخنف نے دو یا چند واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ گروہ ۲۹ افراد پر مشتمل ہے۔

۱۔ عبد الملک بن نوفل بن عبد اللہ بن مخرمہ: مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے

اشعار کو انھوں نے ابو سعد سعید بن ابی سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۱)

اسکے علاوہ اپنی موت کے وقت معاویہ کا لوگوں سے یزید کی بیعت لینا، معاویہ کے سپاہیوں کے سربراہ اور اس کے امور دفن کے ذمہ دار ضحاک بن قیس فہری کی گفتگو اور اپنے باپ معاویہ کی خبر مرگ سن کر یزید کے اشعار اسی شخص نے واسطوں کی تصریح کئے بغیر ذکر کئے ہیں۔

ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۵ روایتیں مذکور ہیں جنہیں خود ابو مخنف نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر روایتیں مکہ میں ابن زبیر اور مدنیہ میں عبد اللہ بن حنظلہ کے خروج سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک روایت وہ اپنے باپ نوفل سے نقل کرتا ہے (۲) تو دوسری روایت عبد اللہ بن عروہ سے، (۳) اور تیسری روایت معاویہ کے ایک دوست حمید بن حمزہ سے منقول ہے۔ (۴)

سات روایتیں بنی امیہ کے ایک چاہنے والے شخص بنام حبیب بن کزہ سے منقول ہیں یہ مروان بن حکم کا پرچم دار بھی تھا (۵) اور آخری خبر سعید بن عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے حوالے سے مروی ہے۔ (۶) غالباً عبد الملک نے معاویہ کی وصیت اور اس کے دفن ہونے کی روایت کو بنی امیہ کے کسی موالی سے نقل کیا ہے؛ اگرچہ اس کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔ عبد الملک کا باپ نوفل بن مساحق بن مطیع کی جانب سے دو یا پانچ ہزار کی فوج کا کمانڈر مقرر تھا۔ خود ابن مطیع کو ابن زبیر نے مقرر کیا تھا۔ ایک

.....

۲۔ ج ۵، ص ۴۷۴

۳۔ ج ۵، ص ۴۷۸

۴۔ ج ۵، ص ۴۷۸

۵۔ ج ۵، ص ۴۸۲ اور ۵۳۹

۶۔ ج ۵، ص ۵۷۷

بارمیدان جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور گردن پر تلوار رکھ دی لیکن پھر چھوڑ دیا۔

عسقلانی نے تہذیب العہذیب (۱) اور الکاشف (۲) میں مذکورہ شخص کی روایتوں کو قابل اعتماد بتایا ہے۔

۲۔ ابوسعید عقیصا: مسجد الحرام میں احرام کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کا عبداللہ بن زبیر سے روبرو ہونا اسی شخص نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۳)

علامہ حلی اپنی کتاب خلاصہ کے باب اول میں ابوسعید کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں۔ (۴)، ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: یہ شخص علی علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کا نام دینار ہے۔ یہ شیعہ ہیں اور انھوں نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی ہے۔ (۵)

تہذیب العہذیب میں عسقلانی کہتے ہیں: واقدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں ان سے بہت

زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد نے کہا کہ انھوں نے ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عمر نے ابوسعید کو قبریں کھودنے پر مامور کیا تھا اور بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ پائنتی سے قبر میں اترتے تھے لہذا ان کو مقبری کہا جانے لگا۔ (۶)

.....

۱۔ تہذیب الہندیہ، ج ۶، ص ۴۲۸

۲۔ الکاشف، ج ۲، ص ۲۱۶

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵

۴۔ الخلاصہ، ص ۱۹۳

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹ و ج ۳، ص ۸۸؛ کامل الزیارات کے ص ۲۳ پر ابن قولو نے اپنی سند سے ابوسعید عقیصا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے کافی دیر تک امام حسین علیہ السلام کو عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ راوی کہتا ہے: پھر امام علیہ السلام عبد اللہ بن زبیر سے اپنا رخ موڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: یہ مجھ سے کہتا ہے کہ حرم کے کبوتروں کی طرح ہو جائے جبکہ اگر مجھے حرم میں شرف کے ساتھ قتل کیا جائے تو مجھ کو اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ مجھ کو کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں فقط ایک بالشت زمین ہو۔ اگر مجھ کو طف (کربلا) میں قتل کیا جائے تو حرم میں قتل ہونے سے زیادہ مجھ کو یہی پسند ہے کہ میں کربلا میں قتل کیا جاؤں اس روایت سے یہ اندازہ

ہوتا ہے کہ راوی نے خود امام علیہ السلام سے حدیث سنی ہے، نہ اس طرح جس طرح ابو مخنف نے سند ذکر کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کامل اکمل ہے۔

۶۔ تہذیب العہذیب، ج ۸، ص ۴۵۳ ولسان المیزان، ج ۲، ص ۴۲۲

۳۔ عبدالرحمن بن جنبد ازدی: مذکورہ شخص کی کچھ روایتیں عقبہ بن سمران کے حوالے سے نقل ہوئی ہیں۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے تقریباً ۳۰ روایتیں کے مروی ہیں جن میں جنگ جمل، صفین، نہروان اور کربلا کا واقعہ ایک واسطہ عقبہ بن سمران سے منقول ہے۔ وہ حجاج کے زمانے کا واقعہ کسی واسطہ کے بغیر نقل کرتا ہے کیونکہ ابن جنبد نے ۷۶ھ میں زائدہ بن قدامہ کی سربراہی میں حجاج کی فوج کے ہمراہ رودبار میں شیبہ خارجی کے خلاف جنگ میں شرکت کی (۱) اور اس میں اسیر کر لیا گیا۔ خوف کے عالم میں اس نے شیبہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی (۲) پھر کسی طرح کوفہ پہنچ گیا۔ یہ وہ موقع تھا جب حجاج دوسری مرتبہ شیبہ پر حملہ کرنے کے لئے تقریر کر رہا تھا اور یہ ۷۷ھ کا زمانہ تھا۔ (۳) استرآبادی کی رجال الوسیط کے حوالے سے مقدس اردبیلی نے ابن جنبد کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے (۴) اور لسان المیزان میں عسقلانی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: یہ کمیل بن زیاد اور ابو حمزہ ثمالی سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۵)

۴۔ حجاج بن علی بارتی ہمدانی: مذکورہ شخص کی تمام روایتیں محمد بن بشر ہمدانی کے واسطہ سے نقل ہوئی ہیں لہذا محمد بن بشر کی طرف مراجعہ کیا جائے۔ تاریخ طبری میں بارتی سے ابن بشر کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے لسان المیزان میں ان کا تذکرہ

یوں ملتا ہے: شیخ روی عنہ ابو مخنف یہ ایسے بزرگ ہیں کہ ابو مخنف ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۶)

۵۔ نمیر بن وعلتہ الہمدانی یناعی: مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو وڈاک جبر بن نوفل ہمدانی، ایوب بن مشرح خیوانی اور ربیع بن تمیم کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں۔ آخری روایت شعبی سے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار کے بارے میں ہے۔ (۷) لسان المیزان میں یناعی کا تذکرہ یوں ملتا ہے

.....

۱۔ طبری، ج ۶، ص ۲۴۴

۲۔ طبری، ج ۶، ص ۲۴۲

۳۔ طبری، ج ۶، ص ۲۶۲

۴۔ جامع الرواة، ج ۱، ص ۴۴۷

۵۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۴۰۸، طحیدر آباد

۶۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۷۸

۷۔ طبری، ج ۶، ص ۳۲۸

اور یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو مخنف روایت کرتے ہیں۔ (۱) معنی میں بھی یہی مطلب موجود ہے۔ (۲)

۶۔ صعقعب بن زہیر ازدی: مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو عثمان نہدی، عون بن ابی حنیفہ سوائی اور عبدالرحمن بن شریح معافری اسکندری کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تہذیب التہذیب کی جلد ۶، ص ۱۹۳ پر مرقوم ہے کہ ۱۶۷ ہجری میں اسکندریہ میں صعقعب نے وفات پائی وہ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی اور حمید بن مسلم کی روایتوں کو بھی نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ابن زہیر سے ۲۰ خبریں منقول ہیں اور تمام خبریں اس طرح ہیں عن ابی مخنف عنہ ابو مخنف ان (صعقعب) سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان روایتوں میں ۳ روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے متعلق ہیں۔ چونکہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے لہذا جناب عمار بن یاسر کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا ہے (۳) اسی طرح حجر بن عدی کی شہادت کے واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ (۴) کربلا کے سلسلے میں نو روایتیں نقل کی ہیں اور تین روایتیں مختار کے قیام کے سلسلے میں ہیں۔ تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابو زرہ کا بیان ہے کہ روایت کے سلسلے میں یہ مورد اعتماد ہیں؛ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ مشہور نہیں ہیں۔ (۵) خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال کے حاشیہ پر ہے کہ ابو زرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۶)

۷۔ معالیٰ بن کلیب ہمدانی: کربلا کا دسواں واقعہ انھوں نے ابووداک جبر بن نوفل کے واسطے سے نقل کیا ہے لہذا ابووداک کی روایتوں کو دیکھا جائے۔

۸۔ یوسف بن یزید بن بکر ازدی: مذکورہ شخص عبداللہ بن حازم ازدی اور عقیف بن زہیر بن

ابی احنس سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ان کا پورا نام مذکور ہے (۷) اور ان سے
۱۵ روایتیں نقل

.....

۱۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۱۷۱، طحیدر آباد

۲۔ ج ۲، ص ۷۰۱، طبع دارالدعوه

۳۔ ج ۵، ص ۳۸

۴۔ ج ۵، ص ۲۵۳

۵۔ تہذیب العہدیب ج ۴، ص ۴۳۲،

۶۔ الخلاصہ، ص ۱۷۶، ط دارالدعوه

۷۔ طبری، ج ۶، ص ۲۸۴

ہوئی ہیں۔ ۷۷ھ کے بعد تک انھوں نے زندگی گزارا ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال
میں ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: آپ بڑے سچے شریف اور بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ
سے ایک جماعت نے روایتیں نقل کی ہیں اور بہت سارے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے
۔ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔ (۱) تہذیب العہدیب میں عسقلانی نے ان کا اس
طرح تذکرہ کیا ہے: ابن حبان نے انھیں ثقافت میں شمار کیا ہے۔ مقدسی نے کہا کہ یہ ثقہ
ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔ (۲) یہی تذکرہ خلاصہ تذ
ہیب تہذیب الکمال میں بھی ملتا ہے۔ (۳)

۹۔ یونس بن ابی اسحاق: ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبعی ہمدانی کوفی کے فرزند یونس، عباس بن جعدہ جدلی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے قیام کے سلسلے میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ کے مقابلہ میں چار ہزار کاشکرتھا۔

علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی گرانقدر کتاب المراجعات میں فرماتے ہیں: یونس کے والد ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن سبعی ہمدانی کوفی، کے شیعہ ہونے کی تصریح ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف اور شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں کی ہے۔ آپ ان محدثین کے سربراہ تھے جن کے مذہب کو دشمنان اہل بیت کسی طرح لائق ستائش نہیں سمجھتے، نہ ہی اصول میں اور نہ ہی فروع میں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دین کے مسئلہ میں فقط اہل بیت اطہار کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوزجانی (گرگانی) (جیسا کہ میزان الاعتدال میں زبیدی کے شرح حال میں ذکر ہوا ہے) (۴) نے کہا ہے کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے تھا۔ جن کے مذہب و مرام کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ یہ لوگ محدثین کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے مثلاً ابواسحاق، منصور، زبید الیامی، اعمش اور ان جیسے دوسرے افراد، ان لوگوں کی روایتیں فقط ان کے سچے ہونے کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر ان کی طرف سے مرسلہ روایتیں نقل ہوں تو

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۷۵

۲۔ تہذیب العہدیب، ج ۱۱، ص ۲۹۴

۳۔ الخلاصہ، ص ۴۰

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۶، طحلبی

چوں و چرا کیا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان میں سے ایک روایت جسے دشمنان اہل بیت ابو اسحاق کے مراسل (مرسلہ کی جمع وہ روایت جس میں درمیان سے راوی حذف ہو) میں شمار کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں ابو اسحاق کی وہ روایت ہے جسے عمرو بن اسماعیل نے (جیسا کہ میزان الاعتدال میں عمرو بن اسماعیل کے شرح حال میں مذکور ہے) (۱) ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل علیؑ کثیرة انا صلھا وعلی فرعھا والحسن والحسین ثمرھا والشیعة ورقھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی مثال اس درخت کی سی ہے کہ جس کی جڑ میں ہوں شاخ علی ہیں، حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔

پھر علامہ شرف الدین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ (جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے کہ) مغیرہ کا یہ بیان کہ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے تباہ کیا ہے، (۲) یا یہ کہ اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے ہلاک کیا ہے (۳) فقط اس لئے ہے کہ یہ دونوں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص پیرو تھے اور ان کی سنتوں میں جو چیزیں ان کی خصوصیات و صفات کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے محافظ و نگراں تھے۔

پھر فرماتے ہیں: صحاح ستہ اور غیر صحاح (اہل سنت کی ۶ کتابیں جنہیں وہ صحاح کے نام سے

یاد کرتے ہیں) کے مصنفین نے ان دونوں سے روایتوں کو نقل کیا ہے۔ (۴)

بہر حال الوفيات کے بیان کے مطابق عثمان کی خلافت ختم ہونے کے ۳ سال قبل یعنی ۳۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ابن معین و مدائنی کے بیان کے مطابق ۱۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے فرزند یونس آپ ہی سے روایتیں نقل کرتے ہیں جنکی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ابوحنیف سے عباس بن جعدہ کے حوالے سے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ تاریخ طبری میں اس خبر کے علاوہ یونس سے ایک اور خبر

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۰

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۰

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۲۴

۴۔ المراجعات، ص ۱۰۰، طدار الصادق

منقول ہے لیکن کسی کا حوالہ موجود نہیں ہے اور وہ خبر ابن زیاد کے سلسلے میں ہے کہ ابن زیاد نے ایک لشکر روانہ کیا تا کہ کوفہ پہنچنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لے، اس کے علاوہ تاریخ طبری میں گیارہ دوسری روایتیں بھی ہیں جنہیں ابوحنیف نے یونس سے نقل کیا ہے نیز ۱۳ روایتیں اور ہیں لیکن وہ ابوحنیف کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں۔

تہذیب العہذیب میں عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن معین کا بیان ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ آپ بہت سچے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کی روایتیں بہت اچھی ہیں۔ لوگ ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ (۱)

۱۰۔ سلیمان بن راشد ازدی: مذکورہ شخص عبداللہ بن خازم بکری ازدی، حمید بن مسلم ازدی اور ابو کنود عبد الرحمن بن عبید کی روایتوں کو نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۰ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں اکثر و بیشتر بالواسطہ ہیں ۸۵ھ تک زندہ رہے۔ (۲)

۱۱۔ مجالد بن سعید ہمدانی: یہ شخص عامر شعبی ہمدانی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت قصر بنی مقاتل کے سلسلے میں ہے۔ (۳) مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی، جناب مسلم علیہ السلام کی تنہائی اور غریب الوطنی، آپ کا طوعہ کے گھر میں داخل ہونا، ابن زیاد کا خطبہ، بلال بن طوعہ کی خبر اور ابن زیاد کا اشعث کے بیٹے کو جناب مسلم علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں بھی مجالد کی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ مرسل ہیں جن کو طبری نے کسی کی طرف مستند نہیں کیا ہے۔ (۴)

تاریخ طبری میں مجالد سے ۷۰ خبریں نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شعبی کے حوالے سے ہیں۔ ابو مخنف اسے محدث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (۵)

.....

۱۔ تہذیب العہدیب، ج ۱، ص ۴۳۳

۲۔ طبری، ج ۶، ص ۳۶۰

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۴۰۷

۴۔ ج ۵، ص ۳۷۱-۳۷۳

۵۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۳

ذہبی نے میزان الاعتدال میں مجالد کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: یہ مشہور اور صاحب روایت ہیں اور اشح نے ذکر کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت کے پیرو تھے۔ مجالد کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد ذہبی، بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ بخاری نے مجالد کے شرح حال میں ان سے روایت نقل کی ہے اور وہ شعبی سے اور وہ ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا: جب بنت رسول ﷺ نے اس دنیا میں قدم رکھ کر اس دنیا کو منور کیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کا نام منصورہ رکھا۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد! اللہ آپ پر تحفہ درود و سلام بھیجتا ہے اور آپ کے گھر پیدا ہونے والی بچی کے لئے بھی ہدیہ درود و سلام بھیجتا اور فرماتا ہے: ما احب مولود احب الی منھا ہمارے نزدیک اس مولود سے زیادہ کوئی دوسرا مولود محبوب نہیں ہے لہذا خداوند عالم نے اس نام سے بہتر نام منتخب کیا ہے؛ جسے آپ نے اس بیٹی کے لئے منتخب کیا ہے، خدا نے اس کا نام فاطمہ رکھا ہے لہذا تفتطم شیعھا من النار کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو جہنم سے جدا کرے گی، لیکن یہ حدیث ذہبی کے حلق سے کیسے اتر سکتی ہے لہذا انہوں نے فوراً اس حدیث کو جھٹلایا اور دلیل یہ

پیش کی کہ بنت رسول کی ولادت تو بعثت سے قبل ہوئی ہے۔ (اگرچہ ذہبی کا یہ نظریہ غلط ہے لیکن دشمنی اہل بیت اطہار میں وہ بے بنیاد حدیث کو بھی صحیح مان لیتے ہیں اور فضائل کی متواتر حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں) اسی حدیث کی بنیاد پر ذہبی نے کہہ دیا کہ وہ تو شیعہ تھے۔ (۱)

۱۲۔ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی: قدامہ اپنے دادا زائدہ بن قدامہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ قدامہ کی روایت ہے کہ محمد بن اشعث مسلم بن عقیل علیہ السلام سے جنگ کے لئے نکلا، پھر جناب مسلم قید کئے گئے، آپ نے دارالامارہ کے دروازہ پر پانی طلب کیا اور آپ کو پانی پیش کیا گیا۔ (۲) طبری نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے باپ یا دادا سے استناد نہیں کیا اور ظاہراً یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قدامہ کوفہ میں ان واقعات کے رونما ہوتے وقت موجود ہی نہیں تھے وہ تو ان کے دادا زائدہ تھے جو اس

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۳۸، ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ یا ۱۴۴ ہجری ذی الحجہ کے مہینہ میں مجالد نے وفات پائی۔ ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یہی لکھا ہے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۷۳-۳۷۵

وقت وہاں موجود تھے اور عمرو بن حریرث کے ہمراہ کوفہ کی جامع مسجد میں ابن زیاد کا پرچم امن لہرا رہے تھے، کیونکہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کے ہمراہ بنی قریس کے ۷۰ جوان بھیجے جائیں (۱) اور اس وقت زائدہ نے اپنے چچا زاد بھائی مختار

کے لئے سفارش کی تھی، (۲) لیکن قدامہ بن سعید کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے (۳) جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے لہذا وہاں دیکھا جائے۔

۱۳۔ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی: یہ شخص اپنے دادا عمارہ بن عقبہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس کے دادا نے اپنے غلام قیس کو اپنے گھر روانہ کیا تا کہ وہ پانی لے کر آئے اور محل کے دروازہ پر کھڑے مسلم ابن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لے جانے سے پہلے پا نی پلا دے۔ (۴) کتاب کی عبارت ہے: حدیثی سعید... ان عمارہ بن عقبہ... سعید نے ہم سے حدیث نقل کی ہے... کہ عمارہ بن عقبہ... اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث بغیر کسی سند کے بلا واسطہ نقل ہو رہی ہے لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سعید اپنے دادا عمارہ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پانی لانے کے سلسلے میں قدامہ بن سعید ہی کی روایت ترجیح رکھتی ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پا نی عمرو بن حریش لے کر آیا تھا، نہ کہ عمارہ یا اس کا غلام۔ اس حقیقت کا تذکرہ اس کتاب میں صحیح موقع پر کیا گیا ہے۔

۱۴۔ ابو جناب یحٰیٰ بن ابی حییہ وداعی کلبی: یہ شخص عدی بن حرمہ اسدی سے اور وہ عبداللہ بن سلیم اسدی و مذری بن مشعل اسدی سے اور وہ ہانی بن شیبیت حضرمی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ یہ روایتیں کبھی کبھی مرسل بھی نقل ہوئی ہیں جن میں کسی سند کا تذکرہ نہیں ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت جناب مسلم کے ساتھیوں کا ابن زیاد سے روبرو ہونا، (۵) ابن زیاد کا جناب مسلم

اور جناب ہانی کے سروں کو یزید کے پاس بھیجنا اور اس سلسلے میں یزید کو ایک خط لکھنا بھی ہے۔ (۶)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۷۳

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۵۷۰

۳۔ رجال شیخ، ص ۲۷۵، ط نجف

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۳۷۶

۵۔ ج ۵، ص ۳۶۹-۳۷۰

۶۔ ج ۵، ص ۳۸۰

جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ظاہراً ان واقعات کو ابو جناب نے اپنے بھائی ہانی بن ابی حیدر و داعی کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کو ابن زیاد نے جناب مسلم کے سر اور اپنے نامے کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا تھا۔ (۱) تاریخ طبری میں ۲۳ روایتیں بالواسطہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے سلسلے میں نقل ہوئی ہیں اور ۹ روایتیں واقعہ کربلا کے سلسلے میں ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ اور تین مرسل ہیں، لیکن ظاہر یہ ہے کہ درحقیقت یہ تینوں روایتیں بھی مستند ہیں۔ ان روایتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دشمن کے لشکر میں تھے، البتہ اس کا ان کے ہم عصروں میں شمار ہوتا ہے۔

آخری مرسل روایت جو میری نظروں سے گذری ہے یہ ہے کہ جناب مختار کے قیام کے بعد

۶۷۔ ہمیں مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھوا کر اپنی طرف بلا یا
 (۲)۔ عسقلانی تہذیب العہذیب میں کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا
 ہے۔ اسی طرح ابن نمیر، ابن خراش، ابو زرعد اور ساجی نے کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے
 اور بہت سچے تھے۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ۱۵۰ ہجری
 میں ان کی وفات ہوئی، اگرچہ ابن معین کا بیان ہے کہ ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ (۳)

۱۵۔ حارث بن کعب بن فقیم والبی از دی کوئی: حارث بن کعب عقبہ بن سمعان، امام زین
 العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ وہ شروع میں
 کیسانہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے (۴) (جو جناب مختار کو امام سمجھتے تھے) لیکن بعد میں امام
 زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان سے روایتیں بھی نقل کرنے
 لگے۔ (۵) ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے امام
 زین العابدین اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام سے خود حدیثیں سنی ہیں۔ (۶)

.....

۱۔ ج ۵، ص ۳۸۰

۲۔ طبری، ج ۶، ص ۱۱

۳۔ تہذیب العہذیب، ج ۱۱، ص ۲۰۱

۴۔ طبری، ج ۶، ص ۲۳

۵۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷

۶- ج ۵، ص ۶۱

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے آپ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے، لیکن نجف سے طبع ہونے والی اس کتاب میں جو رجال شیخ کے نام سے معروف ہے شیخ نے کعب کی جگہ حر بن کعب ازدی کوئی کر دیا ہے۔ محقق کتاب نے حاشیہ میں ایک دوسرے نسخہ کی مدد سے حارث لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۱۶- اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدّی کوئی: زہیر بن قین کے واقعہ کو یہ فزاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان پر تشیع کی نسبت دی گئی ہے اور وہ ابو بکر و عمر پر لعنت و ملامت کرتے تھے۔ بن عدی نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک بڑے سچے ہیں۔ احمد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ یحٰی نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ سدّی کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے اور ان کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ ان سے شعبہ اور ثوری روایت کرتے ہیں۔ (۱) تاریخ طبری میں ان سے ۸ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

تہذیب الہندیہ اور الکاشف میں مذکور ہے کہ انھوں نے ۱۲۷ھ میں وفات پائی، چونکہ یہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر بالکل وسط میں بیٹھا کرتے تھے لہذا ان کو سدّی کہا جانے لگا۔ یہ قریش کے موالی میں شمار ہوتے ہیں اور امام حسن علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۷۔ ابوعلی انصاری: یہ بکر بن مصعب مزنی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن بقطر کی شہادت کا تذکرہ انھیں کی روایت میں موجود ہے۔ تاریخ طبری میں اس روایت کے علاوہ ان کی کوئی دوسری روایت موجود نہیں ہے۔ رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۱۸۔ لوزان: یہ شخص اپنے چچا کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں اپنے چچا کی ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے اور خود غیر معروف ہے۔

۱۹۔ جمیل بن مرشدی غنوی: یہ شخص طرماح بن عدی طائی سے انھیں کی خبر کو نقل کرتا ہے۔

.....

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۳۶، ط جلی

۲۰۔ ابوزہیر نصر بن صالح بن حبیب عبسی: مذکورہ شخص حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے پسر سعد کے ابن زیاد کو خط لکھنے کی روایت اور ابن زیاد کے جواب دینے کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ قرہ بن قیس تمیمی کے حوالے سے جناب حر کا واقعہ بیان کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں اس راوی سے ۳۱ روایتیں منقول ہیں۔ ابوزہیر نے جناب مختار کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ (۱) اس کے بعد ۶۸ ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ یہ قطری خارجی سے جنگ کے لئے میدان نبرد میں اتر آئے، پھر ۷۷ ہجری میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی خارجی کے مدائن میں نگہبان اور دربان ہو گئے۔ اس وقت ان کی جوانی کے ایام تھے لہذا ہر وقت مطرف کی نگہبانی کے لئے تلوار کھینچے کھڑے رہتے تھے، نیز اسی سال انھوں

نے مطرف کی فوج میں رہ کر حجاج کے لشکر سے جنگ کی، (۲) اس کے بعد کوفہ پلٹ گئے۔
(۳)

امام رازی نے اپنی کتاب الجرح والتعديل میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:
میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابو مخنف ان سے روایت نقل کرتے
ہیں اور وہ بالواسطہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں۔ (۴)
۲۱۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ شخص بعض روایتوں کو عبد اللہ بن شریک عامری نہدی کے
حوالے سے نقل کرتا ہے اور بعض روایتوں کو اس کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام
سے نقل کرتا ہے۔

ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ابو احمد زبیری کا بیان
ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے اور یح بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کو خشی کہا
جاتا ہے کیونکہ یہ اس خشب (لکڑی) کی طرف منسوب ہیں جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی
تھی۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا شمار کوفہ کے شدید شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں
کہ ان کا شمار بہت قدیم شیعوں میں ہوتا ہے لیکن اگر ثوری نے ان سے روایت نقل نہ کی ہوتی
تو یہ متروک تھے۔ (۵)

.....

۲- ج ۶، ص ۲۹۸

۳- ج ۶، ص ۲۹۹

۴- الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۴۷۷

۵- میزان الاعتدال، ج ۶، ص ۴۳۲، طحلبی

ذہبی نے نفع بن حارث نخعی ہمدانی کو فی اعمی (جو اندھے تھے) کے شرح حال میں حارث بن حصیرہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: بہت سچے تھے لیکن رافضی تھے۔ اس کے بعد سند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: کنت جالساً عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیٰ الی جنبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور علی (علیہ السلام) ان کے پہلو میں بیٹھے تھے ، اذ قرأ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ امن یحب المضرّ اذا دعاہ ویکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض (۱)

اسی درمیان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت شریفہ امن یحب المضرّ... کی تلاوت فرمائی، فارقد علی، فضرب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ بیدہ علی کتفہ آیت کو سن کر علی لرز نے لگے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو علی کے شانے پر رکھا فقال: لا یتحک الامومن ولا یتغضک الامنافق الی یوم القیامۃ (۲) اور فرمایا: قیامت تک تم سے محبت نہیں کریگا مگر مومن اور دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔

تاریخ طبری میں ابن حصیرہ سے ۱۰ روایتیں موجود ہیں اور ان تمام روایتوں کو ابوحنفہ نے

ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے (۳) لیکن آپ نے حارث بن حصین ازدی نامی شخص کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے جو غلط ہے۔

۲۲۔ عبد اللہ بن عاصم فائشی ہمدانی: یہ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کی روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ مقدس اردبیلی نے جامع الرواة میں ذکر کیا ہے کہ کافی میں تیمم کے وقت کے سلسلے میں ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے۔

تہذیب میں عسقلانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، نیز بصائر الدرجات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سے ابان بن عثمان اور جعفر بن بشیر نے روایتیں نقل کی ہیں۔ (۴)

.....

۱۔ نمل ۶۲

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۲۷۲

۳۔ رجال شیخ، ص ۳۹، ط نجف

۴۔ جامع الرواة، ج ۱، ص ۴۹۴

۲۳۔ ابوضحاک: یہ شب عاشور کا واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔

ذہبی نے میزان الاعتدال (۱) میں اور عسقلانی نے تہذیب التہذیب (۲) میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شعبہ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔

۲۴۔ عمرو بن مژہ الجملی: یہ ابوصالح حنفی سے اور وہ عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایتیں نقل

کرتے ہیں۔ ان کی خبر میں جناب بریر بن خضیر کی شوخی کا تذکرہ ہے۔ (۱) ذہبی نے میزان الاعتدال (۲) میں اور عسقلانی نے تہذیب العہذیب (۳) میں انکا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ابن حبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ انھوں نے ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ احمد بن حنبل نے ان کی ذکاوت اور پاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی اور بخاری کا بیان ہے کہ علی (علیہ السلام) سے انھوں نے تقریباً ۱۰۰ روایتیں نقل کی ہیں۔ شعبہ کا بیان ہے کہ یہ بڑے صاحب علم تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے اور مورد اعتماد ہیں ابن معین کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

۲۵۔ عطاء بن سائب: انھوں نے جنگ کے شروع میں ابن حوزہ کی شہادت کا تذکرہ عبد الجبار بن وائل حضرمی کے حوالے سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۴)

عسقلانی نے تہذیب العہذیب میں انکا اس طرح تذکرہ کیا ہے: عبد الجبار بن وائل اپنے بھائی سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ۱۲۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ عطاء مکہ کے رہنے والے ہیں ۶۴ ہجری میں ابن زبیر کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی خرابی اور اس کی تجدید کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۹۴ ہجری تک حجاج کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے۔ (۷) تہذیب العہذیب میں ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۳۷ ہجری میں ہوئی ہے۔

.....

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۴، ص ۵۴۰، طحیدر آباد

۲۔ تہذیب العہدیب، ج ۱۲، ص ۱۳۶

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۵۲۳

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۸۸

۵۔ تہذیب العہدیب، ج ۸، ص ۱۰۲

۶۔ طبری، ج ۵، ص ۴۳۱

۷۔ ج ۶، ص ۴۸۸

۲۶۔ علی بن حنظلہ بن اسعد شہابی ہمدانی: زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت کو انھوں نے کثیر بن عبد اللہ شہعی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حنظلہ بن اسعد شہابی اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ علی ان کے فرزند ہیں؛ ایسا لگتا ہے کہ یا تو علی اس وقت کربلا میں موجود نہ تھے یا کمسن ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہو پائے۔ یہ بلا واسطہ کوئی خبر نقل نہیں کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت انھوں نے کثیر بن عبد اللہ شہعی قاتل زہیر بن قین کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۲۷۔ حسین بن عقبہ مرادی: یہ عمرو بن حجاج کے حملے کا تذکرہ زبیدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

۲۸۔ ابو حمزہ ثابت بن دینار شمالی: اہل حرم کی شام میں اسیری کی روایت کو یہ قاسم بن بخیت

کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے بلکہ تعریف و تمجید سے بالاتر ہے۔

۲۹۔ ابو جعفر عیسیٰ: تکسبن حکم کے اشعار کو یہ ابو عمارہ عیسیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یہ وہ ۲۹ افراد ہیں جو ابو مخنف اور عینی گواہوں کے درمیان واسطہ ہیں۔

چھٹی فہرست

اس فہرست میں ائمہ علیہم السلام، ان کے اصحاب اور مورخین موجود ہیں جو ۱۴ افراد پر مشتمل ہیں۔

۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام: اپنے دونوں فرزند عون اور محمد کے ہمراہ عبداللہ بن جعفر کا امام حسین علیہ السلام کے نام خط اور مکہ سے نکلتے وقت امام علیہ السلام کے پاس سعید بن عاص اشدق کا اپنے بھائی تکلی بن سعید بن عاص کے ہمراہ خط لانا اور امام علیہ السلام کا اس خط کا جواب دینا حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ (۱)

اسی طرح حارث بن کعب والبی عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ۹ محرم کو ایک شب کی مہلت لی اور اپنے اصحاب کے درمیان خطبہ دیا۔ (۲) اسی طرح حارث بن کعب والبی ازدی اور ابو ضحاک

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷-۳۸۸

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱۸

کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کے شب عاشور کے اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی امام علیہ السلام سے گفتگو، اس پر امام حسین علیہ السلام کا جواب آپ سے منقول ہے۔ (۱)

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام: عقبہ بن بشیر اسدی کے حوالے سے شیر خوار کی شہادت کا واقعہ امام علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ (۲)

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام: ایک مرسل روایت میں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر شمشیر و تیر و تبر کے زخموں کی تعداد آپ ہی سے مروی ہے۔

۴۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام: زید بن علی اور داؤد بن عبید اللہ بن عباس کے حوالے سے فرزند ان عقیل کی حماسہ آفرین تقریر منقول ہے۔ ان دونوں حضرات سے روایت کرنے والے شخص کا نام عمرو بن خالد واسطی ہے جو بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلے کوفہ میں رہتا تھا پھر واسط منتقل ہو گیا وہ زید اور امام جعفر صادق سے روایتیں نقل کرتا ہے۔

نجاشی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے: ان کی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس سے نصر بن مزاحم منقری وغیرہ روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۳)

شیخ طوسی نے ان کو امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۴) اس کے علاوہ

ماقتانی نے تنقیح المقال میں ان کا ذکر کیا۔ (۵) اسی طرح عسقلانی نے بھی تہذیب

التہذیب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۶)

۵۔ فاطمہ بنت علی: آپ کا تذکرہ طبری نے کیا ہے۔ حارث بن کعب والہی ازدی کے واسطے

سے دربار یزید کا واقعہ انہی مخدرہ سے منقول ہے۔ (۷) واضح رہے کہ ان بی بی اور امام سجاد

علیہ السلام سے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۲۰-۴۲۱

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۴۴۸

۳۔ رجال نجاشی، ص ۲۰۵، طہند

۴۔ رجال شیخ، ص ۱۲۸، طنجف

۵۔ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۳۳

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۶

۷۔ طبری، ج ۵، ص ۴۶۱-۴۶۲

۶۔ ابو سعید عقیصا: مسجد الحرام میں امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر کے روبرو ہونے کی

روایت اپنے بعض اصحاب کے واسطے سے انھوں نے نقل کی ہے۔ (۱) علامہ حلی نے اپنی

کتاب الخلاصہ کی قسم اول میں آپ کو امیر المومنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۲)

میزان الاعتدال میں ذہبی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ علی علیہ السلام

سے روایت نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ان کا نام دینار ہے اور اہل بیت کے پیرو ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی۔ (۳) ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں۔

۷۔ محمد بن قیس: قیس بن مصھر صیداوی کو خط دے کر امام حسین علیہ السلام کا ان کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا، جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر، عبداللہ بن مطیع کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو، نیز حضرت (ع) کا جواب (۴) اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی روایت انھوں نے نقل کی ہے۔ (۵) واضح رہے کہ عبداللہ بن مطیع والی روایت اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی خبر ان سے بطور مرسل نقل ہوئی ہے یعنی درمیان سے راوی حذف ہے۔

کشی نے ذکر کیا ہے: یہ امام باقر علیہ السلام سے بڑی شدید محبت رکھتے تھے لہذا آپ نے ان کو فلاں اور فلاں کی باتیں سننے سے منع کیا تھا۔ (۶) اس کے بعد کشی نے ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے مدافع تھے۔ (۷) نجاشی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: یہ ثقہ، سرشناس اور کوفی ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۸)

شیخ طوسی نے اپنی فہرست کے رقم ۵۹۱، ۶۴۴، (۹) اور رجال میں آپ کو امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اور آپ کو اس نام سے چار بار یاد کیا ہے۔ (۱۰) اسی طرح علامہ حلی نے الخلاصہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۱)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵

۲۔ الخلاصہ، ص ۱۹۳، طنجف

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۳۹

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۳۹۴-۳۹۶

۵۔ طبری، ج ۵، ص ۴۴۰

۶۔ ص ۳۴۰ حدیث، رقم ۶۳۰

۷۔ ص ۲۳۷ حدیث ۴۳۰

۸۔ رجال نجاشی، ص ۲۲۶، طہند ۹۔ فہرست، ص ۱۵۷ و ۱۷۶

۱۰۔ رجال شیخ، ص ۲۹۸ رقم ۲۹۴، طبع نجف

۱۱۔ الخلاصہ، ص ۱۵۰ رقم ۶۰ اور اس کے بعد، طنجف

۸۔ عبداللہ بن شریک عامری نہدی: امام حسین علیہ السلام کا شب عاشور مہلت مانگنا، شب عاشور آپ کے خطبے اور اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو یہ راوی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مرسل روایت میں یہ راوی شمر کا حضرت عباس کے لئے شب عاشور امان نامہ لانا اور ۹ محرم کو غروب کے نزدیک پسر سعد ملعون کا امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا واقعہ نقل کرتا ہے۔ (۱)

کشی نے ذکر کیا ہے: یہ امام باقر اور صادق علیہما السلام کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ (۲)

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن شریک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سپاہ میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والوں میں ہوں گے۔ (۳) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں یہ علمدار لشکر ہوں گے۔ (۴)

تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جناب مختار کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ (۵) اس کے بعد مصعب بن زبیر کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔ (۶) پھر ۷۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے امان نامہ کی وجہ سے مصعب سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد شاید انھوں نے توبہ کر لی اور پھر ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔

۹۔ ابو خالد کابلی: انھوں نے ایک مرسل روایت میں صبح عاشور امام حسین علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا ہے۔ طبری نے ان کا نام ابو خالد کابلی لکھا ہے لیکن کتب رجالی میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مشہور وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

کشی نے ذکر کیا کہ وہ حجاج کے خوف سے مکہ بھاگ نکلے اور وہاں خود کو چھپائے رکھا؛ اس طرح خود کو حجاج کے شر سے نجات دلائی اور جناب محمد بن حنفیہ کے خدمت گزار ہو گئے یہاں تک کہ ان کی

.....

۲۔ رجال کشی، ص ۱۰، حدیث ۲۰

۳۔ ص ۳۱۷، حدیث ۳۹۰

۴۔ ص ۲۱۷، ۳۹۱

۵۔ طبری، ج ۶، ص ۴۹، ۵۱، ۱۰۴

۶۔ ج ۶، ص ۱۶۱

امامت کے قائل ہو گئے لیکن بعد میں اس باطل عقیدہ سے منھ موڑ کر امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ آپ کے خاص اصحاب میں شمار ہونے لگے اور ایک عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت گزاری کے شرف سے شرفیاب ہوتے رہے، پھر اپنے شہر کی طرف چلے گئے۔ (۱) شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔

ظاہر یہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو جناب مختار کے ساتھ تھے، اسی لئے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہو گئے اور اسی وجہ سے وہ حجاج کے چنگل سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے، ورنہ مکہ کی طرف بھاگنے کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ عقبہ بن بشیر اسدی: شیر خوار کی شہادت کا واقعہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ کئی نے ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: عقبہ نے امام باقر علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ حکومت وقت کی طرف سے اپنی قوم میں اپنے قبیلہ کے کار گزار بن جائیں۔ امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے شیر خوار کی شہادت کو نقل

کیا ہے۔ (۲)

شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام زین العابدین (۳) اور امام محمد باقر علیہ السلام (۴) کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ تاریخ طبری میں جناب مختار کے ساتھیوں کی مصیبت اور غم میں ان کے مرثیے موجود ہیں جسے پڑھا کرتے تھے۔ (۵)

۱۱۔ قدامہ بن سعید: قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی اپنے دادا سے روایتیں نقل کرتے ہیں جناب مسلم بن عقیل کے مقابلہ کیلئے محمد بن اشعث بن قیس کنندی کے میدان نبرد میں آنے کی خبر، جناب مسلم کا قید کیا جانا، (۶) آپ کا قصر دارالامارہ کے دروازہ پر پانی مانگنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کی خبر (۷) قدامہ نے اپنے دادا زائدہ سے نقل کی ہے۔ شیخ طوسی نے ان کو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۸)

.....

۱۔ رجال کشی، ص ۱۲۱، حدیث ۱۹۳؛ رجال شیخ، ص ۱۰۰ رقم ۲

۲۔ رجال کشی، ص ۲۰۳، حدیث ۳۵۸

۳۔ رجال شیخ، ص ۳۲

۴۔ ص ۱۲۹، رقم ۲۹، طنجف

۵۔ طبری، ج ۶، ص ۱۱۶

۶۔ ج ۵، ص ۳۷۳

۷۔ ج ۵، ص ۳۷۵

۸۔ رجال شیخ، ص ۲۷۵، ط نجف

۱۲۔ حارث بن کعب والہی ازدی: حارث بن کعب نے عقبہ بن سمعان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ یہ جناب مختار کے ساتھیوں میں تھے، پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے اور وہاں پر امام علیہ السلام سے حدیثیں سنیں۔ شیخ طوسی نے ان کو اپنے رجال میں امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۱)

۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی: یہ عبداللہ بن شریک عامری نہدی اور وہ امام علی بن الحسین علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ شیخ طوسی نے ان کو امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (۲)

۱۴۔ ابو حمزہ ثمالی: ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی ازدی عبداللہ ثمالی ازدی اور قاسم بن بخیت کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت شام میں اہل حرم کی اسیری کے سلسلے میں ہے۔ کئی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو حمزہ الثمالی فی زمانہ، کلثمان فی زمانہ، و ذالک انہ خدم اربعۃ من اعلیٰ بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و برہتہ من عصر موسیٰ بن جعفر (۳)

ابو حمزہ، کلثمان، زمانہ تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہم میں سے چار (اماموں) کو درک کیا ہے؛ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسیٰ بن جعفر کے تھوڑے سے زمانے کو

درک کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

عامر بن عبد اللہ بن جذاذہ ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نشہ آور چیزوں کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: کل مسکر حرام ہر مست کرنے والی چیز حرام ہے۔ عامر بن عبد اللہ نے کہا: لیکن ابو حمزہ تو بعض مسکرات کو استعمال کرتے ہیں! جب یہ خبر ابو حمزہ کو ملی تو انھوں نے تہہ دل سے

.....

۱۔ رجال طوسی، ص ۸۷، ط نجف

۲۔ ص ۳۹-۱۱۸، ط نجف

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۶۵

توبہ کی اور کہا: استغفر اللہ منہ الان واتوب الیہ میں ابھی خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا: میں جب ان کو چھوڑ کے آیا تو وہ مریض تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب پلٹنا تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتادینا کہ وہ فلاں مہینے اور فلاں روز وفات پائیں گے۔

علی بن حسن بن فضال کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد ابو حمزہ، زرارہ اور محمد بن مسلم کی وفات ایک ہی سال میں واقع ہوئی ہے۔

نجاشی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ تھے۔ محمد بن عمر جعابی تمیمی کا بیان ہے کہ آپ مہلب بن ابوصفرہ کے آزاد کردہ تھے۔ آپ کے بیٹے منصور اور نوح سب کے سب زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے ہمراہ شہید کئے گئے۔

آپ نے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان تمام ائمہ علیہم السلام سے روایتیں نقل کیں ہیں آپ کا شمار ہمارے نیکو کار بزرگوں اور روایت و حدیث میں معتمد و ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ (۱)

شیخ طوسی نے فہرست (۲) اور رجال میں آپ کو امام سجاد (۳) امام محمد باقر (۴) امام جعفر صادق (۵) اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (۶) اور عسقلانی نے تہذیب (۷) میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

.....

۱۔ رجال نجاشی، ص ۸۳، ط ہند

۲۔ فہرست شیخ، ص ۶۶، ط نجف

۳۔ رجال شیخ، ص ۸۴، ط نجف

۴۔ ص ۱۱۰

۵۔ ۱۶۰، ط نجف

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۶۳

۷۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۷

یہ ہیں وہ چودہ ۱۴ افراد جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے اصحاب پر مشتمل ہیں اور اس کتاب کی سند میں واقع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ ابوحنیف نے عون بن ابی جریفہ سوائی کو فی متوفی ۱۱۶ھ سے یعنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان سے یعنی شاہدین کے عنوان سے نہیں بلکہ بعنوان مورخ روایت نقل کی ہے۔ جیسا کہ تقریب العزیز میں یہی مذکور ہے۔ اس مورخ نے صععب بن زہیر کے حوالے سے مدینہ سے مکہ کی طرف امام علیہ السلام کی روانگی، مکہ میں آپ کی مدت اقامت اور پھر وہاں سے کوچ... کا تذکرہ کیا ہے۔

اب ہم اسی مقام پر اپنے مقدمہ کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ خداوند متعال ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سید الشہداء امام حسین بن علی علیہما السلام کی صحیح خدمت نیز ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

* معاویہ کی وصیت

* معاویہ کی ہلاکت

* یزید کا خط ولید کے نام

* مروان سے مشورت

* قاصد بیعت

* امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

* ابن زبیر کا موقف

* امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

معاویہ کی وصیت (۱)

طبری نے اپنی تاریخ میں جلد ۵، ص ۳۲۲ پر اس طرح ذکر کیا ہے: پھر ۶۰ھ کا زمانہ آ گیا... اور اس سال معاویہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جو عبید اللہ کی ہمراہی میں وفد کی شکل میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے تھے... ان تمام لوگوں کو بلا کر اس نے عہد و پیمانہ باندھے جسے ہشام بن محمد نے ابوحنیف کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ابوحنیف کہتے ہیں

کہ ہم سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے بیان کیا ہے کہ معاویہ جس مرض الموت میں ہلاک ہوا اسی مرض کی حالت میں اس نے اپنے

.....

۱۔ معاویہ بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالمطلب، ہجرت سے ۲۵ سال پہلے متولد ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف جنگوں میں اس کے باپ ابوسفیان سے جنگ کی ہے۔ آخر کار ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور اس کے باپ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۹۰) عمر نے اپنے دور حکومت میں اس کو شام کا گورنر بنا دیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۶۰۴) عثمان کے قتل تک اسی طرح یہ گورنری پر باقی رہا۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے عثمان کے خون کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا اور جنگ صفین میں حضرت کے خلاف میدان جنگ میں آ گیا۔ اس جنگ و جدال اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی؛ بالآخر جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں صلح ہو گئی اور اس سال کا نام عام الجماعة رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۹ سال ۳ مہینہ ۳ یا ۳ مہینہ سے کچھ کم امیر شام نے حکومت کی یہاں تک کہ ۶۰ھ ماہ رجب میں اس کی موت ہو گئی۔ اس وقت معاویہ کا سن ۸۵ سال تھا۔ اس واقعہ کو طبری نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (تاریخ طبری، ج ۵، ص ۳۲۵)

بیٹے یزید (۱) کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے رنج سفر سے تجھے آسودہ، تمام چیزوں کو تیرے لئے مہیا، تیرے لئے دشمنوں کو سرنگوں، ذلیل و رسوا، سارے عرب کی گردن کو تیرے آگے جھکا دیا اور تمام چیزوں کو تیرے لئے جمع کر دیا ہے۔ (۲)

.....

۱- ۲۸ھ میں یزید نے دنیا میں جنم لیا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت مجدل کلبی ہے۔ معاویہ نے لوگوں کو اپنے بعد یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے سلسلہ میں بلایا۔ بیعت یزید کی دعوت کا سلسلہ ۵۶ھ میں شروع ہوا۔ اور ۵۹ھ میں معاویہ نے وفد بھیج کر بیعت لینا شروع کیا۔ یزید کی ولی عہدی کا سلسلہ ماہ رجب ۶۰ھ سے شروع ہوا۔ اس وقت وہ ۳۲ سال کچھ مہینہ کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کو ۶۴ھ میں مقام حوارین میں فی النار ہوا۔ (طبری، ج ۵ ص ۴۹۹) اس طرح اس کی مدت حکومت ۳ سال ۸ مہینہ ۱۴ دن ہوئی اور کل حیات ۳۶ سال ہوئی۔

آئندہ گفتگو میں یہ بات آئے گی کہ باپ کی موت کے وقت یزید وہاں موجود تھا۔ اس کے وجود کی موافقت سبط بن جوزی نے تذکرۃ خواص الامتہ، ص ۲۳۵ پر کی ہے لیکن شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسی کو خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۷۷ پر اعثم کوفی متوفی ۳۱۴ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ موجود تھا لیکن پھر شکار کے لئے چلا گیا اور تین دنوں کے بعد واپس آیا تو محل میں داخل ہو گیا اور پھر ۳ دن کے بعد باہر نکلا۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ معاویہ

نے دو وصیتیں کی ہوں، پہلی یزید کی موجودگی میں اور دوسری یزید کی غیر موجودگی میں اور یہ وصیتیں دو لوگوں کے واسطے سے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا، یہی وجہ ہے کہ دونوں وصیتوں میں اختلاف ہے۔

۲۔ یہ کام معاویہ نے ۱۰ سال میں کیا ہے، جس کی ابتدائی ۵ ہسے ہوئی اور اس کے مرگ پر تمام ہوئی ہے۔ طبری نے اس کے سبب کو ج ۵، ص ۳۰۱ پر ذکر کیا ہے: مغیرہ بن شعبہ ۴۹ ھ میں طاعون کے خوف سے بھاگ کر کوفہ سے معاویہ کے پاس پہنچا (۴۱ ہجری یعنی عام الجماعة ہی کے زمانے سے مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا) اور معاویہ سے اپنی ناتوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہا کہ اسے دوبارہ کوفہ جانے سے معاف رکھا جائے معاویہ نے اسکے عذر کو قبول کر لیا اور سعید بن عاص کو اس کی جگہ پر کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اس واقعہ نے مغیرہ کی حسد کی چنگاری کو آتش فشاں میں تبدیل کر دیا لہذا وہ فوراً یزید کے پاس آیا اور ولی عہدی کے عنوان سے یزید کی بیعت کا سلسلہ چھیڑا۔ اس بات کو یزید نے اپنے باپ تک پہنچایا تو اس پر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ لوٹا دیا اور حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لے۔ اس طرح مغیرہ کوفہ لوٹا اور یزید کی بیعت کے سلسلہ میں کام کرنے لگا اور وفد کی شکل میں گروہ گروہ بنا کر لوگوں کو معاویہ کے پاس بھیجنے لگا۔

اس کے بعد معاویہ نے ایک خط زیاد بن سمیہ کو اس عنوان سے لکھا (اس زمانے میں زیاد معاویہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جس کی ابتداء ۴۵ ھ سے ہوئی) کہ وہ اس امر میں مشورہ چاہتا ہے۔ زیاد نے عبید بن کعب نسیری ازدی کو معاویہ کے پاس

روانہ کیا اور اس تک یہ پیغام پہنچایا کہ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ یزید کچھ دنوں کے لئے اپنی ایسی رنگینیوں سے دست بردار ہو جائے جو لوگوں کو انتقام لینے پر مجبور کر دیتی ہیں تاکہ گورنروں کو یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے میں آسانی ہو... پھر ۵۳ ہمارے مبارک رمضان میں زیاد بن سمیہ فی النار ہوا۔ اس وقت وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر تھا۔ ۵۶ ہ ماہ رجب میں معاویہ نے عمرہ کا پروگرام بنایا اور وہاں پہنچ کر اس نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔ اس پر سعید بن عثمان سامنے آیا اور اس نے اس کی بڑی مخالفت کی تو یزید کی سفارش پر معاویہ نے اسے خراسان کا گورنر بنا دیا۔ اس کے بعد ۵۴ ہ سے معاویہ کا نمک خوار مروان جو اس وقت سے لیکر آج تک مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کے سامنے آیا اور بہت مخالفت کی تو معاویہ نے اسے خوب پھٹکارا اور ۵۷ ہ میں اسے گورنری سے معزول کر دیا۔ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ج ۵، ص ۳۰۹۔ مسعودی نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے ۳۸ ویں صفحہ پر مروان کی مخالفت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد جو ۵۵ ہ سے بصرہ کا گورنر تھا اس نے ۶۰ ہ میں ایک وفد شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۲)

مجھکو اس حکومت کے سلسلے میں جو میں نے تیرے لئے استوار کی ہے قریش کے چار افراد سے خوف ہے:

۱۔ حسین بن علی (۱)۔ ۲۔ عبداللہ بن عمر (۲)

.....

۱۔ امام حسین علیہ السلام نے ماہ شعبان ۴ھ میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں۔ (طبری، ج ۳، ص ۵۵۵) اس طرح آپ نے ۶ سال اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد ۳۰ سال اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری۔ ۳۰ سال کے سن میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عباس اور اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ سعید بن عاص کی سربراہی میں خراسان کی جنگ میں شرکت فرمائی۔ (طبری، جلد ۴، ص ۲۶۹) امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۱۰ سال اپنے بھائی امام حسن کے ہمراہ ان کی خوشی و غم میں شریک رہے۔ یہی ۱۰ سال امام حسن علیہ السلام کی امامت کی مدت ہے جو معاویہ کا بھی زمانہ ہے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اور آپ ۱۰ محرم ۶۱ھ بروز جمعہ شہید کر دئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال ۶ مہینے تھی۔

۲۔ عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بیعت نہ کرنے پر حضرت علی علیہ السلام نے ابن عمر سے کہا: انک لسیء اخلق صغیراً وکبیراً (طبری، ج ۴، ص ۲۸۸) تمہاری خلقت ہی خراب ہے چھوٹے رہو یا بڑے ہو جاؤ۔ دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا: لولما اعرف من سوء خلقک صغیراً وکبیراً لکنرتی (طبری، ج ۴، ص ۳۶۷) اگر مجھے تمہاری بری خلقت کی معرفت نہ ہوتی تو بھی تم میری مخالفت کرتے؛ لیکن حفصہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو عائشہ کی ہمراہی سے روک دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۱) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے خلاف طلحہ و زبیر کے قیام کی درخواست کا جواب

دینے سے بھی حفصہ نے عبداللہ بن عمر کو روک دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۰) عبداللہ بن عمر ابو موسیٰ اشعری کا داماد تھا، جب جنگ صفین میں ابو موسیٰ کو حکم کے لئے منتخب کیا گیا تو ابو موسیٰ نے اس کو (عبداللہ بن عمر) بلایا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دعوت دی۔ عمرو عاص نے اسے خلافت کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ جب مرحلہ معاویہ تک پہنچ گیا تو یہ معاویہ کے پاس چلا گیا (طبری، ج ۵، ص ۵۸) اس نے اگرچہ یزید کی بیعت نہیں کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے اپنے داماد مختار کی آزادی کے لئے یزید کو ایک خط لکھا اور یزید نے بھی اس کی درخواست کو رد نہیں کیا۔ شاید اس کے بعد اس نے یزید کی بیعت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۱) مسعودی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے ولید کے ہاتھوں پر یزید کے لئے اور حجاج کے ہاتھوں پر مروان کے لئے بیعت کی ہے۔ (مروج الذهب، ج ۲، ص ۳۱۶)

۳۔ عبداللہ بن زبیر (۱)؛ ۴۔ عبدالرحمن بن ابی بکر (۲)

ان میں سے عبداللہ بن عمروہ ہے جسے عبادت نے تھکا دیا ہے؛ اگر وہ تنہا رہ جائے گا تو بیعت کر لے گا، لیکن حسین بن علی وہ ہیں کہ اگر اہل عراق ان کو دعوت دیں گے تو وہ قیام کریں گے؛ (۳) اگر وہ

.....

۱۔ عبداللہ بن زبیر پہلی یا دوسری ہجری میں متولد ہوا۔ جب عثمان کا گھراؤ ہوا تھا تو اسی نے عثمان کی مدد کی یہاں تک کہ خود مجروح ہو گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۲) یہ کام اس نے اپنے

باپ زبیر کے حکم پر انجام دیا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۵) اور عثمان نے زبیر سے اس کے سلسلہ میں ایک وصیت کی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۵۱) یہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا۔ اور اس کو حق کی طرف پلٹنے اور توبہ کرنے سے روکا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۲) عائشہ نے اسے بصرہ کے بیت المال کا امیر بنایا تھا کیونکہ یہ عائشہ کا مادری بھائی تھا جس کا نام ام رومان تھا (ج ۴، ص ۳۷۵) پھر یہ زخمی ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا پھر ٹھیک ہو گیا۔ (ج ۴، ص ۵۰۹) حضرت علی علیہ السلام نے اسے برائیوں کے فرزند کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ج ۴، ص ۵۰۹) یہ معاویہ کے ساتھ تھا تو معاویہ نے عمرو عاص کے ہمراہ اسے محمد بن ابی بکر سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب عمرو عاص نے محمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے محمد کے سلسلے میں سفارش کی لیکن معاویہ نے اس کی سفارش قبول نہیں کی (طبری، ج ۵، ص ۱۰۴) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ مکہ نکل گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۷۴) اور ۱۲ سال تک وہاں ان لوگوں سے لڑتا رہا یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جمادی الاولیٰ ۷۳ ھ میں حجاج نے اس کو قتل کر دیا۔ (ج ۶، ص ۱۸۷) اس کے ایک سال قبل اس کا بھائی مصعب انبار نامی جگہ پر قتل ہوا جس کی طرف خود عبدالملک نے اقدام کیا تھا۔

۲۔ اسد الغابہ میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت کے مطالبہ سے پہلے ہی مدینہ سے نکل گئے تھے اور حبشی نامی جگہ پر وفات ہو چکی تھی جو مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ واقعہ ۵۵ ھ کا ہے لہذا یہ بات معاویہ کی وصیت سے یہ موافقت نہیں رکھتی ہے، واللہ اعلم۔

۳۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے جیسا کہ یعقوبی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق نے امام علیہ السلام کو اس وقت خط لکھا جب آپ مدینہ میں تھے اور امام حسن علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کے حق کے لئے قیام کے منتظر ہیں۔ جب معاویہ نے یہ سنا تو اس پر اس نے امام علیہ السلام کی مذمت کرنے کی کوشش کی۔ امام علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی اور اس کو خاموش کر دیا۔

خروج کریں تو ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کرنا لیکن ان کے قتل سے درگزر کرنا اور گزشتہ سیاست پر عمل کرنا (۱) کیونکہ ان سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کا حق بھی بزرگ ہے۔ اور جہاں تک ابو بکر کے بیٹے کی بات ہے تو اس کی رائے وہی ہوگی جو اس کے حاشیہ نشینوں کا مطمح نظر ہوگا۔ اس کا ہم و غم فقط عورتیں اور لہو و لعب ہے؛ لیکن جو شیر کی طرح تمہاری گھات میں لگا ہے اور لومڑی کی طرح تجھ کو موقع ملتے ہی فریب دینا چاہتا ہے اور اگر فرصت مل جائے تو تجھ پر حملہ کر دے وہ ابن زبیر ہے؛ اگر اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ (۲)

معاویہ کی ہلاکت

۶۰ھ میں معاویہ واصل جہنم ہوا (۳) معاویہ کی موت کے بعد ضحاک بن قیس فہری (۴) اپنے ہاتھوں میں معاویہ کا کفن لپیٹے باہر نکلا اور منبر پر گیا۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور اس طرح کہنے لگا: بیشک معاویہ قوم عرب کی تکلیہ گاہ تھے۔ ان کی شمشیر براں کے ذریعہ خدا نے فتنوں کو

ٹالا، بندوں پر حکومت عطا کی اور ملکوں پر فتح و ظفر عنایت فرمائی۔ اب وہ مرچکے ہیں اور یہ ان کا کفن ہے ہم اس میں ان کو لپیٹ کر قبر میں لٹادیں

.....

۱۔ یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ امیر شام نے یہ کہا تھا کہ فان خرج علیک فظفرت ، یعنی اگر وہ خروج کریں تو ان کے ساتھ فتح و ظفر تک لڑتے رہنا لیکن قتل نہ کرنا۔ اس طرح وہ دو خوبیوں کو جمع کرنا چاہتا تھا؛ ایک فتح و ظفر دوسرے انتقام نہ لینا۔ اس مطلب پر معاویہ کا وہ خط دلالت کرتا ہے جو اس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا اور اپنے غلام سرجون رومی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا تھا؛ جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ اگر عراق میں حالات خراب ہونے لگیں تو فوراً بن زیاد کو وہاں بھیج دینا؛ جیسا کہ آئندہ اس کی روداد بیان ہوگی۔

۲۔ اس کی روایت خوارزمی نے اپنی کتاب کے ص ۱۷۵ پر کچھ اضافے کے ساتھ کی ہے۔

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۲۴ پر ہشام بن محمد کا بیان ہے اور ص ۳۳۸۔ پر ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ ماہ رجب ۶۰ھ میں یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

۴۔ ضحاک بن قیس فہری جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھا۔ وہاں معاویہ نے اسے پیادہ یا قلب لشکر کا سربراہ بنایا تھا۔ اس کے بعد اپنی حکومت میں جزیرہ حران کا والی بنایا۔ وہاں پر عثمان کے چاہنے والے کوفہ و بصرہ سے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس پر علی علیہ السلام نے اس کی طرف مالک اشتر نخعی کو روانہ کیا اور ۳۶ھ میں جناب مالک اشتر نے

اس سے جنگ کی، پھر

معاویہ نے دمشق میں اسے اپنی پولس کی سربراہی پر مقرر کر دیا یہاں تک کہ ۵۵ھ میں جب یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اسے کوفہ بھیج دیا۔ پھر ۵۸ھ میں اسے کوفہ سے واپس بلا کر دوبارہ پولس کا سربراہ بنا دیا۔ ۶۰ھ تک وہ اس عہدے پر مقرر رہا یہاں تک کہ بصرہ سے عبید اللہ بن زیاد کا ایک گروہ وفد کی شکل میں وہاں پہنچا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی۔ (مسعودی، ج ۲، ص ۳۲۸)

ان واقعات کی طبعی مسیر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت تک اپنے منصب پر باقی تھا جب آل محمد کا قافلہ شام پہنچا ہے۔ ۶۴ھ میں معاویہ بن یزید مر گیا تو پہلے ضحاک نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا پھر لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ جب مروان مدینے سے اور عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہنچے تو ابن زیاد نے مروان کو خلافت کی لالچ دلائی لہذا مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور لوگوں نے مروان کی بیعت کر لی، اس پر ضحاک دمشق میں متخصن ہو گیا پھر وہاں سے نکل کر مقام مرج راھط (دمشق سے چند میل کے فاصلہ) پر مروان سے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ۲۰ دنوں تک یہ جنگ چلتی رہی۔ آخر کار ضحاک کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ خود مارا گیا۔ اس کا سر ماہ محرم ۶۴ھ میں ۶۵ھ میں مروان کے پاس لایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۵، ۵۴۴) یہ شخص اتنا ملعون تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہر نماز کے قنوت میں اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۱ و وقعتہ صفحہ ۶۲)

گے اور ان کو ان کے عمل کے ساتھ وہاں چھوڑ دیں گے۔ تم میں سے جو ان کی تشییع جنازہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے وہ ظہر کے وقت آجائے، اس کے بعد اس نے نامہ بر کے ذریعہ یزید کے پاس معاویہ کی بیماری کی خبر بھجوائی۔ (۱)

.....

۱۔ طبری نے وصیت کو اسی طرح نامہ بر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نامہ بر یزید تک پہنچا لیکن یزید نے کب سفر کیا اور کہاں غائب تھا اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم (متوفی ۱۵۷ھ) سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ یزید غائب تھا تو معاویہ نے ضحاک بن قیس جو اس وقت اس کی پولس کا سربراہ تھا اور مسلم بن عقبہ مری جس نے مدینہ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یزید کے لشکر کی سربراہی کی تھی، کو بلا یا اور ان دونوں سے وصیت کی اور کہا: تم دونوں یزید تک میری یہ وصیت پہنچا دینا۔

وصیت کی یہ روایت ابوحنیف کی روایت سے کچھ مختلف ہے۔ بطور نمونہ (الف) ابوحنیف کی روایت میں چار افراد کا تذکرہ ہے جن سے معاویہ کو خوف تھا کہ وہ یزید کی مخالفت کریں گے جن میں سے ایک عبدالرحمن بن ابی بکر ہے لیکن اس روایت میں مذکورہ شخص کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (ب) ابوحنیف کی روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام سے عفو و گذشت سے کام لینا لیکن اس روایت میں ہے کہ امید ہے کہ خدا ان کو کوفیوں کے لشکر سے بچائے جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو تنہا چھوڑ دیا۔ (ج) ابوحنیف کی روایت میں ہے کہ ابن زبیر کو کلڑے کلڑے کر دینا لیکن اس روایت میں صلح کی وصیت ہے اور قریش

کے خون سے آغشته نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ یزید کا ولید کو خط لکھ کر لوگوں کا نام پیش کرنا اور اس میں ابن ابی بکر کا تذکرہ نہ کرنا اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ اسی طرح سر جوں رومی کے پاس محفوظ خط میں معاویہ کا ابن زیاد کو عراق کے حاکم بنانے کی وصیت کرنا بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے۔

اب رہا سوال کہ یزید کہاں غائب تھا تو طبری نے علی بن محمد سے (ج ۵، ص ۱۰) پر روایت کی ہے کہ یزید مقام حوارین پر تھا۔ خوارزمی نے (ص ۱۷۷) پر ابن اعثم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید اس دن وصیت کے بعد شکار کے لئے نکل گیا تھا۔ اس طرح وصیت کے وقت حاضر ہونے اور موت کے وقت غائب رہنے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

خط کو پڑھ کر یزید نے یہ کہا:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ

فأوجس القلب من قرطاسه فزعا

قلنا لك الويل ما ذافي كتابكم؟

كأن اغبر من اركانها انقطاعا

من لا تنزل نفسه توفى على شرف

توشك مقاليد تلك النفس ان تقعا

لما انتهينا وباب الدار منصفق

وصوت رمله ريع القلب فانصدعا (۱)

نامہ برشتاباں خط لے کر آیا، جس کی وجہ سے دل بیتاب اور ہراساں ہو گیا، میں نے اس سے

کہاوائے ہوتجھ پر تیرے اس خط میں کیا پیغام ہے، گویا زمین اپنے ارکان سے جدا ہوگئی ہے، اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ بستر علالت پر ہیں، یہ سن کر میں نے کہا: جس کی حیات شرافت و درستی سے عجیب ہے قریب ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے، جب پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور دل رملہ کے نالہ و شیوان سے پھٹنے لگا۔

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے ماہ رجب میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ بن ابوسفیان، (۲) مکہ کا حاکم عمر بن سعید بن عاص، (۳) کوفہ (۴) کا حاکم نعمان بن بشیر انصاری، (۵) اور بصرہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد (۶) تھا۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۲۷۔ یہ روایت ہشام بن محمد سے ابی مخنف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ اسی نے کہا: لمات معاویہ خرج... جب معاویہ کو موت آئی تو وہ نکلا...
 ۲۔ ۵۸ھ میں یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو یزید نے اس سال اسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اس کا باپ عتبہ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ تھا اور اس کے دادا کو حضرت علی علیہ السلام نے فی

النار کیا تھا۔ (واقعہ صفین، ص ۱۷) آخری موضوع جو تاریخ طبری میں اس شخص کے سلسلے میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ہلاکت کے بعد ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے بلا یا تو ولید نے اسے گالیاں دیں جس پر ضحاک نے اس کو قید کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۳) متمتہ المصتفی کے ص ۴۹ پر محدث قتی فرماتے ہیں کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے جنازہ پر نماز پڑھتے وقت ولید پر حملہ کیا گیا اور اسی حملہ میں وہ مر گیا۔

۳۔ ماہ رمضان ۶۰ھ میں یزید نے اسے مدینہ کا گورنر بنایا پھر موسم حج کی سربراہی بھی اسی کے سپرد کی۔ اس نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا۔ یہ مطلب اس روایت کی تائید کرتا ہے جس میں اس طرح بیان ہوا ہے: ان یزید اوصاہ بالفتک بالحسین ابنما وجد ولو کان متعلقا باستار الکعبہ یزید نے اپنے اس پلید عنصر کو حکم دیا کہ حسین کو جہاں پاؤ قتل کر دو چاہے وہ خانہ کعبہ کے پردہ سے کیوں نہ لپٹے ہوں۔

خالد بن معاویہ بن یزید (جو مروان بن حکم کے بعد حاکم بنا تھا) کے بعد عمرو بن سعید اموی۔ حکمرانی کے لئے نامزد ہوا۔ بیعت کے مراسم مقام جولان میں ادا کئے گئے جو دمشق اور اردن کے درمیان ہے۔ بیعت کا یہ جشن ۴ یا ۵ ذی قعدہ ۶۴ھ چہار شنبہ یا پنجشنبہ کے دن منایا گیا۔ یہ واقعہ معاویہ بن یزید کی ہلاکت کے بعد ہوا اور اسی دن سے دمشق کی حکومت عمرو بن سعید کے ہاتھوں میں آگئی۔

پھر جب ضحاک بن قیس فہری دمشق سے ان لوگوں کی طرف نکلتا کہ لوگوں کو اپنی طرف یا ابن زبیر کی طرف دعوت دے اور مروان نے ارادہ کیا کہ اس سے نبرد آزما کرے تو عمرو بن

سعید میمنہ پر تھا (طبری، ج ۵، ص ۲۲۷) پھر اس نے مروان کے لئے مصر کو فتح کیا اور مصعب بن زبیر سے فلسطین میں جنگ کی یہاں تک کہ اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴۰) وہاں سے لوٹ کر جب یہ مروان کے پاس آیا تو مروان کو معلوم ہوا کہ حسان بن بجدل کلبی جو یزید بن معاویہ کا ماموں اور قبیلہ بنی کلاب کا بزرگ تھا (یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کے لئے براہیجینہ کیا تو لوگوں نے اس کی بیعت کی) اس نے خود جا کر لوگوں سے عمرو بن سعید کے لئے بیعت لی۔ یہ خبر سنتے ہی مروان نے حسان کو بلا یا اور جو بائیس اس تک پہنچی تھیں اس سے باخبر کرایا تو حسان نے انکار کرتے ہوئے کہا: انا کفیک عمراً میں عمرو کے لئے تنہا ہی کافی ہوں، پھر جب رات کے وقت لوگ جمع ہوئے تو وہ تقریر کے لئے اٹھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اس پر لوگوں نے اس کی بیعت کی۔ ۶۹ھ یا ۷۰ھ یا ۷۱ھ میں عبد الملک بن مروان زفر بن حارث کلابی سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکلا یا دیر جا ثلیق کی طرف گیا تاکہ مصعب بن زبیر سے جنگ کرے اور دمشق میں اپنا جانشین عبد الرحمن ثقفی کو بنا یا تو اشراق نے عبد الملک سے کہا: انک خارج الی العراق فاجعل لی ہذا الامر من بعدک آپ عراق جا رہے ہیں لہذا اپنی جگہ پر مجھے جانشین بنا دیجئے۔ اس کے بعد اشراق دمشق پہنچا تو ثقفی وہاں سے بھاگ گیا، پھر جب عبد الملک دمشق پہنچا تو اس نے صلح کرائی اس کے بعد وہ دمشق میں داخل ہوا پھر اسی نے راتوں رات اپنے ہی محل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۰-۱۴۸) اس کا باپ سعید بن عاص وہی ہے جو عثمان کے دور

حکومت میں کوفہ کا گورنر تھا اور شراب پیتا تا، اہل کوفہ نے اس کی عثمان سے شکایت کی لیکن اسکے باوجود بھی وہ شراب نوشی کی عادت سے باز نہیں آیا لہذا امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی۔

مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۶۴، پر ابن حجر پیشی نے اور تطہیر الجنان میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا ہے: لیرفعن علی منبری جبار من جبارۃ بنی امیہ فیسیل رعاقتہ بنی امیہ کے ظالم و جابر حکمرانوں

میں سے ایک جبار کی نکسیر میرے منبر پر پھوٹے گی اور اس کا خون جاری ہوگا۔ پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی عمرو بن سعید کے سلسلے میں سچی ثابت ہوئی کیونکہ اس کی نکسیر اس وقت پھوٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے منبر پر بیٹھا تھا یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہونے لگا۔

۴۔ جلوائی میں مسلمانوں کو کامیابی ملنے کے بعد سپہ سالار لشکر سعد بن ابی وقاص نے عمر کو خط لکھا جس کا عمر نے اس طرح جواب دیا: ابھی وہیں رہو اور لوگوں کی بات نہ سنو اور اسے مسلمانوں کے لئے دار ہجرت اور منزل جہاد قرار دو! تو سعد نے مقام انبار پر پڑاؤ ڈالا لیکن وہاں فوج شدید بخار میں گرفتار ہو گئی تو سعد نے خط لکھ کر عمر کو باخبر کیا؛ عمر نے سعد کو یہ جواب دیا: عرب کے لئے وہی زمین مناسب ہے جہاں اونٹ اور بکریاں آرام سے رہ سکیں لہذا ایسی جگہ دیکھو جو دریا کے کنارے ہو اور وہیں پڑاؤ ڈال دو۔ سعد وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، (طبری، ج ۳، ص ۵۷۹) کوفہ کے معنی ریتیلی اور پتھریلی زمین ہے (طبری، ج ۳، ص ۶۱۹) جہاں فقط سرخ ریت ہوتی ہے اسے سہلہ کہتے ہیں اور جہاں یہ

دونوں چیزیں ملی ہوں اسے کوفہ کہتے ہیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱) کوفہ میں ۳ دیر تھے: دیر حرقة، دیرام عمر و اور دیر سلسلہ۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱) ان مسلمانوں نے محرم ۱۷ھ میں نزل اور بانس سے مکان تیار کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد شوال کے مہینہ میں ایک بھیانک آگ نے سارے کوفہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جسکی وجہ سے ۸۰ سائبان نذر آتش ہو گئے اور تمام نزل اور بانس کے بنے ہوئے مکان جل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سعد نے ایک آدمی کو عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بات کی اجازت لے کر آئے کہ یہاں اینٹ کے مکانات تعمیر ہو سکیں۔ عمر نے کہا: اسے انجام دو لیکن خیال رہے کہ ہر گھر میں ۳ کمروں سے زیادہ نہ ہوں اور اس سلسلے میں کوئی زیادہ روی نہ ہو۔ اس وقت گھروں کی تعمیر کا ذمہ دار ابو الہیاج تھا، لہذا سعد نے عمر کے بتائے ہوئے نقشہ کو اس کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ اس روش کے مکانات تعمیر کرائے۔ اس طرح اس شہر کی تعمیر نو کا آغاز ہوا جس کا نام کوفہ ہے۔ عمر نے اپنے نقشہ میں لکھا تھا کہ اصلی شاہراہ ۴ ذراع ہو اور اس کے اطراف کی سڑکیں اہمیت کے اعتبار سے ۲۰ اور ۳۰ ذراع ہوں۔ اسی طرح گلیاں ۷ میٹر ہوں، لہذا انچھیروں کی ایک کمیٹی نے بیٹھ کر مشورہ کرنے کے بعد کام شروع کیا۔ ابو الہیاج نے سب کے ذمہ کام تقسیم کر دیا سب سے پہلے جو چیز کوفہ میں بنائی گئی وہ مسجد ہے۔ مسجد کے اطراف میں بازار بنایا گیا جس میں کھجور اور صابون بیچنے والے رہنے لگے اس کے بعد ایک بہترین تیر انداز درمیان سے اٹھا اور اس نے داہنی طرف، آگے اور پیچھے تیر پھینکا اور حکم دیا کہ جو چاہے تیر کے گرنے کی جگہ کے آگے سے اپنے اپنے گھر بنا لے اور مسجد کے آگے ایک سائبان بنایا گیا

جو سنگ مرمر کا تھا اور کسریٰ سے لایا گیا تھا۔ اس کی چھت رومیوں کے کنیسہ جیسی تھی۔ بیچ میں ایک خندق کھودی گئی تاکہ مکان بنانے میں آگے پیچھے نہ کر سکیں۔ سعد کے لئے ایک ایسا گھر بنایا گیا جس کا ایک راستہ دوسو ذراع کا بنایا گیا جو نقیبوں کے لئے تھا جس میں بیت المال بنائے گئے۔ یہی قصر کوفہ کہا جاتا ہے جسے روز بہ روزہ نے مقام حیرة سے اینٹیں لا کر کسری جیسی عمارت بنائی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۴-۴۵) سعد نے اس محل میں سکونت اختیار کی؛ جو محراب مسجد سے متصل تھا اور اسی میں بیت المال رکھا اور اس پر ایک نقیب (نگراں) کو معین کیا جو لوگوں سے اموال لیتا تھا۔ ان تمام مطالب کی روداد سعد نے عمر تک پہنچائی۔ اس کے بعد مسجد کو منتقل کیا گیا اور

اس کی عمارت کو قصر کی اینٹوں کو توڑ کر بنایا گیا جو مقام حیرة میں کسری کی طرح تھا اور قصر کے آخر میں قبلہ کی طرف بیت المال قرار دیا گیا۔ اس طرح مسجد کا قبلہ قصر کے دائیں طرف تھا اور اسکی عمارت مرمری تھی جس کے پتھر کسری سے لائے گئے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۴) مسجد کے قبلہ کی طرف ۴ راستے بنائے گئے اور اس کے پچھم، پورب ۳۳ سڑکیں بنائی گئیں۔ مسجد اور بازار سے ملی ہوئی جگہ پر ۵ سڑکیں بنائی گئیں۔ قبلہ کی سڑک کی طرف بنی اسد نے مکان بنانے کے لئے انتخاب کیا۔ اسد اور نخع کے درمیان ایک راستہ تھا، نخع اور کندہ کے درمیان ایک راستہ تھا۔ کندہ اور ازد کے درمیان ایک راستہ تھا۔ صحن کے شرقی حصہ میں انصار اور مزینہ رہنے لگے، اس طرح تمیم اور محراب کے درمیان ایک راستہ تھا۔ اسد اور عامر کے درمیان ایک راستہ تھا۔ صحن کے غربی حصہ میں بجلہ اور بجیلہ نے منزل کے لئے انتخاب

کیا۔ اسی طرح جدیلہ اور اخلاط کے درمیان ایک راستہ اور سلیمان وثقیف کے درمیان دو راستے تھے جو مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ ہمدان ایک راستہ پر اور بجیلہ ایک راستہ پر تھے، اسی طرح تمیم اور تغلب کا ایک راستہ تھا۔ یہ وہ سڑکیں تھیں جو بڑی سڑکیں کہی جاتی تھیں۔ ان سڑکوں کے برابر کچھ اور سڑکیں بنائی گئیں پھر ان کو ان شاہراہوں سے ملا دیا گیا۔ یہ دوسری سڑکیں ایک ذراع سے کم کے فاصلہ پر تھیں۔ اسی طرح اس کے اطراف میں مسافرین کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنائے گئے تھے۔ وہاں کے بازار مسجدوں کی روش پر تھے جو پہلے آکر بیٹھ جاتا تھا وہ جگہ اسی کی ہو جاتی تھی یہاں تک کہ وہاں سے اٹھ جائے یا چیزوں کے بیچنے سے فارغ ہو جائے (طبری، ج ۴، ص ۴۵-۴۶) اور تمام دفاعی نظام بھی برقرار کئے گئے، منجملہ ۴ ہزار تیز رفتار گھوڑے بھی رکھے گئے۔ اس طرح شہر کوفہ مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیر ہو

۵۔ نعمان مدینہ میں قبیلہ خزرج کی ایک فرد تھا۔ شیخ طوسی نے رجال میں ص ۳۰ پر اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور طبری نے ج ۴، ص ۴۳۰ پر اسے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے سرپچی کی ہے۔ اس کے بعد یہ معاویہ سے ملحق ہو گیا اور جنگ صفین میں اسی کے ہمراہ تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے ایک فوج کے ساتھ اسے عین التمر شب خون کے لئے بھیجا۔ اس مطلب کو طبری نے ۳۹ ہجری کے واقعات ج ۵، ص ۱۳۳ پر لکھا ہے پھر ۵۸ھ میں معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنا دیا۔ یہ اس عہدہ پر باقی رہا یہاں تک کہ معاویہ کیفر کردار تک

پہنچ گیا اور یزید نے مسند سنبھالی۔ آخر کار اس کی جگہ پر یزید کی جانب سے ۶۰ ھ میں عبید اللہ بن زیاد نے گورنری کی باگ ڈور سنبھالی۔ اب نعمان نے یزید کی راہ لی اور امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے تک اسی کے پاس رہا۔ پھر یزید کے حکم پر اہل حرم کے ہمراہ مدینہ گیا (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) وہاں سے شام لوٹ کر یزید کے پاس رہنے لگا یہاں تک کہ یزید نے اسے پھر مدینہ بھیجا تا کہ وہ انصار کو عبد اللہ بن حنظلہ سے دور رہنے کا مشورہ دے اور یزید کی مخالفت سے انہیں ڈرائے دھمکائے لیکن انصار نے ایک نہ سنی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۸۱)

۶۰-۲۰ ھ میں عبید اللہ بن زیاد پیدا ہوا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) ۴۱ ھ میں بسر بن ارطاة نے بصرہ میں اسے اس کے دو بھائیوں عماد اور عبد الرحمن کے ہمراہ قید کر لیا اور زیاد کے نام ایک خط لکھا کہ یا تم فوراً تم معاویہ کے پاس جاؤ یا میں تمہارے

بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۸) ۵۳ ھ میں زیاد مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۸) اس کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے ۵۴ ھ میں اسے خراسان کا گورنر بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۷) اس کے بعد ۵۵ ھ میں بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ خراسان سے نکل کر بصرہ جاتے وقت اس نے اسلم بن زرعہ کلابی کو اپنا جانشین بنا یا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۶) جس زمانے میں خراسان میں اس نے کوہ نجاری پر حملہ کیا اور اس کے دو شہر راہمیشہ اور بیر جند کو فتح کر لیا اسی وقت اپنے سپاہیوں میں سے دو ہزار تیر اندازوں کو اس نے لیا اور ان کی تربیت کے بعد انہیں اپنے ساتھ لیکر بصرہ روانہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) اس کا ایک بھائی عماد بن زیاد، سجستان کا گورنر تھا اور دوسرا بھائی

عبدالرحمن بن زیاد اپنے بھائی عبید اللہ ہی کے ہمراہ خراسان کی حکمرانی میں تھا، وہ اس عہدہ پر دو سال تک رہا (طبری، ج ۵، ص ۲۹۸) پھر کرمان کی حکومت کو بھی عبید اللہ بن زیاد نے ہی سنبھال لیا اور وہاں اس نے شریک بن اعور حارثی ہمدانی کو بھیج دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) یزید نے عباد کو سجستان سے اور عبدالرحمن کو خراسان سے معزول کر کے ان کے بھائی سلم بن زیاد کو گورنر بنا دیا اور سجستان اس کے بھائی یزید بن زیاد کو بھیج دیا (طبری، ج ۵، ص ۴۷۱) پھر اسے کوفہ کی گورنری بھی ۶۰ھ میں دیدی اور بصرہ میں اس کے بھائی عثمان بن زیاد کو حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۸) جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو یہ ملعون ۴۰ سال کا تھا اور اس عظیم واقعہ کے بعد یہ ۶۱ھ میں پھر کوفہ سے بصرہ لوٹ گیا۔ جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ ہلاک ہو گیا تو بصرہ والوں نے اس کی بیعت کر لی اور اسکو خلیفہ کہنے لگے لیکن پھر اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ شام چلا گیا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۳) اس سفر میں اس کے ساتھ اس کا بھائی عبداللہ بھی تھا۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) وہاں اس نے مروان کی بیعت کی اور اس کو اہل عراق کے خلاف جنگ کے لئے اکسایا تو مروان نے اسے ایک فوج کے ساتھ عراقیوں کے خلاف جنگ کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۳) وہاں اس نے تو ابین سے جنگ کی اور ان کو ہرا دیا یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۸) پھر ۶۶ھ میں جناب مختار سے نبرد آزما ہوا (طبری، ج ۶، ص ۸۱) اور اسی میں اپنے شامی ہمراہیوں کے ساتھ ۶۷ھ میں قتل کر دیا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۸۷) لیکن یزید نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس کا سارا ہم و غم یہ تھا کہ ان لوگوں سے بیعت

حاصل کرے جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کی درخواست کو یزید کی بیعت کے سلسلے میں ٹھکرا دیا تھا اور کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے سلسلہ میں اپنا ہاتھ دینا نہیں چاہتے تھے، لہذا آسودہ خاطر ہونے کے لئے اس نے مدینہ کے گورنر ولید کو ایک خط اس طرح لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عتبہ... اما بعد: فان معاویۃ کان عبد من عبد اللہ، اکرمہ اللہ واستخلفہ، و خولہ و کن لہ فعاش بقدر و مات باجل، فرحمہ اللہ! فقد عاش محموداً! و مات بزازاً تقیاً! والسلام

یزید امیر المؤمنین کی طرف سے ولید بن عتبہ کے نام، اما بعد... حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس کو خدا نے مورد احترام و اکرام قرار دیا اور خلافت و اقتدار عطا فرمایا اور بہت سارے امکانات دیئے۔ ان کی زندگی کی جتنی مدت تھی انہوں نے اچھی زندگی بسر کی اور جب وقت آ گیا تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ خدا ان کو اپنی رحمت سے قریب کرے۔ انہوں نے بڑی اچھی زندگی بسر کی اور نیکی اور شائستگی کے ساتھ دنیا سے گزر گئے۔ والسلام

پھر ایک دوسرے کاغذ پر جو چوہے کے کان کی طرح تھا یہ جملے لکھے:

اما بعد فخذ حسینا و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر با لبيعة اخذا
شدیداً لیست فیہ رخصة حتی یبایعوا، والسلام (۱)
اما بعد، حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر سے سختی کے ساتھ مہلت دیئے بغیر فوراً
بیعت حاصل کرو۔ والسلام

معاویہ کی خبر مرگ پاتے ہی (۲) ولید نے فوراً مروان بن حکم (۳) کو بلوایا تاکہ اس سلسلے میں

اس سے مشورہ کر سکے۔ (۴)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۳۸، اس خبر کو طبری نے ہشام کے حوالے سے اور ہشام نے ابو مخنف کی زبانی نقل کیا ہے۔ یہ ان متعدد روایتوں میں سے پہلی روایت ہے جنہیں طبری نے آپس میں ملا دیا ہے اور ہر روایت کے شروع میں قال کہا ہے۔ یہ تمام روایتیں ابو مخنف کی طرف مستند ہیں۔

طبری کی روایت میں ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے یہی جملہ نقل ہوا ہے جس میں فقط شدت اور سختی کا تذکرہ ہے، قتل کا ذکر نہیں ہے۔ ہشام کے حوالے سے سبط بن جوزی کی روایت میں بھی یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ (ص ۲۳۵) ارشاد کے ص ۲۰۰ پر شیخ مفید نے بھی اسی جملہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ہشام اور مدائنی کا حوالہ موجود ہے لیکن یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ج ۲، ص ۲۲۹ پر خط کا مضمون اس طرح نقل کیا ہے:

اذ اتاك كئابى هذا فأ حضر الحسين بن على، و عبد الله بن زبير فخذهما بالبيعة، فان امتنعاً فاضرب أعناقهما و ابعث الی برؤوسهما، وخذ الناس بالبيعة، فمن امتنع فأ نفذ فيه الحكم، و في الحسين بن على و عبد الله بن زبير، و السلام

جیسے ہی تم کو میرا خط ملے ویسے ہی حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر کو حاضر کرو اور ان دونوں سے بیعت حاصل کر! اگر انکار کریں تو ان کی گردن اڑا دو اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو! لوگوں سے بھی بیعت لو اور انکار کرنے پر ان کے ساتھ بتائے ہوئے حکم پر عمل کرو! وہی جو حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر کے بارے میں بتایا ہے۔ و السلام

خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۰ پر ابن اعثم کے حوالے سے خط کو نقل کیا ہے۔ یہ خط بعینہ طبری کی ہشام کے حوالے سے منقول روایت کی طرح ہے فقط اس جملہ کا اضافہ کیا ہے: ...ومن ابی علیک منہم فاضرب عنقه والبعث الی براسہ، ان میں سے جو انکار کرے اس کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس روانہ کرو! یزید کا یہ خط ولید کو ۲۶ جب شب جمعہ کو موصول ہوا تھا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو الوداع کہنے کی تاریخ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ مورخین نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی ہے کہ یزید نے یہ خط کب لکھا اور کب قاصد کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ شام سے مدینہ کی مسافت میں کتنا وقت لگا۔ ہاں طبری نے (ج ۵، ص ۴۸۲) پر ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے جو روایت نقل کی اس سے ہم کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، کیونکہ عبدالملک بن مروان نے یزید کو جو خط لکھا تھا کہ ہم لوگ مدینہ میں محصور ہیں لہذا فوج بھیجو جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ سامنے آیا اس میں یہ ملتا ہے کہ قاصد کو آمد و رفت میں ۲۴ دن لگے؛ بارہ دن جانے میں اور ۱۲ دن واپس لوٹنے میں۔ اس وقت یہ قاصد کہتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد میں فلاں وقت عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا، اس کے علاوہ طبری کے دوسرے بیان سے بھی کچھ اندازہ لگتا ہے کیونکہ طبری نے ج ۵، ص ۴۹۸ پر واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا اور مدینہ میں اس کی خبر مرگ ربیع الآخر کے شروع میں موصول ہوئی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر ۱۶ دنوں بعد ملی۔

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے باپ حکم بن عاص کے ہمراہ مدینہ سے

باہر نکال دیا تھا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا، لیکن عثمان نے اسے اپنی حکومت میں جگہ دی اور اپنی بیٹی نائلہ کی اس سے شادی کر دی اور افریقا سے مصالحت کے بعد جو ایک خطیر رقم آئی تھی جس کا ایک حصہ ۳۰۰ قطار سونا تھا وہ اسے دیدیا (طبری، ج ۴، ص ۲۵۶) اور اسنے ان اموال کی مدد سے نہر مروان کی خریداری کی جو تمام عراق میں پھیلی ہوئی تھی (طبری، ج ۴، ص ۲۸۰) اس کے علاوہ مروان کو ۱۵ ہزار دینار کی ایک رقم اور دی (طبری، ج ۴، ص ۳۴۵) سب سے بری بات جو ہوئی وہ یہ کہ عثمان، مروان کے ہاتھوں کی کٹھ تلی بن گئے۔ وہ جو چاہتا تھا یہ وہی کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے عثمان کو خیر خواہی میں سمجھایا تھا۔ جب عثمان کا محاصرہ ہوا تو عثمان کی طرف سے اس نے لڑنا شروع کیا جس کے نتیجے میں خود اس پر حملہ ہوا پھر لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ایک بوڑھی دایہ جس نے اسے دودھ پلایا تھا مانع ہو گئی اور بولی: اگر تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو تو یہ مر چکا ہے اور اگر تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو بری بات ہے (طبری، ج ۴، ص ۳۶۴) وہاں سے اس کا غلام ابو حفصہ یمانی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۸۰) اسی واقعہ کے بعد مروان کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور آخر وقت تک ایسی ہی رہی۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۹۴)

یہ شخص جنگِ جمل میں شریک تھا اور دونوں نمازوں کے وقت اذان دیا کرتا تھا۔ اسی نے طلحہ پر ایسا تیر چلایا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ خود بھی یہ جنگ میں زخمی ہو گیا تھا لہذا وہاں سے بھاگ کر مالک بن مسمع غزاری کے یہاں پہنچا اور اس سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے

درخواست کو قبول کر لیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) جب وہاں سے پلٹا تو معاویہ سے جا ملا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۴۱) معاویہ نے بھی عام الجمانتہ کے بعد اسے مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ ۴۴ھ میں اس نے مسجد میں پیش نماز کی خاص جگہ بنانے کی بدعت رائج کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۱۵) اس کے بعد معاویہ نے فدک اس کے سپرد کر دیا لیکن پھر واپس لے لیا (ج ۵، ص ۵۳۱) ۴۹ھ میں معاویہ نے اسے معزول کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۲) ۵۴ھ میں ایک بار پھر مدینہ کی گورنری اس کے سپرد کر دی۔ ۵۶ھ میں معاویہ نے حج انجام دیا تو وہاں اس نے چاہا کہ مروان یزید کی بیعت کی توثیق کر دے (طبری، ج ۵، ص ۳۰۴) لیکن پھر معاویہ ۵۸ھ تک اپنے اس ارادے سے منصرف ہو گیا۔ ۵۶ھ میں ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مروان اس سے ہمیشہ منہ پھلائے رکھتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اہل حرم شام وارد ہو رہے تھے تو یہ ملعون دمشق میں موجود تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۲) ۶۲ھ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یہ مدینہ ہی میں تھا۔ یہی وہ ملعون ہے جس نے حکومت سے مدد مانگی تھی تو مدد کے طور پر یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۸۲) جب اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کے سامنے پہنچے تو بنی امیہ نے انہیں مروان کے گھر میں قید کر دیا جبکہ وہ ہزار آدمی تھے پھر ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام ینبع میں چھوڑ دیا امام علیہ السلام نے ان کی پرورش و حمایت کی ذمہ داری لے لی۔ امام علیہ السلام نے اس زمانے میں مدینہ کو چھوڑ دیا تھا تا کہ ان کے کسی جرم کے گواہ نہ بن سکیں (طبری، ج ۵، ص

۶۴ھ میں عبید اللہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی حکومت میں مدینہ کا گورنر بن گیا تو بنی امیہ مدینہ سے نکل بھاگے اور شام پہنچ کر مروان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۰) ۶۵ھ میں اس کو موت آگئی۔

۴۔ جب ولید گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد مدینہ پہنچا تو مروان ناراضگی کے اظہار کے ساتھ اس سے ملنے آیا۔ جب ولید نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے افراد کے درمیان مروان کی بڑی ملامت کی؛ جب یہ خبر مروان تک پہنچی تو ان دونوں کے آپسی رشتے اور رابطے تیر و تار ہو گئے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر لے کر نامہ بر آیا۔ چونکہ یہ موت ولید کے لئے بڑی صبر آزمائی تھی اور دوسری اہم مشکل جو اس کے سر پر تھی وہ یہ کہ اس خط میں حکم دیا گیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے بیعت لی جائے لہذا ایسی صورت میں اس نے مروان جیسے گھاگ آدمی کا سہارا لیا اور اسے بلوا بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۵)

مروان سے مشورہ

مروان نے جب یزید کا خط پڑھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اس کے لئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے اس سلسلے میں مشورہ لیتے ہوئے پوچھا: کیف تری ان نضع تم کیا کہتے ہو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس پر مروان نے کہا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی وقت تم ایک آدمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجو اور ان لوگوں سے بیعت طلب کرو اور کہو کہ فوراً مطیع ہو

جائیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے دست بردار ہو جاؤ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کی خبر ملے ان کے سر قلم کر دو؛ کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک ملک کے گوشہ و کنار میں شورش برپا کر کے قیام کر دے گا اور مخالفت کا بازار گرم ہو جائے گا اور یہ لوگ عوام کو اپنی طرف بلانے لگیں گے۔ (۱)

قاصد بیعت

یہ سنتے ہی ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو ایک نوجوان تھا (۲) امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا۔ اس نے تلاش کرنے کے بعد دونوں لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ وہ ان دونوں کے پاس گیا اور ان کو ایسے وقت میں ولید کے دربار میں بلایا کہ نہ تو وہ وقت ولید کے عام جلسے کا تھا اور نہ ہی ولید کے پاس اس وقت جایا جاتا تھا۔ (۳)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۹۹، اسی روایت کو ہشام نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے بھی ص ۱۸۱ پر اس کی روایت کی ہے۔

۲۔ یہ شخص ۹۱ھ تک زندہ رہا، کیونکہ ولید بن عبدالملک نے جب مدینہ میں بعض قریشیوں کا استقبال کیا تو یہ موجود تھا (طبری، ج ۶، ص ۵۶۵) القمقام کے بیان کے مطابق اس کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی اور اس کا لقب مطرف تھا۔ (القمقام، ص ۲۷۰) عبداللہ کا باپ عمرو

جو خلیفہ سوم عثمان کا بیٹا ہے یعنی یہ قاصد عثمان کا پوتا تھا۔ اس کی ماں کا نام ام عمرو بنت جندب ازدی تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۰) طبری نے جلد ۵، ص ۹۴ پر لکھا ہے کہ اس کی ماں قبیلہ دوس سے تھی۔ مسلم بن عقبہ نے واقعہ حرہ میں اسے بنی امیہ سے بے وفائی میں متہم کیا۔ جب اسے مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے عبداللہ بن عمرو کی بڑی مذمت کی اور حکم دیا کہ اس کی داڑھی کو نوچ ڈالا جائے۔

۳۔ وقت کے سلسلے میں ابو مخنف کی خبر اس حد تک ہے کہ

لقد یکن الولید یجلس فیہا للناس

ایسے وقت میں بلایا کہ جب کوئی عمومی جلسے کا وقت نہ تھا، لیکن یہ رات کا وقت تھا یا دن کا اس کی کوئی تصریح نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں کچھ ایسے قرآن موجود ہیں جس سے وقت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ۲۶ رجب جمعہ کے دن صبح کا واقعہ ہے۔

(الف)۔ روایت کا جملہ یہ ہے فارسل.. الیہما یدعوہما فتاہما فوجدہما فی المسجد فقال:

اجیباً الأمدیر یدعو کما فقلا لہ: انصرف، الآن نأتیہ۔

ولید نے اسے ان دونوں کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ قاصد نے تلاش کرتے ہوئے ان دونوں کو مسجد میں پایا تو کہنے لگا: امیر نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ اس پر ان دونوں نے کہا کہ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کو ایک ہی وقت میں بلایا گیا تھا۔ ابن زبیر سے ایک دوسری خبر میں یہ ہے کہ اس نے کہا: ہم ابھی آتے ہیں لیکن وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آیا اور چھپ گیا۔ ولید نے پھر دوبارہ قاصد کو بھیجا تو اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا۔ اس نے مسلسل تین یا چار باقاصدوں کو بھیج کر بے حد اصرار کیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا:

لا تجلونی، امھلونی فانی آتیکم اتنی جلدی نہ کرو تھوڑی سی مہلت دو، میں بس آہی رہا ہوں۔ اس پر ولید نے پانچویں مرتبہ اپنے گروگوں کو بھیج کر اسے بلوایا۔ وہ سب آ کر ابن زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے:

یأبن الكاهلیه! والله لتأتین الامیرا ولیقتلک

اے کاہلہ کے بیٹے تو فوراً امیر کے پاس آ جا ورنہ وہ تیرا سر کاٹ دے گا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے وہ پورا دن اور رات کے پہلے حصے تک وہاں جانے سے گریز کیا اور وہ ہر وقت یہی کہے جاتا تھا کہ ابھی آتا ہوں؛ لیکن جب لوگوں نے اسے برا بیخنتہ کیا تو وہ بولا: خدا کی قسم میں اتنے قاصدوں کی آمد سے پریشان ہو گیا ہوں اور اس طرح پے در پے لوگوں نے میرا جینا حرام کر دیا ہے لہذا تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو تا کہ میں امیر کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں جو ان کا منشاء اور حکم معلوم کر آئے۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ جعفر بن زبیر نے وہاں جا کر کہا: رحمک اللہ: اللہ آپ پر رحم کرے آپ عبد اللہ سے دست بردار ہو جائیے۔ آپ نے قاصدوں کو بھیج بھیج کر ان کا کھانا پانی حرام کر دیا ہے، ان کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے، انشاء اللہ وہ کل خود آ جائیں گے۔ آپ اپنے قاصد کو لوٹا لیجئے اور اس سے کہیے کہ ہم سے منصرف ہو جائے۔ اس پر حاکم نے شام کے وقت وہاں سے لوگوں کو ہٹا لیا اور ابن زبیر راتوں رات مدینے سے نکل گیا۔ گذشتہ سطروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید کا قاصد صبح میں آیا تھا، بلکہ واضح طور پر ذکر ہے کہ یہ سارے امور صبح میں انجام پائے کیونکہ عبارت کا جملہ یہ ہے:

فلبت بذالك نہارہ واول لیلہ

اس کے بعد ابن زبیر دن بھر اور رات کے پہلے حصے تک تمہارا چونکہ امام علیہ السلام اور ابن زبیر کو ایک ہی ساتھ بلا یا گیا تھا لہذا امام علیہ السلام کو بلائے جانے کا وقت بھی وقت صبح ہی ہوگا۔

(ب) روایت میں یہ جملہ موجود ہے فالحو علیہما عشیتہما تلک واول لیلہما ان لوگوں کو شام کے وقت اور شب کے پہلے حصے میں پھر بلوایا گیا۔ اس جملہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت بلا یا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک وہم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس جملہ میں جو ایک کلمہ موجود ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ، والحو علیہما میں الحاح اصرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے صبح کے وقت بلا یا گیا پھر اصرار اور تکرار دعوت میں شام سے رات

ہوگئی۔ خود یہ عبارت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ دعوت دن میں تھی، رات میں نہیں۔

(ج) ابو مخنف نے عبد الملک بن نوفل بن مسحق بن مخرمہ سے اور انھوں نے ابو سعید مقبری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد النبی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ روانہ ہو گئے (طبری، ج ۵، ص ۳۴۶) اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت بھی کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ابن زبیر اپنے گھر میں چھپ کر اپنے چاہنے والوں کے درمیان پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پورے دن اور رات کے پہلے حصے تک ٹھہرا رہا لیکن پچھلے پہر وہ مدینہ سے باہر نکل گیا۔ جب صبح ہوئی اور ولید نے پھر آدمی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ نکل چکا ہے۔ اس پر ولید نے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کے پیچھے دوڑایا لیکن کوئی بھی اس کی گرد پانہ پاسکا۔

سب کے سب لوٹ آئے اور ایک دوسرے کو سست کہنے لگے یہاں تک کہ شام ہوگئی (یہ دوسرا دن تھا) پھر ان لوگوں نے شام کے وقت قاصد کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اصحوا ثم ترون ونرى ذرا صبح تو ہو لینے دو پھر تم بھی دیکھ لینا ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اس پر ان لوگوں نے اس شب امام علیہ السلام سے کچھ نہ کہا اور اپنی بات پر اصرار نہ کیا پھر امام علیہ السلام اسی شب تڑکے نکل گئے۔ یہ یکشنبہ کی شب تھی اور رجب کے دودن باقی تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۳)

نتیجہ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن زبیر حاکم وقت کی طرف سے بلائے جانے کے بعد دن بھر ہی مدینہ میں رہے اور راتوں رات نکل بھاگے اور امام علیہ السلام دودن رہے اور تیسرے دن تڑکے نکل گئے۔ چونکہ امام علیہ السلام نے شب یکشنبہ مدینہ سے کوچ کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز جمعہ اور شب شنبہ اور روز شنبہ آپ مدینہ میں رہے اور یہ بلا واجمعہ کے دن بالکل سویرے سویرے تھا۔ اس بنیاد پر روایت یہ کا جملہ کہ ساءتم لم یکن الولید مجلس فیہا للناس (ایسے وقت میں بلا یا تھا جس وقت وہ عوام سے نہیں ملا کرتا تھا) قابل تفہیم ہوگا۔ ابن زبیر اور امام علیہ السلام جمعہ کے دن صبح مسجد میں موجود تھے؛ شاید یہ نماز صبح کے بعد کا وقت تھا۔ مقبری کے حوالے سے ابوحنیف کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے لوٹنے کے بعد اپنے ان دو بھروسہ مند ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جن کے ہمراہ آپ ولید کے دربار میں گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن صبح ہی میں ولید کا قاصد آیا تھا اور وہ رجب کی ۲۶ ویں تاریخ تھی، اسی لئے ولید اس دن عوام

کے لئے نہیں بیٹھتا تھا کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن دربار نہیں لگتا تھا۔

پس قاصد نے کہا: آپ دونوں کو امیر نے بلایا ہے اس پر ان دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ (۱) ولید کے قاصد کے جانے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اس بے وقت بلائے جانے کے سلسلے میں آپ کیا گمان کرتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: قد ظننت ان طایفہم قد هلك فبعث الينا لياخذنا بالبيعة قبل ان يفتشوا في الناس الخبر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا سرکش حاکم ہلاک ہو چکا ہے لہذا ولید نے قاصد کو بھیجا تا کہ لوگوں کے درمیان خبر پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے بیعت لے لی جائے۔

.....

۱۔ طبری ج، ۴، ص ۳۳۹ ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے بھی ص ۲۰۳ پر اور خوارزمی نے ص ۱۸۱ پر اس مطلب کو ذکر کیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں دو ہی افراد کا ذکر ہے جب کہ خط میں تین لوگوں کا تذکرہ تھا۔

روایت کے آخری ٹکڑے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقط امام علیہ السلام اور عبد اللہ بن زبیر کا ذکر کرنا اور عبد الرحمن بن ابوبکر اور عبد اللہ بن عمر کا ذکر نہ آنا شاید اس لئے ہے کہ پہلا یعنی پسر ابوبکر تو واقعہ سے پہلے ہی مر چکا تھا اور دوسرا یعنی عبد اللہ بن عمر مدینہ ہی میں نہیں تھا، جیسا کہ

طبری نے واقدی سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳) (۳)

مقتل خوارزمی میں اعثم کوفی کے حوالے سے ص ۱۸۱ پر اور اسی طرح سبط ابن جوزی نے ص

۲۳۵ پر اس قاصد کا نام جو ان دونوں کے پاس آیا تھا عمرو بن عثمان ذکر کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۲ پر اس کا نام عبدالرحمن بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔

اس پر ابن زبیر نے کہا: وما ظن غیرہ فما ترید ان تصنع؟ میرا گمان بھی یہی ہے تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اجمع فتیانی الساعة ثم امشی الیہ فاذا ابلغت الباب استسبم علیہ ثم دخلت علیہ ، میں ابھی ابھی اپنے جوانوں کو جمع کر کے ان کے ہمراہ دربار کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر ان کو دروازہ پر روک دوں گا اور تہا دربار میں چلا جاؤں گا۔ ابن زبیر: انی اخافہ علیک اذا دخلت جب آپ تہا دربار میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: لا آتیہ الا وانا علی الامتناع قادر تم فکر مت کرو میں ان کے ہر حربہ سے بے خوف ہو کر ان سے مقاومت کی قدرت رکھتا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چاہنے والوں اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے روانہ ہو گئے۔ دربار ولید کے دروازہ تک پہنچ کر اپنے اصحاب سے اس طرح گویا ہوئے:

انی داخل ، فان دعوتکم او سمعتم صوتہ قد علا فاقتموا علی باجمعکم والا فلا تبرحوا حتی اخرج الیکم

میں اندر جا رہا ہوں اگر میں بلاؤں یا اس کی آواز بلند ہو تو تم سب کے سب ٹوٹ پڑنا ورنہ یہیں پر ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ میں خود آ جاؤں۔ (۱)

.....

۱۔ شیخ مفید نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، ص ۲۰۰؛ سبط بن جوزی، ص ۲۳۶،

خوارزمی، ص ۱۸۳۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس

اس کے بعد امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے۔ اس کو سلام کیا اور وہاں پر مروان کو بیٹھا ہوا پایا جبکہ اس سے پہلے دونوں کے رابطہ میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت سے انجان بنتے ہوئے فرمایا:

الصلة خیر من القطیعه

رابطہ برقرار رکھنا توڑنے سے بہتر ہے۔

خدا تم دونوں کے درمیان صلح و آشتی برقرار فرمائے۔ ان دونوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ امام علیہ السلام آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ولید نے معاویہ کی خبر مرگ دیتے ہی فوراً اس خط کو پڑھ دیا اور آپ سے بیعت طلب کرنے لگا تو آپ نے فرمایا:

انا لله وانا اليه راجعون... أمّا ما سألتني من البيعة فان مثلي لا يعطي بيعة سرا
تم نے جو بیعت کے سلسلے میں سوال کیا ہے تو میرے جیسا آدمی تو خاموشی سے بیعت نہیں
کر سکتا

ولا أراك تجتزي بهامني سراً دون ان تظهرها على رؤوس الناس علانية ؟
میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں اعلان عام کئے بغیر مجھ سے خاموشی سے بیعت لینا
چاہو گے۔ ولید نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: فاذا خرجت الی الناس

فرد عوتم الی البیعة دعوتنا مع الناس فكان امرأ واحداً (۱) تو ٹھیک ہے جب باہر نکل کر لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہمیں بھی دعوت دینا تاکہ کام ایک بار ہو جائے۔ امام علیہ السلام کے سلسلے میں ولید عافیت کو پسند کر رہا تھا لہذا کہنے لگا: ٹھیک ہے اللہ کا نام لے کر آپ چلے جائیے جب ہم لوگوں کو بلائیں گے تو آپ کو بھی دعوت دیں گے، لیکن مروان ولید سے فوراً بول پڑا:

والله لئن فارقك الساعة ولم يبایع؛ لا قدرت منه على مثلها أبداً، حتى تكثر القتلى بينكم وبينه! احبس الرجل ولا يخرج من عندك حتى يبایع أو تضرب عنقه! (۲)

.....

۱۔ خوارزمی نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے، ص ۱۸۳۔

۲۔ خوارزمی نے اس مطلب کو ص ۱۸۴ پر ذکر کیا ہے۔

خدا کی قسم اگر یہ ابھی چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع کبھی بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ دونوں گروہ کے درمیان زبردست جنگ ہو تم اسی وقت اس مرد کو قید کر لو اور بیعت کئے بغیر جانے نہ دو یا گردن اڑا دو، یہ سنتے ہی امام حسین علیہ السلام غضبناک ہو کر اٹھے اور فرمایا:

يا بن الزرقاء (۱) انت تقتلني ام هو؟ كذبت والله واثمت (۲)

اے زن نیلگوں چشم کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور بڑے دھوکے میں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام باہر نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۳)

.....

۱۔ یہ زرقاء بنت موہب ہے۔ تاریخ کامل، ج ۴، ص ۷۵ کے مطابق یہ عورت برے کاموں کی پرچمدار تھی۔ یہ امام علیہ السلام کی طرف سے قذف اور تہمت نہیں ہے کہ اسے برے لقب سے یاد کرنا کہا جائے بلکہ قرآن مجید کی تاسی ہے قرآن ولید بن مغیرہ مخزومی کی شان میں کہتا ہے: عتلت بعد ذالک زینم زینم کے معنی لغت میں غیر مشروع اولاد کے ہیں جس کو کوئی اپنے نسب میں شامل کر لے۔

۲۔ مقتل خوارزمی، ص ۱۸۴ میں ان جملوں کا اضافہ ہے:

انا اهل بيت النبوة ومعدن الرسالة و مختلف الملائكة ومهبط الرحمة، بنا فتح الله و بنا يفتحهم، ويزيد رجل فاسق، شارب الخمر، قاتل النفس، ملعن بالفسق، فمثلي لا يبائع مثله، ولكن نصبح و تصبحون و ننظر و تنظرون أينا أحق بالخلافة والبيعة

ہاں اے ولید! تو خوب جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نبوت، معدن رسالت، ملائکہ کی آمدورفت کی جگہ اور رحمت خدائی کے نزول و صبوط کا مرکز ہیں، اللہ نے ہمارے ہی وسیلہ سے تمام چیزوں کا آغاز کیا اور ہمارے ہی ذریعہ انجام ہوگا، جبکہ یزید ایک فاسق، شراب خوار، لوگوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق انجام دینے والا ہے، پس میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا؛ لیکن صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حقدار ہے۔ جیسے ہی امام علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم برہنہ تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے؛ لیکن امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا اور گھر کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ مشیر الاحزان میں ابن نما (متوفی ۶۴۵ھ) نے اور لہوف میں سید ابن طاووس

(متوفی ۶۱۳ھ) نے روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ طبری نے اس روایت کو ہشام بن محمد کے حوالے سے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے ص ۱۸۴ پر خبر کا تتمہ بھی لکھا ہے کہ ولید سے مروان بولا:

عصیتنی لا والله لا یمکنک من مثلھا من نفسہ ابداً

تم نے میری مخالفت کی ہے تو خدا کی قسم تم اب کبھی بھی ان پر اس طرح قدرت نہیں پاؤ گے۔ ولید نے کہا: وٹخ غیرک یا مروان.. اے مروان! یہ سرزنش کسی اور کو کرتو تو میرے لئے ایسا راستہ چنا ہے کہ جس سے میرا دین برباد ہو جائے گا، خدا کی قسم اگر میرے پاس مال دنیا میں سے ہر وہ چیز ہو جس پر خورشید کی روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حسین کا قتل ہو تو حسین کا قتل مجھے محبوب نہیں ہے۔ (سبط بن جوزی، ص ۲۲۶)

سبحان اللہ! کیا میں حسین کو فقط اس بات پر قتل کر دوں کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا؟ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ جو قتل حسین کا مرتکب ہوگا وہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک خفیف المیزان ہوگا۔ (ارشاد، ص ۲۰۱)

مروان نے اس سے کہا: اگر تمہاری رائے یہی ہے تو پھر تم نے جو کیا وہ پالیا۔

ابن زبیر کا موقف

ابن زبیر نے یہ کہا: میں ابھی آتا ہوں لیکن اپنے گھر آ کر چھپ گئے۔ ولید نے قاصد کو دوبارہ اس کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ابن زبیر کو اپنے چاہنے والوں کی جھرمٹ میں پایا جہاں وہ پناہ گزیں تھا۔ اس پر ولید نے مسلسل بلانے والوں کے ذریعہ آنے پر تاکید کی... آخر کار ابن

زبیر نے کہا:

لا تعجلونی فانی آتیکم امہلونی

جلدی نہ کرو میں ابھی آ رہا ہوں؛ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دو۔ اسکے بعد وہ دن اور رات کے پہلے پہر تک مدینہ میں رہا اور یہی کہتا رہا کہ میں ابھی آ رہا ہوں؛ یہاں تک کہ ولید نے پھر اپنے گرگوں کو ابن زبیر کے پاس روانہ کیا۔ وہ سب وہاں پہنچ کر اسے برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: اے کاہلہ کے بیٹے! خدا کی قسم تو فوراً آ جا ورنہ امیر تجھ کو قتل کر دے گا۔ لوگوں نے زبردستی کی تو ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم ان مسلسل پیغام لانے والوں کی وجہ سے میں بے چین ہوں؛ پس تم لوگ جلدی نہ کرو میں ابھی امیر کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجتا ہوں جو ان کی رائے معلوم کر کے آئے، اس کے بعد فوراً اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ اس نے جا کر کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے، عبد اللہ سے دست بردار ہو جائیے، لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے، وہ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنے پیغام رساں سے کہئے کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے، اس پر ولید نے آدمی بھیج کر قاصد کو جانے سے روک دیا۔

ادھر ابن زبیر ۲۷ رجب کو شب شنبہ امام حسین علیہ السلام کے نکلنے سے پہلے ہی راتوں رات مدینے سے نکل گئے اور سفر کے لئے نامعلوم راستہ اختیار کیا۔ سفر کا ساتھی فقط انکا بھائی جعفر تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے پکڑے جانے کے خوف سے عام راستے پر چلنے سے گریز کیا اور ناہموار راستے سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (تذکرۃ الخواص، ابن جوزی، ص ۲۳۶)

جب صبح ہوئی تو ولید نے اپنے آدمیوں کو پھر بھیجا لیکن ابن زبیر نکل چکے تھے۔ اس پر مروان نے کہا: خدا کی قسم وہ مکہ روانہ ہوا ہے اس پر ولید نے فوراً لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا؛ اس کے بعد بنی امیہ کے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن وہ سب کے سب خالی ہاتھ لوٹے۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی کے ہمراہ مشغول سفر ہیں۔ چلتے چلتے جعفر بن زبیر نے صبرۃ لحنظلی کے شعر سے تمثیل کی:

وکل بنی أم سیمسون لیلۃ

ولم یبق من أعقابہم غیر واحد

اس پر عبداللہ نے کہا: سبحان اللہ! بھائی! اس شعر سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ جعفر نے جواب دیا: بھائی! میں نے کوئی ایسا

ارادہ نہیں کیا ہے جو آپ کے لئے رنجش خاطر کا باعث ہو۔ اس پر عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کا تم نے ارادہ نہ کیا ہو۔

اس طرح ابن زبیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اس وقت مکہ کا حاکم عمرو بن سعید تھا۔ جب ابن زبیر وارد مکہ ہوئے تو عمرو بن سعید سے کہا: میں نے آپ کے پاس پناہ لی ہے لیکن ابن زبیر نے کبھی ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی افاضہ کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کنارے رہنے لگے اور نماز بھی تنہا پڑھنے لگے اور افاضہ بھی تنہا ہی رہا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اس واقعہ کو ہشام بن محمد نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۰۱، اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۶ پر بھی اس واقعہ کا

تذکرہ کیا ہے۔ وہاں یہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آئندہ شب میں اپنے بچوں، جوانوں اور گھراؤوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے اور ابن زبیر سے دور ہی رہے اور سبط ابن جوزی ص ۲۴۵ پر ہشام اور محمد بن اسحاق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دو شنبہ کے دن ۲۸ رجب کو امام علیہ السلام نکلے اور خوارزمی نے ص ۱۸۶ پر لکھا ہے کہ آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں

دوسرے دن سب کے سب عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں لگ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کے وقت ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۸ رجب سنہ ۶۱ کا دن تھا۔ امام حسین نے ان سے فرمایا: صبح ہونے دو تم لوگ بھی کچھ سوچ لو اور میں بھی سوچتا ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اس شب یعنی شب

۲۹ رجب امام حسین علیہ السلام سے دست بردار ہو گئے اور اصرار نہیں کیا۔ (۱)

ابوسعید مقبری کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں وارد ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ دو لوگوں پر تکیہ کئے ہوئے چل رہے تھے، کبھی ایک شخص پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی دوسرے پر؛ اسی حال میں یزید بن مفرغ حمیری کے شعر کو پڑھ رہے تھے:

لاذعرت السوام فی فلق الصبح

مغیراً، ولا دعیت یزیداً

یوم أعطی من المہابہ ضیماً

والمنایا یرصدننی أن أحمدا (۲)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۳۸، ۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابوحنیف سے روایت نقل کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۱)

۲۔ خوارزمی، ص ۱۸۶

میں سپیدہ سحری میں حشرات الارض سے نہیں ڈرتا نہ ہی متغیر ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی مدد کے لئے یزید کو پکاروں گا۔ سختیوں کے دنوں میں خوف نہیں کھاتا جبکہ موت میری کمین میں ہے کہ مجھے شکار کرے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو اپنے دل میں کہا: خدا کی قسم ان اشعار کے پیچھے کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ ابھی دو دن نہ گزرے تھے کہ خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کا سفر اختیار کر لیا ہے۔ (۱)

محمد بن حنفیہ کا موقف (۲)

محمد حنفیہ کو جب اس سفر کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا بھائی جان! آپ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزیز ہیں میں اپنی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے تک پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا۔ آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور کسی دور دراز علاقہ میں جا کر پناہ گزین ہو جائیے پھر اپنے نمائندوں کو لوگوں کے پاس بھیج کر اپنی طرف دعوت دیجئے۔ اب اگر ان لوگوں نے آپ

کی بیعت کر لی تو اس پر آپ خدا کی حمد و ثنا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لیتے ہیں تو اس سے نہ آپ کے دین میں کمی آئے گی نہ عقل میں، اس سے نہ آپ کی مروت میں کوئی کمی آئے گی اور نہ فضل و بخشش میں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ ان شہروں میں سے کسی ایک شہر میں چلے جائیں اور کچھ لوگ وہاں آکر آپ سے ملیں پھر آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔ کچھ گروہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے مخالف۔ اس طرح جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے اور آپ سب سے پہلے نیزوں کی باڑھ پر آجائیں۔ اس صورت میں وہ ذات جو ذاتی طور پر اور اپنے آباء و اجداد کی طرف سے اس امت کی باوقار ترین فرد ہے اس کا خون ضائع ہوگا اور ان کے اہل بیت ذلیل ہوں گے۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: بھائی میں جا رہا ہوں!

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۲، ۳، ابوحنفہ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق نے ابوسعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے، جن کا زندگی نامہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۷

۲۔ محمد حنفیہ کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں جو قبیلہ ء بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۴)

آپ جنگ جمل میں اپنے با با علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ امام علی السلام نے آپ کے ہاتھوں میں علم دیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵) آپ نے وہاں بہت دلیری کے ساتھ جنگ

لڑی اور قبیلہ ازد کے ایک شخص کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جو لوگوں کو جنگ پر اکسارہا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۱۲) آپ جنگ صفین میں بھی موجود تھے اور وہاں عبید اللہ بن عمر نے ان کو مبارزہ کے لئے طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے شفقت میں روکا کہ کہیں قتل نہ ہو جائیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳) امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عراق جا رہے تھے تو آپ مدینہ میں مقیم تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۴) مختار آپ ہی کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۱) ابن حنفیہ کو اس کی خبر دی گئی اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ خدائے متعال اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ جب مختار کو ابن حنفیہ کے اس جملہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام مہدی کا لقب دیدیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۴) مختار ایک خط لیکر ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس گئے جو ابن حنفیہ سے منسوب تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۶) اس کا تذکرہ ابن حنفیہ کے پاس کیا گیا تو انھوں نے کہا: وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارا چاہنے والا ہے اور قاتلین حسین علیہ السلام تحت حکومت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر رہے ہیں۔ مختار نے یہ سنا تو عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان دونوں کا سرا بن حنفیہ کے پاس روانہ کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۲) مختار نے ایک فوج بھیج کر ابن حنفیہ کو برا بیچنے کرنا چاہا کہ وہ ابن زبیر سے مقابلہ کریں لیکن محمد حنفیہ نے روک دیا اور خون بہانے سے منع کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۴) جب یہ خبر ابن زبیر کو ملی تو اس نے ابن حنفیہ اور ان کے ۱۷ رشتہ داروں کو کچھ کوفیوں کے ہمراہ زمزم کے پاس قید کر دیا اور یہ دھمکی دی کہ بیعت کریں ورنہ سب

کو جلا دیں گے۔ اس حالت کو دیکھ کر محمد حنفیہ نے کوفہ کے تین آدمیوں کو مختار کے پاس روانہ کیا اور نجات کی درخواست کی۔ خبر ملتے ہی مختار نے چار ہزار کا لشکر جو مال و اسباب سے لیٹ تھا فوراً روانہ کیا۔ وہ لوگ پہنچتے ہی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر فوراً ان لوگوں کو قید سے آزاد کیا۔ آزاد کرنے کے بعد ان لوگوں نے محمد حنفیہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں جنگ کی اجازت مانگی تو محمد حنفیہ نے روک دیا اور اموال کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۷) آپ شیعوں کو زیادہ روی سے روکا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۰۶) ۶۸ھ میں حج کے موقع پر آپ کے پاس ایک مستقل پرچم تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں جو خود کو ابن زبیر سے دور رکھتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہے اس کو بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سلسلے میں دو لوگ بھی اختلاف کریں۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۳۸) آپ حجاف کے سال تک زندہ رہے اور ۶۵ سال کی عمر میں طائف میں اس دنیا سے جاں بحق ہو گئے۔ ابن عباس نے آپ کی نماز پڑھائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۴)

محمد حنفیہ نے کہا: اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو مکہ میں قیام کیجئے گا۔ اگر وہ جگہ آپ کے لئے جائے امن ہو تو کیا بہتر اور اگر امن و سلامتی کو وہاں پر بھی خطرہ لاحق ہو تو ریگستانوں، پہاڑوں اور درہ کوہ میں پناہ لیجئے گا اور ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے رہیں گے تاکہ روشن ہو جائے کہ لوگ کس طرف ہیں۔ ایسی

صورت میں آپ حالات کو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکیں گے۔ میرے نزدیک آپ کے لئے بہترین راستہ یہی ہے۔ اس صورت میں تمام امور آپ کا استقبال کریں گے اور اگر آپ

نے اس سے منہ موڑا تو تمام امور آپ کے لئے مشکل سے مشکل تر ہو جائیں گے۔
 امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی جان! آپ نے خیر خواہی کی ہے اور شفقت فرمائی ہے،
 امید ہے کہ آپ کی رائے محکم اور استوار ہو۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام نے ولید سے کہا ٹھہر جاؤ تا کہ تم بھی غور کر لو اور ہم بھی غور کر لیں، تم بھی
 دیکھ لو اور ہم بھی دیکھ لیں، ادھر وہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں امام حسین علیہ السلام کو با
 کل بھول گئے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اسی شام ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام
 کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۷ رجب شنبہ کا دن تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: صبح ہونے دو پھر
 تم بھی دیکھ لینا اور ہم بھی دیکھ لیں گے، اس پر وہ لوگ اس شب جو شب یکشنبہ یعنی شب ۲۸
 رجب تھی رک گئے اور کسی نے اصرار بھی نہیں کیا۔ اسی رات امام حسین مدینہ سے خارج
 ہوئے جب کہ رجب کے فقط دو دن باقی تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند اور بھائی و بھتیجے
 موجود تھے بلکہ اہل بیت کے اکثر افراد موجود تھے، البتہ محمد حنفیہ اس کا روانہ کے ہمراہ نہیں
 تھے۔ (۲)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۱، ۳، ہشام بن محمد نے ابوحنیفہ سے یہ روایت کی ہے اور شیخ مفید نے بھی
 اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۲، خوارزمی، ص ۱۸۸، اور خوارزمی نے اعثم کوفی کے

حوالے سے امام علیہ السلام کی وصیت
اُمّابعد فائی لہم اخرج...

کا اضافہ کیا ہے۔ اور وصیت میں سیرۃ خلفاء الراشدین کا اضافہ کیا ہے۔
۲۔ طبری، ج ۵، ص ۲۴۰، ۲۴۱ و ۳۸۱ پر بھی کوچ کرنے کی تاریخ یہی بیان کرتے ہیں جسے
ابومخنف نے صععب بن زہیر کے حوالے سے اور انھوں نے عون بن ابی جحیفہ کے توسط سے
نقل کیا ہے۔ ارشاد، ص ۲۰۹ پر شیخ مفید اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۶ پر سبط بن جوزی
بیان کرتے ہیں: آئندہ شب امام حسین علیہ السلام اپنے جوانوں اور اہل بیت کے ہمراہ
مدینہ سے سفر اختیار کیا درحالیکہ لوگ ابن زبیر کی وجہ سے آپ سے دست بردار ہو گئے تھے،
پھر ص ۲۴۵ پر محمد بن اسحاق اور ہشام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یکشنبہ کو جبکہ
رجب کے تمام ہونے میں دو دن بچے تھے مدینے سے سفر اختیار کیا، البتہ خوارزمی نے اپنے
مقتل کے ص ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ رجب کے تین دن باقی تھے۔

مدینہ سے سفر اختیار کرتے وقت امام حسین علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱)

اور جب مکہ پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی

وَلَهَا تُوَجَّهَ تَلَقَّاءَ مَدِينٍ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ (۲)

.....

۱۔ قصص، آیت ۲۱

۲۔ قصص، آیت ۲۲، طبری ج ۵، ص ۳۴۳ پر ہشام بن محمد ابومخنف سے نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر کا موقف: (۱) پھر ولید نے ایک شخص کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا تو آنے والے نے ابن عمر سے کہا: یزید کی بیعت کرو! عبداللہ بن عمر نے کہا: جب سب بیعت کر لیں گے تو میں بھی کر لوں گا۔ (۲) اس پر ایک شخص نے کہا: بیعت کرنے سے تم کو کونسی چیز روک رہی ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اختلاف کریں اور آپس میں لڑ بھڑ کر فنا ہو جائیں اور جب کوئی نہ بچے تو لوگ یہ کہیں کہ اب تو عبداللہ بن عمر کے علاوہ کوئی بچا نہیں ہے لہذا اسی کی بیعت کرو، عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ قتل ہوں، اختلاف کریں اور فنا ہو جائیں لیکن جب سب بیعت کر لیں گے اور میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو میں بھی بیعت کر لوں گا اس پر ان لوگوں نے ابن عمر کو چھوڑ دیا کیونکہ کسی کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

.....

(۱) طبری، ج ۵، ص ۴۲۳ میں یہ لفظ موجود ہے کہ ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں... پھر طبری کہتے ہیں کہ واقدی (متوفی ۲۰۷) کا گمان ہے کہ جب قاصد، معاویہ کی موت کی خبر لے کر ولید کے پاس آیا تھا اس وقت ابن عمر مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے اور یہی مطلب سبط بن جوزی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے۔ ہاں ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید کے لئے بلایا تو یہ دونوں اسی رات مکہ کو روانہ ہو گئے: ان دونوں سے ابن عباس اور ابن عمر کی ملاقات ہوئی، جو مکہ سے آرہے تھے تو ان دونوں نے ان دونوں سے پوچھا: آپ کے پیچھے کیا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا: معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت، اس پر ابن عمر نے کہا: آپ دونوں تقوائے الہی اختیار کیجئے اور مسلمین کی جماعت کو

متفرق نہ کیجئے! اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا اور وہیں چند دنوں اقامت کی یہاں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت آنے لگی تو وہ اور ابن عباس نے پیش قدمی کی اور دونوں نے یزید کی بیعت کر لی۔

(۲) جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں اور مروان نے ولید کو مشورہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہی ہوا۔

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

* عبداللہ بن مطیع عدوی

* امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود

* کوفیوں کے خطوط

* امام حسین علیہ السلام کا جواب

* حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

* راستے سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط

* مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

امام حسین علیہ السلام مکہ کے راستے میں: عقبہ بن سمرعان کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے باہم نکلے اور اصلی راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں کسی نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اگر ہم بھی ابن زبیر کی طرح کسی نامعلوم راستے سے نکل جائیں تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ہم کو پکڑ نہیں پائیں؟

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

لا والله لا أفرقه حتى يقضى الله ما أحب اليه (1)

نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا میں سیدھے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خدا میرے حق میں وہ فیصلہ کرے جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

عبداللہ بن مطیع عدوی (۲)

اسی وقت عبداللہ بن مطیع حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور امام

.....

۱۔ طبری ج ۵، ص ۳۵۱، طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث ہشام بن محمد سے اور انھوں نے ابی مخنف سے نقل کی ہے، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جنذب نے اور عبد الرحمن بن جنذب کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے بیان کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امرئ القیس کلبیہ کا غلام تھا۔ اس کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۲۔ عبداللہ بن مطیع قرشی کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تو یہ قریش کے ہمراہ تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۸۱) پھر یہ ابن زبیر سے مکہ میں ملحق ہو گیا اور اس کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی پھر ابن زبیر ہی کی جانب سے والی کوفہ مقرر ہوا۔ طبری، ج ۵، ص ۶۲۲، تاریخ یعقوبی ج ۳، ص ۵۰۳، تاریخ مسعودی ج ۳، ص ۸۳، مقتل خوارزمی ج ۲، ص ۲۰۲، یہ پورا واقعہ محمد بن اسحاق سے منقول ہے۔ کوفہ میں مختار سے اس کا جھگڑا ہو گیا تو مختار نے اسے کوفہ سے نکال دیا۔ طبری، ج ۵،

ص ۳۱، عن قرب طبری کی یہ روایت بھی نظر سے گزرے گی کہ ہشام، ابو مخنف سے اور وہ محمد بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ بھی ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے مقام حاجر کے بعد اور مقام زرود سے قبل پانی کے کسی چشمہ پر ملاقات کی ہے۔ طبری، ج ۵، ص ۳۹۵۔

سے کہنے لگا: میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: ابھی تو میں مکہ جانا چاہتا ہوں بعد میں اللہ جدھر چاہے گا اس ی مرضی کے مطابق اسی طرف چلا جاؤں گا۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا: خداوند عالم آپ پر رحمت نازل کرے اور ہمیں آپ پر قربان کرے! آپ اگر مکہ جا رہے ہیں تو دیکھئے کوفہ سے کبھی نزدیک نہ ہوئے گا؛ یہ بڑی بری جگہ ہے، اسی جگہ آپ کے بابا کو قتل کیا گیا، یہیں آپ کے بھائی کو زخمی کیا گیا اور ظلم و ستم کے مقابلہ میں وہ تہا پڑ گئے اور دھوکہ سے ان کی جان لے لی گئی۔ آپ حرم ہی میں رہیے؛ کیونکہ آپ سید و سردار عرب ہیں۔ خدا کی قسم اہل حجاز میں کوئی بھی آپ کا ہم نظیر نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں رہ گئے تو لوگ ہر چہار جانب سے آپ کی طرف آئیں گے لہذا آپ حرم نہ چھوڑیئے۔ میرے چچا، ماموں اور میرا سارا خاندان آپ پر قربان ہو جائے اے میرے مولا! اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو ہم سب کے سب غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے جائیں گے۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود

اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام علیہ السلام ۳ شعبان (۲) شب جمعہ کو وارد مکہ ہوئے۔ (۳) اس کے بعد آپ نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذی قعدہ اور ۸ ذی الحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا۔ (۴) مکہ پہنچتے ہی ہر چہار جانب سے لوگوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عالم اسلام سے جتنے عمرہ کرنے والے آتے تھے موقع ملتے ہی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے۔

.....

۱۔ ص ۲۴۳ پر سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ راوی ہشام اور محمد بن اسحاق ہیں۔ خوارزمی نے ص ۱۸۹ پر اعثم کوفی سے روایت کی ہے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس روایت کو ہم سے صعق بن زہیر نے اور ان سے عون بن ابی جحیفہ نے نقل کیا ہے۔ گذشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام علیہ السلام ۲۸ رجب کو مدینہ سے نکلے، اس بنا پر ۳ شعبان کو مکہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ فقط پانچ دنوں میں یہ مسافت طے ہوئی ہے اور مکہ سے مدینہ کی مسافت ۵۰۰ کلومیٹر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے روزانہ ۱۰۰ کلومیٹر کی مسافت کو طے کیا اور یہ عام کارواں کی سفری مسافت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور سے قافلوں کی ایک روزہ مسافت ۸ فرسخ ہوا کرتی تھی جبکہ امام علیہ السلام کی ایک دن کی مسافت تقریباً ۱۸ فرسخ ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے اگرچہ راستہ کو تبدیل نہیں فرمایا کیونکہ اس میں

خوف فرار تھا اور امام علیہ السلام کی توہین تھی لیکن آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہ جس کے ہمراہ مقصد عجمین تھا راستہ کو جلدی جلدی طے کیا۔

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۵۱۳، عقبہ بن سمعان کی خبر۔

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۱، عون بن جحیفہ کی خبر، سبط بن جوزی نے ہشام سے بھی روایت نقل کی ہے۔ تذکرۃ النواص، ص ۲۴۵۔

ابن زبیر جو خوف و ہراس کی وجہ سے کعبہ کے اندر محصور تھے اور ان کا کام فقط نماز و طواف رہ گیا تھا۔ وہ بھی آنے والوں کے ہمراہ امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ کبھی تو وہ روزانہ آتے بلکہ ایک دن میں دو بار آتے تھے اور کبھی کبھی دو دنوں میں ایک بار حاضر ہوتے تھے... اس ملاقات میں وہ ہمیشہ امام علیہ السلام سے رائے اور مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مکہ میں امام علیہ السلام کا وجود ابن زبیر کے لئے سب سے زیادہ گراں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے رہتے ہوئے کوئی بھی ان کی بیعت اور پیروی نہیں کرے گا، اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کی نگاہوں میں صاحب شان و شوکت تھے۔ آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور لوگ آپ کے فرمانبردار تھے۔ (۱)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۱، یہ عقبہ بن سمعان کی روایت ہے۔ ارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۲۔

کوفیوں کے خطوط (۲)

جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ لوگ عراقیوں کو یزید کے خلاف شعلہ ور کرنے لگے اور کہنے لگے: اے لوگو! حسین علیہ السلام اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور یہ لوگ مکہ پہنچ چکے ہیں۔ (۳) محمد بن بشیر اسدی ہمدانی (۴) کا بیان ہے کہ ہم لوگ سلیمان بن صد خزاعی (۵) کے گھر جمع ہوئے۔ سلیمان تقریر کے لئے اٹھے اور بولے:

معاویہ ہلاک ہو چکا ہے اور حسین علیہ السلام نے

.....

۲۔ کوفہ میں ۳۰ ہزار افراد تھے جو جنگ قادسیہ میں موجود تھے، (طبری، ج ۴، ص ۷۵) ۱۸ھ میں عمر نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا قاضی بنایا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۰۱) ۲۰ھ میں عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لوگوں کی شکایت کی بنیاد پر کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ سعد کو اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں آتی، پھر عمر نے نجران کے یہودی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ (ج ۴، ص ۱۱۲) ۲۱ھ میں عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر، ابن مسعود کو بیت المال کا حاکم اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت اور ٹیکس کا عہدیدار بنایا۔ اہل کوفہ نے عمار کی شکایت کی تو عمار نے استعفیٰ دے دیا۔ (ج ۴، ص ۱۴۴) عمار کے بعد عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا امیر بنا دیا۔ ایک سال تک وہ وہاں قیام پذیر رہا لیکن کوفیوں نے اس کی بھی شکایت کی تو اس کو بھی عزل کر کے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔ کوفہ میں ایک لاکھ جنگجو موجود تھے (طبری، ج ۴، ص ۱۶۵) اور اس وقت وہاں پر چالیس ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر

سال ۱۰ ہزار سپاہی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چار سال پر ایک سپاہی کو سرحدی

علاقوں میں جنگ پر جانا ہوتا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۶-۶۷) ۳۷ھ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلے کے جنگجو افراد اور ان کے فرزند جو قتال میں شرکت کر چکے ہیں، نیز اپنے قبیلے کے غلاموں کا نام لکھ کر امام علیہ السلام تک پہنچائے۔ انہوں نے نام لکھ کر دیا تو ان میں چالیس ہزار جنگجو ۱۷ ہزار وہ افراد جو جنگجوؤں کے فرزند تھے، نیز ۸ ہزار موالی اور غلام تھے۔ اس طرح کل ۶۵ ہزار جنگجو ہوئے (طبری، ج ۵، ص ۷۹) ان میں سے آٹھ سو مدینہ کے رہنے والے تھے (طبری، ج ۴، ص ۸۵) سعد نے ان افراد کو سات سات قبیلوں کے گروہ میں تقسیم کر دیا، اس طرح کنانہ اور ان کے ہم پیمان جو احابش سے متعلق تھے اور جدیلہ کا گروہ سات قبیلوں پر مشتمل ہو گیا۔ قضاعہ ، بجیلہ ، خثعم ، کندہ ، حضرموت اور ازد بھی ساتھ ہو گئے۔ مذحج ، حمیر ، ہمدان اور ان کے ہم پیمان بھی سات کے ایک گروہ میں چلے گئے۔ تمیم ، ہوازن اور رباب سات کی ایک ٹکڑی میں منتقل ہو گئے۔ اسد ، غطفان ، محارب ، نمر ، ضبیعہ ، اور تغلب سات ایک گروہ میں آ گئے اسی طرح اہل حجر اور حمراء اور دلیلم بھی سات کی ایک ٹکڑی میں پہنچ گئے۔ یہ سلسلہ عمر، عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے تک برقرار رہا لیکن زیاد نے آ کر ان کو چار چار میں تقسیم کر دیا (طبری، ج ۴، ص ۴۸) اس طرح عمر بن حریث مدینہ کے چار گروہ کا سربراہ قرار پایا خالد بن عرفطہ،

تمیم اور ہمدان کے چار گروہ کا حاکم بنا، قیس بن ولید بن عبدالشمس، ربیعہ اور کندہ پر حاکم ہوا اور ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری، مذحج اور اسد پر حاکم ہوا۔ یہ سب کے سب حجر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کے گواہ ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۸)

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۰۱، یہ بھی عقبہ کی خبر ہے۔

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۳۰۲، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشیر ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۵۔ کئی نے اپنے رجال کے ص ۶۹، حدیث ۱۲۴ پر فضل بن شاذان کے حوالے سے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ آپ کا شمار تابعین کی ایک بزرگ اور زاہد شخصیت میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے رجال کے ص ۴۳ پر آپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی شخصیت کا منفی رخ یہ ہے کہ جنگ جمل سے منہ موڑ لیا اور بے جا عذر پیش کیا۔ اس تحلف اور عذر کو نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب کے ص ۶ پر ذکر کیا ہے۔ سلیمان بن صدق کی یہ حالت دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا: جب کہ میں تم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھتا تھا اور یہ امید رکھتا تھا کہ سب سے پہلے تم میری مدد کے لئے آگے بڑھو گے لیکن تم ہی شک و تردید میں مبتلا ہو کر جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے؟ اس پر سلیمان بن صدق نے جواب دیا: میرے مولا آپ لطف و محبت میں اسی طرح پیش گام رہیں اور اسی طرح میری خیر خواہی اور محبت کو خالص سمجھیں! ابھی بہت مراحل باقی ہیں جہاں آپ کے دوست آپ کے دشمنوں کے سامنے پہچان لئے جائیں گے۔ اس پر حضرت نے

کوئی جواب نہیں دیا لیکن جنگ صفین میں میمنہ کی سربراہی ان کے سپرد کر دی۔ (صفین، ص ۲۰۵) سلیمان نے حوشب سید الیمین شامی سے مبارزہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس وقت سلیمان اس شعر کو پڑھ رہے تھے: امسی عل عندنا محسباً۔ نقد یہ بالام ولا نغنی اباً (صفین، ص ۴۰۱) جنگ صفین میں کسی نے ان کے چہرے پر تلوار سے زخم لگایا تھا (صفین، ص ۵۱۹) ابوحنیف نے ان کو صحابہ اور بزرگان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۲) ۶۴ھ میں تو این کے قائد یہی سلیمان بن صرد تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۵) ان کا عذر یہ تھا کہ ہم لوگ خود کو آمادہ کر رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اسی دوران حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵۴)

یزید کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ وہ مکہ کی طرف آچکے ہیں۔ تم ان کے اور ان کے بابا کے پیرو ہو۔ اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم لوگ ان کے مددگار اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہو تو ان کو فوراً خط لکھو لیکن اگر تم کو خوف و ہراس یا سستی ہے تو دیکھو اس پیکر حق و عدالت کو نصرت و مدد کا وعدہ دے کر دھوکہ نہ دو! اس پر وہ سب کے سب بول پڑے: نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کی راہ میں اپنی جان نچھاور کر دیں گے اس پر سلیمان نے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو بس فوراً خط لکھ کر انہیں بلاؤ۔ (۱) اس پر ان لوگوں نے فوراً خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم، للحسين بن علي عليه السلام، من سليمان بن صرد،
والمسيب بن نجبة (۲) ورفاعة بن شداد (۳) وحبیب بن مظاهر (۴) وشیعته من
المؤمنين والمسلمين من اهل الكوفة سلام عليك، فانا نحمد اليك الله الذي

لا الہ الا هو، اُمّا بعد: فالحمد لله الذی قصم عدوٰك الجبار العنید، الذی انتزى على هذه الأمة فابتزها، و غصبها فیئها، و تأمّر علیها بغير رضی منها ثم قتل خيارها، و استبقى شرارها، و جعل مال الله دولة بین جبابر تها و اغنیائها، فبعد آله كما بعدت ثمود۔

انہ لیس علینا امام؛ لعل الله أن یجمعنا بك على الحق والنعمان بن بشیر فی (قصر الامارة) لسنّا نجتبع معه فی جمعة ولا نخرج معه الی عید، ولو قد بلغنا انك قد اقبلت الینا آخر جناة حتى نلحقه بالشام، ان شاء الله، والسلام علیك و رحمة الله وبرکاته (۵)

.....

۱۔ خوارزمی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۹۷

۲۔ کشی نے اپنے رجال کے ص ۶۹، حدیث ۱۲۴ میں اس عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے: آپ کا شمار تابعین کے بزرگ سربراہ اور زاہدوں میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو اصحاب امیر المومنین میں ذکر کیا ہے۔ ص ۵۸، رقم ۸، اور ص ۷۰، رقم ۴، میں ان کو اصحاب امام حسن میں ذکر کیا ہے۔ وہاں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جس نے امیر المومنین کی مدد کے لئے جلد از جلد خود کو کوفہ سے بصرہ پہنچایا، جیسا کہ طبری نے جلد ۴، ص ۴۸ پر لکھا ہے۔ آپ کی فداکاری کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود ہزاری کو قتل و غارت سے روکنے اور اس سے مقاومت کے لئے حضرت نے ان کو خود ان کی قوم کے جوانوں

کے ہمراہ روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) وہ سلیمان بن صدق کی وفات کے بعد تو ابین کے دوسرے قائد تھے ۶۵ھ میں تو ابین کے ہمراہ جنگ میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۹)۔

۳۔ کشتی نے اپنے رجال کے ص ۶۵، حدیث ۱۱۸ میں لکھا ہے: ان کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جنہوں نے ابو ذر کو دفن کیا ہے۔ شیخ نے اپنے رجال کے ص ۴۱ پر انہیں اصحاب امیر المؤمنین اور ص ۶۸ پر اصحاب امام حسن علیہ السلام میں ذکر کیا ہے، البتہ وہاں لعلی کا اضافہ ہے۔ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ یا بجلہ کی سربراہی آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ (صفین، ص ۲۰۵) حجر بن عدی اور عمرو بن حتمق کے ساتھیوں کے ہمراہ انہوں نے اموی ظلم و ستم کے خلاف اپنے مبارزہ کو جاری رکھا اور ان دونوں بزرگوں کی شہادت کے بعد زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں سے نکل بھاگے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۵) آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے تو ابین کے لئے تقریر کی (طبری، ج ۵، ص ۵۵۳) تو ابین کی فوجی تنظیم کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۸۷) تو ابین کے آخری امیر آپ ہی تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۹۶) آپ میمنہ والوں کے درمیان تقریر کر کے جنگ کے لئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا کرتے تھے (طبری، ج ۵، ص ۵۹۸) آپ مسلسل اسی طرح مصروف جنگ رہے (طبری، ج ۵، ص ۶۰۱) لیکن رات کے وقت لوٹ کر کوفہ آگئے (طبری، ج ۵، ص ۶۰۵) پھر مختار نے ان کو پیغام بھیج کر بلوایا (طبری، ج ۶، ص ۸) اور اپنے لئے بیعت لی لیکن انہوں نے اہل یمن کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے خلاف خروج کیا اور انہی کے ہمراہ نماز

پڑھنے لگے۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۷) پھر جب انھوں نے سنا کہ ہمدان کا ایک شخص مختار کے نعرہ یا الثارات الحسین علیہ السلام کے جواب میں یا الثارات عثمان کا نعرہ لگا رہا ہے تو رفاعہ نے کہا: ہم کو عثمان سے کیا مطلب، ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں، ہ کہہ کر ان لوگوں سے جدا ہو گئے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

انا ابن شداد علی دین علی لست لعثمان بن اروی بولی میں شداد کا فرزند علی کے دین پر ہوں
عثمان بن اروی میرا سر پرست نہیں ہے۔

آپ مقام سحہ پر مہبذان کے حمام کے پاس عبادت کی حالت میں قتل کئے گئے
۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۰)

۴۔ آپ امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کے سردار تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) اموی لشکر کے ایک حصے کا سربراہ حصین بن تمیم آپ کو قتل کر کے بہت بالیدہ تھا۔ قتل کرنے کے بعد اس نے آپ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا۔ باجمیرا کی جنگ میں یہ دونوں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۰)

۵۔ مقتل خوارزمی، ص ۱۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم: سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبه، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین و مسلمین کی جانب سے حسین بن علی کے نام۔ آپ پر سلام ہو! ہم آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد: حمد اس

خدا کی جس نے آپ کے بدترین اور کینہ توڑ دشمن کو درہم و برہم کر دیا، وہ دشمن جس نے خدا کی ذرہ برابر پرواہ کئے بغیر اس امت پر حملہ

کر دیا، ظلم و ستم کے ساتھ اس امت کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی اور قوم کی ساری ثروت کو غصب کر لیا۔ ظلم و ستم کی بنیادوں پر حکمرانی کی، نیک خوا اور شائستہ سرپرست افراد کو نابود کر دیا، شہر پسند عناصر اور تباہی مچانے والوں کو محفوظ رکھا، قومی سرمایہ اور خدائی اموال کو ظالموں اور دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں میں تقسیم کر دیا۔ خدا ان لوگوں پر اسی طرح لعنت و نفرین کرے جس طرح قوم ثمود کو اپنی رحمتوں سے دور کیا!

ہم لوگ ان حالات میں خط لکھ رہے ہیں کہ اموی حاکم نعمان بن بشیر قصر دارالامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نہ تو نماز جمعہ میں جاتے ہیں اور نہ ہی نماز عید اس کے ہمراہ انجام دیتے ہیں، ہم اگر آگاہ ہو گئے کہ آپ کا گرانمایہ وجود ہمارے شہر اور دیار کی طرف روانہ ہے تو اسے اپنے شہر سے نکال کر شام کی طرف روانہ کر دیں گے۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔

پھر ہم لوگوں نے عبد اللہ سبع ہمدانی (۱) اور عبد اللہ بن وال تمیمی (۲) کے ہاتھوں اس خط کو روانہ کیا۔ یہ دونوں افراد تیزی کے ساتھ نکلے اور ۱۰ رمضان المبارک تک امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے (۳) پھر دودن صبر کر کے ہم لوگوں نے قیس بن مسہر صیداوی (۴) عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکلدن ارجی (۵)

.....

۱۔ شیخ مفید نے اس شخص کا نام عبد اللہ مسموع ذکر کیا ہے۔ (الارشاد، ص ۲۰۳) خوارزمی نے

عبداللہ بن سبیح ذکر کیا۔ (ص ۱۹۴) آپ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے۔
 ۲۔ سبط بن جوزی نے عبداللہ بن مسمع البکری لکھا ہے۔ (ص ۱۹۴) شیخ طوسی نے فقط دونوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبید اللہ لکھ کر کہا کہ یہ دونوں معروف ہیں۔ (رجال شیخ، ص ۷۷) عبداللہ بن وال تمیمی تو ابنین کے تیسرے سردار تھے اور وہیں قتل کر دئے گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۰۲)

۳۔ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ خواص، ص ۲۴۴

۴۔ یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مسلم بن عقیل کے ہمراہ عراق کی طرف لوٹے لیکن جب راستہ میں مشکل پیش آئی تو جناب مسلم نے خط لکھ کر ان کے ہاتھوں انھیں امام حسین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴) اس کے بعد یہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ آرہے تھے لیکن جب یہ قافلہ مقام بطن الحاجر تک پہنچا تو ایک خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ خط لیکر مقام قادسیہ تک پہنچے تو حصین بن تمیم تمیمی نے ان کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے

حکم دیا کہ ان کو چھت سے نیچے پھینک دیا جائے۔ حکم پر عمل کیا گیا اور قیس بن مسہر صیداوی کو قصر سے نیچے پھینک دیا گیا، جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۵) جب امام حسین علیہ السلام مقام عذیب الہجانات تک پہنچے تو آپ کو جناب قیس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر ایسی روح فرساتھی کہ امام علیہ السلام کی آنکھیں پر نم ہو گئیں؛ آپ کے آنسو تھم نہ سکے اور بے ساختہ بول اٹھے: منہم من قصی نخبہ... اللہم اجعل

لنا ولہم الجنة نزلا و اجمع بیننا و بینہم فی مستقر رحمتک و رغائب مذخورثوا بک (ج ۵، ص ۴۰۵)

ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد وفا کیا اور کچھ منتظر ہیں... خدا یا اپنی جنت کو ہمارے اور ان کے لئے منزل گاہ قرار دے اور اپنی رحمت کی قرار گاہ اور اپنے گنجینہء ثواب میں ہم کو اور ان لوگوں کو آپس میں جمع کر دے!

(۵) شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳ پر ان کا نام عبداللہ و عبدالرحمن شدادی ارجی لکھا ہے۔ سبط بن جوزی نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۴ پر عبداللہ بن عبدالرحمن لکھا ہے۔ یہ جناب مسلم کے ساتھ عراق آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴)

اور عمارہ بن عبید سلولی (۱) کو پھر روانہ کیا یہ افراد ۱۵۰ خطوط لیکر روانہ ہوئے۔ (۲) قابل ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خط دو یا تین یا چند افراد کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ محمد بن بشر ہمدانی کہتا ہے کہ دو دن گزرنے کے بعد ہم نے پھر ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھوں اس طرح خط لکھ کر روانہ کیا:

بسم الله الرحمن الرحيم : للحسين بن علي ، من شيعته من المومنين
والمسلمين اما بعد: فح هلا، فان الناس ينتظرونك ولا رأأ لهم في غيرك فالعجل
العجل والسلام عليك (۳)

حسین بن علی کے نام یہ خط ان کے شیعوں کی جانب سے ہے جو مومن و مسلم ہیں۔ اما بعد: اے فرزند پیغمبر! جلد از جلد ہماری طرف آجائیے کیونکہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا دل کسی دوسرے کے لئے نہیں تڑپ رہا ہے لہذا جلدی کیجئے جلدی۔ والسلام

.....

۱۔ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۹۵ پر ان کا نام عامر بن عبید لکھا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳، اور سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر عمارہ بن عبداللہ سلولی لکھا ہے۔ یہ بھی حضرت مسلم کے ہمراہ عراق آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۴) یہ ہانی کے گھر میں بھی تھے (طبری، ج ۵، ص ۳۶۳) لیکن اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۲۔ طبری نے ۵۳ خطوط کا تذکرہ کیا ہے لیکن شیخ مفید نے ص ۲۰۳ پر ۱۵۰ خطوط مرقوم فرمائے ہیں۔ یہی تعداد سبط ابن جوزی نے ص ۲۴۴ پر ہشام اور محمد بن اسحاق کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ اسی طرح خوارزمی نے بھی اپنے مقتل ص ۱۹۵، پر اعثم کوفی کے حوالے سے اتنی ہی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طبری کے یہاں ثلاثہ اور مائتہ کے درمیان تصحیف ہو گئی ہے۔

۳۔ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ الخوص، ص ۲۴۴

اب چوتھا خط شبث بن ربعی (۱) حجار بن ابجر، (۲) یزید بن حارث بن یزید بن رویم (۳) عزرہ بن قیس (۴) عمرو بن حجاج زبیدی (۵) اور محمد بن عمر تمیمی (۶) نے روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے

: اما بعد فقد اخضر الجنان، واینعت الثمار، وطمت الجہام فاذا شئت فاقدم علی جندلك مجتدًا؛ والسلام علیك (۴)

اے پسر پیغمبر! ہمارے سارے باغ و بوستان سرسبز و شاداب ہیں، تمام کے تمام پھل پک چکے ہیں اور ساری نہریں اور کنویں جل تھل ہیں۔ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لے

آئیے! سپاہِ حق آپ کے ہمراہ آمادہ نبرد ہے۔ والسلام علیک

.....

۱۔ یہ شخص قبیلہ تمیم کے خاندان یربوع سے تعلق رکھتا ہے لہذا یربوعی تمیمی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) یہ شخص پہلے جھوٹے مدعی نبوت سجاح کا موزن تھا (طبری، ج ۳، ص ۲۷۳) پھر بعد میں مسلمان ہو گیا اور عثمان کا معین و مددگار ہو گیا۔ بعدہ علی علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کر لی۔ یہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں تھا اور بنی عمرو بن حنظلہ کا سربراہ تھا۔ (صفین، ص ۲۰۵) جنگ نہروان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کا سردار تھا (طبری، ج ۵، ص ۸۵) ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان پیغام رسانی بھی کرتا رہا (صفین، ص ۹۷) لیکن بعد میں اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹) اور روز عاشور ۱۱ موئی لشکر میں پیدلوں کا سردار تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶) اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے یہ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے جب اس سے عمر سعد نے کہا: کیا تم آگے بڑھ کر ان تیراندازوں کے ساتھ ہونا پسند نہیں کرو گے جو حسین پر تیروں کی بارش کرنے والے ہیں؟ اس پر شبث نے کہا: سبحان اللہ تو خاندانِ مضر کے بزرگ اور کوفہ کے تیراندازوں کے گروہ میں مجھے بھیج رہا ہے، کیا تجھے کوئی اور نہ ملا جسے میرے بدلے میں وہاں بھیج دے؟ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ کہا کرتا تھا؟ خدا اس شہر (کوفہ) کے لوگوں کو کبھی بھی اچھائی عطا نہیں کرے گا اور کبھی بھی عقل و رشد کی راہ

کو نہیں کھولے، کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ ہم نے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند کے ہمراہ پانچ سال تک آل ابوسفیان کے خلاف لڑائی لڑی ہے لیکن اس کے بعد ہم ان کے فرزند کے دشمن ہو گئے جو زمین پر سب سے بہتر تھے۔ ہم آل معاویہ اور زنا کار سمیہ کے بیٹے کے ہمراہ ان سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ہائے رے گمراہی؛ وائے رے گمراہی! (طبری، ج ۵، ص ۴۳۲ - ۴۳۷) یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر اہل کوفہ کے خوش ہونے پر ان کی ملامت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶)

لیکن اس کے بعد ابن زیاد کے سخت موقف سے ہراساں ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ایک مسجد بنوادی (طبری، ج ۶، ص ۲۲) پھر ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اس نے جناب مختار سے پیکار کی ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۳)

۲۔ یہ شخص قبیلہ عجل سے متعلق ہے لہذا لعلی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) اس کا باپ نصرانی تھا اور ان کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جنہوں نے حجر بن عدی کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) جس دن جناب مسلم نے خروج کیا اس دن یہ حجر بن عدی کے بیٹے کے لئے پرچم امان لہراتا ہوا آیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) اسی شخص نے کربلا میں روز عاشور اس سے انکار کر دیا کہ اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) پھر اس نے مختار سے محاربہ کیا (طبری، ج ۶، ص ۲۲) اس کے بعد مصعب کے لئے

عبداللہ بن حمر سے جنگ کی اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس پر مصعب نے اس کی سرزنش کی پھر چھوڑ دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۳۶) یہ کوفہ کے ان لوگوں میں سے ہے جن کو عبدالملک بن مروان نے خط لکھا تو ان لوگوں نے اصفہان کی حکومت کی شرط لگائی اور اس نے انہیں وہ سب کچھ دیدیا (طبری، ج ۶، ص ۹۵۶) لیکن یہ شخص مصعب کے ہمراہ دکھاوے کے لئے عبدالملک سے جنگ کے لئے نکلا لیکن جب مصعب نے جنگ کے لئے بلایا تو کہنے لگا میں اس سے معذرت چاہتا ہوں۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۸) یہ ۷۱ھ تک زندہ رہا اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں۔

۳۔ اس کی کنیت ابو حوشب شیبانی ہے۔ اس شخص نے روز عاشورہ اس بات سے انکار کر دیا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۵) جب یزید قتل ہو گیا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم ہوا تو عمرو بن حریث نے لوگوں کو ابن زیاد کی بیعت کے لئے بلایا۔ اس وقت یہی یزید بن حارث اٹھا اور بولا: خدا کی حمد و ثنا کہ اس نے ہمیں ابن سمیہ سے نجات دی؛ جس میں کوئی کرامت ہی نہیں تھی، اس پر عمرو بن حریث نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کے قید کر دیا جائے لیکن بنی بکر بن وائل نے بیچ بچاؤ کرا کے اس کو نجات دلائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۴) اس کے بعد یہ عبداللہ بن یزید خطمی انصاری کے ساتھیوں میں ہو گیا جو ابن زبیر کی جانب سے ابن مطیع سے قبل کوفہ کا والی تھا اور اس کو سلیمان بن سرد اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے پہلے ان سے جنگ کرنے پر اکسایا کرتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۱ - ۵۶۳) پھر یہ عبداللہ بن یزید کو مختار کے قید کرنے پر اکسایا کرتا تھا (طبری،

ج ۵، ص ۵۸) پھر ابن مطیع نے اسے مختار سے جنگ کرنے کے لئے جبانہ مراد کی طرف بھیجا (طبری، ج ۶، ص ۱۸) لیکن مختار نے اس کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) پھر مختار کی حکومت کے زمانے میں بنی ربیعہ کے ساتھ اس نے مختار کے خلاف پرچم بغاوت بلند کر دیا (طبری، ج ۶، ص ۴۵) لیکن مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا (طبری، ج ۶، ص ۵۲) پھر ابن زبیر کی جانب سے مقرر والی کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ ۶۸ھ میں اس جنگ میں شرکت کی جو ازرقہ کے خوارج سے ہوئی تھی (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) پھر مصعب نے اسے مدائن کا امیر بنا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) بعدہ عبدالملک بن مروان کی جانب سے ۷۰ھ میں شہر

ری کا والی مقرر ہوا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۴) آخر کار خوارج نے اسے قتل کر دیا۔ (ابصار العین، ص ۱۵) اس کے دادا یزید بن رویم شیبانی بزرگان کوفہ میں شمار ہوتے تھے جو جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (صفین، ص ۲۰۵)

۴۔ اسے احمسی کہتے ہیں اس کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) اسی لئے اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تا کہ اپنی جنایتوں کو اس تحریر کے ذریعے چھپا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس جا کر یہ پوچھنے کو کہا کہ آپ کو یہاں کون لایا ہے؟ تو شرم سے یہ مولا کے پاس نہ گیا اور یہی وجہ تھی کہ جب نوں محرم کی شب کو یہ شخص جناب زہیر سے روبرو ہوا تو جناب زہیر قین نے اس کی بے حیائی پر کہہ دیا کہ خدا کی قسم کیا تو ہی نہ تھا کہ جس نے خط

لکھا تھا؟ کیا تو نے پیغام رساں کو نہیں بھیجا تھا اور کیا تو نے ہماری مدد و نصرت کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ یہ چونکہ عثمانی مذہب تھا لہذا جناب زہیر سے کہنے لگا: تیرا تعلق بھی تو اس گھرانے سے نہ تھا، تو بھی تو عثمانی مذہب تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷) عمر سعد نے اسے سواروں کی نگہداری پر مقرر کیا تھا۔ اور یہ رات میں ان سب کی نگہداشت کرتا تھا (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام اسے گھوڑوں کو چھپانے نہیں دیتے تھے بلکہ اسے آشکار کر دیتے تھے۔ اس پر اس نے پسر سعد سے شکایت کی اور درخواست کی کہ اسے اس امر سے باز رکھا جائے اور پیدلوں کی سربراہی دیدی جائے اور پسر سعد نے ایسا ہی کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) اس ملعون کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے مقدس سروں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔

۵۔ اس کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) اس کی بہن روعہ بنت حجاج، ہانی بن عروہ کی بیوی اور تاح بن ہانی کی ماں تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴) جب ہانی شہید ہو گئے تو یہ قبیلہ مذحج کے جم غفیر کو لیکر ابن زیاد کے محل کے پاس پہنچا۔ جب دربار میں خبر پہنچی تو ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیج کر یہ کہلوا دیا کہ وہ زندہ ہیں؛ اس پر سارا مجمع متفرق ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۷) پھر یہ شخص کربلا پہنچا تو پسر سعد نے اسے ۵۰۰ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سب کے سب فرات کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہو گئے کہ امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب تک پانی نہ

پہنچنے پائے۔ یہ واقعہ شہادت سے تین دن پہلے کا ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۱۲) ۹ محرم کو جب امام علیہ السلام نے ایک شب کی مہلت مانگی اور پسر سعد لوگوں سے مشورت کرنے لگا تو اس شخص نے پسر سعد سے مہلت نہ دینے کے سلسلہ میں ملامت کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷) روز عاشورہ یہ شخص فرات کی طرف پسر سعد کے لشکر میں میمنہ کا سردار تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) اسی فرات کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر یہ حملہ آور ہوتا اور سپاہیوں کو ان کے قتل پر اکساتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۵) یہ انھیں لوگوں میں ہے جو شہداء کے سر کو کوفہ لے گئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) بعدہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گیا (طبری، ج ۶، ص ۲۸) اور سکہ الثور میں سے ۲ ہزار لوگوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلا (طبری، ج ۶، ص ۱۹۰) پھر جبانہ مراد میں قبیلہ مدح کے پیروں میں ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۵) جب مختار فتح یاب ہو گئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ شراف اور واقعہ کے راستہ پر نکل گیا۔ اس کے بعد یہ شخص کہیں نہیں دیکھا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۲)

۶۔ اس کو ابن عطار دہی کہتے ہیں اور یہ بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۷۰) مختار سے جنگ کے وقت یہ مضر کا ہم پیمان تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۷) اس کے بعد اس نے مختار کی بیعت کر لی تو مختار نے اسے آذر بایجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۳۴) خوارج ازرقہ سے جنگ کے موقع پر یہ شخص حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ تھا جو کوفہ میں ابن زبیر کی طرف سے حاکم مقرر ہوا تھا

- (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جس کا بنی مروان کے حاکم عبدالملک بن مروان سے مکاتبہ ہوا کرتا تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۶) اس کے بعد عبدالملک نے اس کو ہمدان کا گورنر بنا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۴) جب یہ دوبارہ لوٹا تو اس وقت ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۰۴) اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا۔

اس کا باپ عمیر بن عطار دکنوفہ کے قبیلہ تمیم کا ہم پیمان تھا جو صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ (صفین، ص ۲۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے زیاد کے سامنے عمرو بن حتم خزاعی کے خون کے سلسلے میں سفارش کی حتیٰ کہ عمرو بن حریث اور زیاد نے اس کی ملامت کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۶)

۷۔ الارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۳ و تذکرۃ الخواص، سبط بن جوزی، ص ۲۴۴، ذرا غور تو کیجئے کہ دنیا کے متوالے یہ سمجھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دنیاوی چیزوں سے لہھایا جائے، ہائے رے عقل کا دیوالیہ پن۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

تمام پیغام رساں مولا کے حضور میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے ان سب کے خطوط پڑھ کر وہاں کے لوگوں کی احوال پرسی کی؛ پھر ہانی بن ہانی السبعی اور سعید بن عبداللہ خنی (جو نامہ بروں کے سلسلے کے آخری رکن تھے) کے ہمراہ خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم : من الحسين بن علي، الى الملائم من المومنين

والمسلمین، اما بعد: فان هاتئنا وسعيداً قد ما على يكتبكم -
 وکانا آخر من قديم على من رسلکم - وقد فهبت كل الذی اقتصصتم و ذکرتم ،
 ومقالة جلکم : انه ليس علينا امام فاقبل ، لعل الله ان يجمعنا بك على الهدى
 والحق .

وقد بعثت اليکم اخي وابن عمي و ثقتي من اهل بيتي (مسلم بن عقيل) وأمرته
 ان يکتب الی بحالکم وأمرکم ورأيکم .
 فان كتب الی : انه قد أجمع رأي ملئکم ، وذوی الفضل والحجی منکم ، على مثل
 ما قدمت على به رسلکم ، وقرأت فی کتبکم ، أقدم عليكم وشيکاً ان شاء الله ،
 فلعبري ما الامام الا العامل بالکتاب ، والاخذ بالقسط ، والدائن بالحق ،
 والحابس نفسه على ذات الله ، والسلام (۱)

بسم الله الرحمن الرحيم : یہ خط حسین بن علی کی طرف سے مومنین و مسلمین کے ایک گروہ کے نام
 بعد از حمد خدا ، ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں ۔

یہ دونوں ان نامہ رسالوں میں سے آخری نامہ رسال ہیں جو اب تک میرے پاس آچکے ہیں
 میں نے تمام ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جس کا قصہ تم لوگوں نے بیان کیا اور جن
 باتوں کا تم لوگوں

.....

۱۔ طبری ج ۵ ، ص ۳۵۳ ، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشر ہمدانی کے
 حوالے سے روایت نقل کی ہے ، شیخ مفید نے بھی اس روایت کو ذکر کیا الارشاد ، ص ۲۰۴ ،
 تذکرۃ الخواص ، ص ۱۹۶

نے ذکر کیا ہے۔ تم میں اکثر و بیشتر لوگوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہذا آجائیے، شاید خداوند عالم آپ کے وسیلہ سے ہم لوگوں کو ہدایت و حق پر جمع کر دے۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی، اپنے چچا کے بیٹے (مسلم بن عقیل) اور اپنے خاندان کی اس فرد کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ وہاں جا کر تمہارے آراء و خیالات سے مجھ کو مطلع کریں، اب اگر انہوں نے مجھ کو مطلع کر دیا کہ تمہارے خیالات وہی ہیں جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کئے ہیں؛ جسے میں نے دقت سے پڑھا ہے اور صرف عوام نہیں بلکہ تم میں کے ذمہ دار اور صاحبان فضل و شرف افراد بھی اس پر متفق ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں تم لوگوں کے پاس آ جاؤں گا۔

قسم ہے میری جان کی! امام تو بس وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرنے والا ہو، عدل و انصاف قائم کرنے والا، حق پر قائم، اس کو اجراء کرنے والا اور اللہ کی راہ میں خود کو وقف کر دینے والا ہو۔ والسلام

حضرت مسلمہ علیہ السلام کا سفر

امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو بلا یا اور قیس بن مسہر صیداوی (۱) عمارہ بن عبید السلولی (۲) اور عبد الرحمن عبد اللہ بن الکلدن ارجی (۳) کے ہمراہ آپ کو روانہ کیا۔ مسافرت کے وقت آپ نے ان کو تقویٰ کی سفارش کی، باتوں کو صیغہ راز میں رکھنے کو کہا اور لوگوں کے ساتھ

عظوفت و مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے محسوس کیا کہ لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ پر برقرار ہیں تو مجھے فوراً اس سے مطلع کرنا۔

مسلم بن عقیل وداع ہو کر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مدینہ آئے، مسجد رسول خدا میں نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے نزدیک رشتہ داروں سے رخصت ہو کر راہی کوفہ ہوئے۔ قیس نے راستے کی شناخت کے لئے دو ایسے لوگوں کو ہمراہ رکھا جو راستے سے آگاہ تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے ان لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس پر دونوں راستہ شناس افراد نے کہا: آپ لوگ اس

.....

۱-۲-۳۔ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبد اللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفیدہ نے عبد الرحمن بن عبد اللہ تحریر کیا ہے اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو راشد راجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

راستے کو پکڑ لیں اس کے انتہا پر پانی موجود ہے لیکن ان لوگوں کو وہاں بھی پانی میسر نہ ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ افراد موت کے دھانے پر پہنچ گئے۔ آخر کار چار و ناچار یہ لوگ مدینہ پلٹ گئے۔

مراستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط

درہ خمیت کے ایک تنگ گوشہ سے جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا اور قیس بن مسہر کے ہاتھوں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا

اما بعد: فأتی اقبلت من المدینة معی دلیلان لی، فجاء عن الطریق وضلاً، واشتدّ علینا العطش، فلم یلبثا أن ماتا، وأقبلنا حتی انتهینا الی الماء، فلم ننج الا بحشاشة أنفسنا، وذلك الماء بمكان یدعی المضیق من بطن الخُبیت (۱) قد تطیّرت من وجهی هذا، فان رأیت اعفیتنی منه وبعثت غیری (۲) والسلام

اما بعد: میں مدینہ سے دو ایسے افراد کے ساتھ نکلا جو راستہ سے آشنا تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ اسی حالت میں ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جان بحق ہو گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ گئے، اس طرح ہم لوگ موت کے منہ سے نکل آئے۔ یہ پانی درہ خمیت کے ایک تنگ گوشہ میں ہے۔ میرے مولا میں نے اس سفر کو فال بد سمجھا ہے لہذا اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمادیں اور کسی دوسرے کو اس کام کی انجام دہی کے لئے بھیج دیں۔ والسلام

.....

- ۱- خمیت مدینہ کے اطراف میں مکہ کے راستہ کی طرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دونوں راہنما گم ہو کر مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔ جیسا کہ ابصار العین میں موجود ہے۔ ص ۱۶
- ۲- ارشاد، ص ۲۰۴ و خوارزمی ص ۱۹۷ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔ طبری نے بھی معاویہ بن عمار کے واسطے سے اسے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ ج ۵، ص ۳۴۷

مسلمہ کو امام علیہ السلام کا جواب

خط ملتے ہی امام علیہ السلام نے جناب مسلمہ کو جواب دیا:

اما بعد: فقد خشيت ان لا يكون حملك على الكتاب الی فی الاستعفاء من الوجه الذى وجهتك له الا الجبن، فامض لوجهك الذى وجهتك له، والسلام عليك اما بعد: مجھے اس کا خوف ہے کہ تم نے اس عظیم سفر سے جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے معافیت طلبی کا خط فقط خوف و ہراس کی بنیاد پر لکھا ہے لہذا میری رائی یہ ہے کہ فوراً اس کام پر نکل پڑو جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ والسلام علیک

جناب مسلمہ نے خط کے جواب کو پڑھ کر کہا: میں اس سفر میں اور اس کام کی انجام دہی میں اپنی جان سے ہرگز خوف زدہ نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر مسلمہ وہاں سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک منزل گاہ اور چشمہ آب تک پہنچے جو قبیلہ طئی کا تھا۔ آپ نے اس چشمہ کے پاس پڑاؤ ڈالا اور کچھ دیر آرام کیا۔ آرام کے بعد پھر وہاں سے سفر پر نکل پڑے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد راستے میں جناب مسلمہ نے ایک شکاری کو ہرن کا شکار کرتے ہوئے دیکھا۔ جب اس شخص نے ہرن پر تیر مارا تو وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ حضرت مسلمہ نے اسے دیکھ کر کہا: اگر خدا چاہے گا تو ہمارا دشمن بھی اسی طرح نابود ہو جائے گا۔

کوفہ میں جناب مسلم کا داخلہ

- * اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط
- * مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ
- * بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ * مسلم کی تلاش میں ابن زیاد
- * کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ * مختار کا نظریہ
- * مسلم، ہانی کے گھر * دوسری صبح
- * معقل شامی کی جاسوسی * جناب مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کی روانگی
- * ابن زیاد کے قتل کا پلان * آگ اور پتھر کی بارش
- * معقل، جناب مسلم کے گھر میں * فریب امان اور گرفتاری
- * دربار میں ہانی کا احضار * حضرت مسلم بن عقیل کی محمد بن اشعث سے وصیت
- * ہانی، ابن زیاد کے روبرو * مسلم محل کے دروازہ پر
- * موت کی دھمکی * مسلم، ابن زیاد کے روبرو
- * ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ * حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت
- * جناب مسلم علیہ السلام کا قیام * جناب ہانی کی شہادت
- * اشرف کوفہ کی خیانت * تیسرا شہید
- * پرچم امان کے ساتھ اشرف کوفہ * چوتھا شہید
- * جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی * مختار قید خانہ میں

* ابن زیاد کا موقف * یزید کے پاس سروں کی روانگی
* یزید کا جواب * امام علیہ السلام کا مکہ سے سفر

کوفہ میں جناب مسلمہ علیہ السلام کا داخلہ

وہاں سے مسلم علیہ السلام پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنے تینوں ساتھیوں قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبید السلولی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکنان ارجی کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوئے (۱) اور مختار بن ابو عبید ثقفی (۲) کے گھر میں مہمان ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی شیعہ ہر چہار جانب سے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے اور رفت و آمد کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب سب شیعہ جمع ہو گئے تو جناب مسلم نے ان کو امام علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا۔ خط کے مضمون کو سنتے ہی وہ سب کے سب رونے لگے۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۵، مروج الذہب، ج ۲، ص ۸۶، کے بیان کے مطابق کوفہ میں وارد ہونے کی تاریخ ۵ شوال ہے۔

۲۔ پہلی ہجری میں مختار نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ (طبری، ج ۲، ص ۴۰۲) ۳۷ھ میں اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کی جانب سے ان کی جانشینی میں مدائن کے گورنر ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۶) عام الجماعة کے بعد ۴۰ھ تک اپنے چچا ہی کے پاس رہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۹) طبری نے مختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے بتایا کہ

حسن بن علی (علیہما السلام) نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی ہے۔ (ج ۵، ص ۵۶۹) زیاد کے زمانے میں مختار سے چاہا گیا کہ وہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دیں لیکن مختار نے اسے قبول نہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) جناب مسلم کے قیام کے دوران آپ کا شمار پرچم داروں میں ہوتا تھا (ج ۵، ص ۳۸۱) لیکن جب جناب ہانی کے قید ہونے کی خبر سے مطلع ہوئے تو اپنے پرچم اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جناب مسلم کے خروج سے پہلے ہی کسی وعدہ کے بغیر قیام کر دیا، پھر جب عمرو بن حریث نے مختار کو دعوت دی کہ ابن زیاد کے پرچم امن تلے آ جاؤ اور صلح کر لو تو دھوکہ میں آ کر مختار نے صلح قبول کر لی۔ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہونے تو چھڑی سے آپ کے چہرے پر حملہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے آنکھ میں کافی چوٹ آئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو قید کر دیا گیا؛ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ آپ کی بہن صفیہ، عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھیں لہذا مسلم نے اپنے بچپا کے بیٹے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو ابن عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ مختار کی آزادی کے لئے یزید کو خط لکھے۔ اس نے خط لکھ کر یزید سے مختار کی آزادی کی درخواست کی تو اس نے خط لکھ کر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو آزاد کر دیا جائے لہذا اس نے ایسا ہی کیا لیکن انھیں کوفہ سے نکال دیا۔ مختار وہاں سے راہی حجاز ہو گئے اور وہاں

ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ابن زبیر کے ہمراہ اہل شام سے بڑی شدید جنگ لڑی۔ یزید کی موت کے پانچ مہینہ بعد ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۰-۵۷۸) جب کوفہ میں وارد ہوئے تو سلیمان بن صد خزاعی

شیعوں کو توبہ اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص کی دعوت دے رہے تھے۔ مختار نے آنکر دعویٰ کیا کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس سے آرہے ہیں اور سلیمان فنون جنگ سے نابلد ہیں لہذا خود کی جان بھی گنوائیں گے اور اپنے سپاہیوں کا بھی بے جا خون بہائیں گے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۰ و ۵۸۰) جب تو ابین نے خروج کیا تو ابن زبیر کے کار گزار ابن مطیع نے مختار کو قید کر لیا (ج ۵، ص ۶۰۵) ایسی صورت میں مختار نے اپنے غلام زربلی کو ابن عمر کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ابن زبیر کے کار گزار سے مختار کی رہائی کی درخواست کرے۔ ابن عمر نے خط لکھ کر درخواست کی تو اس نے عہد و پیمان کے ساتھ آزاد کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۸) آزاد ہونے کے بعد مختار نے خروج کیا اور تمام امور پر غلبہ پا کر جنگ شروع کی۔ ابن زیاد سے گھمسان کی جنگ کی اور اسی جنگ میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد قاتلین امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر کار ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کر ڈالا۔ (ج ۶، ص ۶۷) قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ مختار کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دی جائیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کے پاس مختار کو آویزاں کر دیا گیا۔ وہ اسی طرح لٹکے رہے یہاں تک کہ حجاج ثقفی نے اسے ہٹایا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۱۰) مصعب نے مختار کی پہلی بیوی عمرہ بنت نعمان بن بشیر کو قتل کر دیا اور دوسری بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کو چھوڑ دیا۔ (ج ۶، ص ۱۱۲) ۷۱ھ میں مصعب نے عبد الملک سے جنگ کی۔ اس جنگ میں زائدہ بن قدامہ ثقفی بھی حاضر تھا؛ پس اس نے مصعب کو قتل کر دیا اور آواز دی یا لثارات المختار یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۹) مختار کا گھر مسجد کے پاس تھا تو

عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے ۱۵۹ھ میں اسے مختار کے وارثوں کے ہاتھ بچ دیا۔ (طبری، ج ۸، ص ۲۲) بادی النظر میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مختار نے مسلم علیہ السلام کو جو اپنے گھر میں روکا اس کا سبب یہی تھا کہ وہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے نسبتی رشتہ دار تھے اور اس پر طبری کی روایت کو اگر اضافہ کر دیا جائے کہ شیعہ مختار کی مذمت اس لئے کیا کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ساباط میں ان پر حملہ کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵)

مختار کے سلسلے میں روایتوں کی زبان مختلف ہے اور سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت محکم نہیں ہے لہذا قابل اعتبار صاحبان رجال کا تحقیقی نظریہ یہی ہے کہ اگر کوئی روایت فقہی مسئلہ میں تنہا مختار سے نقل ہوئی ہو تو اس پر توقف کیا جائے گا۔ مختار کے سلسلے میں طبری کی روایت معتبر نہیں ہے اور مختار کی شخصیت کو اس طرح گرانا اور بے حیثیت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

اس کے بعد عابس بن ابی شیبیب شاکری (۱) اٹھے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا:

اما بعد فانی لا أخبرك عن الناس ولا أعلم ما في أنفسهم وما أغرت منهم ،
والله لا حدّثك عمّا أنا موطن نفسي عليه والله لا جيبئكم اذا دعوتهم ولا قاتلن
معكم عدوكم ، ولا ضربن بسيفي دونكم حتى ألقى الله، لا اريد بذلك الا
ما عند الله

.....

۱۔ اس کے بعد عابس جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵) اس کے بعد یہ امام علیہ السلام کے ہی ساتھ

رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴) یہ قبیلہ ہمدان سے منسوب تھے۔
 اما بعد: اے مسلم! میں آپ کو لوگوں کی خبر نہیں دے رہا ہوں نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے
 دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی میں ان کے سلسلہ میں آپ کو دھوکہ دوں گا؛ خدا کی قسم میں وہی
 بولوں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ مجھ کو بلائیں گے میں حتماً
 لبیک کہوں گا، میں آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے ضرور بالضرور قتال کروں گا، آپ کے
 سامنے اپنی شمشیر سے لقاء الہی تک لڑتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں خدا کے نزدیک میرے لئے
 جو چیز ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی منشاء نہیں ہے۔

پھر حبیب بن مظاہر فقہی اسدی کھڑے ہوئے اور فرمایا: رحمک اللہ؛ قد قضیت مانی
 نفسک بواجز من قولک اللہ تم پر رحم کرے (اے عابس) جو تمہارے دل میں تھا اور جو کچھ
 کہنا چاہتے تھا اسے تم نے بڑے مختصر جملوں میں بیان کر دیا۔ اس کے بعد پھر فرمایا:

وانا والله الذی لا اله الا هو علی مثل ما هو هذا علیہ

اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں نے بھی اس مرد کی راہ کو اپنی راہ قرار دیا پھر
 حنفی (۱) نے بھی اسی طرح اپنا ارادہ ظاہر کیا، پھر ایک کے بعد ایک سب نے اپنے اپنے
 تاثرات کا اظہار کیا، اس کے بعد جناب مسلم کے پاس شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ جاری
 ہو گیا؛ یہاں تک کہ جناب مسلم کی منزل گاہ لوگوں کے لئے جانی پہچانی ہو گئی یہاں تک کہ اس
 کی خبر نعمان بن بشیر (۲) کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس خبر کے شائع ہونے کے بعد وہ منبر پر آیا
 حمد و ثنائے الہی کے بعد اس نے کہا:

اما بعد: اے بندگان خدا! تقوئے الہی اختیار کرو اور فتنہ و پراکندگی کی طرف جلدی جلدی

آگے نہ بڑھو کیونکہ ان دونوں صورتوں میں لوگ ہلاک ہوں گے، خون بہیں گے اور اموال غصب ہوں گے... میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کر سکتا جو مجھ سے جنگ کے لئے نہ آئے؛ اسی طرح میں کسی ایسے پر حملہ آور نہیں ہو سکتا جو مجھ پر یورش نہ کرے، نہ ہی میں تم کو سب و شتم کروں گا نہ ہی تحریک، نہ ہی بری باتوں کی

.....

۱۔ یہ وہی سعید بن عبد اللہ حنفی ہیں جو اہل کوفہ کا خط لے کر امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور امام علیہ السلام کا جواب لیکر کوفہ پہنچے تھے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے ابو وڈاک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو وڈاک کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ہم لوگوں کے پاس آیا اور منبر پر گیا۔

نسبت دوں گا نہ ہی بدگمانی و تہمت لگاؤں گا، لیکن اگر تم نے اپنے اندر کے کینہ کو صفحہ دل سے باہر آشکار کر دیا اور بیعت توڑ کر اپنے حاکم کے خلاف مخالفت کے لئے علم بلند کیا تو یاد رہے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس وقت تک تہ تیغ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں قبضہ شمشیر ہے، خواہ تم میں سے کوئی میرا ناصر و مددگار نہ ہو، لیکن مجھے اس کی امید ہے کہ تم میں سے جو حق کو پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جو باطل کی طرف پلٹتے ہیں۔

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد عبد اللہ بن مسلم بن سعید حضرمی (۱) اٹھا (جو بنی امیہ کا ہم

پیمان تھا) اور بولا: اس وقت تم جو سمجھ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے اس وقت تو سخت گیری کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ تمہاری سیاست ناتواں اور ضعیف لوگوں کی سیاست ہے۔ اس پر نعمان نے کہا:

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ أَحَبَّ إِلِيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْأَعْزِينَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ

خدا کی اطاعت میں میرا شمار مستضعفین و ناتوانوں میں ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی معصیت میں میرا شمار صاحبان عزت میں ہو، یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آیا۔
عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا اور یزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا:

اما بعد: فان مسلم بن عقيل قد قدم الكوفة، فبايعته الشيعة للحسين بن علي، فان كان لك بالكوفة حاجة فابعث اليها رجلا قوئى أينفذ أمرك، ويعمل مثل عملك في عدوك، فان النعمان بن بشير رجل ضعيف، او هو يتضعف.

اما بعد: مسلم بن عقيل کوفہ پہنچ چکے ہیں اور حسین بن علی کے چاہنے والوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اب اگر تم کوفہ کو اپنی قدرت میں رکھنا چاہتے ہو تو کسی ایسے قوی انسان کو بھیجو جو تمہارے حکم کو نافذ کر سکے اور اپنے دشمن کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسا اقدام پیش کر سکے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک ناتواں انسان ہے یا شاید خود کو ضعیف دکھانا چاہ رہا ہے۔

.....

۱۔ اس کا نام ان لوگوں میں آتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی۔ اس کا پورا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبۃ الحضرمی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹)

پھر عمارہ بن عقبہ (۱) اور عمر بن سعد بن ابی وقاص (۲) نے ایسے ہی خطوط (۳) لکھ کر یزید کو حالات سے آشنا کرایا۔

.....

۱۔ یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی ہے۔ یہ اور اس کا بھائی مکہ سے مدینہ کی طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھتا ہوا نکلا تا کہ پیغمبر اکرم ﷺ ان دونوں کی بہن ام کلثوم کو جو حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلی آئی تھیں انہیں لوٹادیں لیکن پیغمبر اکرم نے انکار کر دیا۔ (طبری، ج ۲، ص ۶۴۰) اس کا مکان اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ کے میدانی علاقہ میں تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۷۴) اس کی بیٹی ام ایوب، مغیرہ بن شعبہ کی بیوی تھی۔ جب مغیرہ مر گیا تو زیاد بن ابیہ نے اس سے شادی کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۸۰) اسی نے زیاد کے سامنے عمرو بن حنفیہ کے خلاف گواہی دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۶) یہ اپنے باپ عقبہ بن ابی معیط کے ہمراہ کفر کی حالت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پیغمبر اسلام نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، اس پر اس نے کہا: اے محمد اس بچی کا کیا ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۹) یہ جناب مسلم کی شہادت کے وقت محل میں تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۷۶) اور حاکم کوفہ کے سامنے مختار کے خلاف بھی سازشیں رچتا رہا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۹) اس کے بعد اس کے سلسلہ میں خبریں مخفی ہیں اور کچھ پتہ نہیں ہے۔

۲۔ اسکی ماں بشری بنت قیس بن ابی کیسم تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

مرتد لوگوں میں شمار ہوتی ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۴۱) اس کی ولادت ہجرت کی دوسری دہائی کے اوائل میں ہوئی ہے اور کربلا میں یہ ۵۰ سال کے آس پاس کا تھا۔ ۱۷ یا ۱۹ ہجری میں اس کے باپ سعد نے اسے عیاض بن غنم کے ہمراہ ارض جزیرہ یعنی شمال عراق اور شام کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس زمانے وہ بالکل نوجوان تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳) ۳۷ھ میں عمر نے اپنے باپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے حکمیت کے مسئلہ میں حاضر ہونے کی لالچ نہ دلا دی۔ اس کے بعد وہ دومۃ الجندل میں اپنے باپ کو لیکر حاضر ہو گیا۔ اس کا باپ بادیہ نشین بنی سلیم کے پانی کے پاس تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا: بابا آپ وہاں گواہی دیجئے گا کہ آپ صحابی رسول اور شوریٰ کی ایک فرد ہیں؛ اس لئے خلافت کے آپ زیادہ سزاوار ہیں۔ (ج ۵، ص ۷-۶۶) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور کوفہ کو سنبھالنے کے لئے یزید کو خط لکھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۶) مسلم بن عقیل کے سلسلہ میں اس نے مکر سے کام لیا اور جناب مسلم کی وصیتوں کو ابن زیاد کے لئے فاش کر دیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا امین خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی کبھی خائن پر امین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۷) محمد بن اشعث کندی نے چاہا تھا کہ ابن زیاد کے قتل کے بعد یہ کوفہ کا امیر بن جائے لیکن بنی ہمدان کے مرد شمشیریوں کے ہمراہ اور عورتیں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں (طبری، ج ۵، ص ۵۲۴) مختار نے اس کی طرف ابو عمرہ کو روانہ کیا۔ اس نے عمر سعد کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر آ گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حفص بن عمر کو بھی قتل کر دیا اور

کہا: خدا کی قسم اگر قریش کو ۷ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے ۳ حصہ کو بھی میں قتل کر دوں تب بھی حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے پور کا بدلہ بھی نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر ان دونوں کے سروں کو مدینہ محمد حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔ (طبری ج ۶، ص ۶۱-۶۲)

۳۔ ہشام کا بیان ہے کہ عوانہ نے کہا: جب فقط دو دونوں کے اندر یزید کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا تو یزید بن معاویہ نے معاویہ کے غلام سرجون (۱) کو بلایا اور اس سے پوچھا: تمہاری رائے کیا ہے؟ کیونکہ حسین نے کوفہ کی راہ اختیار کر لی ہے اور مسلم بن عقیل کوفہ میں حسین کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں۔ دوسری طرف نعمان کے ضعف و ناتوانی اور اس کے برے بیان کے سلسلہ میں مسلسل خبریں آرہی ہیں تو اب تم کیا کہتے ہو؟ کوفہ کا عامل کس کو بناؤں؟ واضح رہے کہ یزید کو عبید اللہ بن زیاد بے انتہا ناپسند تھا۔

سرجون نے جواب دیا: تم یہ بتاؤ کہ اگر معاویہ زندہ ہوتا اور تم کو رائے دیتا تو کیا تم اس کی رائے کو قبول کرتے؟ یزید نے جواب دیا: ہاں۔ یہ سنتے ہی سرجون نے وہ وصیت نامہ نکالا جو ایسے ماحول کے لئے معاویہ نے لکھ کر مخفیانہ طور پر سرجون کے حوالے کیا تھا جس میں ایسی صورت حال میں کوفہ کو عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ یہ وصیت نامہ دے کر سرجون نے کہا: یہ معاویہ کی رائے ہے جسے لکھ کر کے وہ مر گیا۔ یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود اس رائے کو فوراً قبول کر لیا پھر مسلم بن عمر و بابلی (۲) کو بلایا اور خط لکھ کر فوراً اسے بصرہ روانہ کیا۔ خط میں اس نے یہ لکھا: اما بعد: کوفہ سے میرے پیروؤں نے خط لکھ کر مجھ کو خبر دی ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جمع ہو کر مسلمانوں کے اجتماع کو درہم و برہم کر رہا ہے تو تم میرا خط

پڑھتے ہی رخت سفر باندھ کر کوفہ پہنچ جاؤ اور ابن عقیل کی جستجو میں اس طرح لگ جاؤ جیسے کوئی اپنے گم شدہ گوہر کو تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنی گرفت میں قید کر لو یا قتل کر دو یا پھانسی پر چڑھا دو۔ والسلام

مسلم بن عمرو وہاں سے فوراً نکلا اور بصرہ جا کر ہی دم لیا۔ وہاں جا کر یہ خط عبید اللہ کے حوالے کیا۔ اس نے فوراً سامان سفر آمادہ کرنے کے لئے کہا اور دوسرے دن راہی کوفہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۷)

اس واقعہ کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے عمار دہنی (ابو معاویہ بن عمار امام صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے باپ عمار علماء اہلسنت کے درمیان ثقہ اور صاحب جاہ و منزلت شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو معاویہ ہے۔ کبھی کبھی امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔) رجال علامہ، ص ۱۶۶) ابن ندیم کی کتاب الفہرست ص ۲۳۵، طبع یورپ کے مطابق عمار کی ایک کتاب بھی ہے۔) نے اس طرح نقل کی ہے: یزید نے اپنے غلام سرجون (جس سے وہ ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا) کو بلایا اور تمام اخبار سے آگاہ کیا۔ سرجون نے کہا: اگر معاویہ زندہ ہوتا تو کیا تم اس کی باتوں کو قبول کرتے؟ یزید نے کہا: ہاں! سرجون نے کہا: تو اب میری بات کو قبول کرو کیونکہ کوفہ کے لئے عبید اللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کو فوراً وہاں کا والی بناؤ۔ یہ سنتے ہی یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود جبکہ اسے بصرہ سے بھی ہٹانا چاہتا تھا فوراً رضا و رغبت کے ساتھ ابن زیاد کو خط لکھا اور اس کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور اسے

لکھا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش کرے اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کر دے (ج ۵، ص ۴۸۳) (۱) سرجون بن منصور رومی معاویہ کا کاتب اور اس کے دفتر کا منشی تھا۔ (ج ۵، ص ۲۳۰ ج ۶، ص ۱۸۰)

(۲) مسلم بن عمرو باہلی بصرہ میں زیاد بن ابیہ کے ہمراہ تھا اور بابلہ میں صاحب عزو شرف تھا۔ ۴۶ھ تک اس کے ساتھ رہا۔ (طبری ۵ ص ۲۲۸) اس کے بعد شام میں سکونت اختیار کی لہذا یہ بصری شامی ہو گیا۔ اس نے دوبارہ شام سے بصرہ کا سفر یزید کا خط ابن زیاد تک پہنچانے کی غرض سے کیا پھر ابن زیاد ہی کے ساتھ کوفہ آ گیا۔ جب ہانی بن عروہ ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے تو اس نے ان سے کہا کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کو حاکم کے سامنے پیش کرو۔ (ج ۵، ص ۳۶۶) جب جناب مسلم دارالامارہ کے دروازہ پر پہنچے اور پانی مانگا تو اس نے آپ کو برا بھلا کہا (ج ۵، ص ۳۷۶) پھر یہ مصعب بن زبیر کا حامی ہو گیا تو مصعب نے اسے ابن حرجعی سے جنگ کے لئے بھیجا لیکن ۶۸ھ میں یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (ج ۶، ص ۱۳۲) یہ مصعب کے وزیر کی طرح تھا۔ (ج ۶، ص ۱۳۶) یہ مصعب کے ساتھ دیر جاٹلیق میں اس جنگ میں مار ڈالا گیا جو ۷۱ھ میں مروان کے ساتھ ہوئی تھی۔ (ج ۶، ص ۱۵۸) یہ دولت کا بڑا لالچی تھا (ج ۵، ص ۴۳۲) اس کے ۷ بیٹے تھے ۱۔ قتیبہ ۲۔ عبدالرحمن ۳۔ عبداللہ ۴۔ عبید اللہ ۵۔ صالح ۶۔ بشار ۷۔ محمد (ج ۶، ص ۵۱۶) باپ کے بعد سب کے سب حجاج بن یوسف کے طرفدار ہو گئے تو اس نے ۸۶ھ میں قتیبہ کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ (ج ۶، ص ۴۲۴) اس نے جنگ کر کے بیر چند مانوشکٹ، وارمین، بخارا، شومان، کش، نسف،

خام جز، سمرقند، شوش، فرگانہ، کاشغر، صالح نیزک، سفد، اور خوارزم شاہ کو فتح کر لیا اور ۹۶ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔ (ج ۶، ص ۴۲۹-۵۰۶)

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے اہل بصرہ کے نام ایک خط لکھا جسے سلیمان (۱) نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں بصرہ کے پانچ علاقوں (۲) کے رئیس اور اسی طرح اشراف بصرہ مالک بن مسمع بکری (۳) انحف بن قیس (۴) منذر بن جارود (۵) مسعود بن عمرو (۶) قیس بن پیشم (۷) اور عمرو بن عبید اللہ بن معمر کے پاس روانہ کیا۔

.....

۱۔ امام حسین علیہ السلام نے جس قاصد کو خط بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے۔ یہاں اس روایت میں اس کا نام سلیمان ہے۔ اسی طرح مقتل خوارزمی کی (ج ۱، ص ۱۹۹) میں اعثم کوفی کے حوالے سے بھی یہی نام مذکور ہے۔ لہوف میں بھی یہی نام ہے لیکن کنیت ابورزین ہے جو اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کی ماں کا نام کبشہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی کنیت تھی یہ خاتون امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ ام اسحاق تمیمہ کی خدمت گذار تھی۔ ابورزین نے اسی خاتون سے شادی کی تو سلیمان دنیا میں آئے۔ ابن نما نے میثر الاحزان میں لکھا ہے کہ امام نے یہ خط ذریعے بسدوسی کے ہاتھ روانہ کیا۔ ابن امین

نے لوایح الاشجان، ص ۳۶ پر لکھا ہے کہ امام نے ان دونوں کے ہمراہ خطر روانہ کیا تھا۔

۲۔ بصرہ پانچ قبیلوں پر منقسم تھا اور ہر قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔

۳۔ مالک بن مسمع البکری جمہوری: یہ بصرہ میں قبیلہ بنی بکر بن وائل سے متعلق تھے (طبری، ج ۴، ص ۵۰۵) شکست کے دن مروان بن حکم کے یہاں پناہ لی۔ اس کے بعد بنی مروان اس کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے درمیان اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور خود کو صاحب شرف سمجھتے رہے (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) اسکی رائے بنی امیہ کی طرف مائل تھی لہذا ابن حضرمی کے خلاف جسے معاویہ نے بصرہ روانہ کیا تھا اس نے ابن زیاد کی اس وقت مدد نہ کی جب وہ اپنی طرف دعوت دے رہا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۰) یہ وہی ہے جس نے یزید کی ہلاکت کے بعد ابن مرجانہ کی بیعت کر لی لیکن پھر اس نے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے ہمراہ بیت المال پر قبضہ کر کے اسے غارت کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۵) پھر یہ اس بات پر متہم ہو گیا کہ یہ چاہتا ہے کہ ابن زیاد کو دوبارہ بصرہ کے دارالامارہ کی طرف لوٹا دے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۲) مالک بن مسمع، بکر بن وائل جو ربیعہ یمن سے متعلق تھے کا مملوک تھا اور یہ سب کے سب ہم پیمان تھے۔ یہ بنو قیس اور انکے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ اسی طرح غزہ، شیبیع اللات اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ عجل، آل، ذہل بن ثعلبہ اور ان کے ہم پیمان تھے۔ یشکر، وضعیہ بن ربیعہ بن نزار یہ سب کے سب خانہ بدوش تھے اور حنیفہ شہر نشین تھے (طبری، ج ۵، ص ۵۱۵) پھر جب معاویہ کی خلافت کے آخری ایام اور یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قبیلہ

ازد کے افراد بصرہ میں آکر ان سے ملحق ہو گئے تو مالک بن مسمع بھی ان کے ہمراہ آیا اور ان کے ہمراہ تجدید پیمان کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۶) ۶۴ھ میں ایک بار پھر تجدید پیمان کیا۔ ان کے مقابلہ میں مسعود بن عمرو والمعنی تھا۔ وہ سب کے سب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب قرشی ہاشمی سے مقابلہ کے لئے نکلے تاکہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹاسکیں۔ اس میں ان کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور مالک بن مسمع کا گھر جلا دیا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۱) اس نے غیرت میں آکر بصرہ میں مختار کے ساتھیوں سے دفاع کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ مخالفین کا ہم پیمان ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۸) پھر مصعب اور مختار کی جنگ میں قبیلہ بکر بن وائل کا مخالف ہو گیا (طبری، ج ۶، ص ۹۵) پھر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس کی مدد کی۔ یہ خالد وہی ہے جسے عبدالملک بن مروان نے بصرہ بلایا تھا، بعد میں اس نے خالد کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں پر چوٹ آگئی تو جنگ سے گھبرا گیا پھر اس نے عبید اللہ بن عبید اللہ بن معمر جانشین مصعب سے امن کی درخواست کی تو اس نے امان دے دیا لیکن یہ مصعب سے خوف زدہ ہو گیا اور اپنی قوم کے ساتھ قبیلہ شاج میں ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۵) اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

۴۔ احنف کا نام صحزہ بن قیس ابو بجر سعدی ہے۔ یہ عباس بن عبدالمطلب سے روایت نقل کرتا ہے (طبری ج ۱، ص ۲۶۳) ۱۷ھ میں عتبہ بن غزو ان نے اہل بصرہ کے ایک وفد کے ہمراہ اسے عمر کے پاس بھیجا (طبری، ج ۴، ص ۸۱) اور اہل بصرہ نے اہل فارس میں سے جن

لوگوں سے ۱۷ھ میں جنگ کی اس نے بھی انہی کے ہمراہ جنگ کی عمر نے اسے خراسان کی پرچم داری دے کے فتح کے لئے بھیجا جو خود اسی کی رائے تھی (طبری، ج ۴، ص ۹۴)، پھر اس نے یزید جرد پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۷۱) ہرات کو ۳۱ھ میں فتح کر لیا (طبری، ج ۴، ص ۳۰۱) اور مروود اہل بلخ سے صلح کر لی۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۰-۳۱۳) یہ بصرہ کے ان لوگوں میں سے ہے جنہیں عایشہ نے خط لکھا تھا (طبری، ج ۴، ص ۴۶۱) بصرہ کے فتنہ میں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا حضرت نے اسے اس کی قوم کے ہمراہ جنگ سے الگ رہنے کی دعوت دی تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور قوم نے بھی لبیک کہا پھر وہ ان کے ہمراہ کنارہ کش ہو گیا۔ جب جنگ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی تو یہ ۱۰ ہزار یا ۶ ہزار لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس آ گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۹۷-۴۶۸) بعض روایتوں میں ۴ ہزار بھی ہے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۱) وہاں پہنچ کر رات میں حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی (طبری، ج ۴، ص ۵۴۱) پھر علی علیہ السلام کے پاس کوفہ آیا اور بصرہ میں اپنے قبیلہ والوں کو لکھا کہ فوراً کوفہ آجائیں تاکہ صفین کی جنگ میں پہنچ سکیں پس وہ سب کے سب وہاں سے سامان سفر باندھ کر عازم ہو گئے۔ (واقعہ صفین، ص ۲۴) جنگ صفین میں یہ قبیلہ تمیم، ضبہ اور رباب کی سربراہی کر رہا تھا (صفین، ص ۱۱۷) لیکن اسے خوف تھا کہ عرب اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ (صفین، ص ۳۸۷)

حکمت کے سلسلہ میں اس نے حضرت پر بہت زور ڈالا کہ اسے حکم بنایا جائے کیونکہ ابو موسیٰ

ایک سست اور نرم خواہی ہے لیکن اس پر اشعث بن قیس بھڑک اٹھا اور اس کی حمیت کا انکار کر دیا۔ (صفین، ۵۰۱) جنگ صفین میں اس نے مولائے کائنات سے اس بات پر پر خاش کی کہ اس کا نام مومنین کی امارت سے کیوں حذف ہوا۔ (صفین، ۵۰۸) جب حکمیت کی قرارداد پڑھ کر

سنانے کے لئے اشعث آیا تو اس نے اسے رد کر دیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کر دیا تو یمن والے قبیلہ بنی تمیم سے انتقام لینے کے لئے آگئے؛ اس پر احنف نے بات کو ٹالا (صفین، ص ۵۱۳) اور اس نے ابو موسیٰ کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم دھوکہ کھانے سے بچنا۔ (صفین، ص ۵۳۶) یہ بنی ہاشم کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی مشاورتی کمیٹی میں تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) بنی تمیم کے ۱۵۰۰ جوانوں کے ساتھ دوبارہ اس نے صفین کی طرف خروج کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۷۸) ۵۰ ہمسے یہ معاویہ کے پاس پہنچا اور اس سے ایک لاکھ کی اجازت لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲) ۵۹ھ میں ابن زیاد نے اسے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اسے معاویہ کے پاس سب سے آخر میں پہنچایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۱۷) یزید کے بعد اس نے عبد اللہ بن زیاد کی بیعت کر لی تاکہ وہ بصرہ کا امیر ہو جائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۷) اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ وہ ابن زبیر کے بلانے پر آیا ہے لہذا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ممانعت ہو رہی ہے تو خود ہی الگ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۸) جب قبیلہ ازد نے جنگ کے بعد چاہا کہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹائیں تو بنو تمیم احنف کے پاس جمع ہوئے اور ابن زیاد کے دوبارہ حکومت میں لوٹنے کے سلسلہ میں شکایت

کی اور یہ بھی شکوہ کیا کہ بنی تمیم کا ایک شخص قبیلہ ازد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے تو احنف نے بنی تمیم کے ہمراہ خون خواہی اور انتقام میں ان پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے مسعود بن عمر، زعیم ازد اور مجیر بن زیاد کو قتل کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے شام بھاگ نکلا (طبری، ج ۵، ص ۵۱۹) پھر اس نے ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱۵) پھر اس نے مصعب بن زبیر کے ہمراہ ۶۷ھ میں مختار سے جنگ کی۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۵) اسی نے مصعب کو اشارہ کیا تھا کہ مختار کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر دو جنہوں نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۱۶) ۷۱ھ میں احنف کی آنکھیں بند ہو گئیں (طبری، ج ۶، ص ۱۵۷)

۵۔ منذر ابن جارود جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں قبیلہ جذعہ اور قبیلہ عبد قیس کے خاندان بکر کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۵) اس کی بیٹی بحریہ ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب یزید بن مفرغ حمیری نے آل زیاد کو پریشان کیا تو انھیں منذر ہی نے پناہ دی تھی اور ابن زیاد نے اسے پناہ نہیں دی ہے (طبری، ج ۵، ص ۳۱۸) بعد میں ابن زیاد نے اسے ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کا والی بنا دیا۔ اصابتہ، ج ۳، ص ۴۸۰ کے بیان کے مطابق ۶۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

۶۔ مسعود بن عمرو بن عدی ازدی یہ بصرہ کی جنگ میں قبیلہ ازد کا قائد تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۵) اسی نے ابن مرجانہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تھا اور اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ یہ یزید کی موت کے بعد وہاں ۹۰ دنوں تک ٹھہرا رہا پھر وہاں سے شام نکل

گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) مسعود نے ابن زیاد کے ہمراہ قبلیہ ازد کے ۱۰۰ افراد بھیجے جن پر قرہ بن عروہ بن قیس کو سربراہ بنایا یہاں تک کہ یہ سب ابن زیاد کے ساتھ شام پہنچے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) جب وہ شام کی طرف جا رہا تھا۔ مسعود بن عمرو نے بصرہ کی حکومت کی درخواست کی اور وہ اپنی قوم سے نکلا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۵)

داخلہ کے بعد خوارج کا ایک گروہ آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت مسعود منبر پر بیٹھا ہر اس شخص سے بیعت لے رہا تھا جو وہاں آ رہا تھا۔ اس پر مسلم جو فارس کا رہنے والا تھا اور ابھی بصرہ میں آیا تھا اعتراض کیا پھر مسلمان ہو کر گروہ خوارج میں داخل ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۵) یہ سب کے سب ۴۰۰ افراد تھے جن کا تعلق بصرہ کی اساور قوم سے تھا جنہیں آشوریوں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بصرہ کی قدیم ترین قوم ہے (طبری، ج ۵، ص ۵۱۹) یا ماہ آفریڈون کے ہمراہ ۵۰۰ افراد تھے جو بنی تمیم کی نمایندگی کر رہے تھے اس پر سلمہ نے اس سے کہا: تم لوگ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا: تمہاری ہی طرف! تو اس نے کہا: تو آ جاؤ! یہ سب کے سب آ گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۸) پس ان لوگوں نے اس کے قلب کو نشانہ بنایا اور اس کو قتل کر کے نکل گئے۔ اس پر قبیلہ ازد نے ان کی طرف خروج کیا اور ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو مجروح کر دیا یہاں تک کہ ان کو بصرہ سے نکال دیا۔ اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے اور انہیں بصرہ لے کر آئے تھے، پھر بنی تمیم اور ازد کی مڈبھیڑ میں دونوں طرف سے اچھے خاصے لوگ مار

ے گئے، آخر کار ایک لاکھ درہم دیت پر ان لوگوں کے درمیان صلح ہوئی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۶)

۷۔ قیس بن ہیشم سلمی: ۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر نے مذکورہ شخص کو اس کے چچا عبداللہ بن خازم کے ہمراہ خراسان کا حاکم بنا دیا۔ جب عبداللہ بن عامر وہاں سے نکلنے لگا تو اس نے ہرات، قہستان، طبس اور بادغیس سے ۴۰ ہزار تیراندازوں کو جمع کیا؛ پس ابن عامر سے جو عہد تھا کہ ابن خازم خراسان کا امیر رہے گا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے نکال دیا۔ اس نے ایسا کام جان بوجھ کر کیا تھا پھر اسے اس شہر سے نکال دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۴) وہ وہاں سے بصرہ آیا تو یہ عثمان کے خلاف شورش کا زمانہ تھا۔ عبداللہ بن عامر کے حوالے سے عثمان نے اہل بصرہ سے مدد مانگی تھی۔ عبداللہ بن عامر نے لوگوں سے مدد کی درخواست کی اس پر قیس بن ہیشم کھڑا ہوا اور تقریر کرتے ہوئے اس نے لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے اکسایا، جس پر سب کے سب جلدی جلدی اس کے پاس آگئے اور وہاں آئے جہاں عثمان کا قتل ہوا تھا؛ پھر واپس پلٹ گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ کے عہد میں ۴۱ھ میں عبداللہ بن عامر کی گورنری میں بصرہ کی پولس کا سربراہ تھا (طبری، ج ۵، ص ۱۷۰) پھر ۲ سال کے بعد ابن عامر نے اسے خراسان کا والی بنا کر بھیجا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۷۲) وہاں اس نے خراج لینے میں سستی دکھائی تو عبداللہ بن عامر نے اسے معزول کرنا چاہا۔ عبداللہ خازم نے چاہا کہ اس کو وہاں کی ولایت دے دی جائے۔ جب وہ یہ لکھنا چاہ رہا تھا وہاں قیس پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس نے خراسان چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا، اس

پر ابن عامر نے اسے ۱۰۰ کوڑے لگا کر تھکڑی بیڑی ڈال کر قید کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۰۹) یہ قیس اسی ابن عامر کے ماموؤں میں شمار ہوتا تھا۔ اس واقعہ کو سن کر اس کی ماں نے اسے بلایا اس پر اس نے قیس کو وہاں سے نکال دیا (طبری، ج ۵، ص ۲۱۰) اور ۴۴ھ میں قبیلہ بنی لشکر کی ایک فرد جس کا نام طفیل بن عوف یثکری یا عبداللہ بن ابی شیخ یثکری تھا خراسان روانہ کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۲۰۹-۲۱۳) پھر قیس بن ہیشم پر اسے ترس آگیا اور اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا لہذا اسے بصرہ کا حاکم بنا دیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب معاویہ بصرہ آ رہا تھا (طبری، ج ۵، ص ۲۱۳) بصرہ پہنچ کر معاویہ نے اپنی بیٹی ہند سے اس کی شادی کر دی پھر ۴۴ھ میں اسے بصرہ سے معزول کر دیا۔ ۴۵ھ میں معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا والی بنا دیا پس اس نے قیس بن ہیشم کو مروء الروز، فاریاب اور طالقان بھیجا (طبری، ج ۵، ص ۲۲۴) پھر ۶۱ھ میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد یزید بن معاویہ کی طرف سے عبدالرحمن بن زیاد کے بدلے خراسان کا حاکم بنایا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عبدالرحمن نے یزید کے پاس آنا چاہا تو یزید نے اسے معزول کر دیا پس قیس بن ہیشم بھی معزول ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۳۱۶) جب یزید ہلاک ہوا تو قیس بصرہ میں تھا۔ ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا (طبری، ج ۵، ص ۵۰۴) قیس بن ہیشم اس وقت نعمان بن صہبان را سبی کا ہمراہی تھا جب یہ فیصلہ ہو رہا تھا کہ ابن زیاد کے بعد بنی امیہ میں ولایت کا حق کس کو دیا جائے تو ان دونوں کی اتفاق رائے مضرّی ہاشمی پر ہوئی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳) ثنی بن مخر بہ عبدی بصری جو ۶۶ھ میں لوگوں کو مختار کی طرف

بلارہا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آیا۔ یہ بصرہ میں ابن زبیر کے ہمراہ ہم شرط اور ہم ، قتال تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۷) ۶۷ھ میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ کے لئے آیا تھا اور لشکر ابن زبیر کی ۱۵ اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۵) ۷۱ھ میں یہ لوگوں کو پیسہ دے کر لارہا تھا تا کہ وہ ابن زبیر کے حق میں اس کے ساتھ خالد بن عبد اللہ کے مقابلہ میں لڑیں جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا بنا ہوا تھا (طبری، ج ۶، ص ۷۱) اور وہ اہل عراق کو مصعب کے ساتھ لڑانے سے برحذر کرتا تھا (طبری، ج ۶، ص ۱۵۷) اس کے سلسلہ میں آخری تحقیق یہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۷۱ھ میں مصعب کے سپاہیوں کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہو۔

اس خط کا مضمون یہ تھا : اما بعد : فان الله اصطفى محمد صلى الله عليه (وآله) وسلم على خلقه. أكرمته بنبوته، واختاره لرسالته، ثم قبضه الله اليه وقد نصح لعبادة وبلغ ما أرسل به صلى الله عليه (وآله) وسلم وكتأهله وأولياءه و أوصيائه وورثته وأحق الناس بمقامه في الناس، فاستأثر علينا قومنا بذلك، فرضينا وكرهنا الفرقة واحببنا العائفة، نحن نعلم اننا أحق بذلك الحق المستحق علينا ممن تولاه (۱)

وقد أحسنوا وأصلحوا وتحروا الحق قد بعثت رسول أليكم بهذا الكتاب وأنا أدعوكم الى كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه (وآله) وسلم فان السنة قد أميتت وأن البدعة قد أحييت وأن تسبعوا قول و تطيعوا أمر أهدكم سبيل الرشاد، والسلام عليكم ورحمة الله

۱۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا اپنی حق تلفی کو برداشت کرنا فقط افتراق کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے تھا، نہ کہ وہ لوگ رضا و رغبت سے اس زندگی کو گزار رہے تھے۔ یہی اس خاندان کی فضیلت ہے کہ اپنے فائدہ کو امت کے فائدہ پر قربان کرتے ہیں۔

ابا بعد: خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اپنی مخلوقات میں چن لیا اور اپنی نبوت کے ذریعہ انھیں باکرامت بنایا، اور اپنی رسالت کے لئے انھیں منتخب کر لیا، پھر خداوند عالم نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت نے بندگان خدا کی خیر خواہی فرمائی ہے اور وہ سب کچھ پہنچایا جس چیز کے ہمراہ ان کو بھیجا گیا تھا۔ جان لو کہ ہم ان کے اہل، اولیائی، اوصیاء اور وارث ہیں جو دنیا کے تمام لوگوں میں ان کے مقام و منزلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری ہی قوم نے ظلم و ستم کر کے ہمارا حق چھین لیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے، افتراق کو بُرا سمجھا اور امت کی عافیت کو پسند کیا جبکہ یہ بات ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ اس حق کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں اور اب تک جن لوگوں نے حکومت کی ہے ان میں نیکی، صلح اور حق کی آزادی میں ہم ہی اولیٰ ہیں۔ اب میں نے تمہارے پاس اپنا یہ خط روانہ کیا ہے اور میں تم کو کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دے رہا ہوں؛ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے۔ اب اگر تم میری بات سنتے ہو اور میرے کہے پر عمل کرتے ہو تو میں تم کو رشد و ہدایت کے راستے کی ہدایت کروں گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

بصرہ کے اشراف میں سے جس کسی نے بھی اس خط کو پڑھا اس کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارود نے خوف و ہراس میں آکر یہ سمجھا کہ سلیمان، عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس ہے اور یہ خط اسی کا ہے۔ اسی پندار باطل کے نتیجے میں وہ سلیمان کو اسی رات ابن زیاد کے پاس لے کر آیا جس کی صبح کو وہ کوفہ کے لئے عازم تھا اور اس کا خط اس کے سامنے پڑھ کر سنا دیا۔ اس جلاذ صفت آدمی نے اس نامہ بر کو بلا کر اس کی گردن کاٹ دی اور بصرہ کے منبر پر براجمان ہو کر خطبہ دیا۔

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ

حمد و ثنائے الہی کے بعد اس نے کہا: اے بصرہ والو! میں یہاں کا حکمراں اور فرمانروا ہوں۔ میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی زبان پر کوئی حکم جاری کرے اور میرے لئے مشکل ایجاد کرے۔ مجھے مشکلات سے کوئی ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں بید ہوں کہ ہواؤں سے لرز جاؤں؛ جو بھی مجھ سے مبارزہ کرے گا اس کے ساتھ سختی سے پیش آکر اسے درہم و برہم کر دوں گا اور جو مجھ سے جنگ کرے گا میں اسے ذلیل کر کے نابود کر دوں گا۔

(أُصِفَ الْقَائِدَ مِنْ رَامَاها) (۱)

اے بصرہ والو! امیر المؤمنین نے مجھے کوفہ کا والی بنایا ہے اور کل صبح میں وہاں جا رہا ہوں یہاں میں نے تمہارے لئے عثمان بن زیاد بن ابوسفیان کو حاکم بنایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی مخالفت اور ان کے خلاف سازش سے پرہیز کرو! اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں

اگر مجھے کسی طرف سے ذرہ برابر بھی مخالفت کی خبر مل گئی تو اسے اور اس کے سربراہ اور دوستوں کو قتل کر دوں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ میرے فرمانبردار ہو جاؤ اور تم میں کوئی مخالف اور جدائی پیدا کرنے والا نہ رہے۔

میں ابن زیاد ہوں اور میں اپنے باپ سے بہت زیادہ شبہت رکھتا ہوں۔ ماموں اور چچا کے بیٹوں کی شبہت مجھے اس سے جدا نہیں کر سکتی۔ (۲)

.....

۱۔ طبری میں اسی طرح موجود ہے۔ یہ جملہ در واقع قبیلہ قازہ کے ایک جنگجو کے رجز کا ایک ٹکڑا ہے۔ زمان جاہلیت میں یہ قبیلہ تیر اندازی میں بہت معروف تھا۔ اس قبیلہ کا ایک جوان جب دوسرے گروہ سے مقابلہ پر آیا تو قازی نے اس سے کہا: اگر تم چاہو تو میں سبقت کروں اور اگر چاہو تو میں سرعت دکھاؤں یا میں تیر اندازی کروں تو اس نے کہا: میں نے تیر اندازی کو اختیار کیا ہے اس پر مرد قازی نے کہا

قد انصف القازۃ من رامها

اذا اذا ما فئۃ نلقاها

نردّ اولها علی آخرها

یہ کہہ کر اس نے تیر اس کی طرف چلایا جو اس کے سینہ کو چھید گیا۔ شاید یہ جملہ کہہ کر ابن زیاد نے اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ بنی امیہ بھی اس قبیلہ کی طرح اسی فن تیر اندازی میں ماہر تھے۔

۲۔ اپنے باپ کی شبہت کا تذکرہ کر کے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح

ظلم و جور و تشدد و انتقام کا پیکر ہوں۔ اپنے ماموں کا حوالہ نہیں دیتا کیونکہ وہ عجمی ہے اور نہ ہی چچا زاد بھائی یزید کا جور نگیںوں، مستیوں، کھیل، کود، عیش و نوش، گانے بجانے کی محفلوں اور شکار میں معروف ہے لہذا اس کی شباهت سے بھی انکار کر دیا۔ سبط بن جوزی نے اس خبر کو تذکرۃ الخواص میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۹۹)

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

یہ خطبہ دے کر ابن زیاد دوسرے دن صبح کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ہمراہ مسلم بن عمرو باہلی (جس کا تذکرہ گذر چکا ہے) شریک بن اعمور حارثی (۱) اور اس کے نوکر چاکر نیز خاندان کے تقریباً ۱۱ افراد تھے (۲)۔ جب وہ کوفہ میں وارد ہوا تو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور ایک خاص انداز سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ والے جن کو امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی تھی اور وہ امام علیہ السلام کے انتظار میں تھے، ابن زیاد کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں لہذا وہ جس طرف سے گذر رہا تھا لوگ اسے سلام کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے مرحبا بک یا بن رسول اللہ فرزند رسول خدا آپ کا آنا مبارک ہو! آپ کا قدم مبارک! خیر مقدم ہے، جب اس نے دیکھا کہ یہ ساری مبارکبادی امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں ہے تو اسے برا لگا اور اسے غصہ آ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا تم لوگ بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ یہ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں اور کس کا استقبال کر رہے ہیں؟ جب فرزند رسول کی آمد کے تصور پر بھیڑ کنٹرول

سے باہر ہو گئی تو ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: رک جاؤ تم لوگ کس دھوکہ میں ہو، یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے، نہ کہ حسین بن علی، جب وہ محل میں داخل ہو گیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے تو اہل کوفہ شدید غمگین و محزون ہوئے۔ (۳)

.....

۱۔ فارس کے حوض پر یہ شخص کا رگزار ہوا تو ۳۱ھ میں وہاں مسجد بنوادی۔ (طبری، ج ۱، ص ۳۰) جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱) حضرت علی علیہ السلام نے جاریہ بن قدامہ جو بنی تمیم کے رجال میں شمار ہوتا تھا، کے ہمراہ اسے ابن حضرمی اور اس کے ان ساتھیوں سے لڑنے کے لئے ۳۸ھ میں بصرہ روانہ کیا جنہوں نے معاویہ کی دعوت کو لبیک کہا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۲) عبداللہ بن عامر نے قبیلہ ربیعہ کے ۳۰۰ جنگجو جوانوں کے ساتھ اسے مستور بن علفہ خارجی سے جنگ کے لئے بصرہ روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۹۳) ۵۹ھ میں عبداللہ بن زیاد کی طرف سے کرمان کا والی بنایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) کوفہ پہنچنے کے بعد یہ کچھ دنوں زندہ رہا پھر مر گیا اور ابن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴)

۲۔ طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب یزید کا خط عبید اللہ بن زیاد کو ملا تو اس نے بصرہ سے ۵۰۰ لوگوں کو منتخب کیا جس میں عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۹)

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۷، ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے صعق بن زبیر نے

ابو عثمان ہندی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۶ پر اور خوارزمی نے اپنے مقتل میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۰۰)

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

جب ابن زیاد قصر میں وارد ہوا تو دوسرے دن صبح کی نماز جماعت کا اعلان ہوا۔ اعلان ہوتے ہی لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ ابن زیاد محل سے نکلا اور حمد و ثنائے الہی کے بعد بولا: اما بعد: امیر المومنین (اللہ ان کو صحیح و سالم رکھے) نے مجھے تمہارے شہر اور اس کی سرحدوں کا امیر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے درمیان مظلوموں کو انصاف اور محروموں کو ان کا حق دوں، تمہارے درمیان جو میری باتیں سنے اور میرا مطیع ہو اس کے ساتھ نیکی کروں اور شک و تردید کرنے والوں اور معصیت کاروں کے ساتھ شدت سے پیش آؤں۔ یہ جان لو کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنے امیر کے حرف کا پابند ہوں اور میں ان کے عہد و پیمانہ کو تمہارے سلسلے میں نافذ کر کے رہوں گا۔ میں تمہارے درمیان نیک کردار اور فرمانبردار لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوں۔ میرا تازیانہ اور میری تلوار ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حکم اور میرے امر کی مخالفت کرے گا، پس جس کو اپنی زندگی کا پاس ہوگا وہ میرے لئے نیک کردار اور راست باز ہوگا۔ وعدہ عید کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اترا اور شہر کے سربراہ اور وہ افراد سے بڑی سختی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا: تم لوگ ناشناس اور بیگانہ افراد کے سلسلے میں لکھ کر مجھے دو اور وہ لوگ جن کی امیر المومنین کو تلاش ہے اور حروریہ (۱) والوں کے بارے میں بھی لکھ کر مجھے بتاؤ، اسی طرح وہ افراد جو شک و تردید

کے ذریعہ اختلاف اور پھوٹ ڈالتے ہیں ان کے سلسلے میں بھی مجھے تحریر کرو، یہ جان لو کہ جو بھی مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں لکھ کر دے گا وہ آزاد ہے اور جو لکھ کر کسی ایک کے بارے میں بھی نہ دے گا وہ اپنی عرفان (۲) کے دائرہ میں ضامن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے اور ان

.....

۱- حروریہ سے مراد خوارج ہیں۔ یہ علاقہ، کوفہ کے قرب و نواح میں ہے چونکہ صفین سے پلٹتے وقت کوفہ پہنچنے سے پہلے یہ لوگ اس علاقہ میں جمع ہوئے اسی لئے انہیں حروریہ کہا جاتا ہے۔
 ۲- اس زمانے میں اشراف قبیلہ اور سربراہ آوردہ افراد جو مورد اعتماد حکومت ہوا کرتے تھے انہیں عرفانہ کہا جاتا تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ حکومت کو رعیت سے آشنا کرائیں اور بیت المال سے ان کے حقوق کو منظم کرائیں۔ کوفہ میں ۱۰۰ عریف تھے اہل کوفہ والوں کے حقوق و بخشش وہاں کے چار امراء کو دیئے جاتے تھے اور وہ اسے عرفانہ، نقباء اور امناء کو دیا کرتے تھے اور یہ سربراہ آوردہ

اشراف، عرفانہ اور نقباء اپنے قبیلہ والوں میں اسے تقسیم کرتے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۹)
 ہر سال محرم میں یہ حقوق دیئے جاتے تھے۔ یہ حقوق ستارہ شعرئی (جسکے طلوع ہونے سے گرمی بڑھ جاتی ہے) کے طلوع ہونے کے وقت تقسیم ہوتے تھے جو غلوں کی حصولیابی کا وقت ہے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۳) یہ عرفانہ حتی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے۔
 - (ج ۳، ص ۴۸)

میں سے کوئی بھی ہم سے بغاوت نہ کرے، اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس کا مال اور اس کی خون ریزی میرے لئے حلال ہے۔ اگر کسی عریف کے دائرہ عرفان میں کوئی امیر المؤمنین کا باغی پیدا ہوا جس کی گرفتاری سے پہلے اس قبیلہ کے امیر نے ہمیں خبر نہ دی تو اس کے دروازے پر اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا اور اس قبیلے کے تمام لوگوں کے ماہانہ حقوق قطع کر دئے جائیں گے اور انھیں عمان زارہ (۱) کے علاقہ میں شہر بدر کر دیا جائے گا۔ (۲)

مسلم، ہانی کے گھر (۳)

مسلم بن عقیل، عبید اللہ کی آمد، اس کا خطبہ اور عرفانہ کے ساتھ اس کی رفتار کی خبر سننے کے بعد مختار کے گھر سے (یہ کام مختار کے علم میں ڈال کر انجام دیا تھا) نکل کر ہانی بن عمروہ مرادی کے گھر پہنچے۔ ہانی کے دروازہ کے پاس آ کر کسی کو بھیج کر ہانی کو بلوایا۔ ہانی فوراً نکلے لیکن مسلم کو یہاں دیکھ کر ان کا چہرہ اتر گیا تو

.....

۱۔ عمان زارہ وہی مشہور عمان ہے جو خلیج کے ساحل پر بحر عمان کے نزدیک ہے۔ یہ بہت گرم علاقہ اسی وجہ سے ابن زیاد نے وہاں شہر بدر کرنے کا خوف دلا یا تھا کیونکہ وہاں زندگی بہت سخت ہے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے معلیٰ بن کلیب نے ابو

وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (الارشاد، ص ۲۰۲ و تذکرۃ النحواص، ص ۲۰۰)

۳۔ مسعودی کا بیان ہے: یہ قبیلہ مراد کے بزرگ وزعیم تھے۔ اس زمانے میں جب وہ سوار ہوتے تھے تو ۴ ہزار زرہ پوش اور ۸ ہزار پیدل سپاہی آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور اگر وہ اپنے تمام ہم پیمانوں کو پکار لیتے تو کندہ اور غیر کندہ ملا کر ۳۰ ہزار زرہ پوش ان کے ساتھ ہوتے۔ (مروج الذهب، ج ۳، ص ۶۹) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ کی پناہ میں کیوں آئے؟ لیکن جیسا کہ مسعودی نے کہا کہ جب ہانی ان قبیلوں کے زعیم اور بزرگ تنہا رہ گئے تو کوئی بھی دکھائی نہ دیا اور سب کے سب ابن زیاد کے دھوکے میں آکر سست ہو گئے اور ہانی کو چھوڑ دیا۔ طبقات بن سعد کے بیان کے مطابق ہانی اور ان کے باپ عروہ کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے۔ شہادت کے وقت ان کا سن شریف ۸۰ یا ۹۰ سال تھا۔ مبرد نے کامل میں کہا ہے کہ ہانی

کے والد، حجر بن عدی کے ساتھ خروج کرنے والوں میں سے تھے لیکن زیاد بن ابیہ نے ان کی سفارش کی تھی، یہی وجہ ہے کہ طبری کے بیان کے مطابق ابن زیاد نے ہانی سے کہا تھا: اے ہانی! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرا باپ یہاں آیا تھا تو اس نے اس شہر کے کسی شیعہ کو نہیں چھوڑا تھا مگر یہ کہ اسے قتل کر دیا تھا، فقط تمہارے باپ اور حجر کو رہنے دیا تھا اور حجر کے ساتھ کیا ہوا یہ تم کو معلوم ہے۔ اس کے بعد تمہاری رفتار ہمیشہ اچھی رہی پھر تمہارے باپ نے امیر کوفہ کو لکھا کہ میری درخواست تم سے ہانی کے سلسلے میں ہے۔ ہانی نے جواب دیا: ہاں مجھ کو معلوم ہے! اس پر ابن زیاد نے کہا: کیا اس کی جزا یہی تھی کہ تم اپنے گھر میں ایسے مرد کو

چھپا کر رکھو جو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱)

مسلم نے کہا: آئینک لتیرنی و تفسیفی میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ مجھ کو پناہ دے کر اپنا مہمان بنالیں۔ اس پر ہانی نے کہا: اللہ آپ پر رحمتوں کی بارش کرے؛ آپ نے تو مجھے سخت تکلیف میں ڈال دیا؛ اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے اور میرے مورد اعتماد نہ ہوتے تو مجھے یہی پسند تھا اور میں آپ سے یہی درخواست کرتا کہ آپ میرے پاس سے چلے جائیں لیکن کیا کروں کہ میری گردن پر آپ کا بڑا حق ہے اور میں نے آپ سے عہد و پیمان باندھا ہے۔ میرے جیسا انسان آپ جیسے (صاحب عز و شرف) کو نادانی میں یا حکومت کی شرارت کے خوف سے اپنے گھر سے نہیں نکال سکتا لہذا آپ قدم رنجہ فرمائیں۔ یہ کہہ کر ہانی نے مسلم کو پناہ دیدی۔ پناہ دینے کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (۱) ہانی بن عروہ کے گھر میں آنے کے بعد درحالیکہ ۱۸ ہزار لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر بیعت کی جناب مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کے نام ایک خط لکھ کر اسے عابس بن شیبیب شاکری کے ہاتھوں روانہ کر دیا۔ (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف نے معلیٰ بن کلیب سے اور اس نے ابو وداک سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص

(۳۶۱)

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ جعفر بن حدیفہ طائی نے مجھ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (طبری،

ج ۵، ص ۳۶۱)

خط کا مضمون یہ تھا:

اما بعد: فان الرائد لا يكذب أهله وقد بايعن من أهل الكوفة ثمانين ألفاً
، فعجل الاقبال حين يأتيك كتاب ، فان الناس كلهم معك ليس ؛ لهم في آل
معاوے ة رأی ولا هوی ، والسلام

اما بعد: اپنی اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ کوفہ کے ۱۸ ہزار
لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ اب میرا خط ملتے ہی آپ فوراً تشریف لائیے کیونکہ یہاں
کے سارے لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ خاندان معاویہ سے انکا کوئی قلبی تعلق نہیں ہے۔

قابل ذکر ہے کہ جناب مسلم نے یہ خط اپنی شہادت سے ۲۷ دن قبل لکھا تھا۔ (۱)

معتقل شامی کی جاسوسی

ابن زیاد نے اپنے غلام کو بلا یا جس کا نام معتقل تھا (۲) اور اس سے کہا: یہ ۳ ہزار درہم لو اور
مسلم بن عقیل کی تلاش شروع کر دو اور ان کے یار و مددگار اور ساتھیوں کی بھی تلاش شروع
کر دو پھر یہ ۳ ہزار درہم ان لوگوں کے ہاتھ میں دے کر یہ کہو کہ ان پیسوں سے اپنے دشمنوں
سے جنگ کے لئے سامان مہیا کرو اور اس طرح یہ کام کرو کہ گویا تم انھیں کی ایک فرد ہو کیونکہ
اتنی خطرہ تم جب تم ان لوگوں کو دو گے تو وہ لوگ تم پر اطمینان حاصل کر لیں گے اور تم پر اعتماد کر
نے لگیں گے اور اپنی خبریں تم سے نہیں چھپائیں گے اور صبح و شام رفت و آمد کا سلسلہ جاری
رکھو۔

معتقل مسجد اعظم میں آیا تو مسلم بن عوسجہ اسدی کو پایا (۳) جو وہاں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۳۹۵)

۲۔ طبری نے عیسیٰ بن قیس کنانی سے روایت کی ہے کہ مسلم بن عقیل (علیہ السلام) کوفہ میں ابن زیاد سے ایک شب قبل پہنچے تھے اس کی خبر ابن زیاد کو کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی دیدی گئی تھی تو اس نے بنی تمیم کے ایک غلام کو بلا یا اور اسے مال دے کر یہ کہا کہ اس کام کو انجام دو اور مال سے ان کو لہاؤ دو اور ہانی و مسلم کو تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۰)

۳۔ شبث بن ربیع کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ بیان ہے کہ جب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر دشمن کی فوج میں خوشیاں منائی جانے لگیں تو اس نے لوگوں سے کہا: تمہاری مائیں تمہارے غموں میں بیٹھیں تم لوگ خود کو قتل کر کے دوسروں کو ذلیل کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تم کو اس کی خوشی ہے کہ مسلم بن عوسجہ جیسے انسان کو قتل کر دیا گیا۔ قسم ہے اس کی جس کے لئے میں مسلمان ہوا، وہ مسلمانوں کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کے حامل تھے۔ خدا کی قسم میں نے آذربایجان کی جنگ میں ان کو ۶ آدمیوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسی ذات کے قتل پر تم خوشیاں منا رہے ہو۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶)

لوگوں سے وہاں کے بارے میں سن چکا تھا کہ مسلم بن عوسجہ امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ یہ وہیں آ کر بیٹھ گیا اور نماز تمام ہونے کا انتظار کرنے لگا جب جناب مسلم بن عوسجہ نماز تمام کر چکے تو کہنے لگا: اے بندہ خدا میں شام کا رہنے والا قبیلہ ذوالکلاع

سے وابستہ ہوں خداوند عالم نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میرے دل میں اہل بیت کی محبت اور ان سے محبت کرنے والوں کی محبت جاگزیں کر دی ہے۔ یہ ۳ ہزار درہم کے ساتھ میں چاہتا ہوں کہ اس شخص سے ملاقات کروں جس کے بارے میں مجھ کو خبر ملی ہے کہ وہ کوفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کی طرف سے بیعت لینے آیا ہے۔ میں اُن سے ملاقات کا مشتاق تھا لیکن کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو میری ان تک رہنمائی کرتا اور نہ ہی کوئی ان کی منزل گاہ سے آگاہ ہے۔ ابھی میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو یہ کہتے سنا کہ اس مرد کو ان کے جائے قیام کا علم ہے لہذا میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا تاکہ آپ یہ مال لے لیں اور مجھے اپنے آقا کے پاس لے چلیں تاکہ میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کر سکوں۔ اگر آپ چاہیں تو ملنے سے پہلے ہی مجھ سے ان کی بیعت لے لیں۔

اس پر مسلم بن عوسجہ نے اس سے کہا: میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں تم کو ان سے ملو ادوں گا۔ مجھے اس کی خوشی ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ تم کو مل جائے گا اور تمہارے وسیلہ سے خدا اپنے نبی کے اہل بیت کی مدد کرے گا؛ لیکن مجھے اس کی سخت فکر ہے کہ اپنے مقصد تک پہنچنے سے قبل تم نے مجھ کو پہچان لیا۔ یہ فکر اس لئے ہے کہ یہ ابن زیاد سرکش ہے۔ یہ کہہ کر مسلم بن عوسجہ نے چلنے سے پہلے ہی اس سے بیعت لے لی اور بڑے ہی سخت اور سنگین عہد و پیمانہ کرائے کہ ہمیشہ خاندان رسالت کا خیر خواہ اور ان کے رازوں کو چھپانے والا رہے گا۔ معقل نے مسلم بن عوسجہ کی رضایت کے لئے سب کچھ قبول کر لیا۔ اس کے بعد مسلم بن عوسجہ اسے اپنے گھر لے گئے اور کہا چند روز یہیں رہو تاکہ میں وقت لیکر تم کو ان کا دیدار کر سکوں، پھر مسلم بن عوسجہ نے

اجازت لے کر جناب مسلم علیہ السلام سے اس کی ملاقات کرا دی۔ (۱)

.....

۱۔ ابو مخنف نے معلیٰ بن کلبیب سے اور انہوں نے ابو وداک سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱)

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ

انہی شرائط میں ہانی بن عروہ مریض ہو جاتے ہیں اور عبید اللہ ابن زیاد، ہانی کی عیادت کے لئے آتا ہے۔ ابن زیاد کے آنے سے پہلے عمارۃ بن عبید سلولی نے (۱) ہانی سے کہا: ہمارے اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اس خون آشام جلا د کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ اللہ نے آج ہم کو مہلت دیدی ہے لہذا جیسے ہی وہ آئے اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن ہانی نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل کیا جائے لہذا ابن زیاد آیا، عیادت کی اور چلا گیا۔

ابھی اس واقعہ کو ایک ہفتہ نہ گزار تھا کہ شریک بن اعمور حارثی مریض ہو گیا۔ چونکہ وہ تمام حکمرانوں سے نزدیک تھا منجملہ ابن زیاد کا بھی مقرب تھا اور دوسری طرف اس کے دل میں تشیع اور محبت اہل بیت کی گرمی شعلہ ورتھی لہذا جب عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے پاس آدمی بھیج کر کہا کہ آج شام میں تمہارے دیدار کو آؤں گا تو شریک نے جناب مسلم کو بلا کر کہا: وہ فاجرا آج رات میری عیادت کو آئے گا جب وہ آکر بیٹھے تو آپ پردے کے پیچھے سے آکر اسے قتل کر دیجئے پھر محل میں جا کر بیٹھ جائیے، اس کے بعد کوئی نہیں ہے جو آپ اور اس کے

درمیان حائل ہو سکے۔ اب اگر میں اپنے اس مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میں بصرہ چلا جاؤں گا اور حکومت آپ کی ہوگی۔

جب رات آئی تو ابن زیاد شریک کی عیادت کے لئے آیا اور مسلم نے اپنے آپ کو آمادہ کیا۔ شریک نے مسلم سے کہا: دیکھو جب وہ بیٹھ جائے تو فرصت کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اسی اثنا میں ہانی بن عروہ کھڑے ہوئے اور کہا: مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو (گویا ہانی اس کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھ رہے تھے) بنا برین عبید اللہ بن زیاد آیا اور داخل خانہ ہو کر شریک کی احوال پرسی کی۔ اس احوال پرسی نے طول اختیار کیا لیکن شریک نے دیکھا کہ مسلم نہیں نکل رہے ہیں لہذا فرصت کے فوت ہونے کے خوف سے ایک شعر پڑھا جس کا معنی اس طرح ہے: کس انتظار میں ہو کہ سلمیٰ کو سلام و تہنیت پیش کرو؟ مجھے

.....

۱۔ یہ کوفہ والوں کے نامہ بروں میں سے ایک ہیں جو ۵۳ خطوط لے کر گئے تھے اور امام علیہ السلام نے انہیں مسلم بن عقیل، قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمن ارجی کے ساتھ کوفہ روانہ کیا تھا۔

سیراب کرو چاہے اس میں میری جان چلی جائے! یہ شعر اس نے دو تین بار پڑھا تو ابن زیاد نے کہا: تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مرض کی شدت سے تم ہذیان بک رہے ہو! ہانی نے کہا: ہاں! اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے؛ صبح سے لے کر اب تک ان کی حالت ایسی ہی ہے۔ اس پر ابن زیاد اٹھ کر چلا گیا۔ مسلم باہر نکلے تو شریک نے کہا اس کے قتل سے تمہیں کس چیز

نے روک دیا؟ مسلم نے جواب دیا: خصلتان دو چیزوں نے روک دیا اما احدہما: فکر اہتہ ہائی اُن یقتل فی دارہ پہلی چیز تو یہ کہ ہانی کونا پسند تھا کہ وہ ان کے گھر میں قتل کیا جائے اما الآخری: فحدیث حدیث الناس عن النب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الایمان قید الفتک ولایفتک المؤمن دوسری چیز حدیث نبوی ہے جسے لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نقل کیا ہے کہ خدا پر ایمان، غفلت کی حالت میں قتل کرنے سے روک دیتا ہے اور مومن دھوکے سے کبھی کسی کو قتل نہیں کرتا۔

اس پر ہانی نے کہا: خدا کی قسم اگر تم قتل کرتے تو میں بھی اس فاسق و فاجر اور دھوکے باز کو قتل کرنے میں شریک رہتا لیکن مجھے یہ ناپسند تھا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ (۱)

معقل کی جناب مسلمہ سے ملاقات

معقل چند دن جناب مسلم بن عوسجہ کے گھر میں رہتا کہ جناب مسلم بن عقیل کے پاس جا سکے۔ چند دنوں کے بعد یہ جناب مسلم بن عوسجہ کے توسط سے مسلم بن عقیل علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ جناب مسلم بن عوسجہ نے سارا واقعہ تفصیل سے سنا دیا تو جناب مسلم بن عقیل نے بیعت لے لی اور جناب ابو ثمامہ صاندی (۲) کو حکم دیا کہ اس سے وہ پیسہ لے لیں جو وہ لے کر آیا ہے اس کے بعد معقل نے آنا جانا شروع کر دیا۔ وہ یہاں آ کر ان کی خبروں کو سنتا، رازوں سے آشنا ہوتا پھر وہاں سے نکل کر جاتا اور ابن زیاد کو ساری سرگذشت سنا دیتا تھا۔

.....

۱۔ ابو مخنف نے معلیٰ بن کلیب سے اور اس نے ابو داک سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱)

۲۔ ابو ثمامہ چونکہ مسائل اقتصادی سے آگاہ تھے لہذا جو اموال لوگ دیتے تھے اسے بھی جناب مسلم کی طرف سے

آپ ہی لیتے تھے اور اس سے اسلحہ خریدا کرتے تھے۔ آپ عرب کے شہسواروں اور شیعوں کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴) جناب مسلم نے ان کو قبیلہ ہمدان اور قبیلہ بنی تمیم کے لوگوں کی سربراہی سو پنی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) آپ کربلا میں بھی حاضر تھے اور وہاں امام حسین علیہ السلام سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تو امام علیہ السلام نے آپ کے حق میں خیر کی دعا کی اور فرمایا:

ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین الذاکرین

تم نے نماز کو یاد کیا؛ خدا تم کو ان نماز گزاروں میں شامل کرے جو ہمیشہ یاد الہی میں رہتے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۹) نماز سے پہلے ہی آپ کے اس پچازاد بھائی نے آپ سے مبارز طلبی کی تھی جو عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور آپ نے اس ملعون کو قتل کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۱)

ہانی کا دربار میں طلب کیا جانا

انہی دنوں ایک دن ابن زیاد نے اپنے درباریوں سے پوچھا: ہانی مجھے یہاں دکھائی نہیں دے رہے ہیں؟ حاضرین نے جواب دیا: وہ مشکوک ہیں۔ اس پر عبید اللہ بن زیاد نے محمد

بن اشعث، (۱)

.....

۱۔ محمد بن اشعث بن قیس کندی: اسی شخص سے زیاد نے کوفہ کی اور اس کے قبیلہ کی بزرگ شخصیت جناب حجر بن عدی کو طلب کیا۔ حجر نے اس سے درخواست کی کہ زیاد سے امان کا مطالبہ کرے اور مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے پھر معاویہ جو چاہے میرے ساتھ سلوک کرے۔ شروع میں تو اس نے اسے قبول کر لیا لیکن آخر کار حجر کو زیاد کے حوالے کر دیا۔ (طبری ج ۵: ص ۲۶۳، ۲۶۴) اس کی اس حرکت پر عبیدہ کندی نے محمد بن اشعث پر طنز کیا کہ تو نے حجر کے ساتھ دغا کی اور مسلم علیہ السلام سے جنگ پر آمادہ ہوا اس سلسلہ میں اس نے شعر کہہ ڈالے:

أسلمت عمك لم تقاتل دونه
فرقاً ولولا انت كان منيعا
وقتلنا واذ آل بيت محمد
وسلبت أسيا فاله ودروعا

(طبری، ج ۵، ص ۲۸۵) تو نے اپنے چچا کی طرف سے لڑنے کے بجائے انہیں ظلم کے ہاتھوں سوئپ دیا اور ان کی نجات کے لئے کچھ بھی نہ کیا جب کہ اگر تو انہیں دھوکہ نہ دیتا تو کبھی بھی وہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں رکھ پاتے؛ اسی طرح تو نے سفیر حسین علیہ السلام اور نمائندہ خاندان اہلبیت کو شہید کر دیا اور ان کے اسلحوں کو تاراج کر دیا۔ کندہ اور حضرموت کے جتنے لوگ اس کی اطاعت میں تھے سبھی نے ابن زیاد کی طرف سے پرچم امان بلند کر کے مسلم

بن عقیل کو فریب و دھوکہ دیکر چھوڑ دینے کے لئے کہا (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) لیکن جنگ کے لئے ابن زیاد نے اسی قبیلہ قیس کے جوانوں کے ساتھ روانہ کیا کیونکہ ہر آئندہ نگر انسان ابن عقیل سے مقاتلہ اور جنگ کو ناپسند کرتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۳) طبری کا کہنا ہے کہ اسی نے جناب مسلم کو امان دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۴) لیکن جب ابن زیاد کو اس امان کی خبر ملی تو اس نے قبول نہیں کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵) اسی طرح ہانی بن عروہ کے سلسلہ میں بھی سفارش کی لیکن اس کی سفارش قبول نہیں ہوئی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۸) قبیلہ کندہ عمر بن سعد کے حکم پر قیام کرتے

تھے کیونکہ وہ سب پسر سعد کے ماموں ہوتے تھے۔ جب یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا اور ان لوگوں کو ابن زیاد نے اپنی طرف بلا یا تو ان لوگوں نے ابن زیاد کو چھوڑ دیا اور عمر بن سعد کو اپنا حاکم بنا لیا۔ جب ہمدان کے مردوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ان کی عورتیں امام حسین علیہ السلام پر رونے لگیں تو اشعث کا لڑکا اپنے ارادے سے منصرف ہو گیا اور بولا: ایسا مسئلہ پیش آ گیا ہے کہ اب ہم اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے (طبری، ج ۵، ص ۵۲۵) اس کے بعد ان لوگوں نے مکہ میں ابن زبیر کو خط لکھا تو ابن زبیر نے محمد بن اشعث بن قیس کو موصل بھیج دیا۔ جب موصل میں اس نے قدم رکھا تو وہاں مختار کی جانب سے عبدالرحمن بن سعید بن قیس امیر تھا لہذا یہ موصل سے نکل کر تکریت آ گیا اور وہاں قبیلوں کے اشراف وغیرہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں لوگ کیا کرتے ہیں پھر خود جناب مختار کے پاس جا کر ان کی بیعت کر لی (طبری، ج ۶، ص ۳۶) لیکن جب ابن زیاد شام کے لشکر کے

ہمراہ موصل آیا اور مختار کے ساتھیوں سے جنگ کے لئے خروج کیا تو اشراف کو فوج بھی اس سے مل گئے اور اس کے ساتھ حملہ کر دیا۔ انہیں کوفیوں میں محمد بن اشعث بھی تھا اور اس کا بیٹا اسحاق بن محمد بن اشعث۔ انھوں نے قبیلہ کندہ کے ایک گروہ کے ساتھ جناب مختار پر خروج کیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۹، ۴۰) لیکن ان سب کے متفرق ہو جانے اور شکست کھانے کے بعد محمد بن اشعث ابن قیس قادیسیہ کے پہلو میں اپنے قریب کی طرف نکل گیا۔ مختار نے وہاں اپنے ساتھیوں کو بھیجا لیکن محمد بن اشعث وہاں سے نکل کر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا۔ مختار کے سپاہیوں نے اس کا گھر منہدم کر دیا (طبری، ج ۶، ص ۶۶) پھر مصعب نے اس کو حکم دیا کہ وہ مہلب بن صفروہ کے پاس چلا جائے اور مصعب کا یہ خط اسے دیدے۔ وہ یہ چلا گیا اور پھر مہلب کے ساتھ مختار سے جنگ کے لئے آیا (طبری، ج ۶، ص ۹۴) پھر کوفہ کی ایک عظیم فوج کے ساتھ آیا جس کا مقصد مختار کو ہٹانا تھا۔ وہ فوج بصرہ والی فوج سے زیادہ خطرناک تھی۔ وہ شکست کھا کر اسیر ہونے کے لئے تیار نہیں تھے یہاں تک کہ مختار ان کو قتل کر دیتے۔ وہ مصعب کے ہمراہ مختار سے جنگ کرنے میں مارا گیا۔ مصعب نے اس کے بیٹے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو کوفہ کے کوڑے خانے کے پاس اس کی لاش کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۰۴)

اسماء بن خارجہ (۱) اور عمرو بن حجاج (۲) کو بلایا (عمرو بن حجاج کی بہن روعہ، ہانی بن عروہ کی بیوی تھی) اور ان سے پوچھا: ہانی بن عروہ کو ہم تک آنے سے کس نے روکا ہے؟ اس پر ان لوگوں نے جواب

.....

۱۔ اسے فزاری بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شخص وہی ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی (طبری، ج ۵، ص ۹۲۰۷) یہ وہی ہے جسے حجاج نے کمیل بن زیاد نخعی اور عمیر بن صنائی کے سلسلے میں یاد کیا تھا۔ یہ دونوں وہ تھے جنہوں نے عثمان کی طرف خروج کیا تھا۔ حجاج نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۰۴) اسی نے ابن زیاد پر ہانی بن عروہ کو مارنے کے سلسلے میں اعتراض کیا تھا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے قید کر لو (طبری، ج ۵، ص ۳۶۷) پھر یہ ابن مطیع کے اصحاب میں شمار ہونے لگا (طبری، ج ۶، ص ۳۱) پھر ۶۸ھ میں مصعب بن زبیر کے ساتھیوں میں ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۲۴)

۲۔ امام حسین علیہ السلام کو جن لوگوں نے خط لکھا ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اس سے قبل اس شخص کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔

دیا ہم لوگ نہیں جانتے ہیں! اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا: مجھے تو خبر ملی ہے کہ وہ صحت یاب ہو چکے ہیں اور اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھا کرتے ہیں لہذا تم جاؤ، ان سے ملاقات کرو اور انھیں سمجھا دو کہ حکومت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری سے کوتاہی نہ کریں کیونکہ یہ مجھے پسند نہیں ہے کہ ان جیسے اشراف و بزرگان عرب میری نظر سے گر جائیں۔ (۱)

ہانی، ابن زیاد کے دربار میں

یہ تمام افراد ہانی کے پاس گئے اور شام تک ان کے پاس بیٹھے رہے۔ اس وقت جناب ہانی بن

عروہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے جناب ہانی سے پوچھا کہ آپ امیر سے ملاقات کرنے کیوں نہیں آتے؟ وہ تو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور کہا ہے کہ اگر آپ مریض ہیں تو میں عیادت کے لئے آؤں۔ ہانی نے جواب دیا: بیماری میرے آنے میں مانع ہے تو اس پر ان لوگوں نے کہا: امیر تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ہر شام کو آپ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے ہیں اور انہیں انتظار میں رکھے ہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ حاکم ایسی چیزوں کے متحمل نہیں ہوتے ہیں؛ لہذا ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ ابھی ہمارے ساتھ چلیں۔ اس پر ہانی نے لباس منگوائے اور اسے پہنا پھر نچر منگوا کر اس پر سوار ہو کر قصر کے پاس پہنچے اور گویا وہاں پہنچتے ہی ان بعض چیزوں سے آگاہ ہو گئے تھے جو ہونے والی تھیں لہذا احسان بن خارجہ سے کہا: جان برادر! خدا کی قسم میں اس مرد سے خائف ہوں، تم اس سلسلہ میں کیا کہتے ہو؟ اس پر احسان بن خارجہ نے کہا: اے چچا خدا کی قسم! میں آپ کے سلسلے میں ذرہ برابر خوف زدہ نہیں ہوں؛ آپ اپنے دل میں کسی خوف کو راہ کیوں دیتے ہیں جب کہ آپ بالکل بری ہیں؟ ابن زیاد کے گرگے جناب ہانی کو لے کر دربار میں داخل ہوئے۔ ابن زیاد کی نگاہ جیسے ہی ہانی پر پڑی زیر لب کہنے لگا۔ احمق اپنے پیروں سے چل کر

.....

۱۔ ابو مخنف نے معالیٰ بن کلیب سے اور اس نے ابووداک سے نقل کیا ہے پھر مجالد بن سعید، حسن بن عقبہ مرادی اور نمیر بن وعلہ نے ابووداک سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱،

۳۶۴ والارشاد، ص ۱۰۸)

اپنی موت کی طرف آیا ہے۔ جب ہانی ابن زیاد کے پاس پہنچے تو قاضی شریح (۱) بھی وہاں موجود تھا۔ ابن زیاد نے ہانی کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

ارید حیاتہ ویرید قتلی

عذیرک من خلیلک من مراد

میں اس کی حیات کی فکر میں ہوں لیکن یہ تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے، ذرا اس سے پوچھو کہ اس کے پاس قبیلہ مراد کے اپنے دوست کے لئے کون سا عذر ہے۔

ہانی، ابن زیاد کے مرو سرو

ہانی بن عروہ اپنی درایت سے ابن زیاد کے ارادہ کو بھانپ چکے تھے لہذا خود ہی ابن زیاد کو مخاطب کیا: اے امیر! تمہارا منظور نظر کیا ہے؟ ابن زیاد بولا: ہانی! بس کرو! اپنے ارد گرد تم امیر المؤمنین اور مسلمین کے خلاف کیا کھیل کھیل رہے ہو۔ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے اور اپنے اطراف میں اسلحوں اور جنگجوؤں کو جمع کر رہے ہو اور اس گمان میں ہو کہ یہ بات مجھ سے پوشیدہ ہے۔

.....

۱۔ اس کا نام شریح بن حارث کندي ہے۔ عمر نے ۱۸ھ میں اسے کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۰۱) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے کوفیوں کو عثمان کی مدد و نصرت کے لئے شعلہ ور کیا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۵۲) شریح بن حارث قاضی ہی نے گواہوں کی گواہی کے ذیل میں جناب حجر بن عدی کے خلاف تحریر لکھی تھی لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابن

زیاد نے جب ان کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ بڑے روزہ دار اور نماز گزار ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) زیاد نے اس سے مشورہ کیا کہ اپنے مجرم ہاتھ کو کاٹ دے تو اس نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو! اس پر لوگوں نے اس کی ملامت کی تو اس نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے: **المستشار مؤتمن** جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۸۹) ابن زبیر نے اسے قاضی کوفہ بنانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۸۲) لیکن مختار کی جانب سے قضاوت کی دعوت کو قبول کر لیا پھر جب اس نے یہ سنا کہ مختار کے افراد کی زبان پر یہ زمرہ ہے کہ یہ عثمانی ہے اور یہ جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے حضرت علی علیہ السلام نے اسے قضاوت کے عہدہ سے معزول کر دیا تھا اور ہانی کے سلسلے میں اس نے صحیح خبر نہیں دی تھی تو اس نے مریض ہونے کا بہانہ بنا کر قضاوت چھوڑ دی۔ مختار نے اس کی جگہ پر عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی بنا دیا پھر عبد اللہ بن مالک طائی کو قضاوت کا عہدہ دیدیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۴) مختار کے بعد اس نے ابن زبیر کی طرف سے قضاوت کو قبول کر لیا (طبری، ج ۶، ص ۱۴۹) اور حجاج کے زمانے میں اس عہدہ سے ۷۹ھ میں اس عہدہ سے استعفیٰ دیدیا اور مشورہ دیا کہ بردہ بن ابوموسیٰ اشعری کو قاضی بنا دے۔ حجاج نے استعفیٰ قبول کر کے ابو بردہ کو والی بنا دیا۔ اس نے تقریباً ساٹھ ۶۰ سال تک قضاوت کی۔

ہانی: میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے اور نہ ہی مسلم میرے پاس ہیں۔

ابن زیاد: کیوں نہیں! تم نے ایسا ہی کیا ہے۔

ہانی: میں نے یہ کام انجام نہیں دیا ہے۔

ابن زیاد: کیوں نہیں! یہ کام تم نے ہی کیا ہے۔

اس رد و قدح اور تو تو میں میں کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا اور ابن زیاد ان باتوں کا ذمہ دار ان کو ٹھہراتا رہا اور ہانی انکار کرتے رہے۔ آخر کار ابن زیاد نے معقل کو بلایا جو جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ معقل فوراً سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابن زیاد نے کہا: اسے پہچانتے ہو؟ تو ہانی نے کہا: ہاں، اس وقت ہانی کے سمجھ میں آیا کہ یہ جاسوس تھا جو وہاں کی باتیں یہاں آ کر سنایا کرتا تھا۔ اب چار و ناچار ہانی بولے:

میری باتیں سنو اور اسے سچ سمجھو! خدا کی قسم میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے مسلم کو اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی اور نہ ہی میں اس کے سلسلہ میں کچھ جانتا تھا لیکن ایک دن میں نے انہیں اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میرے گھر میں آجائیں تو مجھے اس درخواست کو ٹھکرانے میں شرم آئی اور وہ اس طرح میری حرمت میں داخل ہو گئے۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں جگہ دی، انکی مہمان نوازی کی اور پناہ دی۔ یہی وہ بات ہے جو ان کے سلسلہ میں تم تک پہنچائی گئی ہے۔ اب اگر تم چاہو تو میں ابھی سنگین عہد و پیمانہ باندھ لوں کہ میرا حکومت کے خلاف شورش اور برائی کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اگر چاہو تو میں تمہارے پاس کوئی چیز گرو رکھ دوں تاکہ دوبارہ تمہارے پاس آ جاؤں اور ان کے پاس جا کر انہیں حکم دوں کہ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہے چلا جائے اور میرے پیمانہ و میری ہمسائیگی سے

نکل جائے۔

ابن زیاد: ہرگز نہیں! میں اس وقت تک تم کو نہیں جانے دوں گا جب تک تم انہیں یہاں نہ لے آؤ!

ہانی: نہیں خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں لاؤں گا! میں اپنے مہمان کو یہاں لے آؤں تاکہ تم اسے قتل کر دو!

ابن زیاد: خدا کی قسم تم ضرور اسے یہاں لاؤ گے۔

ہانی: خدا کی قسم میں کبھی نہیں لاؤں گا۔

جب دونوں کے درمیان اسی طرح ٹکرا رہتی گئی تو مسلم بن عمرو باہلی اٹھا اور اس نے کہا: خدا امیر کو سلامت رکھے! کچھ دیر آپ مجھے اور ان کو تنہا چھوڑ دیں تاکہ میں ان سے کچھ گفتگو کر سکوں اور اس کے بعد ہانی سے کہا: آپ اٹھ کر یہاں میرے پاس آئیے تاکہ میں آپ سے کچھ گفتگو کر سکوں۔ ہانی وہاں سے اٹھ کر اس کے کنارے آگئے جہاں ابن زیاد سے دوری تھی لیکن اتنی دوری پر تھے کہ ابن زیاد ان دونوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور جب ان دونوں کی آواز میں بلند ہو رہی تھیں تو وہ بخوبی ان کی گفتگو سن رہا تھا لیکن جب وہ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے تو یہ بات چیت ابن زیاد کے لئے نامفہوم تھی۔ مسلم بن عمرو باہلی نے ہانی سے کہا: اے ہانی! تم کو خدا کا واسطہ ہے کہ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالو اور اپنے خاندان اور قبیلہ کو بلاؤں میں مبتلا مت کرو! خدا کی قسم میں تمہارے قتل سے بہت زیادہ پریشان ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ تم قتل کر دئے جاؤ۔ یہ (مسلم بن عقیل) جو تمہارے مہمان ہیں یہ انہیں لوگوں کے چچا

زاد بھائی ہیں۔ یہ لوگ نہ تو انہیں قتل کریں گے اور نہ ہی نقصان پہنچائیں گے پس تم انہیں حاکم کو سونپ دو۔ اس میں نہ تو تمہاری ذلت و خواری ہے اور نہ ہی تمہارے لئے عیب و منقصت ہے، تم تو انہیں فقط حاکم کے حوالے کر رہے ہو۔

ہانی: کیوں نہیں! خدا کی قسم اس میں میری ذلت و خواری ہے۔ میں اپنے مہمان اور ہمسایہ کو اسے سونپ دوں! جب کہ میں ابھی صحیح و سالم ہوں، دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ابھی باقی ہے، میرے بازوؤں کی مچھلیاں ابھی قوت رکھتی ہیں اور میرے ناصر و مددگار بڑی تعداد میں موجود ہیں خدا کی قسم اگر میں تمہارا جاؤں اور میرا کوئی ناصر و مددگار نہ رہے تب بھی میں اس کے ہاتھوں اپنے مہمان کو نہیں سونپوں گا یہاں تک کہ اس کے لئے مجھے موت آجائے۔ یہ جملے ہانی اس یقین کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ان کا قبیلہ ابھی ابھی ان کی مدد کے لئے حرکت میں آجائے گا اور اس ظلم و جور کے خلاف تلوار کھینچ لے گا لہذا وہ بار بار قسم کھا رہے تھے کہ میں خدا کی قسم کبھی بھی اپنے مہمان سے دست بردار نہیں ہوں گا۔

موت کی دھمکی

ابن زیاد نے ہانی کی گفتگو سننے کے بعد کہا: اسے میرے پاس لاؤ! ہانی کو اس کے پاس لے جا یا گیا؛ جب ہانی وہاں پہنچے تو ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم تم اسے (جناب مسلم) ضرور یہاں لاؤ گے ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

ہانی: اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے محل کے ارد گرد برہنہ شمشیروں کو پاؤ گے۔ (۱) وہ یہ سمجھ رہے

تھے کہ ان کے قبیلہ والے باہران کی باتیں سن رہے ہیں۔

ابن زیاد: وائے ہو تجھ پر! تو مجھے برہنہ شمشیروں سے ڈراتا ہے! اسے میرے نزدیک لاؤ!
جب نزدیک لایا گیا تو چھڑی سے ہانی کے چہرہ پر اتنا مارا کہ ان کی پیشانی اور رخسار زخمی ہو گئے، ناک ٹوٹ گئی اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، رخسار اور پیشانی کے گوشت کٹ کر داڑھی پر گر گئے اور آخر کار چھڑی ٹوٹ گئی۔

ہانی نے اپنے بچاؤ کے لئے وہیں کھڑے ایک شخص کے تلوار کے دستہ پر ہاتھ مارا لیکن لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور یہ کام نہ کرنے دیا۔

.....

۱۔ طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ ابن زیاد نے ہانی سے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرا باپ اس شہر میں آیا تو تم کو اور حجر بن عدی کو چھوڑ کر اس شہر کے تمام شیعوں کو قتل کر دیا تھا اور حجر کے ساتھ جو ہوا وہ تم کو معلوم ہے۔ اس کے بعد تمہاری معاشرت ہمیشہ اچھی رہی پھر تمہارے باپ نے امیر کوفہ کو لکھا کہ تم سے ہانی کے سلسلے میں میری درخواست اور حاجت ہے۔ ہانی نے جواب دیا: ہاں! تو ابن زیاد بولا: کیا اس کی جزا یہی تھی کہ تم اپنے گھر میں اس شخص کو چھپائے رکھو جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے! ہانی نے جواب دیا: میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ابن زیاد نے اپنے تمیمی غلام کو نکال کر سامنے کھڑا کر دیا جو ان لوگوں کی جاسوسی کیا کرتا تھا۔ جب ہانی نے اسے دیکھا فوراً سمجھ گئے کہ یہ ساری خبریں پہنچایا کرتا تھا پھر ہانی بولے: اے امیر! جو باتیں تجھ تک پہنچی ہیں وہ صحیح ہیں لیکن میں نے تمہارے حقوق کو

ضائع نہیں کیا ہے، امن میں ہے اور ہلاکت سے محفوظ، پس تو جس طرح چاہتا ہے خوش رہ۔ ابن زیاد کا غلام مہران وہیں اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھٹری تھی، وہ چلا یا: ہائے یہ کیسی ذلت ہے! یہ جولا ہا غلام آپ کو امان دے رہا ہے۔ یہ کہہ کر چھٹری ابن زیاد کی طرف پھینکی اور کہا اس کو پکڑیے اور اس نے جناب ہانی کے بالوں کو پکڑا اور ابن زیاد نے اس چھٹری سے ہانی کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی ناک اور پیشانی ٹوٹ گئی اور چھٹری کے اوپر کا حصہ ٹوٹ کر دیوار سے ٹکرایا اور اس میں گھس گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱)

ابن زیاد نعرہ لگاتے ہوئے: اے ہانی! کیا تو خارجی ہو گیا ہے اور امیر المومنین کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے؟ آگاہ ہو جا کہ تو نے اس کے ذریعہ سے خود کو بڑی سخت سزا میں مبتلا کر لیا ہے۔ اب تیرا قتل ہمارے لئے صحیح اور حلال ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے پکڑو اور محل کے ایک کمرے میں ڈال دو۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے اس پر ایک نگھبان معین کر دو۔ جلا دوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی، لیکن اسی موقع پر اسماء بن خارجہ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: کیا ہم فریب کار اور دھوکہ باز پیغام رساں تھے جو آج تیری طرف سے ان کے پاس گئے تھے تاکہ انہیں تیرے پاس لے آئیں اور جب وہ آجائیں تو ان کے چہرہ کو تو چھٹری سے چور چور کر دے اور ان کی داڑھی کو خون سے رنگین کر دے! اسکے بعد قتل کا بھی درپے ہو جائے!

ابن زیاد بولا: تو ابھی تک یہیں ہے، پس حکم دیا کہ اسے مارو! جلا دوں نے اس کے سروگردن پر مارنا شروع کیا اور اسے قید کر دیا۔

محمد بن اشعث بولا: ہم امیر کے منشاء و مرام سے راضی ہیں خواہ ان کی رائے ہمارے حق میں

ہو یا ہمارے نقصان۔ میں، واقعاً ہمارے امیر بڑے موڈب ہیں۔ (۱) اس کے بعد محمد بن اشعث اٹھ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور اس سے مخوخن ہوا: اے امیر! شہر میں ہانی بن عروہ کی شان و منزلت اور قبیلہ میں ان کے گھر کی عزت آپ پر ہویدا ہے۔ ان کی قوم کو معلوم ہے کہ ہم دو آدمی ان کو یہاں آپ کے پاس لے کر آئے ہیں لہذا آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ ان کو ہمیں دیدیں کیونکہ میں ان کی قوم سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ ان کی قوم اس شہر اور اہل یمن کے درمیان باعزت قوم میں شمار ہوتی ہے۔ (۲) اس پر ابن زیاد نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ (۳)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۶۷، ابو مخنف نے کہا کہ اس مطلب کو مجھ سے نمیر بن واعدہ نے ابو وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۲۔ کیونکہ قبیلہ کندہ کا شمار کوفہ میں یمنی قبائل میں ہوتا تھا اور قبیلہ مذحج اور مراد قبیلہ کندہ میں سے تھے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صععب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۸، الارشاد ص ۲۱۰، خوارزمی ص ۲۰۵)

عمرو بن حجاج تک یہ خبر پہنچی کہ ہانی مارڈالے گئے تو وہ قبیلہ مذحج کے ہمراہ ایک بڑی بھیڑ کو لیکر چلا جس نے پورے قصر کو گھیر لیا؛ پھر وہاں پہنچ کر چلایا: میں عمرو بن حجاج ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے جنگجو جوان اور ان کے اشراف و بزرگان ہیں۔ ہم نے نہ تو حکومت کی فرمانبرداری

سے سرپیچی کی ہے، نہ امت میں تفرقہ ایجاد کیا ہے اور نہ ہی امت سے جدا ہوئے ہیں لیکن انہیں خبر ملی ہے کہ ان کے بزرگ کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ ان کے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے۔

ابن زیاد کو فوراً خبر دی گئی کہ قبیلہ مذحج کے افراد دروازہ پر کھڑے ہیں۔ ابن زیاد نے فوراً قاضی شریح سے کہا: تم فوراً ان کے سردار کے پاس جاؤ اور اسے دیکھو پھر آ کر ان لوگوں کو بتاؤ کہ وہ قتل نہیں ہوا ہے اور تم نے خود اسے دیکھا ہے۔ (۱) شریح کہتا ہے: میں ہانی کے پاس گیا جیسے ہی ہانی نے مجھے دیکھا ویسے ہی کہا: اے خدا! اے مسلمانوں! کیا میرے قبیلہ والے مر گئے ہیں؟! وہ دیندار افراد کہاں ہیں؟ شہر والے سب کہاں ہیں؟ کیا سچ مچ وہ سب مر گئے ہیں اور مجھے

اپنے اور اپنے بچوں کے دشمنوں کے درمیان تنہا چھوڑ دیا ہے؟! خون ان کے چہرے سے ٹپک رہا تھا اور وہ اسی عالم میں چیخ رہے تھے کہ اسی اثناء میں انھوں نے دروازہ پر چیخ پکار کی آواز سنی۔ میں یہ آوازیں سن کر باہر آیا۔ وہ بھی تھوڑا سا مجھ سے نزدیک ہوئے اور کہا: اے شریح! میں گمان کر رہا ہوں کہ یہ قبیلہ مذحج اور میرے چاہنے والے مسلمانوں کی آوازیں ہیں؛ جو مجھے بچانے آئے ہیں؛ اگر ان میں سے دس بھی آجائیں تو مجھے نجات دلا دیں گے۔

شریح کہتا ہے کہ میں ان کے پاس گیا جو محل کے دروازہ پر کھڑے تھے لیکن چونکہ ابن زیاد نے اپنے ایک گروے حمید بن بکر احمری کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیا تھا جو اپنی برہنہ شمشیر کے ساتھ ہمیشہ ابن زیاد کے سر پر اس کی محافظت کیا کرتا تھا لہذا امیر کے حکم کے خلاف میں کچھ نہ کہہ سکا اور ان کے سامنے جا کر یہی کہا: اے لوگو! امیر کو جب تمہاری آمد کی اطلاع ملی اور ہانی کے سلسلے میں تمہاری گفتگو سنی تو مجھے فوراً ان کے پاس بھیجا تا کہ میں نزدیک سے

ان کو دیکھ کر آؤں میں خود ان کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ زندہ

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۶۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے نمیر بن واعلہ نے ابو وداک کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۱۰، خوارزمی، ص ۲۰۵)

ہیں، ان کے قتل کے سلسلے میں تم لوگوں کو جو خبر دی گئی ہے وہ سب غلط ہے۔ اس پر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے کہا: اگر وہ قتل نہیں ہوئے ہیں تو خدا کا شکر ہے یہ کہہ کر وہ سب پلٹ گئے۔ (۱)

ہانی کو قید کرنے کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

ہانی کو قید کرنے کے بعد ابن زیاد لوگوں کی شورش سے ہراساں اور خوفزدہ ہو گیا لہذا قوم کے سربراہ آردہ افراد اور اپنے حشم و خدمت نیز اپنی پولس کے افسروں کے ہمراہ محل کے باہر آیا اور منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد بولا: اما بعد، اے لوگو! خداوند عالم کی فرمانبرداری اور اپنے حاکم کی اطاعت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو نیز اختلاف اور افتراق سے بچو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے، قتل، جفا اور محرومیت تمہارا مقدر ہو جائے گی! آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارا بھائی وہ ہے جو سچ بولتا ہے اور جو ہوشیار کر دیتا ہے اس کا عذر معقول ہے۔ (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعقب بن زہیر نے عبدالرحمن بن شریح سے یہ روایت نقل

کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن طلحہ سے حدیث سنی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۷)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ حجاج بن علی نے مجھ سے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۸)

جناب مسلم علیہ السلام کا قیام

سب سے پہلے جناب مسلم نے عبد اللہ بن خازم کو محل کی طرف خبر لانے کے لئے روانہ کیا تاکہ وہ جناب ہانی کی سرگذشت سے آگاہ کرے۔ عبد اللہ بن خازم کہتا ہے: جب ہانی کو زد و کوب کے بعد قید کر دیا گیا تو میں فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور میں وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے جناب مسلم کو وہاں کے تمام حالات سے آگاہ کیا تھا۔ اس وقت قبیلہ مراد کی عورتیں چلا رہی تھیں: ہاے رے مصیبت و غم، ارے یہ کیسا سانحہ ہمارے قبیلہ پر ہو گیا۔ میں جناب مسلم کے پاس آیا اور ساری خبر سنا ڈالی؛ جناب مسلم نے مجھے فوراً حکم دیا کہ میں ان کے اصحاب کے درمیان صدا بلند کروں یا منصور امت اے امت کے مددگارو!

اس وقت سب کے سب جناب مسلم کے ارد گرد جمع تھے اور ۱۸ ہزار بیعت کرنے والوں میں ۴ ہزار اس وقت موجود تھے۔ میں نے آواز لگائی: یا منصور امت اے امت کے مددگارو! میری آواز ہوا کے دوش پر لہرائی اور سب کے سب جمع ہو گئے پھر جناب مسلم نے لشکر کو منظم کرتے ہوئے عبد اللہ بن عمرو بن عزیز کندی کو قبیلہ کندہ اور ربیعہ کا سربراہ بنایا اور فرمایا: ابھی لشکر کے ہمراہ میرے سامنے حرکت کر جاؤ پھر مسلم بن عوسبہ اسدی کو قبیلہ مذحج اور اسدی

سربراہی سونپی اور فرمایا: تم ان پیدلوں کے ساتھ نکل جاؤ کہ ان کے سربراہ تم ہو۔ اس کے بعد ابو ثمامہ صاندی کو تمیم اور ہمدان کی سربراہی اور عباس بن جعدہ جدلی (۱) کو مدینہ والوں کا سربراہ بنایا اور خود قبیلہ مراد کے لوگوں کے ساتھ چل پڑے۔

اشراف کوفہ کا اجتماع

کوفہ کے سربرآوردہ افراد ابن زیاد کے پاس اضطراری دروازہ سے پہنچ گئے جو دارالمر و مین (۲) سے ملا ہوا تھا۔ عبید اللہ بن زیاد نے کثیر بن شہاب بن حصین حارثی (۳) کو بلا یا اور اسے

.....

۱۔ یہ شخص ہمیں مختار کی اس فوج کے میسرہ (بایاں محاذ) پر دکھائی دیتا ہے جو مدینہ میں ابن زبیر سے لڑنے آئی تھی لیکن وہاں اس کا نام عیاش بن جعدہ جدلی ملتا ہے۔ جب یہ لوگ ابن زبیر کی فوج کے سامنے شکست خوردہ ہو گئے تو یہ ابن زبیر کے امان کے پرچم تلے نہیں گئے جب کہ اس کے ہمراہ ۳۰۰ افراد تھے لہذا جب یہ لوگ ان کے ہتھے چڑھے تو ان لوگوں نے ۱۰۰ لوگوں کو قتل کر دیا اور جو (۲۰۰) دوسو کے آس پاس بچے تھے ان میں سے اکثر راستے میں مر گئے۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۴) چونکہ ہم نے عباس اور عیاش کا اس کے علاوہ کوئی ذکر نہیں دیکھا ہے اور اس قرینہ سے کہ انہوں نے جناب مختار سے وفا کا ثبوت پیش کیا بعید معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دشمن ہو بلکہ ترجیح اس کو حاصل ہے کہ یہ ایک شخص ہے جس کا نام یا عباس ہے

یا عیاش۔ یہ جناب مسلم کے بعد زندہ رہے یہاں تک کہ جناب مختار کے ساتھ خروج کیا اور یا تو وہاں قتل ہوئے یا وفات پا گئے۔

۲۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالرومیین دارالامارہ کے پیچھے سے متصل تھا۔ چونکہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے وہ لوگ یہاں مسلمانوں کی پناہ میں رہتے تھے لہذا عبید اللہ اور اس کے افراد ادھر سے ان سے رفت و آمد رکھتے تھے۔ افسوس کہ یاران جناب مسلم اس دروازہ کے بند ہونے سے غافل تھے۔

۳۔ یہ شخص وہی ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹) اور حجر اور ان کے ساتھیوں کو معاویہ کے پاس لے گیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) اشرف کوفہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس سے ابن زیاد نے عہد و پیمانہ کیا کہ لوگوں کو دھوکہ دے کر جناب مسلم علیہ السلام سے دور کرے گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۰)

حکم دیا کہ اپنے مذمتی پیروؤں کے ہمراہ کوفہ کی گلیوں میں منتشر ہو جائے اور لوگوں کو جھوٹے پروپیگنڈہ کے ذریعہ جناب مسلم سے دور کر دے۔ انھیں جنگ سے ڈرائے اور حاکم کے ظلم و ستم اور قید و بند سے برحذر کرائے۔

اسی طرح محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ اور حضرموت میں سے جو اس کے طرف دار ہیں ان کے ہمراہ پرچم امان لے کر نکلے اور کہے جو اس میں پرچم تلے آجائے گا وہ امان میں ہے۔ اسی طرح قعقاع بن شوزہ صلی، (۱) شبث بن ربعی تمیمی، حجار بن ابجر عجمی اور شمر بن ذی الجوش عامری (۳ و ۲) سے بھی اسی قسم کی باتیں کہیں۔ شبث بن ربعی کے ہاتھ میں پرچم

دے کر کہا: تم ایک بلندی سے نمودار ہو کر اپنے نوکر

.....

۱۔ یہ وہی شخص ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۹) اور جناب مسلم علیہ السلام کے مقابلہ پر بھی آیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰، ۲۸۱)

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۶۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے یوسف بن یزید نے عبداللہ بن خازم کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۳۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں تھا (طبری، ج ۵، ص ۶۸) (لیکن اپنی بد اعمالیوں کے نتیجے میں اس حد تک پہنچا کہ) اس کا نام بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں آتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۰) اسی نے ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر شعلہ ور کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴) یہ کربلا میں موجود تھا وہاں اس نے ام البنین کے فرزندوں جناب عباس علیہ السلام کے بھائیوں کو امان کی دعوت دی تھی اور امام حسین علیہ السلام کو چھوڑنے کی طرف راغب کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵) جب شب عاشور امام حسین علیہ السلام کو ایک رات کی مہلت دینے کے سلسلہ میں پسر سعد نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷) یہ پسر سعد کے لشکر میں میسرہ (بائیں محاذ) کا سردار تھا (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶) اسی نے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کا جواب دریدہ دھنی اور بدکلامی کے ذریعہ سے دیا تھا تو جناب حبیب بن

مظاہر نے اسکی بڑی ملامت کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) جناب زہیر بن قین کے خطبہ کا جواب اس نے تیر پھینک کر دیا تھا جس پر جناب زہیر بن قین نے اس کی لعنت و ملامت کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) پسر سعد کے میسرہ سے اس نے امام حسین علیہ السلام کے بائیں محاذ پر حملہ کیا (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) اور امام علیہ السلام کے خیمہ پر تیر پھینکا اور چلایا کہ آگ لاؤ اور خیموں کو رہنے والوں کے ہمراہ جلا دو یہ آواز سن کر مخدرات عصمت با آواز بلند روئے لگیں اور باہر نکلنا چاہا لیکن امام حسین علیہ السلام نے ڈھارس بندھوائی (طبری، ج ۵، ص ۴۳۸) اسی نے جناب نافع بن ہلال جملی کو قتل کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۲) جناب امام سجاد علیہ السلام کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا لیکن لوگوں نے منع کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۴) یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو سروں کو لے کر ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) اور انہیں مقدس سروں کو اسیروں کے ہمراہ لے کر یزید کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۰ و ۴۶۳) اس کے ہمراہ ۲۰ مقدس سر تھے جو گرد غبار میں اٹے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۸) ابن مطیع نے مختار سے لڑنے کے لئے اسے سالم کے ایک گروہ کے ہمراہ روانہ کیا، (طبری، ج ۶، ص ۱۸) اس کے ہمراہ دو ہزار سپاہی تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۹) یہ ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے جو اشرف کوفہ کے ساتھ مختار سے لڑنے آئے تھے (طبری، ج ۶، ص ۴۴) اور جب ہزیمت کا سامنا ہوا تو کوفہ سے بھاگ کھڑا ہوا اور ہزیمت کے عالم میں فرار کے وقت ۶۴ھ میں عبدالرحمن بن ابی الکنود کے ہاتھوں مارا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۲، ۵۳) کلمہ شمر عبری زبان کا لفظ ہے جس کی اصل

شام رہے بمعنی سامر، جیسا کہ آج کل اسحاق شامیر کہا جاتا ہے۔
 سرشنت اور فرمانبردار افراد کو انعام و اکرام و احترام و پاداش کے وعدہ سے سرشار کر دو اور
 خاندان رسالت کے پیروؤں کو ڈراؤ کہ سنگین کیفر، قطع حقوق اور حریمیت میں مبتلا ہونگے اور
 ان کے دلوں میں یہ کہہ کر خوف ڈال دو کہ عبید اللہ کی مدد کے لئے شام سے لشکر آنے ہی والا
 ہے۔ (۱)

پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ

جناب مسلم سے لوگوں کو دور کرنے کے لئے اشراف کوفہ ابن زیاد کے قصر سے پرچم امان کے
 ہمراہ باہر نکلے۔ ان میں سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے بولنا شروع کیا۔ اس نے کہا: اے
 لوگو! اپنے گھر اور گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، خشونت، بدی اور شر میں جلدی نہ کرو، اپنی
 جان کو موت کے منہ میں نہ ڈالو! کیونکہ امیر المؤمنین یزید کی فوج شام سے پہنچنے ہی والی ہے۔
 جان لو کہ امیر نے عہد کیا ہے کہ اگر آج شام تک تم نے اپنی جنگ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس
 سے منصرف نہ ہوئے تو وہ تمہاری نسل کو حقوق سے محروم کر دیں گے اور تمہارے جنگجوؤں کو اہل
 شام کی فوج میں تتر بتر کر دیں گے۔ جان لو کہ حاکم کا فیصلہ یہ ہے کہ بیماروں کے بدلے صحت
 یاب افراد پکڑے جائیں اور غائب کے بجائے حاضر لوگ قید کئے جائیں گے۔ یہ سلسلہ اسی
 طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ شورش کرنے والا اس وبال کا مزہ چکھ لے جسے اس نے اپنے
 ہاتھوں سے شروع کیا تھا۔

ابن شہاب کے بعد دوسرے اشراف نے بھی اسی قسم کے الفاظ کی تکرار کی۔ جب لوگوں نے اپنے بزرگوں سے اس طرح کی باتیں سنیں تو انہوں نے جدا ہونا شروع کر دیا... (۲) نوبت یہاں تک پہنچی کہ عورتیں اپنے بچوں، بھائیوں اور شوہروں کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں چلو یہاں جتنے لوگ ہیں وہی کافی ہیں۔ دوسری طرف مرد اپنے بھائیوں اور بیٹوں کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: کل شام سے فوج آرہی ہے۔ اس جنگ اور شرم میں تم کیا کر سکتے ہو۔ یہ کہہ کر لوگ اپنے اپنے عزیزوں کو لے جانے لگے۔ (۳)

.....

۱۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے عبد بن خازم کثیر ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۰)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۱)

ادھر ابن زیاد کی بتائی ہوئی سازشوں پر عمل کرتے ہوئے محمد بن اشعث محل سے باہر نکلا اور قبیلہ بنی عمارہ کے گھروں کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ عمارہ ازدی کو جو اسلحہ لے کر جناب مسلم کی مدد کے لئے نکل کر ان کے مددگاروں سے ملحق ہونا چاہ رہے تھے گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ وہاں اس نے اس جوان مرد کو قید کر لیا۔ جناب مسلم کو جیسے ہی اس کی خبر ملی

فوراً مسجد سے عبدالرحمن بن شریح شبامی (۱) کو اس ملعون (محمد بن اشعث) کی طرف بھیجا۔ اس خیانت کار نے جیسے ہی حق و حقیقت کے جوانوں کو دیکھا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (دوسری طرف قعقاع بن شورشہلی نے ایک علاقہ سے جسے عرار کہتے ہیں جناب مسلم اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا) (۲) اور محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا کہ میں نے مقام عرار سے حملہ شروع کر دیا ہے، تم پریشان نہ ہو لیکن پھر خود عقب نشینی کر لی۔ (۳)

ادھر تیسری طرف شدبث بن ربیع نے جناب مسلم کے سپاہیوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی اور کچھ دیر لڑنے کے بعد اپنے سپاہیوں سے کہنے لگا: شام تک انتظار کرو یہ سب کے سب پر اکندہ ہو جائیں گے۔ اس پر قعقاع بن شورشہ نے کہا: تم نے تو خود ان لوگوں کا راستہ بند کر رکھا ہے، انہیں چھوڑ دو یہ خود ہی متفرق ہو جائیں گے۔ (۴)

جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی

عباس جدلی کا بیان ہے کہ جب ہم جناب مسلم بن عقیل کے ہمراہ نکلے تھے تو ہماری تعداد ۴ ہزار تھی لیکن ابھی محل تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم ۳۰۰ کے اندر سمٹ گئے۔ (۵) اس جدائی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا گو یا ہر شخص فرار کی فکر میں تھا۔ اب رات کا پردہ دن کی سفیدی پر غالب ہو رہا تھا اور

.....

۱- ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے مجھ سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص

(۳۶۹)

۲۔ اس مطلب کو ہارون بن مسلم نے علی بن صالح سے عیسیٰ بن یزید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (طبری ج ۵ ص ۳۸۱) چونکہ یہ مطلب ابو مخنف کی خبر میں نہیں ہے لہذا اسے بریکٹ میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے عبد اللہ بن خازم کثیر ازدی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۰)

۴۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت کی ہے۔
۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے یونس بن ابواسحاق نے کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹)

وہاں مسجد میں فقط ۳۰ افراد موجود تھے۔ مسلم نے انہی ۳۰ لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ جناب مسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو مسجد سے نکل کر کوچہ کاندہ کا رخ کیا۔ گلی پار کرتے وقت دیکھا تو فقط ۱۰ آدمی آپ کے ساتھ تھے اور جب گلی ختم ہو گئی تو اب مسلم تنہا تھے۔ اب جو مسلم ملتفت ہوئے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں ہے اور کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ اگر دشمن سامنے آجائے تو اپنی جان پر کھیل کے انھیں بچالے۔ چاروناچار بے مقصد کوفہ کی گلیوں میں سرگرداں گھومنے لگے۔ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں۔ چلتے چلتے آپ قبیلہ کاندہ کے بنی جبلہ کے گھروں کی طرف نکل گئے اور وہاں آپ کا قدم آ کر ایک خاتون کے دروازہ پر رکا جسے طوعہ کہتے ہیں جو ام ولد تھی۔ یہ اشعث بن

قیس (۱) کی کنیز تھی جب اس سے اشعث کو بچہ ہو گیا (جس کی وجہ سے وہ ام ولید کہی جانے لگی)

.....

۱۰۔ ۱ھ میں اشعث ۶۰ لوگوں کے ہمراہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور اسلام قبول کیا۔ یہ اپنی ماں کی طرف سے آکل مرار کی طرف منسوب تھا۔ چونکہ وہ ملوک تھے اور اس نے چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے منسوب کریں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نضر بن کنانہ سے منسوب کیا تو اس پر اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۳۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن (قتیلہ) سے شادی کی لیکن ہمبستری سے قبل ہی آپ کی روح ملک جاوداں کو کوچ کر گئی اور یہ عورت اپنے بھائی اشعث کے ہمراہ مرتد ہو گئی۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۶۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اشعث اسلام کی طرف آکر دوبارہ مرتد ہو گیا اور جنگ شروع کر دی لیکن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو امان مانگ لیا، اس پر مسلمانوں نے امان دیدی (طبری، ج ۳، ص ۳۳۵-۳۳۷) پھر اسے دوسرے اسیروں اور قیدیوں کے ہمراہ ابوبکر کے پاس لے جایا گیا تو خلیفہ اول نے معاف کر کے اس کی بیٹی ام فروہ سے شادی کی درخواست کر دی اور اس سے رشتہ ازدواج میں منسک ہو گئے لیکن مباشرت نہیں کی۔ بعدہ اشعث پھر مرتد ہو گیا لیکن ابوبکر نے پھر اس کے اسلام کو قبول کر لیا۔ لغزشوں کو معاف کر دیا اور اس کے گھر والوں کو اسے لوٹا دیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۳۹) اپنی وفات کے وقت ابوبکر نے کہا: جس دن اشعث بن قیس قیدی بنا کر لایا

گیا تھا اے کاش اسی دن میں نے اس کی گردن ماری ہوتی؛ کیونکہ کوئی شر اور برائی ایسی نہیں ہے جسکی اس نے مدد نہ کی ہو۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۳) جنگ قادسیہ میں اہل یمن کے ۱۷۰۰ افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ اشعث ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۸۷) سعد ابن ابی وقاص نے اسے ان لوگوں میں پایا جو جسم و جسمانییت کے اعتبار سے بھی قابل دید تھے، صاحب رعب و وہشت اور صاحب نظر بھی تھے لہذا سعد نے ان لوگوں کو اہل فارس کے بادشاہ کو دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۹۶) یہ جنگ میں اہل فارس کے خلاف اس نعرہ کے ذریعہ اپنی قوم کا دل بڑھا رہا تھا کہ عرب نمونہ ہیں، فارس کی زبان میں خدا نازل نہیں ہوا ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۹ و ۵۶۰) قبیلہ کندہ کے ۷۰۰ جوانوں کے ہمراہ اس نے حملہ کیا اور اہل فارس کے سربراہ کو قتل کر ڈالا۔ (طبری، ج ۳، ص ۵۶۳) وہاں سے جو غنائم اور انفال خالد بن ولید کو ملے تھے اس پر اس کو لالچ آگئی اور اس نے اسی میں سے کچھ مانگ لیا تو ۱۰ ہزار کی اجازت اسے دیدی۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۷) واقعہ نہاوند میں بھی یہ موجود تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۲۹) ۳۰ھ میں عراق کے طیرنا باد کے علاقہ میں جو انفال کے اموال تھے اسے اس نے حضرموت کے اپنے اموال کے بدلے میں عثمان سے خرید لیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۸۰) ۳۴ھ میں سعید بن عاص نے کوفہ سے اسے آذربایجان کا والی بنا کر بھیجا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۶۹) پھر آذربایجان کی حکومت کے زمانے میں ہی عثمان اس دنیا سے چل بسے (طبری، ج ۴، ص ۲۲) اور حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو آپ نے اسے اپنی بیعت کی طرف بلایا اور اپنی نصرت و مدد کے لئے اس جگہ کو چھوڑ دینے

کے لئے کہا تو اس نے بیعت کر لی اور وہاں سے چلا آیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۶۱) جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر سے پانی لے کر آنے کی ذمہ داری بھی اسے سونپی گئی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۶۱) یہی وہ ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام کی زبردست مخالفت کی تو حضرت تحکیم پر راضی ہو گئے لیکن اس نے حکمیت کے لئے ابو موسیٰ اشعری پر زور ڈالا اور جن لوگوں سے حضرت علی علیہ السلام راضی تھے جیسے ابن عباس اور مالک اشتر اس سے اس نے انکار کرتے ہوئے اشعری کی حکمیت پر اصرار کرتا رہا اور جنگ سے انکار کرتا رہا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۱) یہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حکمیت کے کاغذ پر سب سے پہلے گواہی کے لئے دستخط کئے اور مالک اشتر کو بھی اس کے لئے بلایا تو انھوں نے انکار کیا؛ اس پر اس نے ان کی توہین کی، ان کو گالیاں دیں اور مکتوب پڑھ کر لوگوں کو سنانے لگا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵) نہروان کے بعد علی علیہ السلام سے ہٹ کر معاویہ کی طرف پلٹ گیا اور کوفہ کے جتہ الاستعداد میں پلٹنے پر اصرار کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۸۹) عثمان نے اسے لالچ دلائی تھی کہ آذربائیجان کا خراج ایک لاکھ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۰) کوفہ میں اس نے ایک مسجد بھی بنوائی تھی۔ تو اشعث نے اسے آزاد کر دیا۔ اس نے اسید حضرمی (۱) سے شادی کر لی۔ اسی شادی کے نتیجے میں بلال نامی لڑکا پیدا ہوا تھا جو ان دنوں دوسرے لوگوں کے ہمراہ گھر سے باہر تھا اور ابھی تک لوٹا نہیں تھا۔ اس کی ماں دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جناب مسلم نے اس خاتون کو دیکھتے ہی اسے سلام کیا تو اس نے فوراً جواب دیا۔

اس پر جناب مسلم نے اس سے کہا: یا ائمة اللہ استقینی مائی اے کنیز خدا! میں پیاسا ہوں مجھے

پانی پلا دے۔ وہ خاتون اندر گئی، ظرف لے کر لوٹی اور جناب مسلم کو پانی دیا پانی پی کر جناب مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ وہ جب برتن رکھ کر آئی تو دیکھا مسلم وہیں بیٹھے ہیں تو اس نے کہا: یا عبد اللہ! لم تشرب؟ اے بندہ خدا کیا تو نے پانی نہیں پیا؟

.....

۱۔ یہ اسید بن مالک حضرمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کربلا میں اسی نے جناب مسلم کے فرزند عبد اللہ کو شہید کیا اور اس کا بیٹا وہ ہے جس نے حاکم کو یہ اطلاع دی کہ مسلم میرے گھر میں ہیں اور یہی خبر رسائی جناب مسلم کی شہادت پر تمام ہوئی۔

جناب مسلم نے کہا: کیوں نہیں، طوعہ نے کہا: تو اب اپنے گھر والوں کے پاس چلے جا اس پر جناب مسلم خاموش ہو گئے اور وہ نیک خاتون اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب پھر لوٹ کر آئی تو دیکھا جناب مسلم وہیں بیٹھے ہیں۔ اس نے اپنے جملے پھر دہرائے۔ اس پر وہ سفیر حسینی پھر خاموش رہا تو اس عورت نے حضرت مسلم سے کہا: سبحان اللہ! اے بندہ خدا میرے سلسلہ میں اللہ سے خوف کھا۔ جا اپنے گھر والوں کی طرف چلا جا اللہ تجھے عافیت میں رکھے؛ تیرے لئے میرے گھر کے دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور میں تیرے اس بیٹھنے کو تیرے لئے حلال نہیں کروں گی، اتنا سننا تھا کہ جناب مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

یا ائمة اللہ، مالی فی المصر منزل ولا عشیرہ فصل لک الی اجر و معروف و علی مکافئک بہ بعد ایوم؟ اے کنیز خدا! کہاں جاؤں؟ اس شہر میں نہ تو میرا کوئی گھر ہے نہ ہی میرے گھر والے ہیں، کیا تم ایک اچھا کام انجام دینا چاہتی ہو جس کا اجر اللہ سے پاؤ اور شاید آج کے بعد میں بھی کچھ

اس کا بدلہ دے سکوں؟

طوعہ: اے بندہ خدا! تو کون ہے؟ اور وہ نیک کام کیا ہے؟
مسلم: میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اس قوم نے مجھے جھٹلایا اور دھوکہ دیا۔

طوعہ: تم سچ مچ مسلم ہو!

مسلم: ہاں! میں مسلم ہوں۔

طوعہ: تو بس اب اندر آ جاؤ! یہ کہہ کر وہ نیک سرشت خاتون آپ کو اندرون خانہ ایک ایسے کمرے میں لے گئی جس میں وہ خود نہیں رہا کرتی تھی۔ اس کے بعد اس کمرے میں بستر بچھایا اور جناب مسلم کو اس پر بٹھا کر رات کا کھانا پیش کیا لیکن آپ نے کچھ نہ کھایا۔

ادھر طوعہ اپنے بیٹے کے انتظار میں لحظہ شماری کر رہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کا بیٹا آ گیا۔ اس نے غور کیا کہ کمرے میں ماں کا آنا جانا بہت زیادہ ہے لہذا اس نے کہا: ماں کمرے میں تمہارا آنا جانا مجھے شک میں ڈال رہا ہے۔ کیا اس میں کوئی بات ہے؟ طوعہ نے کہا بیٹا اس بات کو رہنے دو اور صرف نظر کرو۔ بیٹے نے ماں سے کہا: خدا کی قسم تم کو مجھے بتانا ہی ہوگا۔

طوعہ: ہاں بات تو ہے لیکن تم اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔ اس پر بیٹے نے بہت اصرار کیا تو ماں نے کہا: اے بیٹا! میں بتائے تو دیتی ہوں لیکن دیکھو کسی سے بھی اسے نہ بتانا۔ اسکے بعد طوعہ نے بیٹے سے قسم کھلوائی تو اس نے قسم کھالی کہ کسی سے نہیں بتائے گا اس کے بعد ماں نے اسے سارے ماجرے سے آگاہ کر دیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ گیا اور خاموش ہو گیا۔ (۱)

ابن زیاد کا موقف

جب رات کا اچھا خاصہ وقت گذر گیا اور کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ابن زیاد نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل کے مدد کرنے والوں اور نصرت کرنے والوں کی اس طرح کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے جیسے اس سے قبل سنائی دے رہی تھی تو اس نے اپنے گروگوں سے کہا: ذرا دیکھو! ان میں سے کوئی تمہیں دکھائی دے رہا ہے؟ وہ لوگ گئے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا تو ابن زیاد نے کہا: ذرا غور سے دیکھو! شاید وہ لوگ کسی سایہ میں چھپے کمین میں بیٹھے ہوں، لہذا ان لوگوں نے مسجد کے اندر باہر اور اطراف میں دیکھا، اس کے بعد مشعلیں روشن کر کے دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ کچھ دیر کے لئے مشعلوں کو روشن رکھا پھر بجھا دیا، اس کے بعد قندیلوں کو رسے وں میں محکم باندھ دیا اور اس میں آگ روشن کر کے اوپر سے

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجالد بن سعید نے مجھ سے اس روایت کو بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۱، ارشاد، ص ۲۱۲، خوارزمی، ص ۲۰۸) طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب مسلم نے یہ دیکھا کہ وہ سڑک پر تہارہ گئے ہیں تو ایک گھر کے دروازہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں سے ایک عورت نکلی تو مسلم نے اس سے کہا: اسقینی مجھ کو پانی پلاؤ تو اس خاتون نے پانی لا کر پلایا پھر وہ اندر چلی گئی اور مسلم وہیں مشیت الہی کے سہارے بیٹھے رہے پھر وہ نکلی تو دیکھا مسلم وہیں بیٹھے ہیں تو اس نے کہا: اے بندہ خدا! تیرا یہاں بیٹھنا شک و شبہ سے خالی نہیں ہے، تو اٹھ جا! اس پر

جناب مسلم نے کہا: میں مسلم بن عقیل ہوں کیا تو مجھ کو پناہ دے سکتی ہے؟ اس خاتون نے جواب دیا: ہاں! اس خاتون کا بیٹا محمد بن اشعث کے موالی میں شمار ہوتا تھا جب بیٹے کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جا کر محمد کو خبر دے دی اور محمد نے جا کر عبید اللہ کو خبر پہنچادی تو عبید اللہ نے وہاں اپنی پولس کے سربراہ عمرو بن حریش مخزومی کو بھیجا اور اس کے ہمراہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بھی تھا۔ مسلم کو خبر بھی نہ ہوئی اور سارا گھر گھیر لیا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰۰) اس کے پیچھے اس کی فوج کا سربراہ حصین بن تمیم بھی آ گیا۔

بچے کی طرف رکھ دیا اور ہر گوشہ و کنار کو قندیلوں سے روشن کر دیا یہاں تک کہ منبر کے اطراف کو بھی روشن کر دیا۔ جب ہر طرح سے انھیں یقین ہو گیا کہ کوئی نہیں ہے تو ابن زیاد کو خبر دی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ابن زیاد نے فوراً اپنے کاتب عمرو بن نافع (۱) کو حکم دیا کہ فوراً جا کر یہ اعلان کرے کہ حاکم ہر اس شخص کی حرمت سے دست بردار ہے جو نماز عشاء مسجد کے علاوہ کہیں اور پڑھے، خواہ وہ پولس ہو یا عرفاء، صاحبان شرف ہوں یا جنگجو۔ اس خطرناک اور تہدید آمیز اعلان کا اثر یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد لوگوں سے چھلکنے لگی۔ ایسے موقع پر حصین بن تمیم تمیمی (۲) جو اس کے نگہبانوں کا سردار تھا اس نے ابن زیاد سے کہا: اگر آپ چاہیں تو خود نماز پڑھائیں یا کسی دوسرے کو بھیج دیں جو نماز پڑھادے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ آپ کے بعض دشمن آپ پر حملہ نہ کر دیں! اس پر ابن زیاد نے کہا: میرے محافظین و نگہبانوں سے کہو کہ جس طرح وہ میری حفاظت کے لئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اس طرح نماز کی پہلی صف میں کھڑے ہوں اور تم ان سب پر نگاہ رکھو۔ اس کے بعد حکم دیا

کہ باب سدّہ جو مسجد میں کھلتا تھا اور اب تک بند تھا اسے کھولا جائے پھر ابن زیاد اپنے گرگوں کے ہمراہ وہاں سے نکلا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

.....

۱۔ یہ وہی کاتب ہے جس نے یزید کو جناب مسلم کے قتل کے لئے خط لکھا تھا۔ اس نے خط لکھنے میں دیر لگائی تو ابن زیاد کو ناگوار لگا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸)

۲۔ ابن زیاد نے اسے قادیسیہ کی طرف اس فوج کو منظم کرنے کے لئے بھیجا تھا جو خفان ، قطقطانہ اور لعلع کے درمیان تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۴) یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایلچی جناب قیس بن مسہر کو ابن زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے انہیں قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۵) اسی طرح عبداللہ بن بقطر کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸) یہی شخص حر کے ساتھ بنی تمیم کے ایک ہزار لوگوں کے ہمراہ قادیسیہ سے آگے آگے تھا تا کہ امام حسین علیہ السلام کو گھیرے یہ کربلا میں پولس کا سربراہ تھا اور جناب حر کو قتل کرنے کے لئے اپنی فوج کو شعلہ ور کر رہا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴) پسر سعد نے اس کے ہمراہ ۵۰۰ پانچ سو تیر انداز بھیجے تھے اور اس نے ان لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پر تیروں کی بارش کرنے کے لئے بھیجا۔ ان تیر اندازوں نے نزدیک سے تیروں کا مینہ برسا دیا اور ان کے گھوڑوں کو پچے کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۷) جب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ہنگام ظہر نماز کے لئے آمادہ ہو رہے تھے تو اس نے حملہ کر دیا۔ جناب حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے پر تلوار

سے حملہ کیا تو وہ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ اس پر بدیل بن صریم عقیقانی نے جناب حبیب کے سر پر اپنی تلوار سے ضرب لگائی اور بنی تمیم کے دوسرے سپاہی نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا پھر حصین بن تمیم پلٹ کر آیا اور اس نے تلوار سے آپ کے سر پر حملہ کیا اس کے اثر سے آپ زمین پر گر پڑے، وہاں ایک تمیمی آیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ کر حصین کے ہاتھ میں دیا۔ اس نے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا لیا اور لشکر پر حملہ کیا پھر قاتل کو لوٹا دیا (طبری، ج ۵، ص ۴۴۰) آخر کار جب امام حسین نہر فرات کے قریب آرہے تھے تو اس نے تیر چلایا جو آپ کے منہ پر لگا جس پر آپ نے اس کو بددعا کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۹)

مسلمہ کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

نماز کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا اور حمد و ثنائے الہی بجالانے کے بعد بولا: اما بعد جاہل اور بیوقوف ابن عقیل کو تم لوگوں نے دیکھا کہ اختلاف اور جدائی لے کر یہاں آیا۔ میں ہر اس شخص کی حرمت سے بری الذمہ ہوں۔ جس کے گھر میں ہم نے مسلم کو پالا اور جو بھی مسلم کو لے کر آئے گا اس کا خون بہا اسے دیدیا جائے گا! اے بندگان خدا تقویٰ اختیار کرو، اپنی طاعت و بیعت پر برقرار رہو اور اپنی حرمت شکنی کے راستے نہ کھولو۔

اس کے بعد سپاہیوں کے سربراہ حصین بن تمیم کی طرف رخ کیا اور کہا: اے حصین بن تمیم! ہشیار ہو جا اگر شہر کوفہ کا کوئی دروازہ بھی کھلا یا یہ مرد اس شہر سے نکل گیا اور تو اسے نہ پکڑ سکا تو یہ دن تیری ماں کے لئے عزا کا دن ہوگا! ہم نے تجھے کوفیوں کے سارے گھر کو سونپ دیا ہے، تو

آزاد ہے، جس گھر میں چاہے جا کر تلاش کر لہذا تو فوراً شہر کوفہ کے دروازوں پر نگہبانوں کو لگا دے اور کل صبح سے دقت کے ساتھ گھروں کی تلاشی لے اور ٹوہ میں لگ جا یہاں تک کہ اس مرد کو میرے سامنے پیش کرے۔

ابن زیاد مسلمہ کی تلاش میں

اس آتشیں تقریر کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے آ گیا اور محل کے اندر چلا گیا اس کے بعد عمرو بن حریث مخزومی (۱) کے ہاتھ میں ایک پرچم دے کر اسے اپنے اطرافیوں اور کارکنوں کا سر براہ بنا دیا (۲) اور اپنی نیابت میں اسے حکم دیا کہ مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کے امور کو حل و فصل کرے۔

.....

۱۔ یہ وہی شخص ہے جس نے نہاوند کی فتح کے بعد مسلمانوں کے غنائم جو لولو و مرجان اور یا قوت و زمر د سے بڑے بڑے ٹوکروں پر مشتمل تھے غنائم کے منشی سائب بن اقرع ثقفی کو دھوکہ دے کر دو ہزار درہم میں خرید لیا۔ اس کے بعد اسے لیکر سرزمین کفر میں پہنچا اور اسے چالیس لاکھ میں بیچا۔ اس طرح ۲۱ھ میں یہ عرب کے سرمایہ داروں میں شمار ہونے لگا، یہ کوفہ میں سعید بن عاص کا جانشین تھا اور ۳۴ھ میں یہ لوگوں کو عثمان کے سلسلہ میں تحریک سے روکتا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۳۲) ۵۱ھ میں یہ کوفہ میں زیاد بن سمیہ کا جانشین تھا۔ اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف گواہی دی تو ان کے ساتھیوں نے ان پر پتھر اور

کردیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۵۶، ۲۶۸) یہ ایک مدت اہل مدینہ کا سربراہ تھا۔ ۶۴ھ میں یہ کوفہ میں ابن زیاد کا جانشین تھا۔ جب یزید ہلاک ہو گیا اور ابن زیاد نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا تو اس نے ابن زیاد کی پیروی کی اور لوگوں کو ابن زیاد کی طرف دعوت دینے لگا۔ اس وقت کوفیوں نے اس پر پتھر اڑا کر دیا، (طبری، ج ۵، ص ۵۲۴) اس کو محل سے نکال دیا (طبری، ج ۵، ص ۵۶۰) اور اسے معزول کر دیا۔ ۶۶ھ میں یہ مختار کے انقلاب میں شریک ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۰) کوفہ میں اس کا ایک حمام بھی تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۴۸) عبد الملک نے اسے ۷۱ھ میں اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۷۶) اس نے مسلم بن عقیل کے لئے پانی لانے سے انکار کر دیا اور ابن زیاد کے سامنے جناب زینب کی سفارش نہیں کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۷) مگر یہ قریش کی غیرت تھی جس نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ ۸۵ھ میں اسے موت آگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ذیل المذیل ص ۵۲۷، طبع سویڈن کے مطابق اس کی عمر ۱۲ سال تھی۔

عبید اللہ کے خلاف جناب مسلم کے قیام کی خبر پورے کوفہ میں پھیل چکی تھی۔ جناب مختار کو بھی جو کوفہ کے نزدیک ایک گاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے جسے لققا کہتے ہیں اور آپ جناب مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے بعد اس گاؤں میں لوگوں سے جناب مسلم کے لئے بیعت لے رہے تھے، انہیں نصیحتیں کر رہے تھے اور لوگوں کو آپ کی فرمانبرداری کی دعوت دے رہے تھے، جیسے جناب مسلم کی غربت و تنہائی کی خبر ملی اپنے دوستوں، غلاموں اور

ہم فکروں کے ہمراہ ان کی مدد کے لئے روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کا وقت تھا کہ مختار مسجد کو فہ کے باب الفیل کے پاس آ کر رکے۔ اپنے راستے میں عمرو بن حریث کے پاس وہ پرچم امان دیکھا جسے عبید اللہ نے جناب مسلم کے ساتھیوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کے ہاتھوں سونپا تھا۔

جب مختار باب الفیل کے پاس تھے کہ وہاں سے ہانی بن ابی حنیہ وداعی کا گذر ہوا۔ (۱) اس نے مختار سے کہا: تم یہاں کس لئے کھڑے ہو؟ نہ تو لوگوں کے ساتھ ہونہ ہی اپنے راستے پر ہو؟ اس پر مختار نے کہا: تم لوگوں کی عظیم غلطی اور خطا پر میرے افکار متزلزل ہیں۔ ہانی بن ابی حنیہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ خود کو قتل کروانا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے آگے بڑھ کر عمرو بن حریث کے پاس گیا اور اسے اس واقعہ سے خبردار کر دیا۔ (۲)

.....

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۱، ۳۷۳)

۱۔ اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف گواہی دی تھی (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) نیز یہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جو جناب مسلم اور جناب ہانی کے سر کو لے کر یزید کے پاس گئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸) ۶۴ھ میں یہ شخص ابن زبیر کے عہد حکومت میں مکہ میں مختار سے ملا اور اسے مختار سے معلوم ہوا کہ وہ کوفہ پلٹنے والے ہیں اور وہاں سے حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے مختار کو گمراہ کن فتنے

سے ڈرایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۸) ۲۔ طبری، ج ۵، ص ۵۶۹، ابو مخنف نے نصر بن صالح سے نقل کیا ہے۔

مختار کا نظریہ

عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی (۱) کا بیان ہے کہ میں عمرو بن حریث کے پاس بیٹھا تھا کہ ہانی بن ابی حنیہ مختار کی سنائی لیکر پہنچا۔ ابن حریث نے مجھ سے کہا: اٹھو اور اپنے چچا سے کہو کہ مسلم بن عقیل کو نہیں معلوم ہے کہ تم کہاں ہو اور اپنی حرمت شکنی کے لئے راستہ نہ کھولو۔ میں اٹھا کہ انہیں جا کر لاؤں اس پر زائدہ بن قدامہ بن مسعود (۲) اٹھا اور اس نے کہا کہ وہ مختار کو لائے گا لیکن اس شرط پر کہ وہ امان میں ہوں۔ عمرو بن حریث نے کہا:

میری جانب سے وہ امن میں ہیں اور اگر بات امیر عبید اللہ بن زیاد تک پہنچی تو میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر مختار کے حق میں گواہی دوں گا اور بہترین طریقہ سے سفارش کروں گا۔

اس پر زائدہ بن قدامہ نے کہا: ایسی صورت میں انشاء اللہ خیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں نکلا اور میرے ہمراہ زائدہ بھی مختار کی طرف نکلا۔ ہم دونوں نے مختار کو خبر دی اور انہیں قسم دی کہ اپنے لئے مشکل کھڑی نہ کریں اور حرمت شکنی کا راستہ نہ کھولیں۔ اس پر وہ ابن حریث کے پاس آئے، سلام کیا اور اس کے پرچم تلے رات بھر بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (۳)

.....

۱- ۶۷ھ میں یہ مختار کے قیام میں شریک تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۸) ظاہر یہ ہے کہ یہ عبد

الرحمن بن عبداللہ بن عثمان ثقفی ہے جو معاویہ کی بہن ام حکم کا بیٹا ہے، جسے معاویہ نے ۵۸ھ میں کوفہ کا عامل بنایا تھا۔ یہ عہدہ معاویہ نے ضحاک بن قیس کے بعد اسے دیا تھا۔ اس کی پولس کا سربراہ زائدہ بن قدامہ ثقفی تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۱۰) اور اس سے پہلے ۵۱ھ میں یہ موصل میں معاویہ کا عامل تھا۔ اسی نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ عثمان کے قتل کا قصاص لے رہا ہے جناب عمرو بن حمق خزاعی کو مرض کے عالم میں قتل کر دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۵) اس کی بری سیرت کی وجہ سے اہل کوفہ نے اس کو مطرود کر دیا تو یہ اپنے ماموں معاویہ سے ملحق ہو گیا۔ اس نے اس کو مصر کا والی بنا دیا۔ وہاں سے بھی اس کو نکال بھگایا گیا تو وہ معاویہ کے پاس لوٹ گیا (ج ۵، ص ۳۱۲) اور اگر اس کی یزید سے رشتہ داری نہ ہوتی تو ابن حریش اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچاتا۔

۲۔ مقدمہ میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے، رجوع کریں۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے: نضر بن صالح نے عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی کے حوالے سے مجھے یہ خبر دی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۰)

ابو جناب کلبی کا بیان ہے کہ کثیر بن شہاب حارثی کی ملاقات ایک جوان سے ہوئی جو اسلحوں سے لیس تھا؛ جسے عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی کہتے ہیں۔ ابن شہاب نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اور اس جوان مرد کی ساری داستان کہہ سنائی تو کلبی نے ابن زیاد سے کہا: میں نے تمہاری ہی طرف آنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ابن زیاد نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ یہ تم نے اپنا ارادہ بتایا ہے؛ یہ کہنے کے بعد اس نے اسے قید کرنے کا حکم صادر کر دیا اور لوگوں نے اسے قید کر دیا۔ (۱)

دوسری صبح

دوسرے دن کا سورج افق پر طلوع ہوا اور اپنے ساتھ داستانوں کا لشکر لے کر آیا۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد اپنے دربار میں آکر بیٹھا اور لوگوں کو آنے کی اجازت دی تو لوگ دربار میں داخل ہونے لگے۔ انہیں داخل ہونے والوں میں محمد بن اشعث بھی تھا۔ ابن زیاد بولا: آفرین اور مرحبا! اس شخص پر جو اپنے امیر سے نہ تو خیانت کرتا ہے اور نہ ہی موردِ تہمت واقع ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر اسے اپنے پہلو میں جگہ دی۔

ادھر دوسرے دن صبح نیک شرسٹ جناب مسلم کو پناہ دینے والی ضعیفہ کالڑکا بلال بن اُسید عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس آیا اور ساری روداد سنادی کہ مسلم بن عقیل اس کے گھر میں اس کی ماں کی پناہ میں ہیں۔ عبدالرحمن وہاں سے فوراً اپنے باپ کے پاس آیا جو ابن زیاد کے پاس موجود تھا اور آہستہ آہستہ سب کچھ سنا دیا۔ اس سرگوشی کو جب ابن زیاد نے دیکھا تو اس نے کہا: یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟ محمد بن اشعث بولا: اس نے مجھ کو ابھی ابھی خبر دی ہے کہ مسلم ابن عقیل ہمارے ہی قبیلہ کے ایک گھر میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد نے اپنی چھٹری کی نوک اس کے پہلو میں چھائی اور بولا: اٹھو اور ابھی اسے لے کر یہاں آؤ! (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵،

ص ۳۶۹)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجالد بن سعید نے مجھ سے بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵،

ص ۳۷۱، الاشاد، ص ۲۱۳، تذکرۃ الخواص، ص ۲۰۸)

محمد بن اشعث جناب مسلم کے مقابلے میں

ابن زیاد نے عمرو بن حریش کے پاس ایک آدمی کو بھیجا جو اس وقت مسجد میں اس کا جانشین تھا کہ فوراً قبیلہ قیس کے ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ابن اشعث کے ساتھ روانہ کرے۔ ابن زیاد کو یہ ناپسند تھا کہ ابن اشعث کے قبیلہ کے لوگ اس کے ہمراہ جائیں (۱) کیونکہ اسے معلوم تھا کہ تمام قبیلوں کو یہ ناپسند ہے کہ وہ مسلم ابن عقیل جیسی شخصیت کے مد مقابل آئیں۔ عمرو بن حریش نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً عمرو بن عبید اللہ بن عباس سلمیٰ کی سربراہی میں قبیلہ قیس کے ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ابن اشعث کے ہمراہ روانہ کیا۔ ان سب نے اس گھر کو محاصرہ میں لے لیا جس میں جناب مسلم موجود تھے۔

جناب مسلم کا ابن اشعث سے جہاد

جب گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا اور سپاہیوں کی آواز جناب مسلم کے کانوں میں پہنچی تو آپ سمجھ گئے کہ لشکر آ گیا ہے لہذا نیام سے شمشیر کو باہر نکالا اور فوراً مقابلہ کے لئے باہر آ گئے۔ ان لوگوں نے گھر پر حملہ کر دیا لیکن جناب مسلم نے اس گھر کا دفاع کرتے ہوئے ان پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ پھر آگے بڑھے تو جناب مسلم نے پھر ویسا ہی حملہ کیا۔ اسی اثنا میں بکیر بن حمران امیری شامی نے آپ کے رخسار پر ضرب لگائی جس سے آپ کے اوپر والے ہونٹ کٹ گئے اور تلوار نچلے ہونٹ کو زخمی کر گئی جس سے آپ کے آگے

کے دودانت ٹوٹ گئے۔ ادھر جناب مسلم نے بھی مرگبار تلوار اس کے سر پر چلائی اور ایک دوسری تلوار اس کے شانے کے نیچے ماری کہ قریب تھا کہ اس کے شکم میں چلی جائے۔

.....

۱۔ لیکن خود ابن اشعث کو بھیجنے کا سبب شاید یہ ہو کہ اس کے جانے کی وجہ سے مسلم خود اسی کے خاندان کی کنیز (طوعہ جس کا بیٹا بلال ہے) کے گھر سے نکلیں گے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کس طرح عشائر اور بادیہ نشین لوگوں کے امور سے آگاہ تھا اور کسی طرح ان سے اپنے مقاصد کو حل کرتا تھا۔

آگ اور پتھر کی بارش

جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ مسلم کی حالت یہ ہے تو گھروں کی چھتوں سے پتھر پھینکنا شروع کر دیا اور اس کی وہ تہا سفیر حسینی پر آگ کے شعلہ برسائے لگے۔ جناب مسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو تلوار کھینچ کر مقابلے میں آگئے اور ان سے نبرد آزما ہو گئے۔ اسی وقت محمد بن اشعث آیا اور کہنے لگا: اے جوان! تیرے لئے امان ہے لہذا تو خود کو قتل کرنے کا سامان فراہم نہ کر! جناب مسلم اپنے جہاد کو جاری رکھتے ہوئے رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اقسمت لا اقتل الا حراً

وان رايت الموت شيناً نكرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں آزادی کے ساتھ قتل کیا جاؤں گا۔ اگرچہ موت کو میں بری چیز سمجھتا ہوں۔

کل امریء یوماً ملاق شرا

و یخلط البارد سخناً مراً

ہر انسان ایک دن شرمیں گرفتار ہوتا ہے اور زندگی کی سختی و گرمی آرام و آسائش سے آمیختہ ہے۔

رد شعاع النفس فاستقر (۱)

أخاف أن أكذب أو أغترأ

خوف و ہراس کو اپنے سے دور کرو تا کہ ہمیشہ زندہ و پابندہ رہو۔ مجھے تو اس کا خوف ہے کہ یہ قوم مجھے جھوٹا وعدہ دے کر دھوکہ دینے کے درپے ہے۔

.....

۱۔ ہمارے پاس طبری اور غیر طبری کا جو نسخہ موجود ہے اس میں شعاع النفس کی جگہ شعاع الشمس موجود ہے۔ شیخ سماوی نے البصار العین ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ یہ رد و بدل اس کی جانب سے ہے جو شعاع النفس کے معنی نہیں جانتا ہے اور یہ تصور کرتا ہے کہ شعاع الشمس زیادہ بہتر ہے جب کہ شعاع النفس سے مراد جان کا خوف ہے۔ عرب یہ کہا کرتے ہیں: مارت نفسہ شعاعا یعنی اس کی جان سورج کی کرنوں کی طرح جدا ہو گئی۔ یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے جب خوف بہت شدید ہو؛ کیونکہ شعاع کے معنی ہی یہ ہیں کہ کوئی چیز کسی سے دقت کے ساتھ جدا ہو جائے۔ یہی معنی شعر میں بھی استعمال ہوا ہے اقول لها وقد طارت شعاعا من الأبطال ویتحک لا تراعی اس شعر میں شعاع کا مطلب یہ ہے کہ خوف کے بعد دل ٹھہر گیا۔

فریب امان اور گرفتاری

محمد بن اشعث نے حضرت مسلم سے کہا: تم سے جھوٹ نہیں بولا جا رہا ہے نہ ہی تم کو فریب اور دھوکہ دیا جا رہا ہے، یہ لوگ تو تمہارے چچا ہی کی اولاد ہیں نہ کہ تمہارے قاتل اور تم سے لڑائی

کرنے والے۔ دوسری طرف سنگ باری نے جناب مسلم کو بے حد زخمی کر دیا تھا اور آپ لڑتے لڑتے تھک چکے تھے۔ لہذا اسی گھر کی دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے آپ کے پاس آ کر کہا: آپ کے لئے امان ہے۔ جناب مسلم نے اس سے پوچھا: آمن انا؟ کیا واقعاً میں امان میں ہوں؟ محمد بن اشعث نے جواب دیا: ہاں، اور ابن اشعث کے ہمراہ پوری فوج نے کہا: ہاں ہاں تم امان میں ہو تو جناب مسلم نے کہا: اَما لولم تو مَمنونى ما وضعت يدي فى ايدىكم اگر تم لوگوں نے مجھے امان نہیں دیا ہوتا تو میں کبھی بھی تمہارے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ نہ دیتا۔ (اس جملہ سے ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلم امان پر راضی ہو چکے ہیں) اس کے بعد وہ لوگ ایک خچر لے کر آئے اور جناب مسلم کو اس پر سوار کیا اور سب ان کے اطراف جمع ہو گئے اور ان کی گردن سے تلوار نکالی۔ یہ دیکھ کر گویا جناب مسلم خود سے مایوس ہو گئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا: هذا اول الغدر یہ سب سے پہلا دھوکہ ہے۔

محمد بن اشعث بولا: امید ہے کہ آپ کو کوئی مشکل نہ ہوگی۔ جناب مسلم نے کہا: امید کے سوا کچھ نہیں ہے، تم لوگوں کا امان نامہ کہاں ہے! اناللہ وانا الیہ راجعون! اور یہ کہہ کر رو پڑے۔ اس موقع پر عمرو بن عبید اللہ سلمی جو ایک دوسرے گروہ کا سربراہ تھا آپ سے مخاطب ہو کر بولا: بے شک اگر ایک شخص وہ چیز طلب کرے جس کے تم طلب گار تھے اور اس راہ میں اسے وہ مشکلات پیش آئیں جو تمہیں پیش آئی ہیں تو اسے رونا نہیں چاہیے۔

جناب مسلم نے فرمایا: انى والله ما لى نفسى اىكى خدا کی قسم میں اپنے لئے نہیں رورہا ہوں

ولالها من القتل أرثي اور نہ ہی قتل ہونے کے خوف سے میں مرثیہ کناں ہوں؛ اگرچہ میں
 پلک جھپکتے تلف ہونا پسند نہیں کرتا تھا
 ولكن أبكي لأهلي المقبلين الى
 میں تو ان لوگوں پر آنسو بہا رہا ہوں جو میرے پیچھے آرہے ہیں۔ ابکی لحسین وآل حسین
 (علیہم السلام) میں تو حسین اور اولاد حسین پر آنسو بہا رہا ہوں۔

حضرت مسلمہ کی محمد بن اشعث سے وصیت

پھر حضرت مسلمہ علیہ السلام نے محمد بن اشعث کی طرف رخ کر کے فرمایا:

يا عبد الله ائى أراك والله، ستعجز عن أمانى، فهل عندك خير تستطيع أن تبعث
 من عندك رجلاً على لسانى من مبلغ حسيناً، فانى لا أراة الا قد خرج اليكم مُقبلاً
 أو هو خارج غداً هو وأهل بيته، وان ما ترى من جزع لذالك فيقول (الرسول)
 ان ابن عقيل بعثن اليك وهو فى أيد القوم أسير لا يرى أن يمش حتى يقتل وهو
 يقول: ارجع بأهل بيتك، ولا يغزك أهل الكوفة! فانهم أصحاب ابيك الذى كان
 يتمنى فراقهم بالموت أو القتل! ان أهل الكوفة كذوبك و كذبون! وليس
 لكذب رأى! (١)

اے بندہ خدا! میں تو خدا کی قسم یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب مجھے امان دلانے سے عاجز ہو
 جائے گا؛ کیا تجھ سے نیکی کی امید کی جاسکتی ہے؟ کیا تم کسی ایسے شخص کو اپنی طرف سے بھیجنے کی
 قدرت رکھتے ہو جو میری زبانی حسین علیہ السلام کو پیغام پہنچا دے، کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ

وہ تم لوگوں کی طرف آنے کے لئے آج نکل چکے ہونگے یا کل نکل جائیں گے جبکہ ان کے ہمراہ ان کا پورا خاندان ہوگا۔ تم جو ان آنسوؤں کو دیکھ رہے تھے اس کا سبب یہی ہے۔ وہ پیغام رساں جا کر امام حسین علیہ السلام یہ کہہ دے کہ ابن عقیل نے مجھے آپ کے پاس اس حال میں بھیجا ہے کہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور قدم بقدم شہادت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ اس عالم میں یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ پلٹ جائیے! کہیں اہل کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جو آپ کے بابا کے ساتھی تھے لیکن حضرت آرزو کرتے تھے کہ موت یا قتل کے ذریعہ ان سے جدا ہو جائیں۔ اہل کوفہ نے آپ کو جھٹلایا اور مجھے بھی جھٹلایا اور جھوٹے شخص کی کوئی رائے اور کوئی نظر نہیں ہوتی۔

اس پر محمد بن اشعث بولا: میں تمہارا پیغام ضرور پہنچاؤں گا اور ابن زیاد کو ضرور بتاؤں گا کہ میں نے تم کو امان دی۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی نے اسے اپنے جد زائدہ سے ہمارے لئے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۲) شرح حال، مقدمہ میں ملاحظہ

ہو۔

مسلمہ قصر کے دروازے پر

محمد بن اشعث، ابن عقیل کو قصر کے دروازے تک لے کر آیا۔ اس وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ ادھر محل کے دروازے پر لوگ بیٹھے اجازت کے منتظر تھے جن میں عمارۃ بن عقبہ ابی معیط، عمرو بن حریث، مسلم بن عمرو اور کثیر بن شہاب (۱) قابل ذکر ہیں۔ وہیں پر ٹھنڈے پانی کا کوزہ رکھا ہوا تھا۔ جناب مسلم نے کہا: استقونی من هذا المائی مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو! تو مسلم بن عمرو باہلی بولا: تم دیکھ رہے ہو کہ یہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے! خدا کی قسم اس میں سے ایک قطرہ بھی تم کو نہیں پلایا جائے گا یہاں تک کہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں کھولتا ہوا پانی تمہارے نصیب ہو۔

جناب مسلم نے کہا: ویسک من انت؟ واے ہو تجھ پر تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں اس کا فرزند ہوں (۲) کہ جب تم نے حق سے انکار کیا تو اس نے اس کو پہچان لیا اور جب تم نے اپنے امام حاکم سے ناسازگاری کا مظاہرہ کیا تو اس نے خیر خواہی کی اور جب تم نے اس کی نافرمانی اور مخالفت کی تو اس نے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کی! میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔ جناب مسلم:

لأثمك الشكل! ما أجفاك و ما أفظك و أقسى قلبك و أغلظك! أنت۔ یا بن باہلہ۔

أولیٰ بالحمیم و الخلود فی نار جہنم مئی

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! تو کتنا جفا کار، حشن، سخت دل اور بے رحم ہے۔ اے فرزند باہلہ! جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اور اس میں بیٹگی تجھ پر زیب دیتی ہے نہ کہ ہم پر۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جعفر بن حدیفہ طائی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور سعید بن شیبان نے حدیث کی تعریف کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵)

۲۔ کتابوں میں یہی جملہ موجود ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ میں وہ ہوں... کیونکہ مسلم بن عمرو باہلی نے اپنے باپ کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ اپنی تعریف و تمجید کی ہے۔

پھر آپ محل کی دیوار پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ حال دیکھ کر عمرو بن حریث مخزومی نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا اور وہ کوزہ میں پانی لے کر آیا۔ (۱)

اس کے اوپر ایک رومال اور ساتھ میں ایک پیالہ بھی تھا۔ اس نے پیالہ میں پانی ڈال کر جناب مسلم کو پینے کے لئے دیا لیکن جب بھی آپ پانی کو منھ سے لگاتے پیالہ خون سے بھر جاتا۔ جب تیسری بار پیالہ خون سے بھر گیا اور پیتے وقت اس میں آگے کے دودانت گر گئے تو حضرت مسلم نے فرمایا: الحمد للہ! لوکان لی من الرزق المقسوم شربتہ (۲) اگر یہ پانی میرے رزق میں ہوتا تو میں اسے پی لیتا۔

اس کے بعد ابن اشعث نے اجازت چاہی تو اسے دربار میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ اپنے ہمراہ وہ حضرت مسلم کو بھی ابن زیاد کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا لیکن حضرت مسلم نے اسے امیر کے عنوان سے سلام نہیں کیا۔ نگہبان نے کہا: تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے۔

۱۔ ابو مخنف نے یہاں سے قدامہ بن سعید کی روایت کو کاٹ دیا ہے تاکہ سعید بن مدرک بن

عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط سے حدیث بیان کریں کہ اس نے اپنے غلام قیس کو پانی لانے کے لئے روانہ کیا تھا اور وہ کوزہ آب لے کر آیا جبکہ روایت ظاہر میں قدامہ کی روایت کی طرف پلٹتی ہے اور ہم نے قدامہ بن سعید کی روایت کو جو اس نے اپنے جدزائدہ بن قدامہ ثقفی سے بیان کی ہے ترجیح دی ہے کیونکہ سعید بن مدرک جعل حدیث کے جرم میں متہم ہے، مثال کے طور پر اس نے اپنے جدعمارہ کی فضیلت میں حدیث گڑھی ہے جبکہ قدامہ کی روایت میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اس نے اسی روایت میں پانی لانے کے ذکر کو اپنے جد قدامہ سے منسوب نہیں کیا ہے جبکہ وہ وہاں موجود تھا بلکہ اس کی نسبت عمرو بن حریث کی طرف دی ہے اور عمرو بن حریث کی دو خصوصیت ہے؛ ایک تو اس نے مختار کے سلسلہ میں نرمی سے کام لیا کیونکہ ابن زیاد کے سامنے ایسی گواہی دی کہ مختار کو قتل سے نجات مل گئی۔ دوسرے موقع پر اس نے اس وقت ابن زیاد کے سامنے حضرت زینب کی سفارش کی جب وہ آپ کو مارنے کے لئے کمر ہمت باندھ چکا تھا۔ اگرچہ اس کا یہ عمل قریشی غیرت و حمیت کی بنیاد پر تھا لیکن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی تو اہل بیت علیہم السلام کا سخت دشمن ہے۔ مقدمہ میں اس کے حالات گذر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کیجئے۔ شیخ مفید ارشاد، ص ۲۱۵، اور خوارزمی نے ص ۲۱۰ پر اسی نظر کو اختیار کیا ہے لیکن سماوی نے ص ۴۵ پر دونوں خبروں کو جمع کر کے یہ کہا ہے کہ دونوں نے پانی لانے کو بھیجا تھا جب کہ یہ غلط ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے قدامہ بن سعید نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری،

جناب مسلم نے کہا: ان کان یرید قتلی فما سلامی علیہ وان کان لایرید قتلی فلعمری لیکثرن سلامی علیہ اگر یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر سلام کس لئے! اور اگر قتل نہیں کرنا چاہتا تو میری جان کی قسم میرا اس پر بہت بہت سلام ہو۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم ضرور بالضرور قتل کئے جاؤ گے۔

مسلم: ایسا ہی ہوگا؟

ابن زیاد: ہاں ایسا ہی ہوگا

مسلم: تو پھر مجھے اتنی مہلت دے کہ میں کسی آشنا سے وصیت کر سکوں۔

عمر بن سعد سے مسلم کی وصیت

یہ کہہ کر جناب مسلم علیہ السلام عبید اللہ کے درباریوں کی طرف نگاہ دوڑانے لگے تو سعد کے بیٹے عمر پر نظر پڑی۔ اس سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: یا عمر! ان بنی وبنیک قرابتہ (۱) ولی الیک حاجتہ وقد یجب لی علیک نصح حاجتی وھوسرّ اے عمر! میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے اور تم سے مجھے ایک کام ہے جو راز ہے لہذا تم پر لازم ہے کہ میرے اس کام کو انجام دو۔

عمر سعد نے اس درخواست سے انکار کرنا چاہا تو عبید اللہ نے کہا: اپنے چچا زاد بھائی کی درخواست مت ٹھکراؤ۔ یہ سن کر عمر سعد اٹھا اور وہاں جا کر مسلم کے ہمراہ بیٹھا جہاں ابن زیاد بخوبی دیکھ رہا تھا۔ حضرت مسلم نے اس سے کہا: جب سے میں کوفہ میں آیا ہوں اس وقت

سے لے کر اب تک سات سو (۷۰۰) درہم کا مقروض ہو چکا ہوں اس کو تم میری طرف سے ادا کر دینا۔

دوسری وصیت یہ کہ ہمارے جسدِ خاکی کو ان سے لے کر دفن کر دینا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ حسین علیہ السلام کی طرف کسی کو روانہ کر کے انہیں کوفہ آنے سے روک دینا کیونکہ لوگوں کی مسلسل

۱۔ جناب مسلم اور عمر سعد کے درمیان ایک قرابت تو قریش ہونے کی بنیاد پر تھی اور ماں کی طرف سے آپ بنی زہرہ جو بنی سعد کا قبیلہ ہے، سے متعلق تھے۔
درخواست اور مسلسل بیعت کے بعد میں نے ان کو لکھ دیا تھا کہ لوگ آپ کے ساتھ ہیں لہذا میں سمجھتا ہوں کہ وہ راستہ میں ہوں گے۔ (۱)

.....

۱۔ اشعث کے لڑکے سے وصیت کرنے کے بعد دوبارہ پسر سعد سے وصیت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ شاید ان میں سے کوئی ایک خبر پہنچا دے۔

مسلم علیہ السلام ابن زیاد کے مروی

وصیت کے بعد ابن زیاد جناب مسلم سے مخاطب ہوا اور بولا: اے عقیل کے فرزند! لوگوں کے کام اچھے سے چل رہے تھے اور سب ہمدل اور متحد تھے، تم نے ان کے شہر میں داخل ہو کر انہیں پراکندہ کر دیا، اختلاف اور کشمکش کا بیج ان کے درمیان ڈال دیا اور انہیں ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا؛ سچ بتاؤ! یہ عمل تم سے کیوں سرزد ہوا؟

حضرت مسلم نے جواب دیا:

كلا لست آتيت ولكن اهل البصر زعموا أن أباك قتل خيارهم وسفك دماء
هم وعمل فيهم أعمال كسرى وقيصر فأتيناهم لناً مر بالعدل وندعوا لى
حكم الكتاب

ہرگز ایسا نہیں ہے، میں خود سے نہیں آیا ہوں بلکہ اس شہر کے لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ
تیرے باپ نے ان کے نیک بزرگوں کو قتل کیا، ان کا خون بہایا ہے اور ان کے درمیان قیصر و
کسری کے بادشاہوں جیسا سلوک کیا ہے لہذا ان لوگوں نے ہم کو دعوت دی تاکہ ہم یہاں
آ کر عدل و انصاف قائم کریں اور حکم خدا کی طرف دعوت دیں۔

عبید اللہ: اے خدا کے نافرمان بندے! تجھے ان سب چیزوں سے کیا مطلب جب تو مدینہ
میں بیٹھا شراب پی رہا تھا تو ہم ان کے درمیان عدالت اور کتاب خدا کے حکم کی بنیاد پر
حکومت کر رہے تھے۔

مسلم: أنا أشرب الخمر! والله ان الله ليعلم أنك غير صادق وأنك قلت بغير علم
وأنلست كما ذكرت وإن أحق بشر ب الخمر مئى و أولى بها من يبلغ فى دماء
المسلمين ولغاً فيقتل النفس الت حرم الله قتلها و يقتل النفس بغير النفس
و يسفك الدم الحرام و يقتل على الغضب والعداوة و سوء الظن و يلهو و يلعب
كأن لم يصنع شيئاً

میں شراب پی رہا تھا! خدا کی قسم خدا جانتا ہے کہ تو سچا نہیں ہے اور تو نے علم و دانش کے بغیر یہ
جملہ کہا ہے؛ میں ویسا نہیں ہوں جیسا تو نے ذکر کیا ہے، شراب خوار اور مست تو وہ ہے جو

مسلمین کے خون سے آغشته ہے، جو ایسے نفوس کو قتل کرتا ہے جنہیں قتل کرنے سے اللہ نے روکا ہے اور جو بے گناہ لوگوں کو قتل کیا کرتا ہے، حرام خون کے سیلاب بہاتا ہے اور غصہ، دشمنی اور بدگمانی کی بنیاد پر لوگوں کو قتل کیا کرتا ہے، لہو و لعب و عیش و نوش میں مشغول رہتا ہے اور اس طرح زندگی گزارتا ہے جیسے کوئی خیانت اور بیہودگی انجام ہی نہ دی ہو؛ ایسے شخص پر شراب خواری زیب دیتی ہے نہ کہ ہم پر۔

ابن زیاد: اے فاسق! یہ تیری ہوی و ہوس ہے جسے خدا نے تیرے لئے قرار نہیں دیا؛ بلکہ تیری اس آرزو کے درمیان حائل ہو گیا اور تجھے اس کا اہل نہیں سمجھا۔

مسلم: فمن أھله؟ یا ابن زیاد! اے ابن زیاد! تو پھر اس کا اہل کون ہے؟

ابن زیاد: امیر المؤمنین یزید اس کے اہل ہیں۔

مسلم: الحمد لله علی کل حال، رضینا باللہ حکماً بیننا و بینکم

خدا کا ہر حال میں شکر گزار ہوں اور اس پر راضی ہوں کہ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

ابن زیاد: ایسی باتیں کر رہے ہو کہ گویا قوم و ملت کی پیشوائی اور ان پر حکومت تمہارا حق ہے۔

مسلم: واللہ ما هو بالظن ولكنہ الیقین خدا کی قسم اس میں ذرہ برابر گمان نہیں بلکہ یقیناً یہ

ہمارا ہی حق ہے۔

ابن زیاد: اللہ مجھ کو قتل کر دے اگر میں تم کو اس طرح قتل نہ کروں جس طرح پورے اسلام کی

تاریخ میں اب تک کسی کو قتل نہیں کیا گیا ہے۔

مسلم: أما انک لاتدع سوء القتلة و قبح المثلہ و خبث السیرة و لؤم الغلبة

ولا أحد من الناس أحق بها منك
 ہاں! بے دردی سے قتل کرنے، بری طرح جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے، خبیث اور پلید سرشت
 اور ملامت آمیز عادت کی کثرت کو تم کبھی نہ ترک کرنا تیرے علاوہ ایسا برا کام کوئی انجام بھی
 نہیں دے سکتا ہے۔ اوباشوں کا ہتھیار گالی ہے لہذا حضرت مسلم علیہ السلام کی عقل آفرین
 گفتگو اور اپنی قلبی کھلنے کے بعد سمیہ (۱) کے فرزند کو جب کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے امام
 حسین، حضرت علی اور جناب عقیل کو گالیاں دینا شروع کر دیا۔

حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت

پھر ابن زیاد بولا: اسے محل کی چھت پر لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو، اس کے بعد اس کے جسد
 کو زمین پر پھینک دو۔ یہ وہ موقع تھا جب جناب مسلم نے اشعث کے لڑکے کو مخاطب کر کے
 فرمایا:

يا بن الاشعث اما والله لولا انك آمنتنى ما استسلمت . قم بسيفك دوني فقد
 أخفرت ذمتك (۲)

اے اشعث کے فرزند! خدا کی قسم اگر تو نے امان دینے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں جنگ سے کبھی
 بھی دست بردار نہ ہوتا لہذا اب اٹھ اور جسے وعدہ امان دیا ہے اس کا جواں مردی کے ساتھ
 دفاع کر کیونکہ تیری حرمت اور تیرے حقوق پامال کئے جا رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی محمد بن اشعث آگے بڑھا اور ابن زیاد کے پاس آ کر جناب مسلم کے زخمی ہونے،
 بکیر بن حمران پر حملہ کرنے اور اپنے امان دینے کا سارا واقعہ ابن زیاد سے کہہ سنایا اور اس

بات کی بھی صراحت کی کہ میں نے انہیں امان دی ہے؛ لیکن عبید اللہ بن زیاد بولا: تمہارے امان دینے سے کیا ہوتا ہے، کیا ہم نے تمہیں امان دینے کے لئے بھیجا تھا؟ ہم نے تو تم کو فقط اس لئے بھیجا تھا کہ تم اسے لے آؤ۔ یہ سن کر محمد بن اشعث خاموش ہو گیا۔ (۳)

.....

۱۔ سمیہ زیاد کی ماں زمانہ جاہلیت میں برے کاموں کی پرچم دار تھی۔ ابوسفیان اور دوسرے مردوں نے اس سے زنا کیا جسکے نتیجے میں زیاد کا وجود دنیا میں آیا۔ باپ کے سلسلہ میں اختلاف شروع ہوا یہاں تک کہ نوبت قرعہ پر آئی۔ تیروں کو پھینک کر قرعہ کیا گیا تو قرعہ ابوسفیان کے نام نکلا لیکن ہمیشہ اسے بن زیاد بن سمیہ ہی کے نام سے یاد کیا گیا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے نسبت دیتے ہوئے اسے اپنا بھائی قرار دیا جو دین اور عرف کی نظر میں معاویہ کا ایک بدترین عمل تھا۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سعید بن مدرک بن عمارہ نے اپنے جد عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۶)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جعفر بن حدیفہ طائی نے مجھ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵)

پھر ابن زیاد بولا: کہاں ہے وہ شخص جس کے سر اور شانے پر ابن عقیل نے ضرب لگائی تھی؟ یہ کہہ کر اسے بلایا اور اس سے یوں مخاطب ہوا: اسے لے کر اوپر جاؤ اور اس کا سر قلم کر کے اپنا انتقام لے لو! یہ سنتے ہی کبیر احری حضرت مسلم کو لے کر محل کی چھت پر اس حالت میں

آیا کہ آپ کی زبان پر تکبیر (اللہ اکبر) واستغفار (استغفر اللہ...) تھا اور آپ ملائکہ الہی اور خداوند عالم کے رسولوں پر درود و سلام بھیج رہے تھے اور بار بار زبان پر یہ فقرے جاری ہو رہے تھے:

اللھم احکم بیننا و بین قوم غزونا و کذبونا و اذلونا
خدا یا! ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دھوکہ دیا، ہمیں جھٹلایا اور ذلیل کیا!

بکیر بن حمران احمری آپ کو چھت کے اس حصہ کی طرف لے گیا جو اس وقت قصابوں کی جگہ تھی (۱) اور وہیں پر آپ کا سر قلم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ سر کاٹنے کے بعد اسے نیچے پھینک دیا اور اس کے فوراً ہی بعد جسم کو بھی نیچے ڈال دیا۔

قتل کرنے کے بعد بکیر بن حمران احمری جس نے ابھی ابھی جناب مسلم کو شہید کیا تھا نیچے اتر اتو ابن زیاد نے اس سے پوچھا: اسے قتل کر دیا؟ بکیر نے کہا: ہاں۔

ابن زیاد نے سوال کیا: جب تم اسے اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا؟
بکیر: وہ تکبیر، تسبیح اور استغفار کر رہا تھا اور جب میں نے اس کو قتل کرنے کے لئے اپنے سے قریب کیا تو اس نے کہا:

اللھم احکم بیننا و بین قوم کذبونا و غزونا و اذلونا و قتلونا
خدا! تو ہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں جھٹلایا، دھوکہ دیا، تنہا چھوڑ دیا اور قتل کر دیا پھر ہم نے اس سے کہا: میرے نزدیک آ! جب وہ نزدیک آیا تو میں نے ایسی ضربت لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پھر ہم نے دوسری ضربت میں اسے قتل کر دیا۔

.....

۱۔ ارشاد میں ص ۲۱۶ پر شیخ مفید نے الحدیث میں لکھا ہے یعنی جوتے والوں کی جگہ اور خوارزمی نے ص ۲۱۵ پر سوق القصابین لکھا ہے یعنی قصابوں کا بازار اور ص ۲۱۴ پر لکھا ہے کہ وہ جگہ جہاں بکریاں بیچی جاتی تھیں۔ طبری کی عبارت سے مذکورہ مطلب زیادہ قابل ترجیح ہے ایوم سے مراد ابو مخنف کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانے میں بلا خانہ کے اس حصہ سے وہ علاقہ دکھائی دیتا تھا۔

اس گفتگو کے بعد وہ گیا اور جناب مسلم کا سرا کر ابن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (۱)

تقرب جوئی کے لئے اس وقت عمر بن سعد نے آگے بڑھ کر ابن زیاد سے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ مسلم مجھ سے کیا کہہ رہے تھے؟ اور اس نے ساری وصیت ابن زیاد کے گوش گزار کر دی تو ابن زیاد نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: امین خیانت نہیں کرتا، ہاں کبھی کبھی خائن پرائین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (۲)

اس وصیت میں جو چیزیں تم سے مربوط ہیں اس سے ہم تم کو منع نہیں کرتے، تمہارا جودل چاہے کروا سکے تم مالک ہو۔ (۳)

لیکن حسین نے اگر کوفہ کا رخ نہیں کیا تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں ہے اور اگر وہ ادھر آئے تو ہم انھیں نہیں چھوڑیں گے۔ اب رہا سوال مسلم کے جسم کا تو جب ہم نے قتل کر دیا ہے اب ہم کو اس کے جسم سے کوئی مطلب نہیں ہے جس کو جو کرنا ہے کرے۔ (۴)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صعقب بن زہیر نے عون بن ابی حنیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۸)

۲۔ جب پسر سعد نے یہ دیکھا ابن زیاد جناب مسلم کے قاتل ابن حمران سے حضرت کے قتل کے احوال پوچھ رہا ہے تو تقرب جوئی اور چاپلوسی میں بغیر پوچھے ابن زیاد کو جناب مسلم کی ساری وصیت سنادی تو ابن زیاد نے اسے خیانت کار کہا، ہاں چاپلوسوں کا نتیجہ ایسا ہی برا ہوتا ہے۔

۳۔ مالک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اسے ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کا وارث قرار دیا ہے۔

۴۔ بعض روایتوں میں یہ جملہ ہے: اس سلسلہ میں ہم تیری سفارش قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہمارے افراد میں سے نہیں ہیں۔ انھوں نے ہم سے جہاد کیا، ہماری مخالفت کی اور ہماری ہلاکت کی کوشش کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۷) اسی روایت ابو مخنف میں یہ عبارت ہے کہ وزعموا انہ قال...

جناب ہانی کی شہادت

جناب مسلم بن عقیل (علیہ السلام) امام علیہ السلام کے شجاع اور بہادر سفیر کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے جناب ہانی کے قتل کا حکم جاری کر دیا اور محمد بن اشعث کو دینے گئے وعدہ کو کہ ہانی کو اس کے حوالے کر دے گا تاکہ وہ اپنی قوم کی عداوت اور دشمنی سے بچ سکے، وفا کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن اشعث

کی گزارش کا سبب یہ تھا کہ وہی جناب ہانی کے پاس گیا تھا اور انہیں لیکر آیا تھا۔ ابن زیاد نے اپنے وعدہ سے مکر نے کے بعد فوراً حکم دیا کہ انہیں بازار میں لے جاؤ اور گردن اڑادو۔ اموی جلاد اس شریف النفس انسان کا ہاتھ باندھے ہوئے ان کو بازار کی طرف لے کر چلے جہاں بکریاں بیچی جاتی تھیں۔ جب یہ افراد جناب ہانی کو وہاں لے کر آئے تو آپ آواز دے رہے تھے:

وامذحجاہ ولامذحج لی الیوم! وامذحجاہ واین منی مذحج

ہائے قبیلہ مذحج والے کہاں گئے، کوئی مذحج والا میری مدد کو کیوں نہیں آتا؟ وامذحجہ ارے میرے مذحجی افراد کہاں ہیں؟ جب دیکھا کہ میری مدد کو کوئی نہیں آتا تو اپنی ساری طاقت و قدرت کو جمع کر کے ایک بار ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری رسیاں ٹوٹ گئیں پھر فرمایا: کیا کوئی عصا، خنجر، پتھر یا ہڈی نہیں ہے جس سے میں اپنا دفاع کر سکوں لیکن ان جلادوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور دوبارہ رسیوں سے کس کر جکڑ دیا پھر کسی ایک نے کہا: اپنی گردن اٹھاؤ تا کہ تمہارا کام تمام کر دیا جائے۔

جناب ہانی نے جواب دیا: میں کبھی ایسا سخاوت مند نہیں رہا کہ اپنے حق حیات اور زندگی کو پامال کرنے کے لئے کسی کی مدد کروں اسی اثنا میں عبید اللہ کا ترکی غلام رشید (۱) آگے بڑھا اور تلوار سے جناب ہانی پر ایک ضرب لگائی لیکن اس کی تلوار جناب ہانی کا کچھ نہ بگاڑ پائی تو ہانی نے کہا:

الی اللہ المعاد! اللہم الی رحمتک ورضوانک

خدا ہی کی طرف برگشت ہے، خدایا! تیری رحمت اور رضایت کی آرزو ہے۔ وہ پھر

آگے بڑھا اور دوسری مرتبہ آپ پر وار کر دیا۔ اس ضربت سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (۲) آپ پر خدا کی رحمت ہو۔

.....

۱۔ عبدالرحمن بن حصین مرادی نے اسے عبید اللہ بن زیاد کے ہمراہ قلعہ کے پاس دیکھا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہانی بن عروہ کا قاتل ہے تو حصین کے لڑکے نے اس کی طرف تیر چلا کر اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۹؛ ارشاد، ص ۲۱۷؛ تذکرۃ الخواص)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صفعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۸)

اسکے بعد یہ جلا اور آپ کا سر لے کر ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ (۱)

تیسرا شہید:

جناب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے عبدالاعلیٰ کلبی کو بلا یا جسے قبیلہ بنی قنیان کے محلہ سے کثیر بن شہاب نے پکڑا اور ابن زیاد کے پاس لے کر آیا تھا۔ ابن زیاد نے اس سے کہا: اپنی داستان سناؤ۔

تو اس نے کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے! میں اس لئے نکلا تھا تا کہ دیکھوں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں، اسی اثناء میں کثیر بن شہاب نے مجھے پکڑ لیا۔

ابن زیاد: تجھے سخت و سنگین قسم کھانی پڑے گی کہ تو فقط اسی کام کے لئے نکلا تھا جس کا تجھے

گمان ہے تو اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔
ابن زیاد نے کہا اسے میدان میں لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو! جلادوں نے حکم کی تعمیل کی
اور اس کا سرفوراً قلم کر دیا۔

چوتھا شہید :

اس بندہ خدا کی شہادت کے بعد عمارہ بن صلحب ازدی کو لایا گیا جو جناب مسلم بن عقیل کی مدد
کے لئے نکلے تھے اور انھیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ ابن زیاد نے ان
سے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ انھوں نے جواب دیا ازد سے تو ابن زیاد نے کہا: اسے
اس کے قبیلہ والوں کے پاس لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ (۲)

.....

۱۔ یہاں پر طبری نے اس بات کو بیان نہیں کیا ہے کہ ان دونوں بزرگ شخصیتوں کے پیر میں
رسی باندھ کر انہیں کوفہ کے بازاروں میں کھینچا جا رہا تھا؛ لیکن مذکورہ روایت کو بیان کرنے کے
بعد خود ابوحنفہ ہی سے ابی جناب کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے عدی بن حرمہ
اسدی سے اس نے عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشعل (یہ دونوں قبیلہ اسد سے
متعلق تھے) سے اس نے بکیر بن مشعبہ اسدی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں اس
وقت تک کوفہ سے باہر نہیں نکلا تھا یہاں تک کہ مسلم اور ہانی بن عروہ شہید کر دئے گئے اور میں
نے دیکھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر کوفہ کے بازار میں کھینچا جا رہا ہے۔ (ج ۵

ص ۳۹۷) خوارزمی نے ج ۲، ص ۱۲۵ پر اور ابن شہر آشوب نے ج ۲، ص ۲۱۲ پر ذکر کیا ہے کہ ابن زیاد نے کوفہ کے کوڑے خانہ پر ان دونوں کو الٹا لٹکا دیا تھا۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۷۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعق بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

مختار مقید خانہ میں

جب دوسرے دن کا سورج نکلا اور عبید اللہ بن زیاد کے دربار کا دروازہ کھلا اور لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت ملی تو لوگ آہستہ آہستہ دربار میں آنے لگے انہیں آنے والوں میں مختار بھی تھے۔ عبید اللہ نے انہیں پکارا اور کہا کہ سنا ہے تم، لوگوں کو مسلم بن عقیل کی مدد کے لئے اکٹھا کر رہے تھے اور انہیں اکسار ہے تھے؟

مختار: نہیں ایسا نہیں ہے، میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ میں توکل آیا اور عمرو بن حریث کے زیر پرچم آگیا، شب اسی کے ہمراہ گزاری اور صبح تک اسی کے پاس رہا۔ عمرو بن حریث نے کہا: ہاں یہ سچ کہہ رہے ہیں؛ آپ کو اللہ سلامت رکھے؛ لیکن ابن زیاد نے چھڑی اٹھائی اور مختار کے چہرے پر مار مار کر ان کی پیشانی، آنکھ، اور پلک کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ مختار کی آنکھیں ٹیڑھی ہو گئیں؛ اس کے بعد بولا: تیرے لئے یہی سزاوار ہے۔ خدا کی قسم! اگر عمرو نے گواہی نہ دی ہوتی تو میں ابھی تیری گردن اڑا دیتا اور حکم دیا کہ اسے فوراً لے جا کر قید خانہ میں ڈال دو۔ کارندوں نے فوراً حکم کی تعمیل اور مختار کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ یہ اسی طرح قید خانہ میں مقید رہے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ (۱)

یزید کے پاس سروں کی مروانگی

ان خدا جو، ظلم ستیز، اور باطل شکن افراد کی شہادت کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی ہمدانی اور زبیر بن ارواح تمیمی کے ہمراہ جناب مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ کے سروں کو یزید بن معاویہ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اپنے کاتب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ یزید بن معاویہ کے خط میں ان باتوں کی تصریح کر دے جو مسلم اور ہانی پر گزری ہے۔ عمرو نے ایک لمبا چوڑا خط لکھنا شروع کر دیا۔ جب ابن زیاد کی نظر اس پر پڑی تو اسے برا لگا اس پر اس نے کہا: یہ اتنا لمبا کیا لکھا جا رہا ہے اور یہ فضول باتیں کیا ہیں؟ اب میں جو بتا رہا ہوں وہی لکھو! پھر اس نے اس طرح خط لکھوانا شروع کیا:

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ نضر بن صالح نے کہا ہے۔ (طبری ج ۵، ص ۵۶۱)

اما بعد اس خدا کی حمد و ثنا جس نے امیر المومنین کا پاس رکھا اور دشمنوں کی خراب کاریوں کو خود ہی درمیان سے ہٹا دیا۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ خبر پیش کی جاتی ہے۔ خدا ان کو صاحب کرم قرار دے کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پناہ لی تھی اور میں نے ان دونوں کے اوپر جاسوس معین کر دیا تھا اور پورا پلان بنا کر ان دونوں کو اپنے چنگل میں لے لیا اور خدا نے مجھے ان دونوں پر قدرت عطا فرمائی لہذا میں نے ان دونوں کے سراڑ اڈیے اور اب آپ کی خدمت میں ان دونوں کے، سر ہانی بن ابی حیہ کلبی اور زبیر بن ارواح تمیمی کے

ہمراہ روانہ کر رہا ہوں۔ یہ دونوں حکومت کے خیر خواہ، فرمانبردار اور بے چوں و چرا باتوں کو سننے والے ہیں۔ امیر المومنین عراق کے حالات کے سلسلہ میں ان دونوں سے جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ لیں کیونکہ یہ حالات سے آگاہ، سچے، بافہم اور صاحب ورع ہیں۔ والسلام

یزید کا جواب

یزید نے اپنے خون آشام جلا د کو اس طرح جواب دیا: اما بعد، تم حکومت اور نظام کے دفاع میں ویسے ہی ہو جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ تمہارا کام دورانہدیشی پر مبنی آئندہ نگر اور شجاعانہ ہے۔ وہاں کی حکومت کے لئے تم نے اپنی لیاقت اور صلاحیت ثابت کر دی اور جو امیدیں تم سے وابستہ تھیں اسے عملی جامہ پہنا دیا اور اپنے سلسلہ میں میرے گمان اور میری رائے کو واضح اور سچا کر دکھایا۔ تمہارے ان دو پیغام رسانوں کو میں نے بلایا اور ان سے عراق کے حالات کے بارے میں سوال بھی کیا تو ان کے فہم و شعور و ادراک کو ویسا ہی پایا جیسا کہ تم نے لکھا تھا۔ میری تم سے ان کے سلسلہ میں سفارش ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آؤ! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حسین بن علی نے عراق کی راہ اختیار کر لی ہے اور تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں تم حساس جگہوں پر پولس کی چوکی اور حفاظتی پہرے بیٹھا دو تا کہ دور سے سب کی آمد و رفت پر نظر رکھ سکو اور اسلحوں سے لیس جوانوں کو آمادہ رکھو؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ یکا یک حالات بگڑ جائیں؛ اور تم کو جو کوئی بھی مشکوک دکھائی دے اسے بارے میں نگران رہو اور ذرہ برابر شک کی صورت میں بھی اس کو گرفتار کر لو لیکن یاد رہے کہ قتل اسی کو کرو جو تم سے مقابلہ

کرے اور ہر رونما ہونے والے واقعہ کی خبر ہم تک پہنچاتے رہو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ
(۱)

۸ ذی الحجہ ۶۰ھ منگل کے دن جناب مسلم علیہ السلام نے اموی جلاد کے خلاف قیام کیا تھا۔
جس دن حضرت مسلم بن عقیل نے خروج کیا تھا امام حسین علیہ السلام نے ٹھیک اسی دن یعنی
یوم الترویہ کو مکہ چھوڑ دیا۔ (۲) جناب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت پر عبد اللہ بن
زبیر اسدی نے اشعار کہے اور فرزدق نے بھی اس سلسلہ میں یہ اشعار کہے ہیں:

ان كنت لا تدرين ما الموت فانظري
الى هائي في السوق وابن عقييل
الى بطل قد هشم السيف وجهه
وأخريه من طمار قتيل
أصابها أمر الأيمير فأصبحا
احاديث من يسر بكل سبيل
تري جسداً قد غر الموت لونه
ونضح دم قد سال كل مسيل
فتي هو أحيى من فتاة حبيبة
وأقطع من ذى شفرتين صقييل
أيركب أسماء الهماليج أمناً
وقد طلبته مذحج بنذ حول
تطوف حواليه مرادو كلهم

علی رقبۃ من سائل و مسول
فان انتم لم تشاروا بأخیکم
فکونوا بغایا أُر ضحوت بقلیل (۲) و (۳)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے یہ روایت ابو جناب تحسین ابی حنیہ کلبی نے بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۰) بیخی بن ابی حنیہ کلبی ابو جناب ہانی بن ابی حنیہ کا بھائی ہے جو مسلم وہانی کا سر لے کر یزید کے پاس گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے بھائی نے اس خبر کو فخر و مباہات میں ابو مخنف سے بیان کیا ہے کیونکہ ابن زیاد نے اس کے علم، صدق، فہم اور ورع کی توصیف کی تھی جس کی یزید کی طرف سے تصدیق بھی ہوئی تھی۔ ہاں ایسی حماقت اور ایسے افعال کا کلابیوں سے سرزد ہونا بعید نہیں ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صعقب بن زہیر نے عون بن ابی حنیفہ کے ذریعہ مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۸)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صعقب بن زہیر نے عون بن ابی حنیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۱)

۴۔ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے شاعر نے اس سلسلے میں یہ کہا ہے اور ان اشعار میں سے تین بیتوں کو کو ذکر کیا ہے جس کا پہلا مصرع فان کنت لاتدرین الموت فانظری (طبری، ج ۵، ص ۳۵۰) لیکن یہاں پہلے مصرع میں ان کنت لاتدرین ذکر کیا ہے جو غلط ہے کیونکہ

اس سے مصرع وزن سے گر رہا ہے، زبیر کے ز پر زبر ہے۔ شائد طبری نے اسے ابن اشیر کی اکامل، ج ۴، ص ۳۶، اور مقاتل الطالبيين سے لیا ہے۔ اصفہانی نے مذکورہ شخص کی شان میں یہ کہا ہے: ان کا شمار شیعوں کے بزرگ اور برجستہ محدثین میں ہوتا ہے۔ عباد بن یعقوب رواجی متوفی ۲۰۵ھ اور اس جیسے افراد اور جو اس سے بزرگتر تھے انھوں نے زبیر سے روایت نقل کی ہیں۔ (الاغانی، ص ۲۹۰) اس کے علاوہ اور بھی لوگوں نے ان سے روایت نقل کی ہے یہ محمد بن عبد اللہ بن حسن صاحب نفس ذکیہ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جو ۱۴۵ھ میں منصور کے عہد میں شہید کئے گئے پھر اصفہانی کہتے ہیں: یہ ابو احمد زبیری معروف محدث کا باپ ہے (اغانی، ص ۲۹۰) جس کا نام محمد بن عبد اللہ بن زبیر ہے؛ کشتی نے عبد الرحمن بن سیابہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے کچھ دینار دے کر حکم دیا کہ یہ دینار ان لوگوں کے عیال کے درمیان تقسیم کر دوں جو آپ کے چچا زید کے ہمراہ شہید ہو گئے میں نے ان کے درمیان وہ دینار تقسیم کر دیئے جس میں سے ۴ دینار عبد اللہ بن زبیر الرّسان کے عیال تک پہنچا دیئے۔ (رجال کشی، رقم ۶۲۱) شیخ مفید نے ارشاد میں ابو خالد واسطی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے ایک ہزار دینار دے کر حکم دیا کہ اسے ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دوں جو زید کے ہمراہ مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔ فضیل رسان کے بھائی عبد اللہ بن زبیر کو ان میں سے ۴ درہم میسر ہوا۔ (الارشاد، ص ۲۶۹) شاید اس نام کے دو افراد ہیں کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اصفہانی نے عبد اللہ بن زبیر کوشیعوں کے برجستہ اور بزرگ محدثین میں شمار کرنے کے بعد

اغانی کی ج ۱۳، ص ۳۱ پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ بنی امیہ کا پیرو تھا اور دل سے ان سے لگاؤ رکھتا تھا اور بنی امیہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد و نصرت کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں بے حد متعصب تھا۔ وہ ان کے اور ان کے کارمندوں کے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دیتا تھا۔ زیاد اس کی ستائش اور اس کے ساتھ عطا و بخشش کرتا تھا اور اس کے قرضوں کو بھی ادا کرتا تھا۔ ابن زیاد کے بارے میں ابن زبیر کی زبانی بہت ساری مدح و ستائش موجود ہیں۔ اسی طرح اسماء بن خارجہ فزاری کی مدح میں بھی اس کے اشعار موجود ہیں۔ (اغانی، ج ۳۱، ص ۳۳ و ۳۷) سید مقرر نے اپنی کتاب الشہید مسلم میں اس مطلب کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: آیا کسی کے لئے یہ سزاوار ہے کہ مسلم اور ہانی کے سلسلہ میں اس قسم کے اشعار کو ایسے شخص کی طرف نسبت دے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بنی امیہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور ان کی مدح و ستائش میں اس کے اشعار موجود ہیں؟ پھر سید مقرر نے ترجیح دی ہے کہ یہ اشعار فرزدق کے ہیں جو انھوں نے ۶۰ھ میں حج سے لوٹتے ہوئے کہے تھے۔ (الشہید مسلم، ص ۲۰۱) اصفہانی نے ان اشعار کو ابن زبیر اسدی مدائنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس نے ابوحنیف سے اور اس نے یوسف بن یزید سے روایت کی ہے۔

اگر تم کو نہیں معلوم ہے کہ افتخار آمیز موت کیا ہوتی ہے تو ہانی اور مسلم بن عقیل کی موت کو بازار میں دیکھ لو جو انتہائی شجاع و بہادر اور دلیر ہیں، جن کے چہرے کو ظلم کی شمشیر نے لہو لہان کر دیا اور وہ دوسرا دلیر جس کے خون سے آغشتہ جسم قصر کے اوپر سے پھینک دیا گیا۔ امیر عبید اللہ کا بیدار گر اور خشونت و بربریت پر مبنی وہ حکم تھا جس نے ان دونوں کو یہاں تک پہنچا دیا اور اب

ان کی شہامت و شجاعت کی سرگذشت آئندہ نسلوں کے لئے ایک داستان ہوگئی۔ ان کے بے جان جسم کو دیکھو جس کے رنگ کو موت نے بدل دیا ہے اور سرخ خون ان کے جسم کے ہر حصہ میں رواں ہے۔ یہ وہ جواں مرد تھے جو شرم و حیا میں دوشیزگان سے بھی زیادہ حیا دار تھے اور برش میں شمشیر دودم اور صیقل شدہ سے بھی زیادہ ان میں کاٹ تھی۔ کیا اسماء بن خارجہ فزاری جو اموی جلاذکی جانب سے ان کے پاس گیا تھا اور فریب و دھوکہ دیکر ان کو ابن زیاد کے پاس لے کر آیا، وہ کوفہ کی گلیوں میں امن و امان کے ساتھ اپنے مرکب پر بیٹھ کر گذر سکتا ہے؟ جب کہ قبیلہ مذحج ہانی کے پاک خون کا اس سے طلب گار ہے؟ ادھر قبیلہ مراد اس کے ارد گرد سائلوں کی طرح گھوم رہا ہے۔ ہاں جان لو کہ اگر تم نے اپنے سرور و سردار کے خون کا انتقام نہ لیا تو تم وہ فاحشہ عورت ہو جو تھوڑے سے مال کے لئے اپنی عفت و آبرو بیچنے پر راضی ہو جاتی ہے۔

مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی مروانگی

* امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کا موقف

* ابن عباس کی گفتگو

* ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو

* عمر بن عبدالرحمن خزومی کی گفتگو

* امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

* عمرو بن سعید اشراق کا موقف

* عبداللہ بن جعفر کا خط

مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی مروانگی (۱)

۲۸ رجب ۶۰ ہجری یثرب میں امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور شب جمعہ ۳ شعبان ۶۰ھ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ تک امام حسین علیہ السلام مکہ میں قیام پذیر رہے اور جب ذی الحجہ کے ۸ دن گزر گئے تو یوم الترویہ (جس دن تمام حاجی مکہ میں آجاتے ہیں) بروز سہ شنبہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے سفر اختیار کیا جس دن جناب مسلم بن عقیل نے کوفہ میں اموی حکومت کے خلاف قیام کیا تھا۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کا موقف

مکہ میں امام حسین علیہ السلام کے پاس آنے والوں میں سے ایک ابن زبیر بھی تھا جو کبھی تو دور دراز پڑے پڑے آیا کرتا تھا اور کبھی دو روز میں ایک مرتبہ آیا کرتا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی کہ جب تک مکہ میں امام حسین علیہ السلام موجود ہیں اہل حجاز نہ تو اس کی پیروی کریں گے اور نہ ہی اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ان کی نگاہوں میں عظیم ہے اور انہوں نے ان کے دلوں میں جگہ بنالی ہے۔ (۲)

.....

۱۔ طبری کا بیان ہے کہ اسی سال ۶۰ھ ماہ رمضان میں یزید نے ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ پر عمرو بن سعید بن عاص اشدق کو مدینہ کا امیر بنا دیا۔ عمرو ماہ رمضان میں وہاں پہنچا۔ یہ شخص بہت بڑا کینہ توز اور بہت بولنے والا تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) بعض روایتوں میں ہے کہ ماہ ذی قعدہ ۶۰ھ میں مدینہ آیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۴۶) پھر طبری کا بیان ہے کہ یزید بن معاویہ نے اسی سال (۶۰ھ) ولید بن عتبہ کو مکہ کی ریاست سے بھی معزول کر دیا اور ان دونوں کی ریاست عمرو بن سعید بن عاص کے سپرد کر دی۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ اسی سال عمرو بن سعید نے لوگوں کے ساتھ حج بھی انجام دیا درحالیکہ وہ مکہ اور مدینہ کا حاکم تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۹)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے روایت کی اور عبد الرحمن کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے یہ روایت بیان کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ

جناب رباب بنت امرء القیس کا غلام تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱۳)

ایک دن وہ کسی وقت امام حسین علیہ السلام کے پاس گفتگو کے لئے آکر بیٹھا اور کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ تباہ کار افراد ہم کو اس طرح چھوڑ دیں گے اور ہم سے دست بردار ہو جائیں گے کیونکہ انھیں بخوبی معلوم ہے کہ ہم اسلام کے فداکار مہاجر ہیں اور قوم و ملت کے نظم و نسق کی ذمہ داری اور اس کی زمام ہمارے ہاتھوں میں ہونی چاہیے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا ارادہ کیا ہے اور آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: خدا کی قسم میں نے تو یہ فکر کی ہے کہ میں کوفہ چلا جاؤں کیونکہ ہمارے پیروؤں اور وہاں کے اشراف نے مجھے خط لکھ کر کوفہ بلا یا ہے اور میں خدا سے یہی چاہتا ہوں کہ جو میرے لئے بہتر ہے وہی میرے حق میں انجام دے۔

ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم اگر کوفہ میں آپ کے پیروؤں کی طرح میرے بھی چاہنے والے ہوتے تو میں انھیں نہیں چھوڑتا اور فوراً چلا جاتا، پھر اسے خیال آیا کہ اس قسم کی باتوں سے اس کا راز کھل جائے گا اور وہ متمم ہو جائے گا لہذا فوراً بولا: ویسے اگر آپ حجاز میں بھی قیام پذیر رہیں اور یہاں بھی امت کے امور اپنے ہاتھوں میں لینا چاہیں تو انشاء اللہ آپ کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور فوراً چلا گیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس بندہ خدا کے لئے دنیا میں اس سے زیادہ محبوب تر کوئی چیز نہ ہوگی کہ میں حجاز سے نکل کر عراق چلا جاؤں اسے بخوبی معلوم ہے کہ میرے رہتے ہوئے لوگ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے لہذا وہ چاہتا ہے کہ میں اس شہر سے چلا جاؤں تاکہ اس کے لئے راستہ آسان ہو جائے۔ (۱) و (۲)

.....

۱۔ ابوحنیف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والہی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۳۸۲)

۲۔ واقعیت یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو کوفیوں کی منافقت اور نیرنگ و دھوکہ بازی کا خوف نہیں تھا بلکہ وہ اپنے مقصد تک پہنچنے کی فکر میں تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اس کے ظرف و جود اور روجی و فکری گنجائش میں اتنی وسعت نہیں دیکھ رہے تھے کہ انجام کو اس کے لئے بیان کر دیں؛ کیونکہ عقل مند آدمی ہر اس چیز کو بیان نہیں کرتا جس کو وہ جانتا ہے اور دوسروں کو تمام واقعات سے روشناس نہیں کراتا۔ لوگوں کے افکار اور ان کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں اور بہت سارے افراد اپنے وجود میں اس بات کی توانائی نہیں رکھتے کہ بہت سارے حقائق سے آگاہ ہو سکیں، اسی بنیاد پر امام حسین علیہ السلام نے ابن زبیر کی فکری صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ان کے مطابق انہیں جواب دیا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ابن زبیر کو امام حسین علیہ السلام کے قیام سے ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں تھا بلکہ وہ امام کو قیام کی ترغیب دلا رہا تھا، بحث فقط زمان و مکان کے بارے میں تھی۔

ابن عباس کی گفتگو

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا بن عم (اے چچا کے فرزند) لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل

چکی ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔ ذرا مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

انی قد أجمعت المسير في احد يومي هذين (۱)

ان شاء اللہ تعالیٰ میں نے ایک روز میں نکلنے کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے، ان شاء اللہ۔

۱۔ چونکہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ بعد از ظہر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوتے ہیں (طبری، ج ۵، ص ۳۸۵) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عباس اور امام علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ۶ ذی الحجہ کو انجام پذیر ہوئی ہے اور اس خبر کا مشتہر ہونا اس گفتگو سے زیادہ سے زیادہ دو دن پہلے ہے یعنی ۴ ذی الحجہ کو یہ خبر پھیل گئی کہ امام علیہ السلام مکہ ترک کرنے والے ہیں؛ لیکن اس سے قبل اس خبر کے مشتہر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا سبب ہے جس کی بنیاد پر اتنے دن مکہ میں رہنے کے بعد عین حج کے دن حج تمام ہونے سے پہلے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ دیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ جناب مسلم بن عقیل کے خط کی بنیاد پر جلدی کی، کیونکہ اس میں مرقوم تھا کہ خط ملتے ہی فوراً روانہ ہو جائیے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جناب مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے ۲۷ دن قبل یعنی ۱۲ یا ۱۳ ذی القعدہ کو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا ہے۔ ایسی صورت میں تقریباً دس (۱۰) دن کے اندر یعنی ۲۷ ذی قعدہ تک یہ خط امام علیہ السلام کو موصول ہو چکا تھا لہذا اگر امام علیہ السلام کو سفر کرنا ہی تھا تو انھیں دنوں میں سفر کر لیتے۔ یہ ۴ دن قبل خبر کا مشتہر ہونا اور عین حج کے موقع پر سفر کرنے کا راز کیا ہے؟ اس کا

جواب ہمیں فرزدق کے سوال کے جواب میں ملتا ہے، جب راستے میں فرزدق شاعر کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تو اس نے بھی امام علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ اتنی جلدی کیا تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا:

لَوْلَهُ أَعْجَلُ لَأَخَذْتُ

(طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے عراق کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اسے عمرہ قرار دے کر احرام سے خارج ہو گئے کیونکہ مولا کامل حج انجام دینے پر متمکن نہ تھے ہر آن اس کا خطرہ تھا کہ عین حج کے موقع پر آپ کو گرفتار کر کے یزید بن معاویہ تک پہنچا دیا جائے لہذا امام علیہ السلام فوراً مکہ سے نکل گئے۔ (ارشاد، ص ۲۱۸) معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ماہ ذی الحجہ میں امام حسین علیہ السلام نے عمرہ انجام دیا پھر یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو عراق کی طرف کوچ کر گئے۔ یہ موقع وہ تھا کہ ادھر آپ عین حج کے موقع پر مکہ سے کوچ کر رہے تھے ادھر حجاج کرام حج کے لئے مکہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے۔ ذی الحجہ میں جو حج نہ کرنا چاہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ عمرہ انجام دے لے۔

اسی طرح ابراہیم بن عمر یمانی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایام حج میں عمرہ انجام دے کر باہر آجائے اور وہاں سے اپنے شہر کی طرف نکل جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: کوئی

مشکل نہیں ہے پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: امام حسین علیہ السلام عمرہ انجام دے کر یوم الترویہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ (وسائل، ج ۱۰، ص ۲۴۶)

یہی وجہ ہے کہ شیخ شوشتری نے فرمایا: دشمنوں نے پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح امام حسین علیہ السلام کو پکڑ لیں یا دھوکہ سے قتل کر دیں، خواہ آپ کعبہ کی دیوار سے لپٹے ہوں۔ امام علیہ السلام ان کے باطل ارادہ سے آگاہ تھے لہذا اپنے احرام کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا اور حج تمتع ترک کر دیا۔ (الخصائص، ص ۳۲، طبریز) شیخ طبری نے اعلام الوری کی ایک خاص فصل میں امام علیہ السلام کے سفر کے واقعہ اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں پر آپ نے ارشاد میں موجود شیخ مفید کی عبارت کو تقریباً بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کی تصریح بھی نہیں کی ہے۔ اس فصل میں آپ نے انہیں باتوں کو ذکر کیا ہے جسے شیخ مفید نے لکھا ہے۔ ہاں وہاں کلمہ تمام الحج کے بجائے تمام الحج کر دیا ہے جو غلط ہے اور شاید نسخہ برداروں کی خطا ہے۔ اس خطا کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کلمات میں بڑا فرق ہے کیونکہ کلمہ الاتمام کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے احرام حج باندھ لیا تھا جبکہ کلمہ تمام الحج اس معنی کی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الارشاد کے نسخہ مختلف ہیں کیونکہ شیخ قرشی نے شیخ مفید کے کلام کو اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح طبری نے تمام الحج نقل کیا ہے۔ (ج ۳، ص ۵۰) یہ انھوں نے ارشاد کے ص ۲۴۳ سے نقل کیا ہے جبکہ ہم نے ارشاد کے ص ۲۱۸ طبع حیدریہ پر تمام الحج دیکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

ابن عباس نے کہا: میں آپ کے اس ارادہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحمت

نازل کرے! ذرا مجھے بتائیے کہ کیا آپ اس قوم کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنے ظالم اور ستمگار حکمران کو نابود کر دیا ہے اور اپنے شہر و دیار کو ان کے چنگل سے نجات دلا دی ہے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال بھگا گیا ہے؟ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو آپ فوراً رخت سفر باندھ لیجئے لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو اس حال میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم ان پر مسلط اور قہر و غلبہ کے ساتھ ان پر قابض ہے، اس کے عالمین شہروں میں اس کی طرف سے مالیات وصول کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں نے آپ کو جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے جس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہی آپ اس بات سے امن و امان میں ہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں، جھٹلائیں، مخالفت کریں اور چھوڑ دیں، نیز آپ اس سے بھی امان میں نہیں ہیں کہ اگر وہ آپ کی طرف آئیں تو آپ کے سخت دشمن بن جائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں خدا سے طلب خیر کروں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔ (۱) و (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والہی نے عقبہ بن سمرعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۳)

۲۔ یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ابن عباس ظلم کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہیں ہیں بلکہ قیام کے لئے حالات سازگار ہیں یا نہیں، اس میں انھیں شک ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کے نظریہ کو رد نہیں کیا بلکہ آپ ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے

تھے لیکن اسی حال میں اپنے بلند مقصد اور اپنی رسالت کے سلسلہ میں کوشاں تھے کیونکہ آپ اسی ماحول میں نظام اموی کے خلاف قیام کو لازم سمجھ رہے تھے۔

ابن عباس کی اہل دوسری گھنگو

سورج آہستہ آہستہ مغرب کے دامن میں اپنا چہرہ چھپانے لگا اور شب آگئی، اسی رات یا دوسرے دن صبح ابن عباس دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا بن عم! میں بے حد صبر و تحمل سے کام لینا چاہتا ہوں لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوتا کیونکہ میں اس سفر کو آپ کے لئے بے حد خطرناک سمجھتا ہوں اور آپ کی ہلاکت سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ عراقی دھوکہ باز ہیں؛ آپ خدارا ان کے قریب نہ جائیے؛ آپ اسی شہر میں مقیم رہیں کیونکہ آپ سید حجاز ہیں۔ اب اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو خط لکھ دیجیے کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو وہاں سے بھگائیں پھر آپ وہاں جائیے؛ اور اگر آپ نے جانے کے لئے عزم بالجزم کر ہی لیا ہے تو آپ یمن روانہ ہو جائیں کیونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے۔ اس کے علاوہ وہاں آپ توحید و عدالت کی دعوت اچھی طرح دے سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بھرپور امید ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہاں کسی فشار اور طاقت فرسارنج و غم کے بغیر انجام دے سکتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: یا بن عم! انی واللہ! علم انک ناصح (۱) و مشفق و کنی ازمعت و اجمعت علی المسیر

یا بن عم! خدا کی قسم مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ آپ مخلص اور مشفق ہیں لیکن آپ یہ جان لیں کہ میں عزم بالجزم کر چکا ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں۔

ابن عباس نے کہا: اگر ایسا ہے کہ آپ حتماً جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ مخدرات اور بچوں کو نہ لیں جائیں؛ کیونکہ میں آپ کے قتل اور خاندان کی اسیری سے خوف زدہ ہوں۔ (۲)

عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو

عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی (۳) کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے کے لئے سامان سفر باندھ چکے تو میں ان کی خدمت میں آ کر ان کی ملاقات سے شرفیاب ہوا

.....

۱۔ امام حسین علیہ السلام کے اس جملہ میں کلمہ ناصح خلوص و اخلاص کے معنی میں استعمال ہوا ہے، موعظہ اور نصیحت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس لفظ کے لئے یہ معنی جدید اور نیا ہے، اس کا اصلی معنی نہیں ہے، امام فرما رہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابن عباس کی گفتار میں خلوص و شفقت اور محبت و عطف و پنہاں ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابن عباس امام علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہ تھے بلکہ وہ اس شک و تردید میں تھے کہ قیام کے لئے حالات سازگار اور مناسب ہیں یا نہیں اور امام علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس کے باوجود بھی وہ قیام کے لئے عازم ہیں کیونکہ وہ اس قیام کو

شریعت مقدسہ کی زندگی کے لئے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والہبی نے عقبہ بن سمان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ج ۵، ص ۳۸۳)

۳۔ یہ وہی شخص ہے جسے مختار کے عہد حکومت میں عبداللہ بن زبیر نے ۶۶ھ میں کوفہ کا والی بنا دیا تو مختار نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو اس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں اور ستر (۷۰) ہزار درہم کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ ان درہموں کے مقابلہ میں مختار کے لئے کوفہ کی گورنری چھوڑ دے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر ان سپاہیوں سے نبرد آزما ہو جائے۔ عمر بن عبد الرحمن نے وہ درہم قبول کر لئے اور راہی بصرہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۷۱) اب رہا امام علیہ السلام کی مدح و ثنا کا سوال تو اس روایت کا ناقل خود یہی شخص ہے۔ اس کا دادا حارث بن ہشام اور اس کا بھائی جھل بن ہشام دونوں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے۔ ہم نے اس کا تذکرہ مقدمہ میں کیا ہے۔

اور شنائے الہی کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا: یا بن عم! میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں جسے مخلصانہ نصیحت کے طور پر آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اب اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ اور صاحب فکر سلیم سمجھتے ہیں تو میں وہ عرضداشت آپ کی خدمت میں پیش کروں ورنہ میں جو کہنا چاہتا ہوں اس سے صرف نظر کر لوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: قل فواللہ ما اظنک بسی الراؤ لاھو (۱) للقیح من ال امر و الفعل تم جو کہنا چاہتے ہو کہو، خدا کی قسم میں اس بات کا گمان بھی نہیں کرتا کہ تم میرے لئے براتصور

رکھتے ہو اور میری بھلائی نہیں چاہتے۔

عمر بن عبد الرحمن مخزومی نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور میں آپ کے اس سفر سے خوفزدہ ہوں؛ کیونکہ آپ ایسے شہر میں جانا چاہتے ہیں جس میں امراء اور عالمین دونوں موجود ہیں اور ان کی پشت پناہی کے لئے بیت المال کا ذخیرہ موجود ہے۔ قوم درہم و دینار کی غلام ہے اور میں اس سے بھی آپ کو امن و امان میں نہیں سمجھتا کہ وہی لوگ آپ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جو ابھی آپ کی نصرت کا وعدہ کر رہے ہیں اور آپ کے دشمن کی دشمنی سے زیادہ آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جزاک اللہ خیراً یا بن عم! فقد واللہ علمت انک مشیت نصح و تکلمت بعقل و مہما یقض من امریکن، أخذت برأیک اوترکتہ وانت عندی احمد مشیر و نصح ناصح (۲) اے چچا کے فرزند خدا تم کو جزائے خیر دے! خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم خیر خواہی کے لئے آئے ہو اور تمہاری گفتگو میں عقل و خرد کے جلوے ہیں؛ بنا بر این حسب ضرورت یا تو تمہاری رائے پر عمل کروں گا یا اسے ترک کروں گا لیکن جو بھی ہو تم میرے نزدیک اچھا مشورہ دینے والے اور بہترین خیر خواہ ہو۔

.....

۱۔ ہو یعنی حاویا جس کی اصل ہوئی ہے جس کے معنی برا ارادہ رکھنے والے کے ہیں۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۲، ہشام نے ابوحنفہ کے حوالے سے کہا ہے کہ مجھ سے صعق بن زبیر نے عمر بن عبد الرحمن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ ہم دونوں حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور یوم ترویہ وارد مکہ ہوئے۔ وہاں پر ہم نے سورج چڑھتے وقت حسین اور عبداللہ بن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر الاسود کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا، ہم دونوں ان کے نزدیک آگئے تو عبداللہ بن زبیر کو حسین سے یہ کہتے ہوئے سنا: اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو ہم بھی یہیں سکونت اختیار کریں گے اور یہاں کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں پھر ہم آپ کی پشت پناہی اور مدد کریں گے اور آپ کے مخلص و خیر خواہ ہو کر آپ کی بیعت کر لیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

إن أبی حدّثنی : ان بہا کبشاً یستحلّ حرمتہا ! فما أحبّ ان أکون أنا ذالک
الکبش (۱) و (۲)

میرے بابا نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ یہاں ایک سربرآوردہ شخص آئے گا جو اس حرم کی حرمت کو پامال کرے گا، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سربرآوردہ شخص میں قرار پاؤں۔ ابن زبیر نے کہا: فرزند فاطمہ! آپ ذرا میرے نزدیک آئیے تو امام علیہ السلام نے اپنے کانوں کو اس کے لبوں سے نزدیک کر دیا۔ اس نے راز کی کچھ باتیں کیں پھر امام حسین ہماری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: اُتدرون ما یقول ابن زبیر؟ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابن زبیر نے کیا کہا؟

ہم نے جواب دیا: ہم آپ پر قربان ہو جائیں! ہمیں نہیں معلوم ہے۔
 امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اسی حرم میں خانہ خدا کے نزدیک قیام
 پذیر رہیں، میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کر کے آپ کی فرمانبرداری کی دعوت دوں گا۔ پھر
 حسین نے فرمایا:

.....

۱۔ ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ ابو جناب تحسین ابی حبیہ نے عدی بن حرمہ اسدی سے، اس نے عبد
 اللہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۴)
 ۲۔ الکلبش: اس زبکرے کو کہتے ہیں جو عام طور پر گلہ کے آگے رہتا ہے۔ یہ در واقع تشبیہ ان
 لوگوں کے لئے ہے جو کسی امر کی قیادت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے ذریعہ سے امام علیہ
 السلام نے ابن زبیر کو یاد دلایا کہ شاید یاد آوری اس کو فائدہ پہنچائے لیکن یاد آوری تو مومنین
 کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔

فان الذکری تنفع المومنین واللہ لئن أقتل خارجاً منها بشبر أحب الی من أن
 أقتل داخلًا منها بشبر وأیم اللہ لو كنت فی حجر ہامة من ہذا ہوام لا
 ستخرجونی حتی یقفوا فی حاتمہم، واللہ لیعتدن علی کما اعتدت الیہود فی
 السبت (۱) و (۲)

خدا کی قسم! اگر میں حرم سے ایک بالشت دوڑا کر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت
 اس کے کہ میں حرم کے اندر قتل کر دیا جاؤں، خدا کی قسم! اگر میں حشرات الارض کے سوراخ
 میں بھی چلا جاؤں تو بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر میرے سلسلہ میں اپنی حاجت اور

خواہش پوری کر کے ہی دم لیں گے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ اس طرح مجھ پر ظلم و ستم روا رکھیں گے جس طرح روزِ شنبہ یہودیوں نے ظلم و ستم کیا تھا۔

عمر بن سعید اشدق کا موقف

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی اختیار کی تو مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص (۳) کے نمائندوں نے تیج بن سعید (۴) کی سربراہی میں حضرت پر اعتراض کیا۔ اور سب کے سب

.....

۱۔ ابوحنیف کا بیان ہے کہ ابو سعید عقیصا نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں...۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۵)

۲۔ یہ وہ بہترین جواب ہے جو امام حسین علیہ السلام نے تمام سوالوں کے جواب میں بہت مختصر طور پر دیا ہے کہ بہر حال بنی امیہ کو حضرت کی تلاش ہے؛ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ پر ظلم و ستم کریں گے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ آپ فوراً مکہ چھوڑ دیں تاکہ آپ کی مثال بکری کے اس گلہ کے بکرے کی جیسی نہ ہو جائے جو آگے آگے رہتا ہے جس کا ذکر آپ کے والد حضرت امیر المومنین نے کیا تھا۔ اسی خوف سے آپ فوراً نکل گئے کہ کہیں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بے حرمتی نہ ہو جائے اور ادھر اہل کوفہ کی دعوت کا جواب بھی ہو جائے گا جو آپ کے لئے ان پر اتمامِ حجت ہوگی تاکہ یہ الزام نہ آئے کہ رسول خدا کے بعد

امت کے لئے کوئی حجت نہ تھی اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ کی جانب سے تو پیغمبروں کے بعد ہمارے لئے کوئی حجت ہی نہ تھی۔ لہذا یوں للناس علی اللہ حجتہ بعد الرسول (سورہ نساء ۱۶۵) اور تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے: لولا أرسلت الینا رسولا منذرأ و أقممت لنا علما ہادیا ففتیح آیا تک تو نے ہم تک ڈرانے والا کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا اور ہمارے لئے کوئی ہدایت کرنے والی نشانی کیوں نہ قائم کی تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس وحشت و خوف کے ماحول میں کوفہ نہ جاتے تو اور کہاں جاتے؛ جب کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ کر دی گئی تھی۔

۳۔ جب عمرو بن سعید مدینہ کا والی ہوا تو اس نے عبید اللہ بن ابی رافع جو امام علی بن ابیطالب کے کاتب تھے، کو بلایا اور ان سے پوچھا: تمہارا مولا کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (یہ ابورافع، ابو اجمہ سعید بن عاص اکبر کے غلام تھے جو سعید بن عاص کے بیٹوں کو میراث میں ملے تھے۔ ان میں سے تین بیٹوں نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور یہ سب کے سب جنگ بدر میں مار ڈالے گئے اور ایک بیٹے خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول خدا کو ہبہ کر دیا تو آپ نے اسے آزاد کر لیا) یہ سنتے ہی اس نے سو کوڑے لگائے پھر پوچھا تیرا مالک و مولا کون ہے؟ انہوں نے پھر جواب دیا: رسول خدا! تو اس نے پھر سو کوڑے لگائے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا، وہ پوچھتا جاتا تھا اور یہ جواب میں کہتے جاتے تھے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ کوڑے برسائے جاتا تھا یہاں تک کہ پانچ سو کوڑے مارے اور پھر پوچھا کہ تمہارا مولا و مالک کون ہے؟ تو تاب نہ لا کر عبید اللہ بن

ابورافع نے کہہ دیا: تم لوگ میرے مالک و مختار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب عبدالملک نے عمرو بن سعید کو قتل کیا تو عبید اللہ بن ابی رافع نے شعر میں قاتل کا شکر یہ ادا کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۷۰)

عمرو بن سعید نے ابن زبیر سے جنگ کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اور جو بھی ابن زبیر کا طرفدار تھا اسے مدینہ میں مار ڈالا تھا۔ جن میں سے ایک محمد بن عمار بن یاسر تھے۔ اس نے ان میں سے چالیس یا پچاس یا ساٹھ لوگوں کو مارا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۴۴) جب اس تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے خوشیاں منائیں اور جب بنی ہاشم کی عورتوں کا بین سنا تو کہنے لگا کہ یہ بین عثمان کے قتل پر اٹکنے گھر کی عورتوں کے بین کا جواب ہے پھر یہ منبر پر گیا اور لوگوں کو اس سے باخبر کیا۔ اس کے بعد یزید کو معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید، ابن زبیر سے رفق و محبت سے پیش آرہا ہے اور اس پر تشدد نہیں کر رہا ہے تو یکم ذی الحجہ ۶۱ھ کو اسے معزول کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷۷) تو یہ اٹھکر یزید کے پاس آیا اور اس سے معذرت خواہی کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷۹) اس کا باپ سعید بن عاص، معاویہ کے زمانے میں مدینہ کا والی تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۱)

۴۔ یہ عمرو بن سعید کا بھائی ہے۔ اس نے شام میں عبدالملک کے دربار میں ان ایک ہزار جوانوں کے ساتھ اپنے بھائی کی مدد کی جو اس کے ساتھی اور غلام تھے لیکن آخر میں وہ سب بھاگ گئے اور اسے قید کر لیا گیا پھر آزاد کر دیا گیا تو یہ ابن زبیر سے ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۴۳، ۱۴۷) پھر کوفہ روانہ ہو گیا اور اپنے ماموؤں کے پاس پناہ لی جو بعض قبیلہ سے

متعلق تھے۔ جب عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کرنا شروع کر دی تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور امن کی درخواست کی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۲)

امام علیہ السلام سے کہنے لگے: اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے! آپ کہاں جا رہے ہیں! امام علیہ السلام نے انکار کیا اور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انھوں نے تازیانہ بلند کر لیا لیکن امام علیہ السلام اپنی راہ پر گامزن رہے۔ جب امام علیہ السلام کو ان لوگوں نے جاتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز میں پکار کر کہا: اے حسین! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو جماعت سے نکل کر اس امت کے درمیان

تفرقہ اندازی کر رہے ہو! ان لوگوں کی باتیں سن کر امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

لِيُحْمِلَكُمْ وَعَمَلِكُمْ أَنْتُمْ بَرِّئْنَا عَمْعَلِكُمْ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ (۱) و (۲)

اگر وہ تم کو جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہاری کارستانی تمہارے لئے ہے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے تم ذمہ دار نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

چوتھے امام حضرت علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب (۳) نے ایک خط لکھ کر اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد (۴) کے ہمراہ روانہ کیا جس کی عبارت یہ ہے:

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۸۵، ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والہی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۳۔ آپ جنگ جمل میں امیر المومنین کے لشکر میں تھے اور عائشہ کو مدینہ پہنچانے میں آپ نے آنحضرت کی مدد فرمائی تھی۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۱۰) آپ کی ذات وہ ہے جس سے حضرت امیر المومنین کوفہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے حضرت کو مشورہ دیا تھا کہ محمد بن ابی بکر جو آپ کے مادری بھائی بھی تھے، کو مصر کا والی بنا دیجئے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۵۴) آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور آپ کے حق میں بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۴۸) بنی امیہ کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے قیام میں بھی آپ ان کے مددگار تھے (طبری، ج ۵، ص ۱۶۰) اور جب صلح کے بعد سب مدینہ لوٹنے لگے تو دونوں اماموں کے ہمراہ آپ بھی مدینہ لوٹ گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۵) آپ کے دونوں فرزند عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپ تک ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

واللہ لو شہدته، لأحببت الّا أفرقه حتی أقتل معہ

خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا تو واقعاً مجھے یہ محبوب تھا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ان کے ہمراہ قتل ہو جاؤں۔ (طبری ج ۵، ص ۴۶۶)

۴۔ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرما کر سرفراز ہوئے۔ طبری کے بیان کے مطابق عون کی ماں جمانہ بنت مسیب بن نجبه بن فزاری ہیں (مسیب بن نجبه تو ابین کے زعماء میں شمار ہوتے ہیں) اور محمد کی ماں خواصاء بنت خصفہ بنت ثقیف ہیں

جو قبیلہ بکر بن وائل سے متعلق ہیں۔

اما بعد، فإني أسألك بالله لئلا انصرف حين تنظر في كتابي فإني مشفق عليك من الوجه الذي تتوجه له أن يكون فيه هلاكك واستئصال اهل بيتك، أن هلكك اليوم طغى نور الارض فأنتك علم المهتدين ورجاء المؤمنين، فلا تعجل بالسير فإني في أثر الكتاب؛ والسلام

اما بعد: جب آپ کی نگاہ میرے خط پر پڑے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے؛ کیونکہ آپ نے جس طرف کا رخ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی اسیری ہے اور اگر آپ دنیا سے گذر گئے تو زمین کا نور خاموش ہو جائے گا؛ کیوں کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کے پرچم دار اور مومنین کی امید ہیں؛ لہذا آپ سفر میں جلدی نہ کریں۔ میں اس خط کے پہنچتے پہنچتے آپ کی خدمت میں شریف ہوا ہوں۔ والسلام

عبداللہ بن جعفر اس خط کے فوراً بعد عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: حسین (علیہ السلام) کو ایک خط لکھو جس میں تم ان کے امن و امان کا تذکرہ کرو، اس میں ان سے نیکی اور صلہ رحم کی تمنا و آرزو کرو اور اطمینان دلاؤ، ان سے پلٹنے کی درخواست کرو، شائد وہ تمہاری باتوں سے مطمئن ہو کر پلٹ آئیں اور اس خط کو اپنے بھائی تیح بن سعید کے ہمراہ روانہ کرو؛ کیونکہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے وہ مطمئن ہوں اور ان کو یقین ہو جائے کہ تم اپنے قصد میں مصمم ہو۔ عمرو بن سعید نے عبداللہ بن جعفر کو جواب دیتے ہوئے کہا: تم جو چاہتے ہو لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر لگا دوں گا، بنا بریں عبداللہ بن

جعفر نے اس طرح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط عمرو بن سعید کی جانب سے حسین بن علی کے نام ہے۔

اما بعد: میں خداوند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں سے منصرف کر دے جس میں آپ کا رنج و ملال ہے اور جس میں آپ کی ہدایت ہے اس طرف آپ کو سرفراز کرے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے عراق کا رخ کیا ہے۔

خداوند عالم آپ کو حکومت کی کشمکش اور مخالفت سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت ہے۔ میں آپ کی طرف عبداللہ بن جعفر اور تحسین سعید کو روانہ کر رہا ہوں؛ آپ ان دونوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے آئیے کیونکہ میرے پاس آپ کے لئے امان، صلہ رحم، نیکی اور خانہ خدا کے پاس بہترین جایگاہ ہے۔ میں خداوند عالم کو اس سلسلے میں گواہ، کفیل، ناظر اور وکیل قرار دیتا ہوں۔ والسلام

خط لکھ کر آپ اسے عمرو بن سعید کے پاس لے کر آئے اور اس سے کہا: اس پر مہر لگاؤ تو اس نے فوراً اس پر اپنی مہر لگا دی اور اس خط کو لے کر عبداللہ بن جعفر اور تیخ امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں تیخ بن سعید نے خط پڑھا تو امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعید کو خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد، فانه لم يشاقق الله ورسوله من دعا الى الله عز وجل وعمل صالحاً وقال
أنتي من المسلمين؛ وقد دعوت الى الامان والبؤ الصلة فخير الامان امان الله
ولن يؤمن الله يوم القيامة من لم يخفه في الدنيا، فنسأل الله مخافة في

الدنيا توجب لنا أمانه يوم القيامة فان كنت نويت بالكتاب صلتى و بڑی
فجزيت خيرا فى الدنيا والآخرة. والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اما بعد، ہر وہ شخص جو لوگوں کو خدائے عزوجل کی طرف دعوت دیتا ہے اور
عمل صالح انجام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کرتا
ہے اور تم نے جو مجھے امان، نیکی اور صلہ رحم کی دعوت دی ہے تو جان لو کہ بہترین امان
خداوند متعال کی امان ہے اور قیامت میں وہ شخص اللہ کی امان میں نہیں ہے جو دنیا میں اللہ
سے نہیں ڈرتا۔ میں دنیا میں خدا سے اس خوف کی درخواست کرتا ہوں جو آخرت میں قیامت
کے دن ہمارے لئے امان کا باعث ہو۔ اب اگر تم نے اپنے خط کے ذریعہ میرے ساتھ صلہ
رحم اور نیکی کی نیت کی ہے تو تم کو دنیا و آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔

وہ دونوں امام علیہ السلام کا جواب لے کر عمرو بن سعید کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم دونوں
نے تمہارے خط کو ان کے سامنے پڑھا اور اس سلسلے میں بڑی کوشش بھی کی لیکن اس سلسلہ
میں ان کا عذر یہ تھا کہ وہ فرما رہے تھے:

اِنِّى رَأَيْتُ رَوْيَا فِى هَارِ سَوَّلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ (وآله) وَسَلَّمَ وَأَمْرٌ فِىهَا بِأَمْرِ أُنَامَا
ضِلَّهُ، عَلَى كَأَنَّ أَوْلَى

میں نے ایک ملکوتی خواب دیکھا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم موجود
تھے۔ اس خواب میں آپ نے مجھ کو ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا
اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ اولیٰ ہے۔

جب ان دونوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا:

ما حدثت بها أحداً وما أنا محدّث بها حتى ألقى ربّي (۱) اور (۲) میں یہ خواب کسی سے بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی میں یہ خواب کسی سے بیان کرنے والا ہوں یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کر لوں۔

.....

۱۔ ابوحنفہ کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے علی بن الحسین (علیہما السلام) کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۸)

۲۔ امام علیہ السلام یہ مناسب نہیں دیکھ رہے تھے کہ اپنے سفر کے راز سے سب کو آشنا کرتے کیونکہ انسان جو کچھ جانتا ہے وہ سب بیان نہیں کر دیتا ہے خصوصاً جبکہ انسان ظرف وجود کے لحاظ سے مختلف و متفاوت ہوں اور امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ ہر شخص کو اس کے وجود کی وسعت اور معرفت کی گنجائش کے اعتبار سے آشنائی بہم پہنچائیں، اسی لئے امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک واقعی جواب دیدیا کہ

لما يشاقق الله ورسوله من دعا الى الله وعمل صالحاً... وخير الامان امان الله ولن يؤمن الله يوم القيامة من لم يخفه في الدنيا فنسأل الله مخافة في الدنيا تو جب لنا امانه يوم القيامة

اور جب وہ لوگ اس جواب سے قانع نہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے کہہ دیا کہ آپ کو ایک ایسے خواب میں حکم دیا گیا ہے جس میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے کہ آپ اپنے سفر کو جاری رکھیں؛ لیکن آپ نے اس خواب کو بیان نہیں کیا اور یہ کہہ کر بات تمام کر دی:

وما أنا محدّث لها حتى ألقى ربّي

شاید یہیں پر احمد بن اعثم کو فی متوفی ۳۱۰ھ نے امام علیہ السلام کے اس خواب کا تذکرہ کر دیا ہے جو آپ نے اپنے جد کی قبر پر مدینہ میں دیکھا تھا لیکن یہ کیسے معلوم کہ یہ خواب وہی ہے؟ جب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خواب خدا کی ملاقات سے قبل میں کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا یعنی یہ وہی بات ہے جس کا میں نے عہد کیا ہے۔ واللہ اعلم بہ، اللہ اس سے بہتر آگاہ ہے۔

مراسلہ کی منزلیں

* پہلی منزل: تبعیم

* دوسری منزل: صفاح

* تیسری منزل: حاجر

* چوتھی منزل: چشمہ آب

* پانچویں منزل: خزمیہ

* زہیر بن قین کا امام علیہ السلام سے ملحق ہونا

* ایک اور نامہ

* چھٹی منزل: زرود

* ساتویں منزل: ثعلبیہ

* آٹھویں منزل: زبالہ

* نویں منزل: درہ عقبہ

* دسویں منزل: شراف

* گیارہویں منزل: ذوحسم

* بارہویں منزل: البیضہ

* تیرہویں منزل: عذیب الحجانات

* چودھویں منزل: قصر بنی مقاتل

* قربان گاہ عشق نبویا

راستہ کی چودہ (۱۴) منزلیں

پہلی منزل: تنعیم (۱)

امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا اور راستہ میں آپ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جسے تنعیم کہتے ہیں۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جسے بحیر بن ریمان حمیری (۲) نے یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ شخص یمن میں یزید کا کارگزار تھا۔ اس قافلہ کے ہمراہ الورس (۳) اور بہت سارے شاہانہ لباس تھے جسے عامل یمن نے یزید کے پاس روانہ کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس کا روان کے سارے بار کو اپنی گرفت میں لے لیا اور قافلہ والوں سے فرمایا:

لا اکر حکم من أحب أن يمضي معنا الى العراق أوفينا كراءه وأحسننا صحبته.
ومن أحب أن يفارقنا من مكاننا هذا أعطينا من الكراء على قدر ما قطع من
الارض

.....

۱۔ یہ مکہ سے دو فرسخ پر ایک جگہ ہے جیسا کہ مجمع البلدان ج ۲، ص ۴۱۶ پر مرقوم ہے۔ مکہ کے داہنی جانب ایک پہاڑ ہے جسے تنعیم کہتے ہیں اور شمالی حصہ میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسے ناغم کہتے ہیں اور اس وادی کو نعیمان کہتے ہیں۔ وہاں پر ایک مسجد موجود ہے جو قریب ترین میقات اور حرم سے نزدیک ترین احرام سے باہر آنے کی جگہ ہے آج کل یہ جگہ مکہ کے مرکزی علاقہ سے ۶ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک فرسخ ہے نہ کہ دو فرسخ۔ اس وقت شہر سے لے کر یہاں تک پورا ایک متصل اور وسیع علاقہ ہے جو مدینہ یا جدہ سے مکہ آنا چاہتا ہے اسے ادھر ہی سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔

۲۔ گویا یہ وہی شخص ہے جو علم نجوم میں صاحب نظر تھا کیونکہ اس نے عبداللہ بن مطیع کو بتایا تھا کہ جب ابن زبیر قیام کرے گا تو وہ کوفہ کا والی بنے گا۔ (طبری، ج ۶، ص ۹) طاووس یمانی جو بہت معروف ہیں اس شخص کے آقا تھے۔ طاووس یمانی نے مکہ میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۹)

۳۔ الورس؛ یہ خاص قسم کی گھاس ہے جو تل کی طرح ہوتی ہے اور رنگ ریزی کے کام آتی ہے اور اس سے زعفران بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ گھاس یمن کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔ ممکن ہے کہ بادی النظر فکر میں کسی کو امام علیہ السلام کا یہ فعل العیاذ باللہ نامناسب لگے کہ آپ نے درمیان سے قافلہ

کے بار کو اپنی گرفت میں کیوں لیا؟ یہ تو غصب ہے لیکن وہ افراد جو تاریخ کی ابجد خوانی سے بھی واقف ہوں گے وہ بالکل اس کے برعکس فیصلہ کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو

امام علیہ السلام کا کام غلط ہو ہی نہیں سکتا، انھوں نے جو کیا وہی حق ہے لیکن ایک غیر کے لئے تا ریح کی ورق گردانی کافی ہوگی اور جب وہ تاریخ کے اوراق میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے شرائط پر نگاہ ڈالے گا تو ظاہری اعتبار سے بھی یزید کا تخت حکومت پر براجمان ہونا غلط ثابت ہوگا اور وہ ایک باغی شمار کیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائیں گے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش صرف کر کے اس غاصب و باغی تک اموال مسلمین پہنچنے سے مانع ہوں پس یمن کے اس قافلہ کو روک کر اموال کو اپنی گرفت میں لینا امام علیہ السلام کا اولین فریضہ تھا لہذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے قافلہ والوں سے بڑی دلنشین گفتگو کی جب کہ ظالم و جابر حکومت کی نگاہ میں ایسے افراد لائق گردن زدنی یا قابل قید و بند ہوتے ہیں۔ (مترجم)

میں تم لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں کرتا لیکن تم میں جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ عراق چلے تو ہم اس کو کرایہ سفر بھی دیں گے اور اس کی ہمراہی کو خوش آمدید بھی کہیں گے اور جو ہم سے یہیں سے جدا ہونا چاہتا ہے اسے بھی ہم اتنا کرایہ سفر دے دیں گے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے۔

امام علیہ السلام کی اس دلنشین گفتار کے بعد جو بھی اس قافلہ نور سے جدا ہوا اسے امام علیہ السلام نے اس کا حق دے دیا اور جس نے رکنا چاہا اسے کرایہ دینے کے علاوہ امام علیہ السلام نے لباس بھی عطا کیا۔ (۱)

دوسری منزل: الصفاح (۲)

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مثنعل اسدی کا بیان ہے کہ پہلی منزل سے چلنے کے بعد ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ہمراہ دوسری منزل پر پہنچے جسے الصفاح کہتے ہیں اور وہاں ہماری ملاقات فرزدق بن غالب (۳) شاعر سے ہوئی۔ وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: خداوند متعال آپ کی حاجت کو پورا کرے اور آپ کی تمنا و آرزو کو منزل مراد تک پہنچائے۔

.....

۱۔ ابوحنیف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والہی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۵)

۲۔ یہ جگہ حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے جو بہت آسانی سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔

۳۔ اس شخص کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ ہے۔ ان کے دونوں چچا ذہیل اور زحاف بصرہ میں زیاد بن سمیہ کے دیوان میں دو دو ہزار بخشش لیا کرتے تھے۔ انھوں نے بنی نہشل اور فقیہ کی ہجو میں اشعار کہے تو ان دونوں نے زیاد سے جا کر ان کی شکایت کی۔ جب اس نے فرزدق کو طلب کیا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد نوبت یہ آگئی جب زیاد بصرہ آتا تھا تو فرزدق کو فدا آجاتے تھے اور جب وہ کوفہ آتا تھا تو فرزدق بصرہ روانہ ہو جاتے تھے۔ واضح رہے کہ زیاد ۶ مہینہ بصرہ رہتا تھا اور ۶ مہینہ کوفہ کے امور سنبھالتا

تھا۔ اس کے بعد یہ حجاز چلے گئے اور وہیں مکہ و مدینہ میں رہنے لگے۔ اس طرح زیاد کی شرارتوں سے بچ کر سعید بن عاص کی پناہ میں رہنے لگے یہاں تک کہ زیاد ہلاک ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰) تو انھوں نے اس کی ہجو میں مرثیہ کہا:

بکیت امرء امن آل سفیان کافراً ککسری علی عدوانہ أو کقیصراً (طبری، ج ۵، ص ۲۹۰)

میں نے آل سفیان کے ایک مرد پر گریہ کیا جو کافر تھا جیسے قیصر و کسری اپنے دشمن پر روتے ہیں۔

ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد یہ دوبارہ بصرہ پلٹ گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ۶۰ھ میں یہ اپنی ماں کے ہمراہ حج پر آ رہے تھے جب ان کی امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی شاید اسی لئے حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں حاضری نہ دے سکے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) انھوں نے حجاج کے لئے بھی شعر کہے ہیں۔ (طبری، ج ۶، ص ۳۸۰ و ۳۹۴) سلیمان بن عبد الملک کے محل میں بھی ان کی آمد و رفت تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۰۲) یہ شاعر زندہ رہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲، ۲۵۰) بنی نہشل کی ہجو میں جب انھوں نے اشعار کہے تھے تو یہ جوان تھے بلکہ ایک نوجوان اعرابی تھے جو دیہات سے آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۴۲) ایسی صورت میں امام علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال سے کم تھی۔

امام علیہ السلام نے اس سے کہا:

بین لنا نبأ الناس خلفك

تم جس شہر اور جہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبریں ہمارے لئے بیان کرو۔ فرزدق نے کہا: آپ نے واقف کا شخص سے سوال کیا ہے تو سنئے:

قلوب الناس معك

لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں

وسيو فهد مع بنى اميه

اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں

والقضاء ينزل من السما

لیکن فیصلہ و قضا تو خداوند عالم کی طرف سے ہے

والله يفعل ما يشا

اور اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: تم نے سچ کہا، اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے؛ ہمارے رب کی روزانہ اپنی ایک خاص شان ہے لہذا اگر اس کا فیصلہ ایسا ہوا جو ہمیں محبوب ہے تو اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور شکر کی ادائیگی میں وہ ہمارا مددگار ہے اور اگر فیصلہ الہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہو گیا تب بھی اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے جس کی نیت حق اور جس کی سرشت تقویٰ ہے۔ یہ کہہ کر

امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو حرکت دی تو انھوں نے امام کو سلام کیا اور دونوں جدا ہو گئے۔ (۱) و (۲)

جب عبید اللہ بن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس

نے اپنی پولس کے سربراہ حصین بن تمیم تمیمی کو روانہ کیا۔ اس نے مقام قادسیہ میں آ کر پڑاؤ ڈالا اور قادسیہ (۳) و خفان (۴) کے درمیان اپنی فوج کو منظم کیا اسی طرح قادسیہ اور قطقطنہ (۵) اور لعلع کے درمیان اپنی فوج کو منظم کر کے کمین میں لگا دیا۔ (۶)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابی جناب نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶) یہ بیان اس بیان سے میل نہیں کھاتا جو ان دونوں سے عنقریب بیان ہوگا کہ یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ مقام زرود میں امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور یہ منزل صفح کے بعد کوفہ کے راستہ میں چند منازل کے بعد ہے مگر یہ کہا جائے کہ ان کے قول

اقبلنا حتی انتہینا

کا مطلب یہ ہو کہ ہم لوگ کوفہ سے روانہ ہو کر صفح تک پہنچے جو مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے پھر مناسک حج انجام دینے کے بعد منزل زرود میں امام علیہ السلام سے دوبارہ ملحق ہو گئے۔ ۲۔ طبری نے کہا: ہشام نے عوانہ بن حکم کے حوالے سے، اس نے لبطہ بن فرزدق بن غالب سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اس کے باپ نے کہا: میں نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہوا تو دیکھا حسین بن علی مکہ سے نکل رہے ہیں میں ان کے پاس آیا اور عرض کی:

بأبي أنت وأمي يا بن رسول الله! ما اعجلك عن الحج؟

فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں! آپ کو اتنی بھی کیا جلدی تھی کہ

آپ حج چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: لولم أُعجل لأخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا من اُنت؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ تو میں نے جواب دیا: میں عراق کا رہنے والا ایک شخص ہوں؛ خدا کی قسم! اس سے زیادہ انھوں نے میرے بارے میں تفتیش نہیں کی؛ بس اتنا فرمایا: جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو مجھے ان کی خبر بتاؤ تو میں نے کہا: انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور قضاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے سچ کہا! پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ سوالات کئے تو آپ نے اس کے جواب سے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۶)

۳۔ قادسیہ اور کوفہ کے درمیان ۱۵ فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے وعذیب کے درمیان ۴ میل کا فاصلہ ہے اور اسے دیوانیہ کہتے ہیں۔ حجاز کے دیہات کی طرف یہ (قادسیہ) عراق کا سب سے پہلا بڑا شہر ہے۔ اسی جگہ پر عراق کی سب سے پہلی جنگ بنام جنگ قادسیہ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی ہے۔

۴۔ یہ ایک قریہ ہے جو کوفہ سے نزدیک ہے جہاں بنی عباس کا ایک پانی کا چشمہ ہے جیسا کہ مجمع البلدان، ج ۳، ص ۵۱ پر موجود ہے۔

۵۔ قطقطنہ، رہیمہ سے کوفہ کی طرف تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (طبری، ج ۷، ص ۱۲۵) یعقوبی کا بیان ہے: جب امام علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ قطقطنہ میں تھے۔ (طبری، ج ۲، ص ۲۳۰)

۶۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یونس بن ابی اسحاق سبعی نے اس کی روایت کی ہے۔

(طبری، ج ۵، ص ۳۹۴)

تیسری منزل: حاجر (۱)

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حاجر بطن رمد (۲) تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے ہمراہ اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم ! من الحسين بن علي الى اخوانه من المؤمنين و المسلمين، سلام عليكم: فإني أحمد اليكم الله الذي لا اله الا هو، أما بعد، فإن كتاب مسلم بن عقيل جاء ن يخبرن فيه بحسن رأيكم و اجتماع ملئكم على نصرنا و الطلب بحقنا فسألت الله أن يحسن لنا الصنع وأن يثيبكم على ذلك أعظم الاجر، وقد شخصت من مكة يوم الثلاثاء لثمان مضين من ذى الحجة يوم التروسة فاذا قدم عليكم رسول فاكمشوا أمركم و جدوا، فإن قادم عليكم فأيام هذه، ان شاء الله؛ والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بسم الله الرحمن الرحيم! یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے مومنین و مسلمین بھائیوں کے نام، سلام علیکم، میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد، حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھ تک آچکا ہے، اس خط میں انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے اور تمہارے بزرگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے اور ہمارے حق کو ہمارے دشمنوں سے واپس لے لیں گے تو میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ

ہمارے لئے اچھی راہ قرار دے اور اس کے ثواب میں تم لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے۔

.....

۱۔ حاجر نجد کی بلند وادی کو کہتے ہیں۔

۲۔ بطن رمد وہ جگہ ہے جہاں اہل کوفہ و بصرہ اس وقت یکجا ہوتے تھے جب وہ مدینہ جانے کا ارادہ کرتے تھے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۲۹۰، اور تاج العروس، ج ۳، ص ۱۳۹ پر مرقوم ہے۔

اس سے تم لوگ آگاہ رہو کہ میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ مکہ سے نکل چکا ہوں لہذا جب میرا نامہ بر تم لوگوں تک پہنچے تو جو کام تم کو کرنا چاہیے اس کی تدبیر میں لگ جاؤ اور اس مسئلہ میں بھرپور کوشش کرو کیونکہ میں انشاء اللہ انہی چند دنوں میں تم تک پہنچنے والا ہوں۔
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام حسین علیہ السلام کا یہ خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن تمیم نے آپ کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیاد نے آپ سے کہا محل کی چھت پر جاؤ اور کذاب بن کذاب کو گالیاں دو!

قیس بن مسہر شجاعت و شہامت کے ساتھ محل کی چھت پر آئے اور کہا:

أيها الناس! ان الحسين عليه السلام بن علي خير خلق الله ابن فاطمه بنت رسول الله وأنا رسوله اليكم وقد فارقت بالهاجر فأجيبوه ثم لعن عبید الله بن زیاد وأباه واستغفر لعلي بن أبي طالب

اے لوگو! حسین بن علی خلق خدا میں بہترین مخلوق ہیں، آپ فرزند فاطمہ بنت رسول خدا ہیں

اور میں ان کا نامہ بر ہوں، میں ان کو مقام حاجر میں چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ تم لوگ ان کی عدالت خواہ آواز پر لپیک کہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ پھر آپ نے عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کے لئے طلب مغفرت کی۔ عبید اللہ نے حکم دیا کہ انھیں محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اس طرح آپ شہید ہو گئے۔ [اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے]

(۱)

چوتھی منزل: چشمہ آب

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا؛ راستے میں آپ کا قافلہ عرب کے ایک پانی کے چشمہ کے پاس جا کر ٹھہرا۔ وہاں عبد اللہ بن مطیع عدوی بھی موجود تھے جو پانی لینے کی غرض سے وہاں اترے تھے۔ جیسے ہی عبد اللہ بن مطیع نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ویسے ہی آپ کی خدمت میں

.....

۱۔ کتاب کے مقدمہ میں شرح احوال موجود ہے۔

آ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی: فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کون سا سبب آپ کو یہاں تک لے آیا؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اہل عراق نے خط لکھ کر مجھے اپنی طرف بلا یا ہے۔ عبد اللہ بن

مطیع نے آپ سے عرض کیا: فرزند رسول اللہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ اس راہ میں آپ اسلام کی ہتک حرمت نہ ہونے دیں، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی حرمت خطرے میں نہ پڑے، خدا کے لئے عرب کی حرمت خطرے میں نہ ڈالئے۔ خدا کی قسم! اگر حق کو بنی امیہ سے واپس لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کسی کو نگاہ میں نہیں لائیں گے۔ (۱) خدا کی قسم! اسلام کی حرمت، قریش کی حرمت ہے اور عربوں کی حرمت خاک میں مل جائے گی، پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے نہ الجھیں! عبد اللہ بن مطیع نے اپنے نظریہ کو پیش کیا اور امام علیہ السلام اسے بغور سنتے رہے لیکن اپنے راستے پر چلتے رہے۔

پانچویں منزل: خزیمہ (۲)

امام حسین علیہ السلام کا سفر اپنے مقصد کی طرف جاری تھا۔ چلتے چلتے پھر ایک منزل پر رکنے جو مقام زرود سے پہلے تھی یہاں پر پانی موجود تھا، (۳) اس جگہ کا نام خزیمہ ہے۔

.....

۱۔ امام کے عمل سے نہ تو اسلام کی بے حرمتی ہوئی نہ ہی رسول خدا، عرب اور قریش کی ہتک حرمت ہوئی بلکہ اسلام دشمن عناصر کی کارستانیوں سے یہ سب کچھ ہوا۔ ابن مطیع نے اپنے اس جملہ میں خطا کی ہے جو یہ کہہ دیا کہ ولہن قتلوک لایھا بون بعدک احد ابداء۔ کیونکہ امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کو جرأت ملی جو مکہ و مدینہ و کوفہ میں اس سے پہلے اپنے ہاتھوں

میں چوڑیاں پہنے بیٹھے تھے انھیں میں سے خود ایک ابن مطہج بھی ہے جو ابن زبیر کے زمانے میں کوفہ کا والی بنا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے قیام نہ کیا ہوتا تو بنی امیہ کے خلاف کسی میں جرأت پیدا نہ ہوتی اور اسلام کو مٹانے میں وہ جو چاہتے وہی کرتے۔

۲۔ یہ جگہ مقام زروود سے پہلے ہے اس کے بعد کا راستہ کوفہ جانے والوں کے لئے ہے جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس کے اور ثعلبیہ کے درمیان ۳۲ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ درحقیقت ثعلبیہ کے بعد حجاج کی پہلی منزل ہے۔

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۹۴، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے۔ شاید یہ قیس بن مسہر کے فرزند ہیں۔

زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا

قبیلہ بنی فزارہ کے ایک مرد کا بیان ہے: ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے اور ہم اسی راستے پر چل رہے تھے جس راستے پر حسین (علیہ السلام) محو سفر تھے لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ ناپسند امر یہ تھا کہ ہم ان کے ہمراہ ایک ساتھ سفر کریں اور ایک منزل پر ٹھہریں لہذا زہیر کے حکم کے مطابق حسین جہاں ٹھہرتے تھے ہم وہاں سے آگے بڑھ جاتے اور وہ جہاں پر آگے بڑھتے ہم وہاں پڑاؤ ڈال کر آرام کرتے تھے؛ لیکن راستے میں ہم ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ چاروں چار ہم کو بھی وہیں پر رکنا پڑا جہاں پر امام حسین نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ امام حسین نے ایک طرف اپنا خیمہ لگا یا اور ہم نے اس کے دوسری طرف؛ ہم لوگ ابھی بیٹھے اپنے خیمے میں کھانا ہی کھا رہے تھے کہ یکایک حسین کا پیغام رساں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا پھر

خیمہ میں داخل ہوا اور کہا: اے زہیر بن قین! ابو عبد اللہ حسین بن علی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم ان کے پاس چلو۔ اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ حیرت و تعجب سے جس انسان کے ہاتھ میں جو لقمہ تھا وہ نیچے گر گیا؛ سکوت کا یہ عالم تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب کے سروں پر طائر بیٹھے ہیں۔ (۱) زہیر بن قین کی زوجہ دہم بنت عمر کہتی ہے کہ میں نے زہیر سے کہا: فرزند رسول اللہ تمہارے پاس پیغام بھیجے اور تم ان کے پاس نہ جاؤ! سبحان اللہ! اگر انھوں نے مجھے بلایا ہوتا تو میں ضرور جاتی اور ان کے گہر بار کلام کو ضرور سنتی، پھر میں نے کچھ نہ کہا لیکن زہیر بن قین اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہو گئے۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ واپس آ گئے لیکن اب تو بات ہی کچھ اور تھی؛ چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور چہرہ گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سدّی نے بنی فزارہ کے ایک جوان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں ہم لوگ زہیر بن قین بجلی کے مکان میں چھپے تھے جہاں اہل شام داخل نہیں ہوتے تھے تو میں نے فزاری سے پوچھا: ذرا مجھ سے اس واقعہ کو بیان کرو جب تم لوگ حسین بن علی کے ہمراہ، سفر میں تھے تو اس نے یہ روایت بیان کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۶، ارشاد، ص ۲۲۱، خوارزمی، ص ۳۲۵)

اسی عالم میں زہیر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: تم میں سے جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے آ جائے اور اگر نہیں تو اب اس سے میرا یہ آخری دیدار ہے۔ اس کے بعد اپنی بات آگے

بڑھاتے ہوئے زہیر نے کہا: میں تم لوگوں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں، اسے غور سے سنو! ہم لوگ جب مقام بلخیر (۱) پر لڑنے کے لئے گئے تو خداوند متعال نے ہم لوگوں کو دشمنوں پر کامیابی عطا کی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ اس وقت مسلمان باہلی (۲) نے ہم لوگوں سے کہا: کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ خداوند عالم نے تم لوگوں کو فتح و ظفر سے نوازا ہے اور کافی مقدار میں مال غنیمت تمہارے ہاتھوں لگا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں! تو اس نے ہم لوگوں سے کہا: جب تم لوگ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جوانی دیکھو گے تو تمہاری ان کے ساتھ جنگ کی خوشی اس مال غنیمت ملنے کی خوشی سے زیادہ ہوگی اور جہاں تک میری بات ہے تو اب میں تم لوگوں سے خدا حافظی کرتا ہوں۔

پھر زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا: اب میں تم کو طلاق دے رہا ہوں تاکہ تم آزاد ہو جاؤ اور گھر والوں کے پاس جا کروہیں زندگی بسر کرو؛ کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ میں تمہارے لئے بہتری چاہتا ہوں۔

(۳) و (۴)

.....

۱۔ یہ تاتاریوں (یا خزر یوں) کا شہر ہے جو انہیں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے نزدیک ہے ۳۳ھ عہد عثمان میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے ہاتھوں یہ جنگ فتح کی گئی جیسا کہ مجمع البلدان میں یہی موجود ہے۔

۲۔ طبری، ج ۴، ص ۳۰۵ پر ہے کہ سلمان فارسی اور ابو ہریرہ اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔ یہ بیان ابن اثیر کی اکامل میں ہے (ج ۴، ص ۱۷) پھر یہ بیان ہے کہ جس شخصیت نے ان لوگوں سے یہ گفتگو کی وہ سلمان فارسی ہیں نہ کہ باہلی۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ اکامل فی التاریخ میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ تاریخ طبری کو کامل کریں لہذا وہ اکثر و بیشتر اخبار میں طبری سے ناقل دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ مفید نے ارشاد میں اور قتال نے روضۃ الواعظین میں ص ۱۵۳ پر، ابن نما نے مشیر الاحزان میں ص ۲۳ پر، خوارزمی نے اپنے مقتل میں ج ۱، ص ۲۲۵ پر اور البکری نے معجم ج ۱، ص ۳۷۶ پر واضح طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص جناب سلمان فارسی ہی تھے جنہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس بات کی تائید طبری نے بھی کی ہے کیونکہ طبری کے بیان کے مطابق جناب سلمان وہاں موجود تھے؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ مدائن فتح ہونے کے بعد جناب سلمان فارسی وہیں کے گورنر رہے اور وہیں اپنی وفات تک قیام پذیر رہے اور کسی بھی جنگ کے لئے وہاں سے نہیں نکلے؛ بلکہ اس جنگ سے قبل عمر کے عہد حکومت میں آپ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا تھا۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر زہیر بن قین کی زوجہ لہم بنت عمرو نے بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۶، الارشاد، ص ۲۲۱)

۴۔ عنقریب یہ بات کربلا میں زہیر بن قین کے خطبے سے معلوم ہو جائے گی کہ اس سے قبل زہیر اس بات پر معاویہ کی مذمت کیا کرتے تھے کہ اس نے زیاد کو کس طرح اپنے سے ملحق کر لیا؛ اسی طرح حجر بن عدی کے قتل پر بھی معاویہ سے ناراض تھے۔

ایک اور نامہ براسی جگہ سے امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن بقطر حمیری (۱) کو بعض راستوں سے مسلم بن عقیل (۲) کی طرف روانہ کیا۔ سپاہ اموی جو حصین بن تمیم کے سربراہی میں کوفہ کے قریب قادسیہ میں چھاؤنی ڈالے راہوں کو مسدود کئے تھی اور آمد و رفت پر سختی سے نظر رکھے ہوئی تھی؛ اس نے عبداللہ بن بقطر کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ عبید اللہ کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا: محل کے اوپر جاؤ اور کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو پھر نیچے اتر آؤ تاکہ میں تمہارے سلسلے میں اپنا نظریہ قائم کر سکوں۔ یہ سن کر عبید اللہ بن بقطر محل کے اوپر گئے اور جب دیکھا کہ لوگ تماشا بین کھڑے ہیں تو آپ نے فرمایا:

أيها الناس اني رسول الحسين عليه السلام بن فاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لتنصروا وتوازرُوا علي بن مرجانة بن سميه الدعى!

اے لوگو میں حسین فرزند فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام رساں ہوں تاکہ تم لوگ ان کی مدد و نصرت کر سکو اور اس مرجانہ بن سمیہ کے بچے جس کی پیدائش کا بستر معلوم نہیں ہے، کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو، یہ سنتے ہی عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت سے پھینک دیا جائے۔ اس کے کارندوں نے آپ کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا؛ جس کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں؛ لیکن ابھی رفق حیات باقی تھی۔ عبدالملک بن عمیر لخمی (۳) آپ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کر کے شہید کر ڈالا۔

.....

۱۔ آپ کی ماں امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے آپ کے بارے

میں کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی تھے۔ طبری نے بقطر ہی لکھا ہے اسی طرح جزری نے الکامل میں بھی بقطر ہی ذکر کیا ہے؛ لیکن ہمارے بزرگوں نے (ی) کے ساتھ یعنی بقطر لکھا ہے جیسا کہ سماوی نے البصار العین، ص ۵۲ پر یہی لکھا ہے۔ ۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے یہ خبر ابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸؛ ارشاد، ص ۲۲۰) اس خبر کو انھوں نے قیس بن مسہر صیداوی کی خبر سے خلط ملط کر دیا ہے۔

۳۔ شعبی کے بعد اس نے کوفہ میں قضاوت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۳۶ھ میں وہ ہلاک ہوا: اس وقت اس کی عمر ۱۰۳ سال تھی جیسا کہ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۵۱، اور تہذیب الاسماء، ص ۳۰۹ پر تحریر ہے۔ عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ پر صیداوی کی شہادت کی خبر سے پہلے امام علیہ السلام کو ابن بقطر کی شہادت کی خبر ملی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے قیس بن مسہر صیداوی سے پہلے بقطر کو روانہ کیا تھا۔

چھٹی منزل: زمرود (۱)

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشعل سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو ہماری ساری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی طرح حسین سے راستے میں ملحق ہو جائیں تاکہ دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؛ لہذا ہم لوگوں نے اپنے ناقوں کو

سرپٹ دوڑایا، یہاں تک کہ مقام زرود (۲) پر ہم ان سے ملحق ہو گئے۔ جب ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کوفہ کا رہنے والا ایک شخص عراق سے حجاز کی طرف روانہ ہے، جیسے ہی اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اپنے راستے سے پلٹ گیا تا کہ آپ سے اس کی ملاقات نہ ہو لیکن امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے رہے گویا اس کے دیدار کے مہم نظر تھے لیکن جب دیکھا کہ وہ ملاقات کے لئے مائل نہیں ہے تو اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ اس شخص کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں اگر اس کے پاس کوفہ کی خبر ہوگی تو وہ ہم کو اس سے مطلع کرے گا؛ یہ کہہ کر ہم لوگ چلے یہاں تک کہ اس تک پہنچ ہی گئے پہنچ کر ہم نے کہا: السلام علیک، تو اس نے جواب دیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

پھر ہم لوگوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا: ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں۔

ہم لوگوں نے کہا: ہم لوگ بھی بنی اسد سے متعلق ہیں؛ تمہارا نام کیا ہے؟

.....

۱۔ یہ جگہ خزیمہ اور ثعلبہ کے درمیان کوفہ کے راستے میں ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۳۲۷ میں یہی موجود ہے۔

۲۔ یہ خبر اس خبر سے منافات رکھتی ہے جو ابھی گذر چکی کہ یہ لوگ منزل صفاح پر مقام زرود سے چند منزل قبل فرزدق والے واقعے میں موجود تھے کیونکہ اس خبر سے یہی ظاہر ہوتا ہے

بلکہ واضح ہے کہ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے زرد میں ملحق ہوئے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ امام کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ حج کی ادائیگی کے ساتھ یہ ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ منزل صفاح اوائل میں ہے جبکہ امام علیہ السلام یوم الترویہ کو مکہ سے نکلے ہیں۔ اگر یہ لوگ امام علیہ السلام سے منزل صفاح پر ملحق ہوئے ہیں تو پھر حج کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں خبروں کا ایک ہی راوی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا؛ نہ ہی ابو جناب، نہ ابو مخنف اور نہ ہی طبری، مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ حج سے پہلے یہ دونوں منزل صفاح پر امام علیہ السلام سے ملے اور پھر حج کے بعد منزل زرد پر پہنچ کر امام علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔

اس نے جواب دیا: بکیر بن مشعب، ہم لوگوں نے بھی اپنا نام بتایا اور پھر اس سے پوچھا: کیا تم ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ گے جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میں جب کوفہ سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کئے جا چکے تھے۔ ہم نے دیکھا ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر انھیں بازار میں پھرایا جا رہا ہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ہم لوگ اس سے جدا ہو کر اپنے راستے پر چل پڑے یہاں تک کہ (حسین علیہ السلام) سے ملحق ہو گئے اور ایک دوسری منزل پر ان کے ہمراہ پٹراؤ ڈالا۔

ساتویں منزل: ثعلبیہ (۱)

شام کا وقت تھا جب امام علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا جس کا نام تعلیہ تھا۔ جب آپ کے خیمہ نصب ہو چکے تو ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم لوگوں نے آپ سے کہا: اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ہم لوگوں کے پاس ایک اہم خبر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے اعلانیہ بیان کریں اور اگر چاہیں۔ تو خفیہ اور پوشیدہ طور پر بیان کریں۔ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: مادون ہولاء سر ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو خبر لائے ہو بیان کر دو، ہم لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے کل شام اس سوار کو دیکھا تھا جو آپ کے پاس سے گزرا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں اس سے کوفہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا: ہم نے اس سے آپ کے لئے خبر لے لی ہے اور آپ کے بجائے ہم لوگوں نے کوفہ کے موضوع پر تحقیق کر لی ہے۔ وہ شخص قبیلہ بنی اسد کا ایک مرد تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا۔ وہ صاحب نظر، سچا، اور صاحب عقل و فضل تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے بتایا کہ جب وہ وہاں سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے حتیٰ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

.....

۱۔ کوفہ سے مکہ جانے کے لئے جو راستہ مڑتا ہے یہ وہی ہے۔ اس کی نسبت بنی اسد کے ایک شخص ثعلبہ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ معجم میں تحریر ہے۔

ان اللہ وانا الیہ راجعون اس جملہ کی آپ نے چند مرتبہ تکرار فرمائی (۱) پھر ہم نے عرض کی:

آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں؛ کیونکہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ سب آپ کے مخالف نہ ہو گئے ہوں۔ ایسے موقع پر فرزند ان عقیل بن ابیطالب اٹھے اور انھوں نے اس کی مخالفت کی (۲) اور کہنے لگے: نہیں خدا کی قسم ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے۔ جب تک ہم ان سے اپنا انتقام نہ لے لیں یا وہی مزہ نہ چکھ لیں جس کا ذائقہ ہمارے بھائی نے چکھا ہے۔ (۳) ان دونوں کا بیان ہے: حسین (علیہ السلام) نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا:

لاخیر فی العیش بعد ہولاء!

ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ اس جملہ سے ہم نے بخوبی سمجھ لیا کہ سفر کے ارادے میں یہ مصمم ہیں تو ہم نے کہا: خدا کرے خیر ہو! آپ نے بھی ہمارے لئے دعا کی اور فرمایا:

رحمکم اللہ

اللہ تم دونوں پر رحمت نازل کرے۔

رات کا سناٹا چھا چکا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ سپیدہ سحر کے انتظار میں ہیں؛ جیسے ہی سپیدہ سحر نمودار ہوئی، آپ نے اپنے جوانوں اور نوجوانوں سے فرمایا:

اکثروا من البأ

پانی زیادہ سے زیادہ جمع کر لو، ان لوگوں نے خوب خوب پانی جمع کر لیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے یہاں تک کہ ایک دوسری منزل تک پہنچ گئے۔

.....

۱۔ اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر یہاں عام ہو گئی لیکن عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ میں پہنچ کر امام علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اپنے اصحاب کے سامنے اس کا اعلان کیا تھا؛ یہاں سے امام علیہ السلام کے اس جملے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ مادوں ہولاء سر یعنی ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ خبر سری ہے اور اسی طرح یہ خبر منزل زبالہ تک پوشیدہ ہی رہی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو مقام قطقطانہ میں ملی تھی۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۶، ص ۲۳۰، ط، نجف)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے عدی بن حرمہ اسد کے حوالے سے اور اس نے عبد اللہ سے اس خبر کو ہمارے لئے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۷) ارشاد میں، ص ۲۲۲ پر ہے کہ عبد اللہ بن سلیمان نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (ارشاد، طبع نجف)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عمر بن خالد نے یہ خبر بیان کی ہے (لیکن صحیح عمرو بن خالد ہے) اور اس نے زید بن علی بن الحسین سے اور اس نے داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۷؛ ارشاد، ص ۲۲۲، مسعودی، ج ۳، ص ۷۰، الخواص، ص ۲۴۵، طبع نجف)

آٹھویں منزل: زبالہ (۱)

یہ نورانی قافلہ اپنے سفر کے راستے طے کرتا ہوا زبالہ (۲) کے علاقے میں پہنچا تو وہاں امام حسین علیہ السلام کو اپنے رضائی بھائی عبد اللہ بن بقطر (۳) کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے

ایک نوشتہ نکال کر لوگوں کو آواز دی اور فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم، أما بعد، فقد أتانا خبر فضيع! قتل ابن عقيل وهاني بن عروة و عبد الله بن يقطر، وقد خذلتنا شيعتنا (۳) فمن أحب منكم الانصراف فلينصرف ليس عليه مناذم

بسم الله الرحمن الرحيم، اما بعد، مجھ تک ایک دل دھلانے والی خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر قتل کر دئے گئے ہیں اور ہماری محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے لہذا اب تم میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

یہ جملہ سنتے ہی لوگ امام علیہ السلام سے جدا ہونے لگے کوئی داہنی طرف جانے لگا کوئی بائیں طرف؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فقط وہی ساتھی رہ گئے جو مدینہ سے آئے تھے۔ آپ نے یہ کام فقط اس لئے کیا تھا کہ

.....

۱۔ یہ جگہ کوفہ سے مکہ جاتے وقت مختلف راستے پیدا ہونے سے قبل ہے۔ یہاں ایک قلعہ اور جامع مسجد ہے جو بنی اسد کی ہے۔ اس جگہ کا نام عمالقه کی ایک عورت کے نام پر ہے جیسا کہ معجم البلدان میں یہی ہے۔

(۲) ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبد اللہ بن سلیم سے میرے لئے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸)

۳۔ ان کے شرح احوال گزر چکے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی والدہ امام حسین علیہ السلام کی دیکھ

بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی ہیں۔

۴۔ اس جملہ میں امام علیہ السلام کی تصریح ہے کہ کوفہ کے شیعوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کوفہ اور جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں یہ پہلا اعلان ہے اگرچہ اس کی خبر آپ کو اس سے قبل منزل زرود میں مل چکی تھی؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کے علاوہ سب پر یہ خبر پوشیدہ تھی کیونکہ یہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔ آخر کار آپ نے یہاں زبالہ میں تمام حاضرین کے لئے اس خبر کا اعلان کر دیا۔

بادیہ نشین عرب اس گمان میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر میں آئیں گے جو ظالم حکمرانوں کی حکومت سے پاک ہوگا اور وہاں کے لوگ آپ کے فرمانبردار ہوں گے لہذا امام علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ ایسے لوگ آپ کے ہمسفر ہوں۔ امام چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ صرف وہ رہیں جنہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب ان لوگوں پر بات آشکار ہو جائیگی تو کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہیں رہے گا مگر وہ لوگ جو عدالت چاہتے ہوں اور موت ان کے ہمراہ چل رہی ہو۔ (۱) رات اسی منزل پر گزری، صبح کو آپ نے اپنے جوانوں کو چلنے کا حکم دیا تو انھوں نے سب کو پانی پلا کر اور خوب اچھی طرح پانی بھر کر اپنا سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ درّہ عقبہ سے آپ کا گزر ہوا۔

نویں منزل: دسراہ عقبہ (۲)

یہ نورانی قافلہ اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھتا ہوا درہ عقبہ تک پہنچا۔ وہاں اس قافلہ نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ (۳) بنی عکرمہ کے ایک شخص نے امام سے عرض کیا: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ یہیں سے پلٹ جائیے، خدا کی قسم! آپ یہاں سے قدم آگے نہیں بڑھائیں گے مگر یہ کہ نیزوں کی نوک اور تلواروں کی دھار پر آگے بڑھیں گے، جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور آپ کو آنے کی دعوت دی تھی اگر یہ لوگ میدان کارزار کی مصیبتیں برداشت کر کے آپ کے لئے راستہ آسان کر دیتے تب آپ وہاں جاتے تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوتا لیکن ایسی بحرانی حالت میں جس سے آپ خود آگاہ ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو فوجی سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔

.....

- ۱۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دی تو آپ کا مقصد کیا تھا؟ امام علیہ السلام کا یہ بیان تمام چیزوں پر کافی ہے
 - ۲۔ واقعہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں یہ ایک منزل ہے۔ یہ منزل ان کے لئے ہے جو مکہ جانا چاہتے ہیں۔
 - ۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے: ابوعلی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے مجھ سے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۸، ارشاد، ص ۲۲۲، طبع نجف)
- امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیا: یا عبد اللہ! انہ لیس یحییٰ علی، الرأی مارأیت، ولكن

اللہ لایغلب علیٰ أمرہ (۱) اے بندہ خدا! یہ بات مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے، تمہاری رائے وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لیکن تمہارا نظریہ خدا کے امر پر غالب نہیں آسکتا اور خدا اپنے امر پر مغلوب نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔ (۲)

دسویں منزل: شراف (۳)

آپ کا قافلہ کوفہ کی سمت روانہ تھا کہ راستے میں ایک منزل پر جا کر پھر ٹھہرا جس کا نام شراف ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں! ان لوگوں نے کافی مقدار میں پانی بھرا اور صبح سویرے سفر شروع کر دیا تاکہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت آ گیا ابھی قافلہ محو سفر ہی تھا کہ کسی نے کہا: اللہ اکبر! تو حسین نے بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے پوچھا: کس لئے تم نے یکا یک تکبیر کہی؟ اس شخص نے کہا: عراق کے نخلستان دیکھ کر ہم نے خوشی سے تکبیر کہی تو قبیلہ بنی اسد کے ان دونوں لوگوں (عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل) نے کہا: ہم نے اس مقام پر ابھی تک خرمہ اور کھجور کا ایک بھی درخت نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا: تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے گھوڑ سواروں کے سرو گردن دیکھے ہیں، اس پر اس مرد نے کہا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ آگے یہی ہوگا نہ کہ کھجوروں کے درخت۔

.....

۱۔ ارشاد کے ص ۲۲۳ پر ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

والله لا يدعوني حتى يستخرجوا هذه العلقه من جوفى فاذا فعلوا ذلك سلط الله عليهم من يذلهم حتى يكونوا اذل فرق الامم

خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ میرے سروتن میں جدائی کر دیں اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ یہ لوگ امت کے ذلیل ترین افراد ہو جائیں گے۔ اعلام الوری میں بھی یہی موجود ہے، ص ۲۳۲۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ بنی عکرمہ کی ایک فرد لوزان نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ایک چچا نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۹)

۳۔ اس جگہ اور واقعہ کے درمیان ۲ میل کا فاصلہ ہے اور یہ عراق سے پہلے ہے۔ قادسیہ سے پہلے سعد بن ابی وقاص یہیں ٹھہرے تھے۔ یہ جگہ ایسے شخص سے منسوب ہے جسے شراف کہا جاتا ہے۔ اس جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹتا تھا پھر یہاں بہت سارے بڑے بڑے میٹھے پانی کے کنویں کھودے گئے۔ مجسم البلدان میں یہی مرقوم ہے۔

گیارہویں منزل: ذوحسم (۱)

ان شرائط کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أمانا ملجأ نلجأ اليه نجعله في ظهورنا ونستقبل من وجه واحد؟

کیا کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جس میں پناہ گزریں ہو کر ہم اس فوج کو اپنے پیچھے کر دیں اور ان سے دفاع کے لئے فقط ایک ہی طرف سے آمنے سامنے ہوں؟ ہم لوگوں (بنی اسد کے

دونوں افراد) نے عرض کیا: کیوں نہیں! ذوحسم کا علاقہ آپ کے اس طرف موجود ہے، آپ اپنے بائیں جانب اس کی طرف مڑ جائیں، اگر ہم لوگ جلدی سے ادھر مڑ گئے تو وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ یسن کرامام حسین علیہ السلام نے بائیں جانب کا رخ کیا تو ہم لوگ بھی ان کی طرف مڑ گئے اور ہم نے ذوحسم پہنچنے میں جلدی کی لہذا ان لوگوں سے قبل ہم لوگ ذوحسم میں موجود تھے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم لوگوں نے اپنا راستہ بدل دیا ہے تو وہ لوگ بھی ہماری جانب آنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے وہیں پر پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ جوانوں نے خیمہ لگانا شروع کر دیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑ سواروں کے سردکھائی دینے لگے، ان کے پرچم گویا پرندوں کے پروں کی طرح تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج پہنچ گئی اور وہ ہزار گھوڑ سوار تھے جن کا سربراہ حر بن یزید تمیمی یربوعی تھا۔ دو پہر کی جھلسا دینے والی گرمی میں حرا اپنے رسالے کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ ادھر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب سروں پر عمامہ رکھے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھے ہوئے تھے۔

فوج کی تشنہ لبی دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا: استقوا القوم واروهم من الماء ورفقوا الخیل ترشیفًا اس فوج کو پانی پلاؤ اور انھیں سیراب کر دو نیز ان کے

.....

۱۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ نعمان یہیں آکر شکار کیا کرتا تھا جیسا کہ معجم البلدان میں آیا

ہے۔ اس کے اور عذیب الجانات کے درمیان کوفہ تک ۳۳ میل کا فاصلہ ہے جیسا کہ طبری میں بھی یہی ہے۔ سبط بن جوزی نے علماء سیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ (امام) حسین کو جناب مسلم علیہ السلام پر گزرنے والے واقعات کا کچھ بھی علم نہیں تھا یہاں تک جب قادسیہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر حر بن یزید ریاحی کے رسالہ سے سامنا ہوا تو اس نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے قتل کی خبر امام حسین علیہ السلام کو دی اور مطلع کیا کہ ابن زیاد کوفہ میں آچکا ہے اور ان کو آمادہ کر رہا ہے اور ان سے کہا کہ واپس پلٹ جائیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۴۵ طبع نجف)

گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔ حکم پاتے ہی حسینی جوان ہاتھوں میں مشکیں لئے اٹھے اور سب کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کو سیراب کرنے کے بعد بڑے بڑے پیالوں، طشتوں اور پتھروں کے بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر گھوڑوں کے سامنے رکھ دئے گئے۔ جب وہ جانور تین چار، یا پانچ بار پانی میں منہ ڈال کر پھر اس سے اپنا منہ نکال لیتے تھے (۱) تب یہ جوان پانی کے ان برتنوں کو دوسرے جانوروں کے پاس لے جاتے تھے؛ اس طرح سارے کے سارے گھوڑے سیراب ہو گئے۔ (۲) و (۳)

اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آ گیا (۴) تو حسین (علیہ السلام) نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حجاج نے اذان دی، جب اذان ختم ہو گئی اور اقامت کا وقت آیا تو (امام حسین) جسم پر ایک لباس اور دوش پر عبا ڈالے اور پیروں میں نعلین پہنے باہر نکلے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد اس طرح گویا ہوئے:

.....
۱۔ تشریف کا حقیقی معنی یہی ہے۔

۲۔ طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ ہشام سے ابوحنیف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابوحنیف کہتے ہیں کہ ابو جناب نے عدی بن حرمہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم اور مذری سے یہ خبر نقل کی ہے۔

۳۔ طبری کا بیان ہے کہ ہشام نے کہا: مجھ سے لقیط نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن طعان بن محاربی کہتا ہے: میں حر کے رسالے میں موجود تھا لیکن میں اپنے لشکر والوں میں سب سے آخر میں پہنچنے والوں میں تھا۔ جب حسین نے پیاس کی شدت سے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو فرمایا: اُنخ الراویہ لیکن چونکہ راویہ ہم پانی پلانے کے معنی میں سمجھتے تھے لہذا، ہم کچھ سمجھ نہ سکے تو آپ نے جملہ کو بدلتے ہوئے کہا: یا بن اُنخ اُنخ الجمل جان برادر اپنے اونٹ کو نیچے بیٹھاؤ تو میں نے اسے نیچے بیٹھا دیا؛ آپ نے فرمایا: اشرب پانی بیو! لیکن میں جب بھی پانی پینا چاہتا تھا پانی مشک سے گرجاتا تھا، حسین (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا اُحسث السقاء چھاگل کو اپنی طرف موڑو! علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں تو خود حسین (علیہ السلام) کھڑے ہوئے اور چھاگل کو موڑ کر میرے منہ سے لگایا، میں نے پانی پیا، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو پانی پلایا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۱؛ ارشاد، ص ۲۲۴؛ خوارزمی، ص ۲۳۰)

۴۔ یہاں پر ابو مخنف کے اخبار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لہذا چاروں چار ہمیں اس مطلب کو مکمل کرنے کے لئے ہشام کلبی کی خبر سے مدد لینی پڑی جو اس نے لقیط سے اور اس نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۱، ارشاد، ص ۲۲۴، خوارزمی، ص ۲۳۰۱)

ایہا الناس! انہا معذرة الى الله عزوجل واليكم، ان لمدء أتيكم حتى أتتكم تبكم وقد مت على رسلكم، أن أقدم علينا فانه ليس لنا امام، لعل الله يجمعنا بك على الهدى فان كنتم على ذلك فقد جئتمكم، فان تعطو نما أطمئن اليه من عهودكم ومواثيقكم أقدم مصركم وان لم تفعلوا أو كنتم لمقدمي كما رهين انصرفت عنكم الى المكان الذي أقبلت منه اليكم!

اے لوگو! خدائے عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا؛ بلکہ ایک کے بعد دوسرے خطوط مسلسل آتے رہے اور میرے پاس تمہارے نامہ بر آتے رہے کہ میں چلا آؤں کیونکہ ہمارے پاس کوئی رہبر موجود نہیں ہے، شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں ہدایت پر یکجا کر دے۔ اب اگر تم لوگ اپنے اس قول پر باقی ہو تو میں آگیا ہوں۔ اگر تم کوئی قابل اطمینان عہد و پیمانہ پیش کرو گے تو میں تمہارے شہر میں آؤں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو اور میرا آنا تمہیں ناپسند ہے تو میں اسی جگہ پلٹ جاتا ہوں جدھر سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

لیکن ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اس گفتار کا کوئی جواب نہ دیا اور موزن سے کہنے لگے: اقامت کہو تو موزن نے اقامت کہنا شروع کر دی، حسین (علیہ السلام) نے حر سے کہا:

اُترید ان تصل باصحابک کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ حرنے جواب دیا: نہیں! آپ نماز پڑھائیں اور ہم لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (امام حسین (علیہ السلام) نے اور ان لوگوں نے ساتھ ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام علیہ السلام اپنے خیمے میں چلے گئے۔ خیمے میں پہنچتے ہی آپ کے اصحاب پروانے کی طرح شمع کے ارد گرد آکر بیٹھ گئے۔ ادھر حر بھی اپنے خیموں کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے لگایا گیا تھا۔ جب وہ خیمہ میں آیا تو اس کی فوج کے بعض افراد اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اور دیگر فوجی انہیں صفوں میں پلٹ گئے جہاں وہ موجود تھے پھر اس نے ان بقیہ فوجیوں کو بھی وہیں لوٹا دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے جانور کی لگام سنبھالی اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اسی کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پھر جب عصر کا وقت آیا تو حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ کوچ کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ اس حکم کے بعد اپنے مؤذن کو نماز عصر کے لئے اذان دینے کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان دی اور اقامت کہی، امام حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے اور تمام لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا:

يا ايها الناس! فانكم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاهله يگن أرضي لله، ونحن أهل البيت أولى بولائه هذا الامر عليكم من هؤلاء المدعين ماليس لهم، والسائرين فيكم بالجور والعدوان! ان أنتم كرهتمونا وجهلتم حقنا، وكان رأيكم غير ما آتتن كتبكم وقدمت به علي، رسلكم انصرفت عنكم!

اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور حق کو صاحب حق کے لئے پہچانو تو خدا کو یہ چیز سب سے زیادہ راضی کرنے والی ہے۔ ہم اہل بیت اس نظام کی سربراہی اور ولایت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ سزاوار ہیں جو فقط اس حکومت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں ظلم و جور و ستم کو رو رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم تم لوگوں کو ناپسند ہیں اور تم لوگ ہمارے حق سے جاہل ہو اور تم لوگوں کا نظریہ ان لوگوں کے برخلاف ہے جو اپنے خطوط کے ذریعہ مجھے یہاں تک لائے ہیں اور میرے لئے قاصد بھیجے ہیں تو میں ابھی تم لوگوں کی طرف سے منصرف ہو کر پلٹ جاتا ہوں۔

حربین یزید نے کہا: خدا کی قسم! ان خطوط کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے جن کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا: یا عقبہ بن سمران! اخرج الخرجین (۱)

.....

۱۔ یہ بات عنقریب بیان ہوگی کہ امام علیہ السلام جب دشمنوں کی درمیان روز عاشورا خطبہ دے رہے تھے اور ان پر جحمت تمام کر رہے تھے کہ ان لوگوں نے خود امام علیہ السلام علیہ السلام کو خط لکھا ہے تو ان لوگوں نے کہا: آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں تو اس وقت حرب نے کہا تھا: کیوں نہیں! خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں، خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے، خدا کی قسم! میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا یہ کہہ کر حرب نے اپنے گھوڑے کو موڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں

داخل ہو گیا۔ (ص ۲۵۱)

اے عقبہ بن سمعان! ذرا خورجین نکالو! عقبہ بن سمعان نے خورجین نکالی تو وہ خطوط سے بھری تھی۔ امام علیہ السلام نے ان تمام خطوط کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔
 حرنے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خط لکھا تھا؛ ہم کو تو فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہم کسی طرح آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: الموت اُدنی الیک من ذالک! تمہاری موت اس فکر سے زیادہ نزدیک ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے کہا: قومو افارکبوا! اٹھو اور سوار ہو جاؤ تو وہ سب سوار ہو گئے اور خواتین کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سوار ہو کر جب یہ نورانی قافلہ چلنے لگا اور مدینہ کی طرف پلٹنے لگا تو حرکی فوج راستہ روک کر سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تو امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا: ثکلتک اُمک! ماترید؟ تیری ماں تیرے غم میں عزا دار ہو! تو کیا چاہتا ہے؟

حرنے جواب دیا: اما واللہ لو غیرک من العرب یقولہالی خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ عرب میں کسی اور نے یہ جملہ کہا ہوتا جو آپ نے مجھ سے کہا ہے اور اس حال میں ہوتا جس میں ابھی آپ ہیں تو میں بھی اسے نہ چھوڑتا اور اس کی ماں کو اس کے غم میں بیٹھا دیتا اور اس سے وہی کہتا جو مجھے کہنا چاہیے لیکن خدا کی قسم! میری قدرت نہیں ہے کہ میں آپ کی مادر گرامی کے سلسلہ میں کچھ ہوں مگر یہ کہ ان کا تذکرہ جس قدر اچھائی سے ہو سکتا ہے وہی کر سکتا

ہوں۔ (۱) امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حر سے پوچھا: فماترید؟ پس تم کیا چاہتے ہو؟
 حرنے کہا:

أرید والله، أن أنطلق بك الی عبیداللہ بن زیاد
 خدا کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں۔
 امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:
 اذن والله لا أتبعك
 ایسی صورت میں خدا کی قسم میں تمہاری ہمراہی نہیں کروں گا۔

.....

۱۔ اس واقعہ کو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبيين کے ص ۷۴، طبع نجف پر ابو مخنف سے
 نقل کیا ہے۔

حرنے جواب دیا:

اذن والله لا أدعك

ایسی صورت میں خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب بات زیادہ ہو گئی اور دونوں کے درمیان اسی طرح رد و بدل ہونے لگی تو حرنے امام حسین
 علیہ السلام سے کہا: مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا ہے، مجھ سے فقط یہ کہا گیا کہ آپ کا
 ساتھ نہ چھوڑوں اور آپ کو کوفہ تک لے آوں۔ اب اگر آپ انکار کر رہے ہیں تو ایک ایسا
 راستہ انتخاب کیجیے جس سے آپ نہ کوفہ جا سکیں اور نہ ہی مدینہ پلٹ سکیں۔ میرے خیال میں
 آپ کے اور ہمارے درمیان یہی منصفانہ رویہ ہوگا پھر میں عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھ کر حالات

سے آگاہ کروں گا اور آپ کی مرضی ہوگی تو یزید بن معاویہ کو خط لکھنے گا یا پھر عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھنے شاید خداوند عالم کوئی ایسا راستہ نکال دے جس کی وجہ سے مجھ کو آپ سے درگیر ہونے سے نجات مل جائے۔

آپ یہاں سے عذیب اور قادسیہ کے راستے سے نکل جائیے (اس وقت آپ لوگ ذوحسم میں موجود تھے) ذوحسم اور عذیب کے درمیان ۳۸ میل کا فاصلہ تھا۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب اس راستے پر روانہ ہو گئے اور حرب بھی اسی راستے پر چل پڑا۔ (۱)

بامرہویں منزل: البیضة (۲)

اب یونانی قافلہ نہ تو مدینہ کے راستے پر گامزن تھا۔ اور نہ ہی کوفہ کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا بلکہ ایک تیسری طرف رواں دواں تھا۔ چلتے چلتے ایک منزل آئی جسے بیضہ کہتے ہیں۔ یہاں پر حضرت نے اپنے اصحاب اور حرب کے لشکر کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا۔ حمد و ثنائے الہی کے بعد آپ نے فرمایا:

ایہا الناس! ان رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم قال : من رأى سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله، ناکثاً لعهد الله، مخالفاً لسنة رسول الله، یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغیر علیہ بفعل ولا قول، کان حقاً علی الله أن یدخله بدخله، خلواً هوالاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمن و اظهروا الفساد و عطلوا الحدود، واستأثروا بالفء، وأحلوا حرام الله و حرّموا حلال الله وأنا أحق من غیری قد أتتین کتبکم و قد مت علی رسلکم ببیعتکم

أنکم لا تسلبونی ولا تخذلون، فان تمیتکم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم، فأنا الحسين بن عل وابن فاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه (وآله) وسلم نفسیع أنفسکم وأهل مع أهلیکم، فلکم فی أسوة، وان لم تفعلوا ونقضتم عهدکم، وخلعتم بیعتی من أعناقکم فلعبر ما هی لکم بنکر، لقد فعلتوها بأب وأخ وابن عم مسلم! والبهرور من اغتربکم؛ فحظکم أخطاتم، ونصیبکم ضعتم. ومن نکث فأما ینکث علی نفسه (۱) وسیغن الله عنکم والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته (۲)

.....

- ۱- ہشام کے حوالے سے جو باتیں ہم بیان کر رہے ہیں وہ یہاں پر ختم ہو جاتی ہیں۔ (ارشاد، ص ۲۲۵، الخواص، ص ۲۳۲)
- ۲- بیگلہ واقعہ اور عذیب الحجانات کے درمیان ہے۔

اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے ستم گر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، الہی عہد و پیمان کو توڑنے والا ہو، اللہ کے رسول کی سنتوں کا مخالف ہو، گناہ و ستم کے ساتھ بندگان خدا سے پیش آتا ہو اور وہ ایسے پیکر ظلم و جور کے خلاف اپنے قول و فعل کے ذریعہ کوئی تغیر احوال کا اظہار نہ کرے تو خداوند عالم کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو جہنم میں اسی ظالم کے ہمراہ داخل کر دے؛ آگاہ ہو جاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی پیروی کر لی ہے اور رحمن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے، فساد کو آشکار، حدود الہی کو معطل، انفال اور

عوام الناس کے اموال کو غضب، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنا دیا ہے اور میں اس راہ و روش کو بدلنے کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں۔

تم لوگوں نے ہمیں خط لکھ کر بلایا ہے اور تمہارے نامہ بر تمہاری بیعتوں کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا: تم لوگ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑو گے اور کبھی بھی میری مدد و نصرت سے دست بردار نہیں

.....

۱۔ سورہ فتح ۸

۲۔ ابو مخنف نے عقبہ بن ابی عزار کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے۔

ہو گے۔ اگر تم لوگ اپنے عہد و پیمان پر وفاداری کا ثبوت دیتے ہو تو رشد و سعادت تمہیں نصیب ہوگی کیونکہ میں حسین علی کا لال اور فاطمہ، دختر پیغمبر اسلام کا فرزند ہوں جس کی جان حق کی راہ میں تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرا گھرانہ تمہارے گھرانے کے ہمراہ ہے کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور اگر تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور اپنی گردنوں سے ہماری بیعت کے قلابہ کو اتار دیا تو قسم ہے میری جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی عار کی بات نہیں ہے؛ کیونکہ تم میرے بابا امیر المؤمنین اور میرے بھائی حسن اور چچا زاد بھائی مسلم کے ساتھ کر چکے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص سخت فریب خوردہ ہے جو ان سب باتوں کے بعد تم لوگوں پر بھروسہ کرے؛ تم لوگوں نے اپنی زندگی کے حصہ کو کم اور اپنے حقوق کو ضائع کر دیا ہے۔ جو عہد کو توڑے گا وہ خود اپنے نقصان کے لئے عہد شکن ہوگا اور خدا

تم لوگوں کی مدد و نصرت سے بے نیاز ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 امام حسین علیہ السلام کے اس بصیرت افروز بیان کے بعد حر جو سفر میں آپ کے ہمراہ تھا آپ
 کے پاس آیا اور کہنے لگا:

یا حسین! انی اذکرتک اللہ فی نفسک فانی اشہد لئن قاتلت لثقتلن ولئن قوتلت
 لتہلکن فیما أری

اے حسین! آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپنے بارے میں فکر کریں! کیونکہ میں
 گواہ ہوں کہ میرے نظریہ کے مطابق اگر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی تو وہ لوگ آپ کو
 قتل کر ڈالیں گے اور اگر آپ قتل کر دئے گئے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے؛ یہ سن کر امام حسین
 نے فرمایا:

أفبالموت تخوفن! وهل يعدو بكم الخطب ان تقتلون! ما أدری ما أقول لك!
 ولكن أقول كما قال أخو الاوس لابن عمه ولقیه وهو یرید نصرۃ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فقال له: این تذهب؟ فانك مقتول! فقال:

سأمضی وما بالموت عار علی الفتنی

اذا ما نوى حقاً وجاهد مسلماً

وآسى الرجال الصالحين بنفسه

وفارق مشبوراً بیغش ویرغمأ (۱)

.....

۱۔ ابن اثیر نے الکامل میں اور شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۲۵ پر ان اشعار کے علاوہ ایک
 شعر کا اور اضافہ کیا ہے۔

فإن عشت لمدنهم وان مت لمدنهم

و كفى بك ذلاً ان تعيش وترغماً

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہیں ہوں گا اور اگر دنیا سے گزر گیا تو ملامت نہیں کیا جاؤں گا اور ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل ہو۔

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ کچھ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کے بلانے پر میرا آنا اور ظلم و ستم کے خلاف میرا نبرد آزما ہونا سبب بنے گا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا کہوں؛ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو قبیلہ اوس کے ایک جوان نے اپنے چچا زاد بھائی سے اس وقت کہا تھا جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کے لئے جا رہا تھا۔ اس کے چچا زاد بھائی نے اس سے ملاقات کرتے ہوئے کہا: تم کہاں جا رہے ہو؟ مجھے یقین ہے کہ تم قتل ہو جاؤ گے تو اس جوان مرد نے جواب دیا تھا:

میں تو پیغمبر خدا کی طرف جا رہا ہوں اور موت اس جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جس کی نیت حق اور جو ایک مسلمان کی حیثیت سے جہاد کے لئے جا رہا ہو، وہ نیک و صالح افراد کی مصیبت کا ہمراہی ہے اور اس سے جدا ہے جو ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔

جب حرنے یہ کلمات سنے تو کنارہ کش ہو گیا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سمت میں چلنے لگے اور حرا اپنے فوجیوں کے ساتھ دوسری طرف آگے بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے یہ لوگ اس منزل تک پہنچ گئے جسے عذیب اللہجانات کہتے ہیں۔

تیسرے ہویں منزل؛ عذیب الہجانات (۱)

یہ قافلہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ذوحسم کے بعد بیضہ سے ہوتے ہوئے عذیب الہجانات تک پہنچا۔ وہاں یہ قافلہ ان چار سواروں سے رو برو ہوا جو کوفہ سے آرہے تھے جن کے راہنما طرماح بن عدی تھے۔ جب یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اپنے گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

.....

۱۔ عذیب یہ بنی تمیم کی ایک گھاٹی ہے جو عراق کی سرحد ہے۔ یہ جگہ ایرانیوں کے اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس کے اور قادسیہ کے درمیان ۶ میل کا فاصلہ ہے۔ علاقہ حیرہ کے سربراہ نعمان کے گھوڑے اسی جگہ پر چرائے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے ہجانات ٹھین کی جمع ہے جس کے معنی غیر اصل کے ہیں یعنی جو لوگ نجیب الطرفین نہ ہوں۔

یا ناقتی لا تُدعری من زجری

و شمّری قبل طلوع الفجر

بخیر ربکان و خیر سفر

حتی تحلی بکریم النجر

المأجد الحزّ حیب الصدر

اتنی به الله لخیبر أمر

ثمّة أبقاه بقاء الدهر

اے میرے نائقے! میرے جلدی جلدی چلنے پر خوف زدہ نہ ہو بلکہ تو تیز تیز چل تا کہ سپیدہ سحری تک تو بہترین سوار اور بہترین مسافر تک پہنچ جا؛ یہاں تک کہ اس ذات تک رسائی ہو جائے جس کا خاندان کریم، بزرگ، آزاد اور فراخ دل ہے؛ جسے خداوند متعال بہترین کام کے لئے یہاں لایا ہے، اسی لئے خدا سے اس وقت تک باقی رکھے گا جب تک یہ دنیا اور زمانہ باقی ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أما والله إن لَأرجو أن يكون خيراً مما أَراد الله بنا قَتَلنا أو ظفرنا
خدا کی قسم خداوند عالم جو ہمارے لئے چاہتا ہے وہی ہمارے لئے خیر ہے؛ چاہے ہم قتل کر دیئے جائیں یا ظلم و ستم کے خلاف ظفر یا ب ہو جائیں۔

یہ چار افراد چونکہ کوفہ سے آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدد و نصرت کا ارادہ رکھتے تھے لہذا حرب بن یزید سامنے آیا اور امام علیہ السلام سے کہا: یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ہمراہ نہیں تھے لہذا یا تو میں انہیں قید کر لوں یا کوفہ لوٹا دوں۔
تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

أمتنعنہم مما أمنع منه نفس، انما هؤلاء أنصاروا عوانی وقد كنت أعطيتن ان لا
تعرض ل بشيء حتى ياتيك كتاب من ابن زياد
میں ان کی جانب سے اسی طرح دفاع اور ممانعت کروں گا جس طرح اپنا دفاع اور اپنے سلسلے میں ممانعت کر رہا ہوں؛ کیونکہ یہ میرے ناصر و مددگار ہیں اور تم نے عہد و پیمان کیا ہے کہ جب تک تمہارے پاس ابن زیاد کا خط نہیں آجاتا اس وقت تک تم مجھ سے درگیر نہ ہو گے۔

حرنے کہا: ٹھیک ہے لیکن یہ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

هم أصحابي وهم بمنزلة من جاء مع فان تمت علي ما كان بين وبينك والانا جز

تك

یہ میرے اصحاب ہیں اور انہیں لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ اگر تم نے اس عہد و پیمانہ کو برقرار رکھا جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے سامنے میدان کارزار میں اتر آئیں گے۔ یہ سن کر حران لوگوں سے دست بردار ہو گیا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

أخبروني خيبر الناس وراءكم

جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبر سناؤ۔

تو مجمع بن عبداللہ عاصمی (۱) جو انہیں چار میں سے ایک تھے اور کوفہ سے یہاں آئے تھے،

نے آپ سے عرض کیا:

أما اشرف الناس فقد أعظمت رشوتهم ومُلئت غرائرهم ، يستمال ودّهم

ويستخلص به نصيحتهم فهم ألب واحد عليك ! وأما سائر الناس بعد فإن

أفعدتهم تهو اليك وسيوفهم غدا مشهورة عليك اشرف

اور سربر آوردہ افراد کو رشوت کی خطیر رقم دیدی گئی ہے، ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اس

طرح سے ان کی خیر خواہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا گیا ہے اور ان کو اپنا محبوب بنا لیا گیا ہے۔

یہ گروہ وہ ہے جو آپ کے خلاف دشمن کے ہمراہ ہے اور بقیہ لوگ وہ ہیں جن کے دل تو آپ

کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف کھینچی ہوں گی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

أخبروني فهل لكم برسول اليكم؟

کیا میرا کوئی پیغام رساں تم تک پہنچا ہے؟ تو ان لوگوں نے پوچھا: کس پیغام رساں کی بات کر رہے ہیں؟ امام حسین نے فرمایا: قیس بن مسہر صیداوی ان لوگوں نے جواب دیا: ہاں! ان کو حسین بن تمیم نے گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو عبید اللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے باپ پر لعنت بھیجیں۔ انھوں نے آپ پر اور آپ کے باپ پر درود سلام بھیجا، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، لوگوں کو آپ کی مدد و نصرت کے لئے بلا یا اور انھیں خبر دی کہ آپ آرہے ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے لہذا آپ کو دارالامارہ کے چھت سے نیچے پھینک دیا گیا۔

.....

۱۔ شاید یہ چار لوگ، جابر بن حارث سلمانی، عمرو بن خالد صیداوی اور سعد کا غلام ہوں جنکے بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے جنگ کے پہلے ہی مرحلہ میں مقاتلہ کیا اور ایک ہی جگہ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶)

یہ جملہ سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائیں اور آپ کسی طرح اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے پھر آپ نے فرمایا:

مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ مَسَّ نَتَظَرُوْا مَا بَدَلُوْا تَبَدُّلًا (۱) اللّٰهُمَّ اجعل

لنا ولهم الجنة نزلاً واجمع بيننا وبينهم في مستقر رحمتك ورغائب
مذخور ثوابك

ان میں سے بعض وہ ہیں جو (قربانی دے کر) اپنا عہد وفا کر گئے اور ان میں سے بعض (حکم
خدا کے) انتظار میں بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنا موقف) ذرا بھی نہیں تبدیل کیا، خدایا!
بہشت کو ہمارے اور ان کے نزول کی جگہ قرار دے اور اپنی رحمتوں کی جاگہ میں ہمیں اور
انہیں یکجا کر دے اور اپنے بہترین ثواب کے ذخیرہ سے بہرہ مند فرما! (۲) اس دعا کے بعد
طرماح بن عدی امام حسین علیہ السلام کے قریب آئے اور عرض کی:

أني والله لا نظر فما أرى معك أحداً ولو لم يقاتلك الا هؤلاء الذين أراهم ملا
زميك لكان كفي بهم وقد رأيت قبل خروج من الكوفة اليك بيوم ظهر
الكوفة، وفيه من الناس ما لم ترعينا في صعيد واحد جمعاً أكثر منه، فسألت
عنهم، فقيل: اجتمعوا ليعرضوا ثم يسرحون الى الحسين، فأندك ان قدرت
على أن لا تقدم عليهم شبراً الا فعلت! فان أردت أن تنزل بلداً يمنعك الله به
حتى ترى من رأيك و يستبين لك ما أنت صانع، فسر حتى أنزلك مناع جبلنا
الذي يدعى أجا (۳) فأسير معك حتى أنزلك القرية (۴)

خدا کی قسم میں جو دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ یار و مددگار نہیں ہیں اور اگر
انہیں لوگوں کے علاوہ جنہیں میں ساتھ ساتھ دیکھ رہا ہوں کوئی اور نہ ہو تو یہی لوگ ان کے
لئے کافی ہیں۔ کوفہ

.....

- ۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی عیزار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۳، ارشاد، ص ۲۲۵، طبع نجف)
- ۳۔ یہ ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پر علاقہ طئی کا پہاڑ موسوم ہے۔ یہ طئی کے مغربی علاقہ میں سمیراء پہاڑ کے بائیں جانب ہے۔
- ۴۔ یہ قریہ کی اسم تصغیر ہے اور طئی کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

سے نکل کر آپ کی طرف آنے سے ایک دن قبل میں نے کوفہ کے پیچھے بہت سارے لوگوں کو دیکھا جس سے پہلے ایک ہی جگہ پر میں نے اتنا جم غفیر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ کسی نے کہا یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ فوجی ٹریننگ لے سکیں اور پھر حسین سے جنگ کے لئے کوچ کریں لہذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ قادر ہیں تو ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں۔ اگر چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جائیں جہاں خدا آپ کی جان کو ان ظالموں کے چنگل سے نجات دیدے اور پھر آپ دیکھیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے اور آپ کے لئے موقعیت پوری طرح واضح ہو جائے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپ کو اپنی طرف ایک پہاڑی علاقہ میں اتار دیں جہاں کوئی پر بھی نہیں مار سکتا، جسے آجائی کہتے ہیں۔ میں وہاں تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ کو وہاں کے ایک گاؤں میں جس کا نام قریہ ہے اتار دوں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: جزاک اللہ و فوک خیراً! انہ قد کان بیننا و بینہ ہؤلاء

القوم قول لسنانقذرمعہ علی الانصراف ولاندری علام تنصرف بنا و بہم الامورنی عاقبتہ! خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قول و قرار ہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ عاقبت کار ہمارے اور ان کے امور کو کہاں لے جائے گی۔

طرح کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ان کو الوداع کیا اور کہا: خدا آپ کو جنّ و انس کے شر سے دور رکھے (۱) اور حسین (علیہ السلام) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جمیل بن مرید نے طرح کے حوالے سے مجھ کو یہ خبر دی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۶) اور پوری خبر یہ ہے کہ طرح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں نے کوفہ سے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آذوقہ فراہم کیا ہے جن کا نفقہ مجھ پر واجب ہے لہذا میں وہاں پہنچ کر اسے رکھ کر انشاء اللہ فوراً آپ کی طرف پلٹ رہا ہوں۔ اگر میں آپ سے ملحق ہو گیا تو خدا کی قسم میں ضرور آپ کی مدد کرنے والا ہوں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی کرو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے! طرح کہتے ہیں: جب میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا تو آذوقہ ان کے پاس رکھا، جو چیز ان کے لئے ضروری اور ان کی بہتری میں تھی اسے وہاں فراہم کیا اور ان سے وصیت کی پھر اپنے ارادہ کو ان کے سامنے پیش کر کے فوراً لوٹ گیا یہاں تک کہ جب میں عزیز الجانات تک

پہنچا تو سماعہ بن بدر نے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنائی تو میں واپس پلٹ گیا۔ (طبری، ج ۵، ۶، ۷، ۸)

چودہویں منزل: قصر بنی مقاتل (۱)

عذیب الجانات سے چل کر حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر بنی مقاتل تک پہنچے۔ وہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے، (۲) امام علیہ السلام نے فرمایا:

لمن هذا الفسطاط

یہ خیمہ کس کا ہے؟ تو کسی نے کہا: عبید اللہ بن جعفری (۳) کا خیمہ ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ادعوہ لی اسے میرے پاس بلاؤ، پھر ایک پیغام رساں کو اس کے پاس روانہ کیا، جب وہ پیغام رساں وہاں پہنچا تو اس نے کہا: یہ حسین بن علی ہیں جو تم کو بلا رہے ہیں، عبید اللہ بن جعفری نے کہا: انا لله وانا اليه راجعون خدا کی قسم میں کوفہ سے نکلا تو مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کسی جگہ حسین سے ملاقات ہو، واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں ان کو دیکھوں۔ پیغام رساں واپس پلٹا اور اس نے آکر امام کو اس کے بارے میں خبر دی۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود اٹھے، نعلین منگوائی، اسے پہن کر کھڑے ہوئے اور بنفس نفیس اس کے پاس گئے، خیمہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا پھر اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو ابن حرنے اپنی باتوں کو پھر دہرایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

فان لا تنصرونا فأتق الله أن تكون من يقاتلنا فوالله لا يسمع واعيتنا أحدثه لا ينصرونا الا هلك

اگر تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو خدا سے خوف کھاؤ کہ کہیں مجھ سے جنگ کرنے والوں میں

نہ ہو جاؤ؛ کیونکہ خدا کی قسم کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میری فریاد سن کر میری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ (۴)

.....

۱۔ معجم میں ہے کہ یہ جگہ چند دیہاتوں اور قطقطانہ اور عین التمر کے درمیان واقع ہے۔

۲۔ ابو مخنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۷، ۴)

۳۔ اس شخص کے حالات کتاب کے آخری حصہ میں بیان کئے جائیں گے۔

۴۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے مجالد بن سعید نے عامر شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۷، ارشاد ص ۲۲۶)

عقبہ بن سمرعان کا بیان ہے کہ رات کے آخری حصہ میں امام حسین (علیہ السلام) نے پانی بھر نے کا حکم دیا اور جب چھاگلیں بھری جا چکیں تو آپ نے ہم لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے وہی کیا۔ جب ہم لوگ قصر بنی مقاتل سے کوچ کر رہے تھے اور ہمارا سفر جاری تھا تو کچھ دیر کے لئے حسین کی آنکھ لگ گئی، جب آنکھ کھلی تو آپ یہ فرما رہے تھے: انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین اس جملہ کی آپ نے دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی، یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ نے بھی اپنے بابا کے جملہ کی تکرار انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین کرتے ہوئے فرمایا: یا ابت جعلت فداک مم حمدت واسترجعت بابا جان! آپ پر میری جان قربان ہو، کیا

سبب ہوا کہ آپ نے یکبارگی حمد الہی کی اور زبان پر کلمہ استرجاع جاری کیا؟
 امام علیہ السلام نے جواب دیا: یا بن ان خفقت برأس خفقتہ فعن ل فارس علی فرس فقال:
 القوم یسرون والمنایا تسر الیہم، فعلمت أنها أنفسنا نعت الینا! اے میرے لال! تھوڑی
 دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ ایک گھوڑا سوار
 میرے سامنے نمودار ہوا اور اس نے کہا یہ قوم آگے بڑھ رہی ہے اور موت ان کے پیچھے پیچھے
 چل رہی ہے، اس سے مجھ کو معلوم ہو گیا یہ مجھے میری شہادت کی خبر دے رہا ہے۔

علی بن حسین علیہ السلام: یا اَبْتَ لَأُرَاکَ اللّٰهُ سَوِیًّا۔ السناء علی الحق؟ اے بابا! میں نہیں سمجھتا
 کہ اللہ آپ کے لئے برا کرے گا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟
 امام حسین علیہ السلام:

بلی والذی الیہ مرجع العباد!

کیوں نہیں (ہم ہی حق پر ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔
 علی بن الحسین:

یا اَبْتَ اِذَا لَا نَبَالَی، مَوْتَ مُحَقِّقِیْنَ

بابا جان ایسی صورت میں ہمیں کوئی پروا نہیں ہے کیوں کہ ہماری موت حق پر ہے۔
 امام حسین: جزاک اللہ من ولد خیر ماجزی ولد اء عن والده، خداوند متعال تمہیں وہ بہترین جزا
 دے جو باپ کی دعا سے بیٹے کو نصیب ہوتی ہے۔

اسی گفتگو کے درمیان کچھ دیر کے بعد سپیدہ سحری نمودار ہوئی۔ آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور
 دوبارہ جلدی سے سب اپنی اپنی سوار یوں پر بیٹھ گئے اور آپ اپنے اصحاب کو اس سرزمین

کے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا تا کہ انہیں لشکرِ حر سے جدا اور متفرق کر سکیں لیکن حر بن یزید کی جستجو یہ تھی کہ آپ کو کسی طرح کوفہ سے نزدیک کر دے لہذا وہ آپ لوگوں کو پراکندہ ہونے سے روک کر واپس پلٹانے لگا اور کوفہ کی طرف شدت سے نزدیک کرنے لگا، اصحابِ حسین نے اس سے ممانعت کی اور ان لوگوں کو دور ہٹاتے رہے اور آپ اسی طرح اپنے چاہنے والوں کو بائیں طرف کرتے رہے اور اسی کشمکش میں نینوا آ گیا۔

قربان گاہِ عشق: نینوا (۱)

چودہ منزلیں ختم ہو چکی تھیں حسین بن علی (علیہا السلام) نینوا میں اتر چکے تھے کہ یکا یک ایک سوار اصریل و نجیب گھوڑے پر سوار، اسلحوں سے لیس اور دوش پر کمان ڈالے کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا سب کے سب کھڑے اس کا انتظار کرنے لگے؛ جب وہ نزدیک آیا تو اس نے حر اور اس کے لشکر والوں کو سلام کیا لیکن حسین اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد کا خط کو پیش کر دیا اس خط میں یہ عبارت موجود تھی۔

اما بعد فجمع (۲) بالحسین حین يبلغك كتاب ويقدم عليك رسول، فلا تنزله الا بالبراء في غير حصن وعلى غير ماء وقد امرت رسول أن يلزمك ولا يفارقك حتى يأتين بأفذاك امر، والسلام

.....

۱۔ یہ کربلا کا ایک علاقہ ہے جو اواخر قرن دوم تک آباد رہا۔

۲۔ ابن منظور نے لسان العرب میں اصمعی سے نقل کیا ہے: جمع ای احبسہ جمع کے معنی

یہ ہیں کہ قید کر لو اور ابن فارس نے مقابیس اللغۃ، ج ۱، ص ۴۱۶ پر لکھا ہے: ای الجحدالی مکان نخشن یعنی انھیں ایک بے آب و گیاہ علاقہ میں ٹھہراؤ۔

اما بعد، جیسے ہی نامہ بر تمہارے پاس یہ خط لے کر میرا پینچے حسین کو ایک بے آب و گیاہ صحرا میں روک لو اور میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو اور تمہاری مراقبت میں رہے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر مجھے خبر دے کہ تم نے میرے حکم کو نافذ کیا ہے۔ والسلام جب حرنے خط پڑھا تو یہ خط لے کر وہ اس نورانی قافلہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ امیر عبید اللہ بن زیاد کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو وہیں پر قید رکھوں جہاں پر اس کا خط مجھے ملا ہے اور یہ اس کا قاصد اور فرستادہ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میں اس کے منشاء اور حکم کو نافذ کر دوں۔

یہ سن کر یزید بن زیاد مہاصر کنڈی بہدلی (۱) معروف بہ شعثاء نے عبید اللہ بن زیاد کے پیغام رساں کو غور سے دیکھا اور اس کے سامنے خود کو نمایاں کر کے کہا: کیا تو مالک بن نسیر بدی (۲) ہے! (جس کا تعلق قبیلہ کندہ سے ہے)؟ اس شخص نے جواب دیا: ہاں! اس پر یزید بن زیاد معروف بہ شعثاء نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! یہ تو کیا لے کر آیا ہے؟

.....

۱۔ آپ کا شمار امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے تیر اندازوں میں ہوتا ہے اور آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ نے سو تیر چلائے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کہنے لگے: ان تیروں میں سے ابھی فقط پانچ ہی تیر ہدف پر لگے ہیں اور میرے لئے واضح

یہی ہے کہ میں نے پانچ لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ابو مخنف ہی نے فضیل بن خدیج کنڈی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد عمر بن سعد کے ہمراہ نکلا تھا لیکن جب حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح کی پیش کش ان لوگوں نے ٹھکرا دی تو یہ امام علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور دشمنوں سے خوب خوب داد شجاعت لی یہاں تک کہ شہید ہو گئے لیکن یہ خبر اور پورا خیبر سے موافقت نہیں رکھتی۔

۲۔ مالک بن نسیر قبیلہ بنی بداء سے متعلق تھا۔ یہ کربلا میں موجود تھا۔ اس نے امام علیہ السلام کے سر پر تلوار سے ضربت لگائی جس سے آپ کی برنس کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی جس نے آپ کو خون میں غلطاں کر دیا۔ اس حالت میں امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: لا اکلت بھا ولا شربت بھا وحشرک اللہ مع الظالمین تو اس کی وجہ سے نہ کھاپائے اور نہ پی پائے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔

شہادت کے بعد مالک بن نسیر آپ کی برنس لے کر چلا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸) یہ واقعہ ابی مخنف سے مروی ہے۔ برنس عربی کا ایک غیر مانوس کلمہ ہے۔ یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جو روئی سے بنتی ہے اسے نصاریٰ کے عبادت گزار افراد پہننا کرتے تھے۔ صدر اسلام میں مسلمان عبادت گزار افراد بھی اسے پہننا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے نیز ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عباس نے مختار کو ان لوگوں کا پتہ بتایا جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ انہیں میں سے ایک مالک بن نسیر بدی بھی تھا۔ مختار نے فوراً ان قاتلوں کی سمت مالک

بن عمرو نہدی کو بھیجا۔ جب مالک بن عمرو وہاں آئے اور وہ سب کے سب قادیسیہ میں موجود تھے مالک بن عمرو نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور ان کو لے کر مختار کے پاس آئے۔ جب یہ قاتلین وہاں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مختار نے اس بدی سے پوچھا: تو ہی وہ ہے جو امام کی برنس لے گیا تھا؟ تو عبد اللہ بن کامل نے کہا: ہاں یہ وہی ہے۔ یہ سن کر مختار نے کہا: اس کے دونوں ہاتھ پیر کاٹ دو اور چھوڑ دو تا کہ یہ تڑپے اور مضطرب ہو یہاں تک کہ مر جائے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا تو اس کا خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ یہ ۶۶ھ کا زمانہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۷)

مالک بن نسیر نے کہا: میں کچھ بھی لے کر نہیں آیا، میں نے تو فقط اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت پر وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے۔

شعثاء نے اس کا جواب دیا: تو نے اپنے رب کی معصیت اور اپنے نفس کی ہلاکت میں اپنے رہبر کی اطاعت کی ہے اور یہ فعل انجام دے کر تو نے ذلت و رسوائی اور جہنم کی آگ کو حاصل کیا ہے کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا هُمْ أُمَّةً سَاءً دُخُونَ إِلَى النَّارِ وَهُمْ يَفْتِنُونَ أُمَّةً لَا تَنْصُرُونَ (۱)

ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ایسے بے کس ہوں گے کہ) ان کو (کسی طرح) کی مدد نہ دی جائے گی۔ اور وہ تیرا پیشوا ہے۔

اس کے بعد حر بن یزید ریحاحی حسینی قافلہ کو ایسی ہی جگہ پر اتارنے کی کوشش کرنے لگا جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی قریہ و دیہات (۲) لہذا ان لوگوں نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم اس قریہ میں چلے

۱۔ سورہ قصص آیت ۴۱

۲۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کسی ایک دیہات اور قریہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا جس کے تحت چند قریہ اور دیہات آتے تھے جیسا کہ کتاب الدلائل والمسائل (سیدہبہ) الدین شہرستانی) میں موجود ہے۔ سبط بن جوزی نے کہا: پھر (امام) حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ما یقول ہذہ الارض اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو لوگوں نے کہا: اسے کربلا کہتے ہیں اور اسے نبیوی بھی کہا جاتا ہے جو اسی کا ایک قریہ ہے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا: کرب و بلا یہ کرب و بلا ہے پھر فرمایا: اخبرتن ام سلمۃ قالت مجھ کو ام سلمیٰ نے خبر دی ہے وہ کہتی ہیں کہ

کان جبرئیل عند رسول اللہ وانت مع جبرئیل رسول اللہ کے پاس تھے اور تم میرے ہمراہ تھے فبکیت فقال رسول اللہ: دع ابن فترکتک فاخذک ومنعک فی حجرہ تو تم رونے لگے رسول خدا نے فرمایا: میرے فرزند کو چھوڑ دو۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو نبی اللہ نے تم کو پکڑا اور اپنی گودی میں بیٹھا لیا۔

فقال جبرئیل: أتحبہ؟ قال: نعم! قال: فان أمتک ستقتلہ جبرئیل نے پوچھا: کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے نبی نے جواب دیا: ہاں! جبرئیل نے کہا: آپ کی امت اس بچے کو شہید کر دے گی۔

وان شئت أن أریک تریبۃ أرضہ الت یقتل فیہا؟ قال: نعم اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ قتل کئے جائیں گے تو خدا

کے نبی نے فرمایا: ہاں! ام سلمہؓ کہتی ہیں:

فبسط جبرئیل جناحہ علی أرض کربلاء فأراہ ایاہ ثم شہما وقال: لہذا واللہ ہی الارض التی أخبر بہا جبرئیل رسول اللہ وانش اقتل فیہا جبرئیل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلانے اور وہ زمین نبی خدا کو دکھا دی؛ پھر امام حسین علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا: خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس کی خبر جبرئیل نے رسول اللہ کو دی تھی اور میں یہیں قتل کیا جاؤں گا۔ سبط بن جوزی کہتے ہیں: ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالے سے اسی معنی کو ذکر کیا ہے پھر سبط بن جوزی نے کہا: ابن سعد نے شعبی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب صفین کے راستے میں علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا اور آپ نینوا (فرات کے نزدیک قریہ ہے) کے قریب پہنچے تو وہاں رکے اور اپنے پانی لانے والے اور طہارت کے امور انجام دینے والے فرد کو آواز دی اور فرمایا: اے ابو عبد اللہ مجھے خبر دو کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: اسے کربلا کہتے ہیں، یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اتاروئے کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا:

دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وھو یبک فقلت لہ: ما یبکیک؟ میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں؛ میں نے فوراً آنحضرت سے سوال کیا: آپ کو کس چیز نے رلا دیا؟ آنحضرت نے جواب دیا: کان عندی جبرئیل أنفأ و أخبرنی؛ ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشط الفرات بموضع یقال لہ کربلاء

ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس موجود تھے، انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے اس جگہ پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔

ثم قبض جبرئیل قبضة من تراب فشمینی ایأها فلم أملك عینی ان فاضتا پھر جبرئیل نے وہاں کی ایک مٹھی خاک اٹھائی جس کو میں نے سونگھا اس کا اثر یہ ہوا کہ میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پاسکا اور سیل اشک جاری ہو گئے، پھر کہتے ہیں: حسن بن کثیر اور عبد خیر نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: جب علی علیہ السلام کربلا پہنچے تو وہاں رکے اور گریہ کیا اور فرمایا:

بأبی اغلیمة یقتلون ہاھنا، ہذا مناخ رکابہم، ہذا موضع رحالہم، ہذا مصرع الرجال ثم ازداد بکاء ۵

میرے باپ ان جوانوں پر قربان ہو جائیں جو یہاں قتل کئے جائیں گے۔ یہیں پر ان کی قیام گاہ ہوگی اور وہ اپنی رکابوں سے نیچے آئیں گے، یہی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، یہی ان کے مردوں کی قتل گاہ ہے، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور آپ شدت سے رونے لگے۔ (تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۰، طبع نجف) نصر بن مزاحم نے اس خبر کو چار طریقوں سے بیان کیا ہے۔ (صفین، ص ۲۴، ۱۴۲، طبع ہارون)

جائیں جسے نینوا کہتے ہیں یا اس دیہات میں چلے جائیں جسے غاضرہ (۱) کہتے ہیں یا ایک دوسرے قریہ میں جانے دو جسے شفیہ کہتے ہیں (۲) لیکن حرنے تمام درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں، یہ شخص میرے پاس جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔

.....

۱۔ غاضریہ، غاضر کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے۔ یہ زمین ابھی عون کی قبر کے آس پاس ہے جو کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں جو قلعہ بنی اسد کے نام سے معروف ہے۔

۲۔ یہ بھی کربلا کے نزدیک بنی اسد کے کنویں کا مقام ہے۔

اس بے ادبی پر زہیر بن قین، امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

يا بن رسول الله، ان قتال هولاء أهون من قتال من يأتينا من بعدهم، فلعمري لياتينا من بعد من تری ما لا قبل لنا به

اے فرزند رسول خدا! ان لوگوں سے ابھی جنگ آسان ہوگی بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی اس کے بعد ہماری طرف اتنے لوگ آئیں گے جن کا اس سے پہلے ہم سے کوئی سابقہ نہ ہوا ہوگا۔ زہیر کے یہ جملے سن کر امام علیہ السلام نے ان سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو ان کے سابقہ بزرگوں کی سیرت کا بیان کر ہے۔ آپ نے فرمایا:

ما كنت لأبدأهم بالقتال

میں ان سے جنگ کی ابتداء کرنا نہیں چاہتا اس پر زہیر بن قین نے کہا: تو پھر اس کی اجازت فرمائیے کہ ہم اس قریہ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں کیونکہ یہ قریہ سرسبز و شاداب ہے اور دریائے فرات کے کنارے ہے۔ اگر ان لوگوں نے ہمیں روکا تو ہم ان سے نبرد آزمائی کریں گے کیونکہ ان سے نبرد آزما ہونا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے

بعد آئیں گے۔ اس پر امام علیہ السلام نے پوچھا: وَاے قرے ؤھی؟ یہ کون سا قریہ ہے؟ زہیر نے کہا: ھی العقر اس کا نام عقر ہے (۱) تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

اللّٰهُمَّ اِنِ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَقْرِ

خدا یا! میں عقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، پھر آپ نے وہیں اپنے قافلہ کو اتارا۔ یہ جمعرات دوسری محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے جب دوسرا دن نمودار ہوا تو سعد بن ابی وقاص (۲) کا بیٹا عمر کوفہ سے چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا۔

.....

۱۔ بابل کے دیہات میں ایک جگہ ہے جہاں بنوخذنصر (یہ وہی بخت النصر معروف ہے جس کا صحیح تلفظ بنوخذنصر ہے) رہا کرتے تھے اس علاقہ کو شروع میں کور بابل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے تصحیف ہو کر کربلا کہا جانے لگا۔
۲۔ مذکورہ شخص کے احوال گذر چکے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی مروانگی

* ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

* ابن زیاد کا جواب

* پسر سعد اور امام علیہ السلام کی ملاقات

* ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

* ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا خط

* خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود

* جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ

* امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی مروانگی

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کی مروانگی کا سبب یہ تھا کہ عبید اللہ بن زیاد نے اسے اہل کوفہ کی چار ہزار فوج کے ہمراہ ہمدان اور ری کے درمیان ایک علاقہ کی طرف روانہ کیا تھا جسے دشتنبہ (۱) کہتے ہیں جہاں دیلمیوں نے حکومت کے خلاف خروج کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ابن زیاد نے خط لکھ کر ری کی حکومت اس کے سپرد کی اور اسے مروانگی کا حکم دیا۔

عمر بن سعد اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ حمام اعین (۲) کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالا لیکن جب امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ سامنے آیا کہ وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلا یا اور کہا: تم حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب ہمارے اور اس کے درمیان کی مشکل حل ہو جائے تب تم اپنے کام کی طرف جانا۔ اس پر عمر بن سعد نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمائیں اور یہ کام خود انجام دیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: ہاں یہ ممکن ہے لیکن اس شرط پر کہ تم وہ عہد نامہ واپس کر دو جو میں نے تم

کو ری کے سلسلے میں دیا ہے۔ جیسے ہی ابن زیاد نے یہ کہا ویسے ہی عمر بن سعد بولا: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں خوب فکر کر سکوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیر خواہوں کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ تمام مشورہ دینے والوں نے اسے اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا۔

.....

۱۔ عربی میں اس کو دستہئی کہتے ہیں جو فارسی میں دشتبہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خوبصورت، سرسبز و شاداب اور بہت بڑا علاقہ ہے جو ہمدان اور ری کے درمیان ہے۔ بعد میں یہ قزوین سے منسوب ہو گیا جیسا کہ مجمع البلدان، ج ۴، ص ۵۸ میں ذکر ہوا ہے۔

۲۔ یہ کوفہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے جہاں عمر بن سعد کا ایک حمام تھا جو اس کے غلام اعین کے ہاتھ میں تھا۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام حمام اعین ہو گیا۔ (التمقام، ص ۴۸۶)

اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ (۱) اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ماموں! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حسین کی طرف نہ جائیں ورنہ آپ اپنے رب کے گناہ گار اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ دنیا سے اس حال میں کوچ کریں کہ آپ تمام دنیا کے مالک و مختار ہوں اور وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ حسین کے خون کا دھبہ آپ کے دامن پر ہو! اس پر ابن سعد نے کہا: انشاء اللہ میں ایسا ہی

کروں گا۔ (۲)

یہاں سے طبری کی روایت میں ابوحنیف کی خبروں کے سلسلہ میں انقطاع پایا جاتا ہے اور ابن سعد کے کربلا میں وارد ہونے کی داستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس خلاء کو طبری نے عوانہ بن حکم کی خبر سے پُر کیا ہے۔ چاروں چار ربط برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اسی سلسلے سے متصل ہونا پڑ رہا ہے۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عوانہ بن حکم نے عمار ابن عبداللہ بن یسار جہنی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے کہا: میں عمر بن سعد کے پاس حاضر ہوا تو اس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف روانگی کا حکم مل چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے فوراً کہا: امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسین کی طرف روانہ ہو جاؤں لیکن میں نے اس مہم سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا: اللہ تمہارا مددگار ہے، اس نے تم کو صحیح راستہ دکھا یا ہے۔ تم یہیں رہو اور یہ کام انجام نہ دو اور نہ ہی حسین کی طرف جاؤ! یسار جہنی کہتا ہے: یہ کہہ کر میں پسر سعد کے پاس سے نکل آیا تو کہنے والے نے آکر مجھے خبر

.....

۱- ۷۷ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے ہمدان کا عامل بنایا (طبری، ج ۵، ص ۲۸۴) اور اس کا بھائی مطرف بن مغیرہ مدائن میں تھا۔ اس نے حجاج کے خلاف خروج کیا تو اس کے بھائی حمزہ نے خاموشی کے ساتھ مال اور اسلحے سے اس کی مدد کی (طبری، ج ۵، ص ۲۹۲) لہذا حجاج نے قیس بن سعد عجمی کو (جو ان دنوں حمزہ بن مغیرہ کی پولس کا سربراہ تھا۔ حمزہ کے عہدہ

پر معین کر کے ہمدان روانہ کیا اور حکم دیا کہ حمزہ بن مغیرہ کو زنجیروں سے جکڑ کر قید کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے زنجیر میں جکڑ کر قید کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۹۴)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷) اسی سند کے ساتھ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبيين میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (ص ۷۴) لیکن عقبہ کی جگہ پر عقبہ بن سمعان ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید نے بھی اس خبر کو الارشاد، ص ۲۲۶ پر ذکر کیا ہے۔

دی کہ عمر بن سعد لوگوں کو حسین کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلا رہا ہے؛ یہ سن کر میں حیرت زدہ ہو گیا! فوراً اس کے پاس آیا، وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا اور مجھے دیکھ کر اپنا چہرہ فوراً موڑ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور میں فوراً اس کے پاس سے نکل آیا۔ راوی کا بیان ہے: وہاں سے عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے! آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کا عہد نامہ بھی میرے لئے لکھ دیا ہے۔ لوگوں نے اس بات کو سن بھی لیا ہے (کہ میں ری جا رہا ہوں) تو اب اگر آپ بہتر سمجھیں تو ہمارے لئے اسی حکم کو نافذ رکھیں اور حسین کی طرف اس لشکر میں سے کوفہ کے کسی سربراہ و درہ شخص کو بھیج دیں کیونکہ میں فنون جنگ کے لحاظ سے ان سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار نہیں ہوں۔ اس کے بعد پسر سعد نے چند لوگوں کے نام ابن زیاد کی خدمت میں پیش کئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا: تم مجھے اشرف کوفہ کے سلسلے میں سبق مت سکھاؤ اور حسین کی طرف کس کو روانہ کیا جائے اس سلسلہ میں میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں چاہا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو

تو ہمارے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ورنہ ہمارے عہد نامہ کو ہمیں لوٹا دو! جب پسر سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد ہٹ دھرمی پر اچکا ہے تو اس نے کہا: ٹھیک ہے میں روانہ ہو رہا ہوں۔ یسار جھنی کا بیان ہے: وہاں سے نکل کر پسر سعد چار ہزار (۱) فوج کے ساتھ حسین کی طرف روانہ ہوا اور حسین کے نینو وارد ہونے کے دوسرے دن کربلا میں وارد ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے

۱۔ یہی روایت الارشاد کے ص ۲۲۷ پر بھی موجود ہے نیز مقتل محمد بن ابی طالب سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: پسر سعد ۹ ہزار کے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی ۲ ہزار کی فوج کے ہمراہ، حصین بن تمیم سکونی ۴ ہزار کی فوج، فلان مازنی ۳ ہزار کی فوج اور نصر بن فلان ۲ ہزار کے لشکر کے ہمراہ حسین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح سوار اور پیدل ملا کر ۲۰ ہزار کا لشکر کربلا میں پہنچ گیا۔ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں ذکر کیا ہے کہ وہ ۲۲ ہزار افراد تھے اور شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام جعفر صادق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۰ ہزار افراد تھے۔ (الامالی، ص ۱۰۱، طبع بیروت) سبط بن جوزی نے محمد بن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: اس پسر سعد کے سلسلے میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کرامت آشکار ہو گئی کیونکہ آپ کی عمر بن سعد سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جوان تھا اور آپ نے اس سے فرمایا: وضحک یا بن سعد کیف بک اذا اقامت یوماً مقاماً تخیر فیہ بین الجنة والنار فختار النار (تذکرہ، ص ۲۴۷، طنجف) اے پسر سعد تیرا حال اس وقت کیا ہوگا جب ایک دن تو ایسی جگہ کھڑا ہوگا جہاں تجھے جنت و جہنم کے درمیان مختار بنایا جائے گا اور تو جہنم کو چن

لے گا۔

کہ وہاں پہنچ کر عمر بن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی (۱) کو حسین (علیہ السلام) کی طرف روانہ کیا اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کون سی چیز ان کو یہاں لائی ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ یہ عزرہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لہذا اسے شرم آئی کہ وہ یہ پیغام لے کر وہاں جائے؛ جب اس نے انکار کر دیا تو پسر سعد نے ان تمام سربر آوردہ افراد کے سامنے یہ پیش کش رکھی جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لیکن ان تمام لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور اس بات کو پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک شخص کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا (جو بڑا بے باک رزم آور تھا اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا) اور کہنے لگا: میں ان کے پاس جاؤں گا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو انہیں دھوکہ سے قتل بھی کر سکتا ہوں۔ (۲) عمر بن سعد نے کہا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ان کو قتل کرو، بس تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں؟

راوی کا بیان ہے: وہ اٹھا اور حسین کی طرف آیا۔ جیسے ہی ابو ثمامہ صائدی (۳) نے اسے دیکھا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابو عبداللہ خدا آپ کو سلامت رکھے! آپ کی طرف وہ شخص آ رہا ہے جو روئے زمین پر شریر ترین اور بدترین شخص ہے، جو خون بہانے اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا بے باک ہے؛ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا: اپنی تلوار خود سے الگ کرو! اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم یہ میری کرامت کے خلاف ہے۔ میں تو ایک پیغام رساں ہوں، اگر تم لوگوں نے چاہا تو میں اس پیغام کو تم تک پہنچا دوں گا جو

تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اور اگر انکار کیا تو واپس چلا جاؤں گا۔

.....

۱۔ شیخ مفید نے الارشاد میں عروہ بن قیس لکھا ہے۔ اس شخص کے شرح احوال اس سے پہلے گذر چکے جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ یہ کوفہ کا ایک منافق ہے جو اموی مسلک تھا۔

۲۔ یہ شخص امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت بھی اسی سے منقول ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۶) یہ وہی شخص ہے جو مہاجر بن اوس کے ہمراہ آپ کے قتل میں شریک تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱) اور یہ وہی شخص ہے جس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا پیچھا کیا تا کہ اسے قتل کر دے لیکن جب اسے پہچان لیا کہ یہ ہمدان سے متعلق ہے تو کہا: یہ ہمارا چچا زاد بھائی ہے، یہ کہہ کر اس سے دست بردار ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵)

۳۔ ان کے شرح احوال اس سے قبل گذر چکے ہیں۔

ابو ثمامہ: ٹھیک ہے پھر میں تمہارے قبضہ شمشیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اس کے بعد تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کر لینا۔

کثیر بن عبداللہ: نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو بھی نہیں سکتے۔

ابو ثمامہ صاندی: تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے مجھ کو خبردار کر دو، میں تمہاری طرف سے امام تک پہنچا دوں گا اور میں تم کو اجازت نہیں دے سکتا کہ آنحضرت کے قریب جاؤ کیونکہ تم

فاجرو دھوکہ باز ہو۔ کثیر بن عبداللہ نے ابو ثمامہ کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عمر بن سعد کی طرف روانہ ہو گیا، وہاں جا کر اس نے عمر بن سعد کو ساری خبر سے مطلع کر دیا۔ اس کے بعد پسر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلایا اور اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر اے قرہ! جا حسین سے ملاقات کر اور ان سے پوچھ کہ وہ کس لئے آئے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ یہ سن کر قرہ بن قیس آپ کے پاس آیا۔ جیسے ہی حسین نے اسے سامنے دیکھا اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ حبیب بن مظاہر (۱) نے کہا: ہاں! یہ قبیلہ حنظلہ تمیمی سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری بہن کا لڑکا ہے۔ ہم تو اسے صحیح فکر و عقیدہ کا سمجھتے تھے اور میں نہیں سمجھ پارہا ہوں کہ یہ یہاں کیسے موجود ہے۔ (۲) قرہ بن قیس نزدیک آیا، امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا اور

.....

۱۔ کربلا کی خبر میں یہاں حبیب بن مظاہر کا پہلی بار تذکرہ ملتا ہے اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے۔ آپ کے احوال گذر چکے ہیں کہ آپ ان شیعہ زعماء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کوفہ سے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ عنقریب آپ کی شہادت کے حالات بیان کرتے وقت آپ کی زندگی کے بعض رخ پیش کئے جائیں گے۔

۲۔ یہ حر بن یزید ریاحی کے لشکر میں تھا۔ عدی بن حرمہ اسدی اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ یہ کہا کرتا تھا: خدا کی قسم اگر حر نے مجھے اس بات پر مطلع کیا ہوتا جس کا ان کے دل میں ارادہ تھا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف نکل جاتا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۷) اسی

شخص سے ابوزہریر عیسیٰ اس خبر کو نقل کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مخدرات کو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کی قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور وہیں پر زینب نے اپنے بھائی حسین بن علی علیہما السلام پر مرثیہ پڑھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) حبیب بن مظاہر نے اسے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے بلایا اور کہا کہ ظالمین کی طرف نہ جاؤ تو قرہ نے ان سے کہا: ابھی میں اپنے امیر کی طرف پلٹ رہا ہوں اور ان کے پیغام کا جواب دے کر اپنی رائے بیان کر دوں گا لیکن وہ عمر بن سعد کی طرف جا کر وہاں سے پلٹ کر حسین کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱؛ ارشاد، ص ۲۲۸)

عمر سعد کا پیغام آپ تک پہنچا دیا تو حسین علیہ السلام نے فرمایا: کتب الیٰ اہل مصر کم ہذا: اُن اقدم، وَاَمَّا اذْکَرھون وَاَنَا اَنْصُرَف عَنھم تمہارے شہر کے لوگوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ میں چلا آؤں، اب اگر وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ نامہ بر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور ساری خبر اس کے گوش گزار کر دی۔ پھر سعد نے اس سے کہا: میں یہ امید کرتا ہوں کہ خدا ہمیں ان سے جنگ و قتال کرنے سے عافیت میں رکھے اور اسی مطلب کو اس نے لکھ کر ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ ابوحنیف کے بجائے دیگر راویوں کی روایت یہاں پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کو پہنچا جس میں مرقوم تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم . أما بعد فأنتي حيث نزلت بالحسين بعثت اليه رسولي ، فسألته : عمّا أقدمه ، وما ذايطلب ويسأل ؟ فقال : كتب الّ أهل هذه البلاد وأتتن رسلهم فسألون القدوم ففعلت ، فأمّا إذ كر هون فبدا لهم غير ما أتتن رسلهم فأنا منصرف عنهم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اما بعد ، میں جیسے ہی حسین کے نزدیک پہنچا میں نے ان کی طرف اپنے ایک پیغام رساں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ یہاں کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھا تھا اور ان کے نامہ بر میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں چلا آؤں تو میں چلا آیا لیکن اب اگر انھیں میرا آنا ناپسند ہے اور نامہ بروں کو بھیج کر انھوں نے جو مجھے بلا یا تھا اب اگر اس سے پلٹ گئے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاتا ہوں۔

جب ابن زیاد تک یہ خط پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد یہ شعر پڑھا۔

الان إذ علققت محالبنابہ

یرجو النجاة ولات حین مناص!

جب ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو نجات کی امید کرتا ہے لیکن اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

ابن زیاد کا جواب

خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام جواب کے طور پر خط لکھا:
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، اَمَّا بَعْدُ ، فَقَدْ بَلَغَن كِتَابُكَ وَفَهْمَت مَآذِكَرْت ،
 فَأَعْرَضُ عَلٰی الْحُسَيْنِ اَنْ یَّبَایِعَ لِیْزِیْدِ بْنِ مَعَاوِیَهِ هُوَ وَجَمِیْعِ اَصْحَابِهِ ، فَاذْا فَعَلَ ذٰلِكَ
 رَأٰی نَارًا مِّنْ نَّارِ السَّلَامِ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، اَمَّا بَعْدُ ، تَمَّهَارَا خَطٌ مَّجْهُ مَوْصُولٌ هُوَا اَوْرْتَمَ نَعِ جَوْذُكَرْ كَمَا هُوَ اَسَ مِیْنِ نَعِ
 سَبَّحْ لِیَا اَبِ حَسِیْنِ سَعِ كَهُوْكَ وَهْ اَوْرَانِ كَعِ تَمَامِ اَصْحَابِ یَزِیْدِ بْنِ مَعَاوِیَهِ كِیْ بَعِیْتِ كَرَلِیْسِ ۔ اَكْر
 اَنْهَوْنَ نَعِ اِیْسَا كَرَلِیَا تُو پَهْرَانِ كَعِ سَلْسَلَةِ مِیْنِ هَمَّ تَمَّ كُو اِیْنَا نْظَرِیْهِ بَتَا نِیْسِیْنِ كَعِ ۔ وَالسَّلَامِ
 جَبْ عَمْرُ بْنُ سَعْدِ كَعِ پَاسِ وَهْ خَطٌ آیَا تُو اَسَ نَعِ كَمَا : مِیْنِ اِیْ سِیْ كَمَانِ مِیْنِ تَهَا كَهْ اِبْنِ زِیَادِ عَافِیْتِ كُو
 قَبُوْلِ نَهْیْسِیْنِ كَرَعِیْ كَا ۔ (۱)

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی جانب عمرو بن قرظہ بن
 کعب انصاری (۲) کو بھیجا کہ وہ آپ سے دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرے۔
 وقت مقررہ پر عمر بن سعد اپنے تقریباً ۲ سواروں کے ہمراہ باہر نکلا تو امام حسین علیہ السلام بھی
 اسی انداز میں نکلے لیکن جب وہ لوگ ملے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا
 کہ وہ کنارے

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نصر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی نے حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمر سعد کا خط آیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱ وارشاد، ص ۲۲۸)

۲۔ عمرو بن قرظہ حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن انکا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کے ہمراہ تھا۔ جب اس کے بھائی عمرو شہید ہو گئے تو اس نے اصحاب حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لے سکے۔ نافع بن ہلال مرادی نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرا دیا۔ دوسری طرف نافع پر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا۔ اس کے بعد اس کا علاج کیا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

ہو جائیں اور عمر بن سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کو یہی حکم دیا پھر دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ گفتگو بڑی طولانی تھی یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اصحاب کے ہمراہ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ گئے اس گفتگو کے درمیان جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو اور ہم لوگ دونوں لشکروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ عمر سعد نے کہا: ایسی صورت میں تو میرا گھر منہدم کر دیا جائے گا۔ حسین نے کہا: میں تمہارا گھر بنوادوں گا۔ عمر سعد نے کہا: میرے مال و منال اور باغ و بوستان لوٹ لئے جائیں گے، حسین نے کہا: میں تم کو حجاز میں اپنے مال میں سے اس سے زیادہ دے دوں گا لیکن عمر سعد نے اسے قبول نہیں کیا اور

انکار کر دیا۔

اس طرح لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور یہ بات پھیل گئی جبکہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں سنا تھا اور انھیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔ (۱) اسی طرح اپنے وہم و گمان کے مطابق لوگ یہ کہنے لگے کہ حسین نے کہا تھا کہ تم لوگ میری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کر لو:

۱۔ میں اسی جگہ پلٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔

۲۔ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو وہ میرے اور اپنے درمیان اپنی رائے کا اظہار خیال کرے۔

۳۔ یا تم لوگ مجھے کسی بھی اسلامی حدود میں بھیج دو تا کہ میں انھیں کا ایک فرد ہو جاؤں اور میرے لئے وہ تمام چیزیں ہوں جو ان لوگوں کے لئے ہیں۔ (۲)

.....

۱۔ ابو جناب نے ہانی بن ثمیت حضرمی کے حوالے سے مجھ سے روایت کی ہے اور وہ عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت موجود تھا۔ اسی خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص ان ہی ۲۰ سواروں میں تھا جو رات کے وقت ملاقات کے ہنگام پسر سعد کے ہمراہ تھے۔ وہ کہتا ہے ہم نے اس گفتگو سے اندازہ لگایا ہے کیونکہ ہم ان دونوں کی آوازیں نہیں سن رہے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۳، الارشاد، ص ۲۲۹) سبط بن جوزی کا بیان ہے: یہ عمر وہی ہے جس کی طرف پیغام رساں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ اور حسین علیہ السلام یکجا ہوں تو عمر بن سعد اور امام حسین علیہ السلام تنہائی میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ (تذکرہ، ص ۲۴۸، طنجف)

۲۔ یہ وہ مطلب جس پر محدثین کا ایک گروہ متفق ہے اور ہم سے مجالد بن سعید اور صعقب بن زہیر ازدی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۳، ابوالفرج، ج ۷۵، طنجف)

عقبہ بن سمان کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ میں حسین کے ساتھ تھا؛ آپ کے ہمراہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق آیا اور میں آپ سے پل بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مدینہ، مکہ، دوران سفر اور عراق میں حتیٰ کہ شہادت کے وقت تک امام کا کوئی خطبہ اور کلام ایسا نہیں تھا جسے میں نے نہ سنا ہو اور خدا کی قسم لوگ جو ذکر کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدوں گا یہ سراسر غلط ہے اور آپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں کسی اسلامی حدود میں بھیج دیا جائے، ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا:

دعونی فلا ذھب فی ہذہ الارض العریضۃ حتی ننظر ما یصیر امر الناس (۱)
مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اس وسیع و عریض زمین پر کہیں بھی چلا جاؤں تا کہ دیکھوں کہ لوگوں کا انجام کار کہاں پہنچتا ہے۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

امام علیہ السلام سے مخفیانہ گفتگو کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کے نام ایک دوسرا خط لکھا:
اما بعد، فان اللہ قد اطفأ النائرة، وجمع الکلمة و اصلح امر الامة، لهذا حسین قد اعطان ان یرجع الی المکان الذی منه ائی أو ان نسیره الی ائی ثغر من ثغور

المسلمين شئناً فيكون رجلاً من المسلمين له مالهم وعليه ما عليهم أو أن
يات يزيد أمير المؤمنين فيضع يده ف يده فيرى فيما بينه وبين رأيه .وف
هذا لكم رضاً وللأمة صلاح

ابا بعد، اللہ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا، ہما ہنگی واتحاد کو ایجاد کر دیا ہے اور امت کے امور کو صلح و
خیر کی طرف موڑ دیا ہے۔ یہ حسین ہیں جو مجھے وعدہ دے رہے ہیں کہ یا وہ اسی جگہ پلٹ
جائیں گے جہاں سے آئے ہیں یا ہم انھیں جہاں مناسب سمجھیں کسی اسلامی حدود میں روانہ
کر دیں کہ وہ انھیں کا جز قرار پائیں تاکہ جو ان لوگوں کے لئے ہو وہی ان کے لئے ہو اور
جو ان لوگوں کے ضرر میں ہو وہی ان کے ضرر

.....

۱۔ اس مطلب کو ابو مخنف نے عبدالرحمن بن جندب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں
کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمرعان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (طبری
، ج ۵، ص ۴۱۳، الخواص، ص ۲۴۸)

میں ہو یا یہ کہ وہ یزید امیر المومنین کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور وہ ان
کے اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرنا چاہیں کریں، یہ بات ایسی ہے جس میں آپ کی رضایت اور
امت کی خیر و صلاح ہے۔

جب عبید اللہ بن زیاد نے اس خط کو پڑھا تو وہ بولا: یہ اپنے امیر کے لئے ایک خیر خواہ شخص کا
خط ہے جو اپنی قوم پر شفیق ہے؛ ہاں ہم نے اسے قبول کر لیا۔ اس وقت شمر بن ذی الجوشن (۱)
وہیں پر موجود تھا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور بولا: کیا تم اس شخص سے اس بات کو قبول کر لو گے! جب

کہ وہ تمہاری زمین پر آچکا ہے اور بالکل تمہارے پہلو میں ہے؛ خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہر و حکومت سے باہر نکل گیا اور تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیا تو قدرت و اقتدار اور شان و شوکت اس کے ہاتھ میں ہوگی اور تم ناتواں و عاجز ہو جاؤ گے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے تم یہ وعدہ نہ دو کیونکہ یہ باعث توہین ہے۔ ہاں اگر وہ اور اس کے اصحاب تمہارے حکم (۲) کے تابع ہو جائیں تو اب اگر تم چاہو ان کو سزا دو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر تم معاف کرنا چاہو؛ تو یہ بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔ امیر! مجھے خبر ملی ہے کہ حسین اور عمر سعد دونوں اپنے اپنے لشکر کے درمیان بیٹھ کر کافی رات تک گفتگو کیا کرتے ہیں۔

یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: تمہاری رائے اچھی اور تمہارا نظریہ صحیح ہے۔ (۳)

.....

۱۔ اس کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں کہ اشرف کوفہ میں سے ایک یہ بھی ابن زیاد کے ہمراہ قصر میں تھا۔

۲۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۴۸ پر اس واقعہ کو بطور مختصر لکھا ہے اور اضافہ کیا ہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے نیچے یہ شعر لکھا:

الآن حین تعلقته حبالنا

یرجو النجاة ولات حین مناص

اب جب وہ ہمارے پھندے میں آچکا ہے تو نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید ہمدانی اور صعقب بن زہیر نے یہ روایت نقل

کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴، ارشاد، ص ۲۲۹)

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا۔

اما بعد، فان لم أبعثك الى حسين لتكف عنه، ولتطاوله ولا التمنييه السلامة والبقاء، ولا لتقع له عند شافعاً... أنظر فان نزل حسين و أصحابه على الحكم واستسلموا، فأبعث بهم السلباً وان أبوا فأزحف اليهم حتى تقتلهم و تمثل بهم فإيهم لذلك مستحقون! فان قتل حسين فأوطى الخيل صدره وظهره! فانه عاق شاق - قاطع ظلوم و ليس دهر في هذا أن يضرب بعد الموت شيئاً، ولكن علّ قول لو قد قتلته فعلت لهذا! ان أنت مضيت لا مر نافية جزاء السامع المطيع، وان أبيت فاعتزل عملنا و جندنا، و خل بين شمر بن ذى الجوشن و بين العسكر، فإنا قد أمرنا بأمرنا. والسلام (1)

اما بعد، میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ان سے دستبردار ہو جاؤ اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ مسئلہ کو پھیلا کر طولانی بنا دو اور نہ ہی اس لئے کہ ان کی سلامتی و بقا کے خواہاں رہو اور نہ ہی اس لئے کہ وہاں بیٹھ کر مجھ سے حسین کے لئے شفاعت کی درخواست کرو... دیکھو! اگر حسین اور ان کے اصحاب نے ہمارے حکم پر گردن جھکا دی اور سر تسلیم خم کر دیا تو سلامتی کے ساتھ انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دو اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور مثلہ کر دو کیونکہ یہ لوگ اسی کے حق دار ہیں۔

قتل حسین کے بعد ان کی پشت اور ان کے سینہ کو گھوڑوں سے پامال کر دو کیونکہ انہوں نے دوری اختیار کی ہے وہ ناسپاس ہیں۔ انہوں نے اختلاف پھیلا یا ہے، وہ حق ناشناس اور ظلم

کے خوگر ہیں۔ میری یہ تمنا اور آرزو نہیں ہے کہ موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا لہذا اب اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تم کو وہی جزا و

.....

۱۔ ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵ ارشاد، ص ۲۲۹ والحواس، ۲۴۸)

پاداش دیں گے جو ایک مطیع و فرمانبردار کی جزا ہوتی ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم ہمارے عہدے اور فوج سے کنارہ کش ہو جاؤ اور فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دو کہ ہمیں جو فرمان دینا تھا وہ ہم اسے دے چکے ہیں۔ والسلام

خط لکھنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بلا یا اور اس سے کہا: عمر بن سعد کے پاس یہ خط لے کر جاؤ۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ حسین اور ان کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے فرمان پر تسلیم محض ہو جائیں! اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو فوراً ان لوگوں کو میرے پاس صحیح و سالم روانہ کر دو اور اگر انکار کریں تو ان سے نبرد آزما ہو جاؤ۔ اگر عمر بن سعد نے ایسا کیا تو تم اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ان لوگوں سے جنگ کرنا اور ایسے میں تم اس لشکر کے امیر ہو گے اور اس پر حملہ کر کے اس کی گردن مار دینا اور اس کا (یعنی پسر سعد) سر میرے پاس بھیج دینا۔ (۱) جب شمر نے وہ خط اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ساتھ عبید اللہ بن ابی المحل بن حزام (کلابی) جانے کے لئے اٹھا تو عبید اللہ نے کہا: خدا امیر کو

سلامت رکھے حقیقت یہ ہے کہ عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان یہ سب ہماری بہن ام البنین کے صاحبزادے ہیں جو حسین کے ہمراہ ہیں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو ان کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں۔

ابن زیاد نے جواب دیا: ہاں سر آنکھوں پر، اس کے بعد اپنے کاتب کو بلا یا اور اس نے ان لوگوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا۔ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی نے اس امان نامہ کو اپنے غلام زومان کے ہمراہ روانہ کیا۔

خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں و مرود

عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ اس کے قریب آیا اور خط پڑھ کر اس کو سنایا تو خط سن کر عمر بن سعد نے اس سے کہا:

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۴ و ارشاد، ص ۹۲۹)

ويلك مالك! لا قرّب الله دارك، وقبح الله ما قدّمت به علّ! والله لا اظنك أنت
ثعبته أن يقبل ما كتبت به اليه أفسدت علينا أمراً كنتار جونا أن يصلح ،
لا يستسلم والله حسين أن نفساً ابّة (۱) لبين جنبيه

وائے ہو تجھ پر تو نے یہ کیا کیا! خدا تجھے غارت کرے۔ اللہ تیرا برا کرے! تو میرے پاس کیا لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تو نے چاپلوسی کے ذریعہ اسے میری تحریر پر عمل

کرنے سے باز رکھا ہوگا۔ تو نے کام خراب کر دیا۔ ہم تو اس امید میں تھے کہ صلح ہو جائے گی۔ خدا کی قسم حسین کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے کیونکہ یقیناً حسین کے سینے میں ایک غیور دل ہے۔

شمر کا دل سیاہ ہو چکا تھا اس کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب تھا۔ اس نے فوراً پوچھا: تم اتنا بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم امیر کے فرمان کو اجراء کرو گے اور ان کے دشمن کو قتل کرو گے؟ اگر نہیں تو ہمارے اور اس لشکر کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔

عمر بن سعد: نہیں اور نہ ہی تیرے لئے کوئی کرامت ہے۔ میں خود ہی اس عہدہ پر باقی رہوں گا۔ تو جا اور پیدلوں کی فوج کی سربراہی انجام دے۔

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے ناہر امان نامہ ایسے بحرانی حالات میں شمر اصحاب امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے فرزند عباس، عبد اللہ جعفر اور عثمان علیہم السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا: مالک و ماترید؟ کیا کام ہے اور تو کیا چاہتا ہے؟ شمر نے کہا: اے میری بہن کے صاحبزادو تم سب کے سب امان میں ہو۔ یہ سن کر ان غیر تمند جوانوں نے جواب دیا:

لعنك الله ولعن أمانك [لئن كنت خالنا] أتو مننا وابن رسول الله لا أمان له!

.....

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۱۳ یہ جملہ اس طرح لکھا ہے: ان نفس أبیہ لبین حبنیہ یقیناً

حسین کے سینے میں ان کے باپ کا دل ہے۔

خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرے امان پر بھی لعنت ہو (اگر تو ہمارا ماموں ہے تو) کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے لیکن فرزند رسول خدا کے لئے کوئی امان نہیں ہے!

اور جب عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی کا غلام کُز مان امان نامہ لے کر کربلا پہنچا اور ان غیر تمندوں کے پاس جا کر انھیں آواز دی اور کہا: یہ امان نامہ ہے جو تمہارے ماموں نے تمہیں بھیجا ہے تو انھوں نے کہا:

أقرئ خالنا السلام وقل له: أن لا حاجة لنا في أمانكم، أمان الله خير من أمان بن سمية! (۱) ہمارے ماموں سے ہمارا سلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ ہم کو تم لوگوں کے امان کی کوئی حاجت نہیں ہے، اللہ کی امان فرزند سمیہ کی امان سے زیادہ بہتر ہے۔

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

عبید اللہ بن زیاد کا ایک اور خط عمر بن سعد تک پہنچا:

اما بعد، حسین اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہنچ سکے؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح تقی وزکی و مظلوم امیر المؤمنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ اس خط کا آنا تھا کہا عمر سعد نے فوراً عمرو بن حجاج (۲) کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ سب کے سب پانی پر پہنچ کر حسین اور ان کے اصحاب

اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے تاکہ کوئی ایک قطرہ بھی پانی نہ پی سکے۔ یہ امام حسین کی شہادت سے ۳ دن پہلے کا واقعہ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب حسین اور ان کے اصحاب کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) کو بلا یا اور انہیں تیس (۳۰) سوار اور بیس (۲۰) پیدل افراد کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ بیس (۲۰) مشکیں بھی بھیجیں۔ وہ لوگ گئے یہاں

.....

۱۔ الارشاد، ص ۲۳۰، التذکرہ، ص ۲۴۹

۲۔ اس کے حالات بھی گذر چکے ہیں کہ یہ بھی انہیں اشرف میں سے ہے جو ابن زیاد کے ساتھ قصر میں موجود تھے۔

تک کہ پانی کے قریب پہنچے۔ ن لوگوں کے آگے پرچم لئے نافع بن ہلال جملی (۱) رواں دواں تھے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا:

کون ہے؟ جواب ملا: نافع بن ہلال

عمرو بن حجاج نے سوال کیا: کس لئے آئے ہو؟

نافع بن ہلال نے جواب دیا: ہم اس پانی میں سے کچھ پینے کے لئے آئے جس سے تم لوگوں نے ہمیں دور کر دیا ہے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: پیو تمہارے لئے یہ پانی مبارک ہو۔

نافع بن ہلال نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک پانی نہیں پی سکتے جب تک حسین اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یہ کہہ کر ان اصحاب کی طرف اشارہ کیا) اسی اثنا میں وہ اصحاب آشکار ہو گئے اور پانی تک پہنچ گئے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: ان لوگوں کے پانی پینے کی کوئی سبیل نہیں ہے، ہم لوگوں کو یہاں اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان لوگوں کو پانی پینے سے روکیں۔

جب نافع کے دیگر پیدل ساتھی پانی کے پاس پہنچ گئے تو نافع نے کہا: اپنی مشکوں کو بھرو وہ لوگ بھی آگے بڑھے اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔

لیکن عمرو بن حجاج اور اس کی فوج نے ان پیدلوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انہیں روکے رکھا، پھر اپنے سپاہیوں کی طرف آئے تو ان لوگوں نے کہا:

.....

۱۔ آپ ہی نے اپنے گھوڑے کے ہمراہ کوفہ سے ۴ آدمیوں کو راستے میں امام علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا جن میں طرمح بن عدی بھی تھے۔ یہ پہلی خبر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا میں آپ امام علیہ السلام سے آکر مل گئے تھے اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے علی بن قرظہ انصاری، عمرو بن قرظہ کے بھائی پر نیزہ چلایا تھا جو عمر سعد کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۳) آپ نے اس کا نام اپنی تیر کے اوپر لکھ لیا تھا۔ آپ نے اپنے تیروں سے ۱۲ لوگوں کو مارا یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور شمر نے آپ کو اسیر بنا لیا پھر

پسر سعد کے پاس لے جانے کے بعد آپ کو قتل کر دیا۔ (ج ۵، ص ۴۴۳)

آپ لوگ اسی طرح ان لوگوں کو کور و کئے اور ان کے نزدیک کھڑے رہئے تاکہ ہم خیموں تک پانی پہنچا سکیں۔

ادھر عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پھر حملہ کیا تو ان لوگوں نے بھی دلیری سے دفاع کیا اور آخر کار حسین علیہ السلام کے فداکار اصحاب پانی کو منر لگاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی شب نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کی فوج کے ایک سپاہی کو نیزہ مارا جس سے وہ نیزہ ٹوٹ گیا اور بعد میں وہ مر گیا۔ (۱) دشمن کی فوج کا یہ پہلا مقتول ہے جو اس شب مجروح ہوا تھا۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵ ص ۲۱۲) ابوالفرج نے ابو مخنف سے اسی سند کو ذکر کیا ہے۔ (ص ۷۸) ارشاد میں شیخ مفید نے حمید بن مسلم سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (ص

(۲۲۸)

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

* ایک شب کی مہلت

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

راوی کہتا ہے: نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے آواز بلند کی: یا نبیل اللہ اربکی و ابشری اے لشکر خدا سوار ہو جاؤ اور تم کو بشارت ہو! یہ سن کر سارا لشکر سوار ہو گیا اور پھر سب کے سب حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف ٹوٹ پڑے۔

ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اپنی تلوار پر تکیہ دئے بیٹھے تھے کہ اسی اثنا میں درحالیکہ آپ اپنے گھٹنے پر سر رکھے ہوئے تھے، آپ کی آنکھ لگ گئی لیکن آپ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے چیخ پکار کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے قریب گئیں اور عرض کی اے بھیا! کیا ان آوازوں کو سن رہے ہیں جو اتنے قریب سے آرہی ہیں؟ حسین علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایا اور فرمایا:

انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام فقال لی: انک تروح الینا!

میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں: تم میری طرف آنے والے ہو، یہ کلمات سن کر آپ کی بہن نے اپنے چہرہ پیٹ لیا اور کہا:

یا ویلتنا

واے ہو مجھ پر، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: لیس لک الویل یا ختّہ، اسکتی رحمک الرحمن اے میری بہن! تمہارے لئے کوئی واے نہیں ہے، خاموش ہو جاؤ، خدائے رحمن تم پر رحمت نازل کرے!

اسی اثناء میں آپ کے بھائی عباس بن علی علیہما السلام سامنے آئے اور عرض کیا: اے بھائی! دشمن کی فوج آپ کے سامنے آچکی ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور فرمایا: یا عباس اربک بنفس أنت یا أخ حتی تلقاھم فتقول لھم: مالکم؟ وما بدأکم ولسا لھم عما جاء بھم؟

اے عباس! تم پر میری جان نثار ہو، میرے بھائی تم ذرا سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اور کیا واقعہ پیش آ گیا ہے؟ اور ان سے سوال کرو کہ کس لئے آئے ہیں؟

یہ سن کر حضرت عباس ۲۰ سواروں کے ہمراہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر (۱) بھی تھے دشمن کی فوج کے پاس گئے اور ان سے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اور تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ کے سامنے یہ معروضہ رکھیں کہ آپ لوگ سر تسلیم خم کر دیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا:

فلا تعجلوا حتی ارجع الی ابي عبد الله فأعرض عليه ما ذکرتم

تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو، میں ابھی پلٹ کر ابو عبد اللہ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے سامنے تمہاری باتوں کو پیش کرتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے تم ان کے

پاس جاؤ اور ان کو ساری روداد سے آگاہ کر دو پھر وہ جو کہیں اسے ہمیں آکر بتاؤ۔ یہ سن کر حضرت عباس پلٹے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کے سامنے صورت حال کو بیان کریں۔

حضرت عباس کے ساتھ جانے والے دیگر بیس افراد وہیں پر ٹھہرے رہے اور دشمن کی فوج سے گفتگو کرنے لگے۔ حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس فوج سے گفتگو کریں اور اگر چاہیں تو میں بات کروں زہیر بن قین نے کہا: آپ شروع کریں اور آپ ہی ان سے بات کریں تو حبیب بن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم کل وہ قوم خدا کے نزدیک بڑی بدترین قوم ہوگی جو اللہ کے نبی کی ذریت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں، سپیدہ سحری تک عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر، زہیر بن قین سے اس بات کو اس طرح کہہ رہے تھے کہ اموی فوج اسے سن

.....

۱۔ آپ کے شرح احوال ان لوگوں کے تذکرے میں گذر چکے ہیں جنہوں نے کوفہ سے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔

لے۔ عزہ بن قیس (۱) نے یہ گفتگو سنی تو وہ حبیب سے کہنے لگا: تم نے خود کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے میں اپنی ساری طاقت صرف کر دی۔ زہیر بن قین نے عزہ سے کہا: اے عزہ! اللہ نے انہیں پاک و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے؛ اے عزہ! تم تقوائے الہی اختیار

کرو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں؛ اے عزیرہ! میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم پاک و پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے معین و مددگار نہ بنو!

عزیرہ بن قین نے جواب دیا: اے زہیرہ! ہمارے نزدیک تو تم اس خاندان کے پیرو نہ تھے، تم تو عثمانی مذہب تھے۔ (۲)

زہیر بن قین نے کہا: کیا ہمارا موقف تمہارے لئے دلیل نہیں ہے کہ میں پہلے عثمانی تھا! خدا کی قسم! میں نے ان کو کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ کوئی پیغام رساں بھیجا تھا اور نہ ہی انہیں وعدہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد و نصرت کروں گا، بس راستے نے ہمیں اور ان کو یکجا کر دیا تو میں نے ان کو جیسے ہی دیکھا ان کے رخ انور نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلادی اور پیغمبر اکرم ﷺ سے ان کی نسبت بھی میرے ذہن میں آگئی اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ اپنے دشمن اور تمہارے حزب و گروہ کی طرف جا رہے ہیں؛ یہ وہ موقع تھا جہاں میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کی مدد کروں گا اور ان کے حزب و گروہ میں رہوں گا؛ نیز اپنی جان ان کی جان پر قربان کر دوں گا تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کر سکیں جسے تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے۔

.....

- ۱۔ اس شخص کے شرح احوال وہاں پر گزر چکے ہیں جہاں امام علیہ السلام کے نام اہل کوفہ کے خط لکھنے کا تذکرہ ہوا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے منافقین میں سے ہے۔
- ۲۔ یہ پہلی مرتبہ ہے جہاں زہیر بن قین کو واقعہ کربلا میں اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا یہ پہلا عنوان ہے جو عثمان بن عفان کے سلسلہ میں مورد اختلاف قرار پایا کہ آیا وہ حق پر تھا یا باطل پر۔ اس وقت جو علی علیہ السلام کو اپنا مولا سمجھتا تھا وہ علوی اور شیعہ کہا جانے لگا اور جو عثمان کو مولا سمجھتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ عثمان حق پر ہے وہ مظلوم قتل کیا گیا ہے وہ عثمانی کہلاتا تھا۔

ایک شب کی مہلت

ادھر عباس بن علی (علیہما السلام) امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عمر سعد کا پیغام آپ کو سنا دیا۔ اسے سن کر حضرت نے فرمایا:

ارجع اليهم فان استطعت ان تؤخرهم الى غدوة و تدفعهم عنا العشيہ . لعننا نصل لربنا الليلة و ندعوه و نستغفره فهو يعلم ان كنت أحب الصلاة و تلاوة كتابه و كثرة الدعاء و الاستغفار

(میرے بھائی عباس) تم ان لوگوں کی طرف پلٹ کر جاؤ اور اگر ہو سکے تو کل صبح تک کے لئے اس جنگ کو ٹال دو اور آج کی شب ان لوگوں کو ہم سے دور کر دو تاکہ آج کی شب ہم اپنے رب کی بارگاہ میں نماز ادا کریں اور دعا و استغفار کریں کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت کلام مجید، کثرت دعا اور استغفار سے بڑی محبت ہے۔

اس مہلت سے امام حسین کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ کل کے امور کی تدبیر کر سکیں اور اپنے گھروالوں سے وصیت وغیرہ کر سکیں۔

حضرت عباس بن علی علیہما السلام اپنے گھوڑے کو سرپیٹ دوڑاتے ہوئے فوج دشمن کی طرف آئے اور فرمایا: یا ہولاء! ان ابا عبد اللہ ساء لكم ان تنصرفوا هذه العشة حتى ينظر في هذا

الامر فان لهذا امر لم يجز بينكم و بينه في منطق فاذا اصحونا التقينا ان شاء الله و امارضينا و اءتينا بالامر الذي ساء لونه و تسمونه، او كرهنا فردنا ه اے قوم! ابو عبد اللہ کی تم لوگوں سے درخواست ہے کہ آج رات تم لوگ ان سے منصرف ہو جاؤ تاکہ وہ اس سلسلے میں فکر کر سکیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی ایسی بات چیت نہیں ہوئی ہے۔ جب صبح ہوگی تو انشاء اللہ ہم لوگ ملاقات کریں گے۔ اس وقت یا تو ہم لوگ اس بات پر راضی ہو جائیں گے اور اس بات کو قبول کر لیں گے جس کا تم لوگ ان سے تقاضا کر رہے اور اس پر ان سے زبردستی کر رہے ہو یا اگر ہم ناپسند کریں گے تو رد کر دیں گے۔

عمر بن سعد نے یہ سن کر کہا: یا شمر ماتری؟ شمر تیری رائے کیا ہے؟

شمر نے جواب دیا: تمہاری کیا رائے ہے؟ امیر تم ہو اور تمہاری بات نافذ ہے۔

عمر بن سعد: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے دوں پھر اپنی فوج کی طرف رخ کر کے پوچھا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا: سبحان اللہ! خدا کی قسم اگر وہ لوگ دہلیم کے رہنے والے ہوتے اور تم سے یہ سوال کرتے تو تمہارے لئے سزاوار تھا کہ تم اس کا مثبت جواب دیتے۔

قیس بن اشعث (۱) بولا: تم سے یہ لوگ جو سوال کر رہے ہیں اس کا انہیں مثبت جواب دو! قسم ہے میری جان کی کہ کل صبح یہ لوگ ضرور تمہارے سامنے میدان کارزار میں آئیں گے۔ یہ سن کر پسر سعد نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ نبرد آزما ہوں گے تو میں آج کی شب کی مہلت کبھی نہ دوں گا (۲) علی بن الحسین کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمر بن

سعد کی جانب سے ایک پیغام رساں آیا اور آ کر ایسی جگہ پر کھڑا ہوا جہاں سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے کہا: ہم نے تم لوگوں کو کل تک کی مہلت دی ہے کل تک اگر تم لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم لوگ تم لوگوں کو اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو تمہیں ہم نہیں چھوڑیں گے (۳)

.....

۱۔ یہ شخص روز عاشورہ قبیلہ ربیعہ اور کندہ کی فوج کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۲) یہی امام حسین علیہ السلام کی اونی ریشمی چادر لوٹ کر لے گیا تھا جسے عربی میں قطیفہ کہتے ہیں اس کے بعد یہ قیس قطیفہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳) اصحاب امام حسین علیہ السلام کے سروں کو کوفہ ابن زیاد کے پاس لے جانے والوں میں شمر بن ذی الجوشن، عمرو بن حجاج اور عزہ بن قیس کے ہمراہ یہ بھی موجود تھا۔ ان میں سے ۱۳ سر یہ اپنے قبیلہ کندہ لے کر روانہ ہو گیا (طبری، ج ۵، ص ۶۱۸) یہ شخص محمد بن اشعث جناب مسلم کے قاتل اور جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ کا بھائی ہے۔

۲۔ حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵، ارشاد، ص ۲۳۰)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن الحسین سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۷)

شب عاشور کی مروداد

* شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

* ہاشمی جوانوں کا موقف

* اصحاب کا موقف

* امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

* شب عاشور امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

شب عاشور کی مروداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

چوتھے امام حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب عمر سعد کی فوج پلٹ گئی تو حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا (یہ بالکل غروب کا وقت تھا) میں نے خود کو ان سے نزدیک کیا؛ کیونکہ میں مریض تھا۔ میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے فرما رہے ہیں:

أثني على الله تبارك وتعالى أحسن الثناء وأحمد على السراء والضراء؛ اللهم ان
أحمدك على أن أكرممتنا بالنبوة و علمتنا القرآن و فقهتنا ف الدين و جعلت لنا
أسماعاً و ابصاراً و أفئدة و لم تجعلنا من المشر كين.

اما بعد؛ فان لا أعلم اصحاباً اولى ولا خيراً من اصحابى ولا أهل بيت أبّ و أوصل

من أهل بيت فجزاكم الله عن جميعاً خيراً.
 ألا وان اظن يومنا من هولاء الاعداء غداً ألا وان قد رأيت لكم فانطلقوا جميعاً
 فجل، ليس عليكم من ذمام، لهذا ليل قد غشيكم فاتخذوه جملًا! (۱) ثم ليأخذ
 خذ كل رجل منكم بيد رجل من أهل بيت؛ تفرقوا ف سوادكم و مدائنكم
 حتى يفترج الله، فان القوم انما يطلبون، ولو قد أصابون لَهوا عن طلب غير.
 میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہترین ستائش کرتا ہوں اور ہر خوشی و آسائش اور رنج و مصیبت میں

.....

۱۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبد اللہ بن شریک عامری سے اور اس
 نے علی بن حسین علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۸) ابوالفرج
 نے ص ۷۴ پر اور شیخ مفید نے ص ۲۳۱ پر علی بن حسین کے بجائے امام سجاد علیہ السلام لکھا ہے
 جو ایک ہی شخصیت کے نام اور لقب ہیں۔

اس کی حمد کرتا ہوں۔ خدایا! اس بات پر میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ
 کرامت عطا کی، ہمیں قرآن کا علم عنایت فرمایا اور دین میں گہرائی و گہرائی عطا فرمائی اور ہمیں
 حق کو سننے والے کان، حق نگر آنکھیں اور حق پذیر دل عطا فرمائے اور تو نے ہمیں مشرکین میں
 سے قرار نہیں دیا۔

اما بعد! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر و برتر کسی کے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا،
 نہ ہی ہمارے گھرانے سے زیادہ نیکو کار اور مہربان کسی گھرانے کا مجھے علم ہے؛ خداوند متعال
 میری طرف سے تم سب کو اس کی بہترین جزا عطا کرے۔

آگاہ ہو جاؤ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان دشمنوں کی شرانگیزیوں کی بنیاد پر کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ میں نے اسی لئے تم لوگوں کے سلسلے میں یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ تم سب کے سب ہماری بیعت سے آزاد ہو اور میری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ رات ہے جس نے تم سب کو اپنے اندر ڈھانپ لیا ہے؛ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے اسے حجاب و مرکب قرار دو اور تم میں سے ہر ایک ہمارے خاندان کی ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اپنے ملک اور شہر کی طرف نکل جائے یہاں تک کہ خدا گشائش کی راہ نکال دے؛ کیونکہ یہ قوم فقط میرے خون کی پیاسی ہے لہذا اگر وہ مجھے پالیتی ہے تو میرے علاوہ دوسروں سے غافل ہو جائے گی۔

ہاشمی جوانوں کا موقف

امام حسین علیہ السلام کی تقریر ختم ہو چکی تو عباس بن علی علیہما السلام نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا:

لَمْ نَفْعَلْ ذَالِكْ؛ أَلَنْبَقِي بَعْدَكَ؛ لَا أُرَانَا اللَّهَ ذَالِكْ أَبَدًا!

ہم ایسا کیوں کریں؟ کیا فقط اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ و سلامت رہیں؟! خدا کبھی ہمیں ایسا دن نہ دکھائے۔

اس کے بعد حضرت عباس کے بھائی، امام حسین علیہ السلام کے فرزند ان، آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد، عبد اللہ بن جعفر کے فرزند (محمد و عبد اللہ) سب کے سب نے اسی قسم کے کلمات سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام فرزند ان جناب عقیل کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے فرزند ان عقیل! مسلم کا قتل تم لوگوں کے لئے کافی ہے، تم سب چلے جاؤ، میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ان سبھوں نے عرض کیا:

فما يقول الناس! يقولون انا تر كنا شيخنا وسيدنا وبن عمومنا خير الاعمام
ولم نرم معهم بسهم، ولم نطعن معهم برمح ولم نضرب معهم بسيف، ولا ندر
ما صنعوا! لا والله لا نفعل ولكن تفديك أنفسنا وأموالنا وأهلونا، ونقاتل
معك حتى نرد موردك! فقبح الله العيش بعدك (۱)

اگر ہم چلیں جائیں تو لوگ کیا کہیں گے! یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سید و سردار اور اپنے چچا کے فرزند ان کو (زرغہ اعداء میں تنہا) چھوڑ دیا جبکہ وہ ہمارے بہترین چچا تھے۔ ہم نے ان کے ہمراہ دشمن کی طرف تیر نہیں چلایا، نیزوں سے دشمنوں کو زخمی نہیں کیا اور ان کے ہمراہ تلوار سے حملہ نہیں کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کر سکتے؛ ہم اپنی جان، مال اور اپنے گھر والوں کو آپ پر قربان کر دیں گے؛ ہم آپ کے ساتھ ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں۔ وہیں ہم بھی وارد ہوں، اللہ اس زندگی کا برا کرے جو آپ کے بعد باقی رہے!

اصحاب کا موقف

جب بنی ہاشم اظہار خیال کر چکے تو اصحاب کی نوبت آئی تو۔ (حسینی سپاہ کے سب سے بوڑھے صحابی) مسلم بن عوسجہ (۲) اٹھے اور عرض کی: انحن نخل و

لمانعذر الى الله في اداء حقتك! أما والله حتى أكره في صدورهم ربح، وأضر بهم
بسيف ما ثبت قائمة في يد، ولا أفارقك، ولو لم يكن مع سلاح أقاتلهم به
لقدفتهم بالحجارة دونك حتى أموت معك

.....

۱۔ مقاتل الطالبيين، ابوالفرج، ص ۷۴، ارشاد، ص ۲۳۱، خواص، ص ۲۴۹

۲۔ جو اشرف کوفہ جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمراہ آپ کے احوال گزر
چکے ہیں۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا تذکرہ ہے آپ کربلا کیسے پہنچے اس کا کوئی ذکر نہیں
ہے۔

اگر ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں؟ تو آپ کے حق کی ادائیگی میں اللہ کے سامنے ہمارے پاس کیا عذر
ہوگا؟ خدا کی قسم! جب تک کہ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں نہ توڑ لوں اور جب تک قبضہ
شمشیر میرے ہاتھ میں ہے میں ان کو نہ مارتا رہوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر
میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہو جس سے میں ان لوگوں سے مقابلہ کر سکوں تو میں آپ کی حمایت
میں ان پر پتھر مارتا رہوں گا یہاں تک مجھے آپ کے ہمراہ موت آجائے۔ مسلم بن عویجہ کے
بعد سعید بن عبداللہ حنفی اٹھے اور عرض کیا:

والله لا نخليك حتى يعلم الله أنا حفظنا غيبة رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم فيك. والله لو علمت ان أقتل ثم أحيأ ثم أحرق ثم أذّر، يفعل ذلك
ب سبعين مرّة ما فارقتك حتى ألقى جماد دونك فكيف لا أفعل ذلك وإنما
قتلة واحدة ثم الكرامة التي لا انقضاء لها أبداً

خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا ہمیں یہ بتا دے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے پس پشت آپ کی حفاظت و نگرانی کر لی، خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے گا اور پھر زندہ کرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو ہواؤں میں اڑا دیا جائے گا اور یہ کام میرے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ بھی کیا جائے تب بھی میں آپ سے جدائی اختیار نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے قربان ہو جاؤں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ ایک ہی بار قتل ہونا ہے اور اسکے بعد ایسی کرامت ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اسکے بعد زہیر بن قین بولے:

واللہ لوددت ان قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتى أقتل كذا ألف قتلة، وان اللہ یدفع بذالك القتل عن نفسك وعن أنفس هؤلاء الفتنۃ من أهل بیتك

خدا کی قسم! میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ ایسا کیا جائے اور اللہ میرے اس قتل کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے گھرانے کے ان جوانوں سے بلا کوٹال دے۔

اسکے بعد اصحاب کی ایک جماعت گویا ہوئی:

واللہ لا نفارقك، ولكن أنفسنا لك الفداء نقيك بنحورنا و جباهنا وأيدینا
فاذا نحن قتلنا كنا وفينا وقضينا ما علينا

خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ہماری جانیں آپ پر قربان ہیں۔ ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ پر قربان ہیں۔ جب ہم قتل ہو جائیں گے تب ہم اس حق

کو داد اور اس عہد کو وفا کریں گے جو ہماری گردن پر ہے۔
اس کے بعد اصحاب کے گروہ گروہ نے اسی قسم کے فقروں سے اپنے خیالات کا اظہار
کیا۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جس شام کی صبح کو
میرے بابا شہید کردئے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری
کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہو کر اپنے خیمے میں آئے۔ آپ کے
پاس جون (۲) ابوذر کے غلام بھی موجود تھے جو اپنی تلوار کو آمادہ کر رہے تھے اور اس کی
دھار کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اس وقت میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا دھر اف لك من خلیل
كہ لك بالاشراق والاصیل
من صاحب أو طالب قتیل
والدھر لا یقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل
وكل ح سالك سبیل

.....

۱- ابوحنیف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم فایثی نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی

ہمدانی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۸؛ ابوالفرج، ص ۷۴، طنجف؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۱، ارشاد، ص ۲۳۱)

۲۔ طبری نے حوالہ دیا ہے۔ ارشاد، ص ۲۳۲ میں جوین اور مقاتل الطالبيين، ص ۷۵، مناقب بن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۱۸، تذکرۃ الخواص، ص ۲۱۹، اور خوارزمی، ج ۱، ص ۲۳۷ پر جوین مرقوم ہے۔ تاریخ طبری میں آپ کا تذکرہ اس سے قبل اور اس کے بعد بالکل موجود نہیں ہے نہ ہی امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

اے دنیا! اُف اور وائے ہو تیری دوستی پر، کتنی صبح و شام تو نے اپنے دوستوں اور حق طلب انسانوں کو قتل کیا ہے، اور ان کے بغیر زندگی گزاری ہے، ہاں روزگار بدیل و نظیر پر قناعت نہیں کرتا، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام امور خدائے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور ہر زندہ موجود اسی کی طرف گامزن ہے۔

بابا نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی تو میں آپ کے اشعار کے پیغام اور آپ کے مقصد کو سمجھ گیا لہذا میری آنکھوں میں اشکوں کے سیلاب جوش مارنے لگے اور میرے آنسو بہنے لگے لیکن میں نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سنبھالا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔

ہماری پھوپھی نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا تھا لیکن چونکہ وہ خاتون تھیں اور خواتین کے دل نرم و نازک ہوا کرتے ہیں لہذا آپ خود پر قابو نہ پاسکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں اور سر برہنہ دوڑتی ہوئی اس حال میں بھائی کے خیمہ تک پہنچیں کہ آپ کا لباس زمین پر خط دے رہا

تھا، وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا:

واثكلاہ! لیت الموت أعدم من الحياة! اليوم ماتت فاطمة أمّ و علی أب، وحسن
أخ یا خلیفة الماض و شمال الباق (۱)

آہ یہ جانسوز مصیبت! اے کاش موت نے میری حیات کو عدم میں تبدیل کر دیا ہوتا! آج ہی
میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے گزر گئے۔ اے گذشتگان کے
جانشین اور اے پسماندگان کی پناہ، یہ میں کیساں رہی ہوں؟
یہ سن کر حسین علیہ السلام نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا:

یا أخیة لا یدھبن بحلمك الشیطان

اے میری بہن مبادا تمہارے حلم و بردباری کو شیطان چھین لے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے
کہا:

بأبی أنت وأمی یا أبا عبد الله! أستقتلت؟

نفسی فداک میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے ابو عبد اللہ! کیا آپ اپنے قتل
و شہادت کے لئے لحظہ شماری کر رہے ہیں؟ میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

.....

۱۔ ارشاد میں یہ جملہ اس طرح ہے یا خلیفة الماضین و شمال الباقین (ص ۲۳۲) تذکرہ

میں اس جملہ کا اضافہ ہے ثم لطمت و جھما (ص ۲۵۰، طبع نجف)

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی؛ آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو گیا اور آپ
نے فرمایا:

لو ترك القطا ليلاً لنام!

اگر پرندہ کورات میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سو رہے گا۔

یہ سن کر پھوپھی نے فرمایا:

يا ويلتي! افتغصب نفسك اغتصاباً؛ فذالك أقرح لقلب وأشد على نفس
اے وائے کیا آپ آخری لمحہ تک مقابلہ کریں گے اور یہ دشمن آپ کو زبردستی شہید کر دیں گے؟
یہ تو میرے قلب کو اور زیادہ زخمی اور میری روح کے لئے اور زیادہ سخت ہے، یہ کہہ کر آپ اپنا
چہرہ پیٹنے لگیں اور اپنے گریبان چاک کر دئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بے ہوش ہو گئیں۔

امام حسین علیہ السلام اٹھے اور کسی طرح آپ کو ہوش میں لا کر تسکین خاطر کے لئے فرمایا:

يا أخية! اتق الله وتعز بعزاء الله واعلم ان أهل الارض يموتون وأن أهل السماء
لا يبقيون وأن كل شئ هالك الا وجه الذى خلق الارض بقدرته و يبعث الخلق
فيعودون وهو فرد و حده. أب خير من، وأم خير من، وأخ خير من ول ولهم ولكل
مسلم بر رسول الله أسوة.

اے میری بہن! تقوائے الہی پر گامزن رہو اور اس سے اپنی ذات کو سکون پہنچاؤ اور جان لو کہ
اہل زمین کو مرنا ہی مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جس ذات نے اپنی
قدرت سے زمین کو خلق کیا ہے اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ اس کی ذات مخلوقات کو
مبعوث کرنے والی ہے، وہ دوبارہ پلٹیں گے، بس وہی اکیلا و تنہا زندہ ہے۔ میرے بابا مجھ سے
بہتر تھے، میری مادر گرامی مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، میرے لئے اور
ان لوگوں کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے رسول خدا کی زندگی اور موت نمونہ عمل ہے۔

اس قسم کے جملوں سے آپ نے بہن کے دل میں امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکا اور انھیں تسلی دی اور پھر فرمایا:

يَا أُخِيَّةُ! اِنِّي اُقْسِمُ عَلَيْكَ فَاُتْبِرِي قَسْمِي: لَا تَشْقِي عَلَّ جَيْباً وَلَا تَحْمِشِي عَلَّ وَجْهًا
وَلَا تَدْعُ عَلَّ بِالْوَيْلِ وَالشُّبُورِ اِذَا اَنَا هَلَكْتُ

اے میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، نہ ہی اپنے چہرے کو پیٹنا اور نہ اس پر خراش لگانا اور نہ ہی واے کہنا اور نہ موت کی خواہش کرنا۔

پھر بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لا کر اور بٹھایا اور ان کے دل کو آرام و سکون بخشنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک کر لیں، اس کی طناب کو ایک دوسرے سے جوڑ لیں اور اپنے خیموں کے درمیان اس طرح رہیں کہ دشمنوں کو آتے دیکھ سکیں۔ (۱) اس کے بعد امام حسین علیہ السلام بانس اور لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے خیموں کے پیچھے آئے جہاں پتلی سی خندق نما بنائی گئی پھر وہ بانس اور لکڑیاں اسی خندق میں ڈال دی گئیں۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ لوگ صبح میں ہم لوگوں پر حملہ کریں گے تو ہم اس میں آگ لگا دیں گے تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ لوگ حملہ آور نہ ہو سکیں اور ہم لوگ اس قوم سے ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں۔ (۲)

شب عاشورا امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

جب رات ہوگئی تو حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین علیہم السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ وہ کبھی دعا کرتے اور کبھی تضرع وزاری میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی اصحاب حسین علیہ السلام میں سے تھے جو دشمنوں کے چنگل سے نجات پا گئے تھے، وہ کہتے ہیں: سواروں کا لشکر جو ہماری نگرانی کر رہا تھا اور ہم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ہمارے پاس سے گزرا: اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرما رہے تھے:

وَلَا يَجْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَّمُوتُوا اَمْمًا مِّمْلٍ لَّهُمْ خَيْرًا لَّا نَفْسَهُمْ اِنَّمَّا نُمَلِّ لَّهُمْ لِيَزِدَّ اَدُوًّا اِنَّمَّا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ. مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَبَيِّنَ الْحَقَّ مِنَّا لِّلْعَالَمِ (۳)

.....

- ۱۔ حارث بن کعب اور ابو ضحاک نے مجھ سے علی بن الحسین کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۰؛ ابوالفرج، ص ۷۵، طنجف، یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۰؛ ارشاد، ص ۲۳۲، طبع نجف) آپ نے تمام روایتیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی ہیں۔
- ۲۔ عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت کی ہے۔ طبری، ج ۵، ص ۴۲۱، ارشاد، ص ۲۳۳، پر فقط ضحاک بن عبداللہ لکھا ہے۔

۳۔ آل عمران، آیت ۱۷۸ و ۱۷۹

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم نے تو انھیں اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے رسوا کنندہ عذاب ہے۔ خداوند عالم ایسا نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رکھے جس پر تم لوگ ہو بلکہ یہی اس لئے ہے کہ وہ پلید کو پاک سے جدا کرے۔

اس وقت لشکر عمر بن سعد کے کچھ سوار ہمارے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک سوار یہ آیتیں سن کر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں، ہم لوگوں کو تم لوگوں سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس شخص کو پہچان لیا اور بریر بن حضیر ہمدانی (۱) سے کہا کہ آپ اسے پہچانتے ہیں یہ کون ہے؟

بریر نے جواب دیا: نہیں! اس پر میں نے کہا: یہ ابو حرب سبیح ہمدانی عبداللہ بن شہر ہے، یہ مسخرہ کرنے والا اور بیہودہ ہے، بڑا بے باک اور دھوکہ سے قتل کرنے والا ہے۔ سعید بن قیس (۲) نے بارہا اس کی بد اعمالیوں اور جنایت کاریوں کی بنیاد پر اسے قید کیا ہے۔

.....

۱۔ ارشاد، ص ۲۳۳، اور دیگر کتب میں خضیر مرقوم ہے اور یہی مشہور ہے۔ آپ کوفہ کے قاریوں میں ان کے سید و سردار شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱) آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا ذکر ہے۔ آپ امام علیہ السلام تک کس طرح پہنچے اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ آپ وہ ہیں جو جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے مقابلہ اور مبارزہ کے لئے اٹھے تو امام علیہ السلام نے آپ کو بٹھا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹)

آپ وہی ہیں جنہوں نے عبدالرحمن بن عبد ربہ انصاری سے کہا تھا: خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے نہ تو جوانی میں، نہ ہی بوڑھا پے میں باطل ہنسی مذاق سے کبھی محبت رہی ہے لیکن خدا کی قسم جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں بہت خوش ہوں۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حورالعین کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ لوگ ہم پر تلوار سے حملہ کریں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حملہ آور ہوں۔ (ج ۵، ص ۴۲۳) آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان نے اپنی جان کو برباد کر دیا۔ معاویہ بن ابوسفیان گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا۔ امام و پیشوا ی ہدایت اور حق تو بس علی بن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد کے ایک فوجی سے جس کا نام یزید بن معقل تھا اس بات پر مباہلہ کیا کہ یہ مفایم و معانی حق ہیں اور یہ کہا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے وہ باطل کو قتل کر دے گا یہ کہہ کر آپ نے اس سے مبارزہ و مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱)

۲۔ سعید بن قیس ہمدانی، ہمدان کا والی تھا جسے والی کوفہ سعید بن عاص اشراق نے معزول کر کے ۳۳ھ میں ری کا والی بنا دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۳۰) امیر المومنین علیہ السلام نے مذکورہ شخص کو شہد بن ربیع اور بشیر بن عمرو کے ہمراہ معاویہ کے پاس جنگ سے پہلے بھیجا تا کہ وہ سر تسلیم خم کر لے اور جماعت کے ہمراہ ہو جائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۳) صفین میں یہ شخص علی کے ہمراہ جنگ میں مشغول تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۷۴) یہ وہ سب سے پہلی ذات ہے جس نے امیر المومنین کے مقاصد کا مثبت جواب دیا تھا۔ (ج ۵، ص ۹) امیر المومنین نے آپ کو انبار اور ہیبت کی طرف سفیان بن عوف کے قتل و غارت گری کے

سلسلے میں روانہ کیا تو آپ ان لوگوں کے سراغ میں نکلے یہاں تک کہ ہیبت پہنچے مگر ان لوگوں سے ملحق نہ ہو سکے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۴) اس کے بعد تاریخ میں ہمیں ان کا کوئی ذکر اور اثر دکھائی نہیں دیتا، شاید جب آپ عثمان کے زمانے میں ری اور ہمدان کے والی تھے تو اسی زمانے میں ابو حرب کو قید کیا ہو۔

یہ سن کر بریر بن حضیر نے اسے آواز دی اور کہا: اے فاسق! تجھے اللہ نے پاک لوگوں میں قرار دیا ہے؟! تو ابو حرب نے بریر سے پوچھا: تو کون ہے؟
بریر نے جواب دیا: میں بریر بن حضیر ہوں۔

ابو حرب نے یہ سن کر کہا: انا للہ! یہ میرے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے کہ تم بریر ہو، خدا کی قسم! تم ہلاک ہو گئے، خدا کی قسم تم ہلاک ہو گئے اے بریر!
بریر نے کہا: اے ابو حرب! کیا تو اپنے اتنے بڑے گناہ سے توبہ کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں اور تم خبیثوں میں ہو۔

اس پر ابو حرب نے بریر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اور میں اس پر گواہ ہوں!
میں (ضحاک بن عبداللہ مشرقی) نے اس سے کہا: تیری معرفت تیرے لئے نفع بخش کیوں نہیں ہو رہی ہے؟

ابو حرب نے جواب دیا: میں تم پر قربان ہو جاؤں! تو پھر یزید بن عذرہ عمریؓ کا ندیم کون ہوگا جو ہمارے ساتھ ہے۔

یہ سن کر بریر نے کہا: خدا تیرا برابر کرے! تو ہر حال میں نادان کا نادان ہی رہے گا۔ یہ سن کر وہ

ہم سے دور ہو گیا۔ (۱)

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۴۲۱، ابو مخنف کا بیان ہے: عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صبح عاشورما

* سپاہ حسین میں صبح کا منظر

* روز عاشور امام علیہ السلام کا پہلا خطبہ

* زہیر بن قین کا خطبہ

* حرریاحی کی بازگشت

* حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

صبح عاشورما

روز شنبہ کی صبح محرم کی دسویں تاریخ تھی، اذان صبح ہوتے ہی عمر بن سعد نے نماز صبح پڑھی،

اپنے فوجیوں کے ہمراہ باہر آیا (۱) اور اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا:

(۱) عبداللہ بن زہیر از دی (۲) کو اہل مدینہ کا سربراہ قرار دیا۔

- (۲) عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی کو قبیلہ مذحج و اسد کا سالار قرار دیا۔ (۳)
- (۳) قیس بن اشعث بن قیس کندی کو قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سالار قرار دیا۔
- (۴) حرب بن یزید ریاحی (تمیمی ربوعی) کو قبیلہ تمیم و ہمدان کا سربراہ بنایا۔
- (۵) عمرو بن ججاج زبیدی کو میمنہ کا سردار بنایا۔
- (۶) شمر بن ذی الجوشن (خبابی کلابی) کو میسرہ کا سردار بنایا۔

.....

۱۔ طبری ج ۶، ص ۴۲۱، ۴۲۲، ابو مخنف کا بیان ہے: عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ارشاد، ص ۲۳۳ پر فقط ضحاک بن عبداللہ مرقوم ہے۔ امانت کی خاطر روز شنبہ روز عاشوراکھ دیا گیا جبکہ یہ تاریخ اور یہ دن امام حسین علیہ السلام کے کربلا وارد ہونے کی تاریخ اور دن کے منافی ہے جو خود طبری نے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم بروز پنجشنبہ وارد کربلا ہوئے اس بنیاد پر عاشوراروز جمعہ ہوتا ہے نہ کہ شنبہ۔ حسن ظن کی بنیاد پر ہم یہ توجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ دو روایتیں دو راویوں سے ہیں لہذا یہ اختلاف ہے۔ بہر حال روز جمعہ عاشورا کا ہونا مشہور ہے۔ (مترجم)

۲۔ حجاج کے زمانے میں ری کے امیر عدی بن وعاذ کے ہمراہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے اصفہان میں جنگ کے دوران یہ میمنہ کا سردار تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۹۶) طبری میں اس کا آخری تذکرہ یہ ملتا ہے کہ ۱۰۲ھ میں یہ سعد کے نگہبانوں میں تھا۔ اس پر تیروں سے اتنی جراحت و زخم پہنچے کہ اس کا جسم سیہی (ایک جانور جسکے جسم پر کانٹے ہی کانٹے ہوتے ہیں) کی

طرح ہو گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۱۳) کربلا سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔
 ۳۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ۵۱ھ حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) یہ قبیلہ مذحج اور اسد کے پیدلوں پر سربراہ تھا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اسے امام حسین علیہ السلام کے قتل پر برا بیخیز کیا تو اس نے انکار کیا اور شمر کو گالیاں دیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰)

- (۷) عز رہ بن قیس احمسی کو سواروں کا سپہ سالار بنایا۔
 (۸) شبث بن ربعی ریاحی تمیمی کو پیدلوں کا سربراہ قرار دیا۔
 (۹) پرچم اپنے غلام ذوید (۱) کے ہاتھوں میں دیا۔
 (۱۰) اور خود سارے لشکر کا سربراہ بن کر قلب لشکر میں حملہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔

سپاہ حسینی میں صبح کا منظر

ادھر سپیدہ سحری نمودار ہوئی اور ادھر لشکر نور میں خورشید عاشور امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کی:

اللّٰهُمَّ اَنْتَ ثَقْتٌ فِي كُلِّ كَرْبٍ وَرَجَاءٌ فِي كُلِّ شِدَّةٍ وَأَنْتَ لَ فِي كُلِّ أَمْرٍ نَزْلٌ بِثِقَّةٍ وَ
 عِدَّةٍ، كَمْ مِنْ هَمٍّ يَضَعْفُ فِيهِ الْفَوَادِ، وَ تَقَلُّ فِيهِ الْحَيْلَةُ، وَ يَخْذَلُ فِيهِ الصَّدِيقُ
 وَيَشْمَتُ فِيهِ الْعَدُوُّ، أَنْزَلْتَهُ بَكْ وَ شَكْوَتَهُ الْيَاكُ، رَغْبَةً مِنْ عَمَّنْ سِوَاكَ، فَفَرَّجْتَهُ، وَ
 كَشَفْتَهُ، فَأَنْتَ وَلَّ كُلِّ نِعْمَةٍ، صَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَ مَنْتَهَى كُلِّ رَغْبَةٍ (۲)

خدا یا! تو ہی کرب و تکلیف میں میری تکیہ گاہ اور ہر سختی میں میری امید ہے۔ ہر وہ مصیبت جو

مجھ پر نازل ہوئی اس میں تو ہی میری تکیہ گاہ اور پناہ گاہ ہے؛ کتنی ایسی مصیبتیں اور کتنے ایسے غم و اندوہ ہیں جس میں دل کمزور اور راہ چارہ و تدبیر مسدود ہو جاتی ہے، دوست و آشنا تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن برا بھلا کہتے ہیں لیکن میں ان تمام مصیبتوں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ ہی سے اس (امت) کا گلہ ہے اور

.....

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے، اس سے محمد بن بشر نے اور اس سے عمرو بن حضرمی نے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲)

۲۔ اس روایت کو ابو مخنف نے اپنے بعض ساتھیوں سے اور ان لوگوں نے ابو خالد کاہلی سے بیان کیا ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۳) شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۳ پر فرمایا ہے: ابو مخنف، علی بن الحسین علیہ السلام سے اور ابو خالد سے روایت کرتے ہیں جو ان کے ساتھیوں میں تھا اور ابو خالد نے اس خبر کو امام علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔

تیرے علاوہ سب سے امیدیں توڑ لی ہیں؛ تو نے گشائش پیدا کی ہے اور مصیبتوں کے سیاہ بادل کو چھانٹ دیا ہے پس تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر نیکی کا مالک اور تمام امیدوں اور رغبتوں کی انتہا ہے۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا بیان ہے: (یہ اصحاب حسین میں سے وہ ہیں جو زخمی ہونے کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے) جب اموی فوج ہماری

طرف بڑھی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ بانس اور لکڑی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی آگ تھی جسے ہم لوگوں نے اپنے خیموں کے پیچھے جلایا تھا تاکہ پیچھے سے یہ لوگ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ اسی اثناء میں دشمن فوج کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا میری طرف آیا، وہ اسلحہ سے پوری طرح لیٹ تھا، وہ ہم لوگوں سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ہمارے خیموں سے گزرنے لگا اور غور سے ہمارے خیموں کو دیکھنے لگا لیکن اسے پیچھے کچھ دیکھائی نہ پڑا فقط بھڑکتے ہوئے شعلے تھے جو اسے دکھائی دے رہے تھے، وہ پلٹا اور چیخ کر بولا:

یا حسین! استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامة.

اے حسین! قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ کے لئے جلدی کر دی؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: من هذا کائنہ شم بن ذی الجوشن؟ یہ کون ہے؟ گویا یہ شم بن ذی الجوشن ہے؟ جواب ملا: خدا آپ کو سلامت رکھے! ہاں یہ وہی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا:

یا بن راعیة المعزی أنت اولی بها صلیبا!

اے بیابان زادہ، بے ثقافت اور بد چلن! آگ میں جلنے کا حق دار تو ہے نہ کہ میں۔

امام حسین علیہ السلام کے جواب کے بعد مسلم بن عوسجہ نے آپ سے عرض کیا:

یا بن رسول الله جعلت فداک إلا ارمیه بسهم فانه قد أمکنی ولیس یسقط

سهم منی فالفاسق من أعظم الجبارین

میری جان آپ پر نثار ہو، کیا اجازت ہے کہ ایک تیر چلا دوں، اس وقت یہ بالکل میری زد پر

آگیا ہے میرا تیر خطا نہیں کرے گا اور یہ آدمی بہت فاسق و فاجر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو جواب دیا:

لا ترمه، فانی أكره أن أبدأهم (۱)

نہیں ایسا نہیں کرنا؛ میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا۔

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

جب فوج آپ سے نزدیک ہونے لگی تو آپ نے اپنا ناقہ منگوا یا اور اس پر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور با آواز بلند اس طرح تقریر شروع کی جسے اکثر و بیشتر لوگ سن رہے تھے:

أيها الناس! اسمعوا قول ولا تعجلون حتى أعظكم بما يحق لكم على وحتى أعتذر لكم من مقدم اليكم، فان قبلتم عذر وصدقتم قول وأعطيتم من النصف، كنتم بذلك أسعد ولم يكن لكم على سبيل، وان لم تقبلوا من العذر ولم تعطوا النصف من أنفسكم فأجمعوا أمركم وشركاءكم ثم لا من كُنْ أَمْرَكُمْ عَلَيَّ كُمْ عُمَّةٌ ثُمَّ أَقْضُوا إِلَّاءَ وَلَا تُنظِرُونَ (۲) إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ سَمِعَ تَوَلَّى الصَّالِحِينَ (۳)

ایھا الناس! میری بات، سنو جلدی نہ کرو! یہاں تک کہ میں تم کو اس حد تک نصیحت کر دوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یعنی تمہیں بے خبر نہ رہنے دوں اور حقیقت حال سے مطلع کر دوں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے اپنا عذر پیش کر دوں کہ میں کیوں آیا ہوں اور تمہارے شہر کا رخ کیوں کیا۔ اگر تم نے میرے عذر کو قبول کر لیا اور میرے کہے کی تصدیق کر کے میری بات مان لی اور میرے ساتھ انصاف کیا تو یہ تمہارے لئے خوش قسمتی

ہوگی اور اگر تم نے میرے عذر کو نہ مانا اور انصاف کرنا نہ چاہا تو مجھ کو کوئی پروا نہیں ہے۔ تم اور جس جس کو چاہو تمام جماعت کو اپنے ساتھ متفق کر لو اور میری مخالفت پر ہم آہنگ ہو جاؤ پھر دیکھو کوئی حسرت تمہارے دل میں نہ رہ جائے اور پوری طاقت سے میرا خاتمہ کر دو، مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو بس خدا پر ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی صالحین کا مددگار ہے۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۴ و ارشاد، ص ۲۳۴)

۲۔ سورہ یونس، آیت ۷۱

۳۔ سورہ اعراف، آیت ۱۹۶

یہ وہ دلسوز تقریر تھی جسے سن کر مخدرات کا دامن صبر لبریز ہو گیا اور آپ کی بہنیں نالہ و شبنون کرنے لگیں؛ اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی آنسو بہانے لگیں۔ جب رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی علیہما السلام اور اپنے فرزند جناب علی اکبر کو ان لوگوں کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں سے فرمایا: جاؤ ان لوگوں کو چپ کراؤ! قسم ہے میری جان کی انھیں ابھی بہت زیادہ آنسو بہانا ہے۔

جب وہ مخدرات خاموش ہو گئیں تو آپ نے حمد و ثنائے الہی اور خدا کا تذکرہ اس طرح کیا جس کا وہ اہل تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا، خدا کے ملائکہ اور اس کے پیغمبروں پر

بھی درود و سلام بھیجا۔ (اس کے بعد بحرِ خارفصاحت و بلاغت میں ایسا تموج آیا کہ راوی کہتا ہے) خدا کی قسم! اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد میں نے حضرت کے مانند فصیح البیان مقرر نہیں دیکھا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

اما بعد: فانسبونی فانظر وا من أنا؟ ثم ارجعوا الی أنفسکم وعاتبوها فأنظروا هل یحل لکم قتل وانتهاک حرمت؟ ألسنت ابن بنت نبیکم صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلّم وابن و صصہ وابن عمّہ وأول المؤمنین باللہ والصدّق لرسولہ بما جاء به من عند ربہ، أو لیس حمزة سید الشهداء عم اب؟ أو لیس جعفر الشہید الطیار ذوالجناحین عم؟! أولم یبلغکم قول مستفیض فیکم: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال لی وأخی: هذان سے داشباب أهل الجنة؟

فان صدّقتمونی بما أقول، فهو الحق فواللہ ما تعدّدت کذباً مذعلبت أن اللہ یمقت علیہ أهلہ ویضربہ من اختلقہ...

وان کذبتمونی فان فیکم من ان سالتبوه عن ذالک أخبرکم سلوا جابر بن عبد اللہ الانصاری (۱) أو اباسعید الخدری (۲) أو سهل بن سعد الساعدی (۳)

.....

۱۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاة کے ہاتھوں پر معاویہ کی بیعت کرنے سے آپ نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ یہاں تک کہ بسر بن ارطاه نے آپ کو بیعت کرنے پر مجبور کیا تو جان کے خوف سے آپ نے بیعت کر

لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۹)۔ ۵۰ھ میں جب معاویہ نے حج کی انجام دہی کے بعد رسول کا منبر اور عصا

مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہا تو آپ نے اسے اس فعل سے روکا اور وہ رک گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۳۹) ۷۴ھ میں جب عبدالملک کی جانب سے حجاج مدینہ آیا تو اس نے اصحاب رسول کی توہین اور سرکوبی کرنا شروع کر دی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ انہیں میں سے ایک جابر بھی تھے۔

۲۔ رسول الخدای صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں اپنے اصحاب کو میدان جنگ کی طرف لے جاتے وقت آپ کو بچنے کی وجہ سے لوٹا دیا تھا۔ (طبری، ج ۲، ص ۵۰۵) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے (طبری، ج ۳، ص ۱۴۹) لیکن عثمان کے قتل کے بعد ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ یہ عثمانی مذہب تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۳۰)

۳۔ یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۹۴) انھوں نے ہی روایت کی ہے کہ بصرہ کے فتنہ میں عایشہ نے پہلے عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا پھر قید کرنے کا حکم دیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۶۱۸) یہ علی علیہ السلام کی روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۴۷) ۷۴ھ میں عبدالملک کی جانب سے حجاج جب مدینہ میں وارد ہوا تو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی توہین اور سرکوبی کی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونے والوں میں ایک سہل بن سعد بھی تھے۔ ان لوگوں پر حجاج نے عثمان کا ساتھ نہ دینے کی تہمت لگائی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۵)

أوزید بن ارقم (۱) أو انس بن مالک (۲)

یخبروكم : انهم سمعوا هذه المقالة من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
ولاخ، أفما في هذا حاجز لكم عن سفك دم ؟

.....

۱۔ یہ بھی علی علیہ السلام کے فضائل میں روایتیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج ۲، ص ۳۱)
آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کی باتوں کی خبر دی تھی۔ (طبری، ج ۲، ص ۶۰۵) زید بن ارقم ہی نے ابن زیاد پر اعتراض کیا تھا اور ابو عبد اللہ علیہ السلام کے دلبوں پر چھڑی مارنے سے منع کیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۶) (الاعلام، ج ۴، ص ۱۸۸ کے بیان کے مطابق ۶۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔ جب ۱۷ھ میں عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انس بن مالک سے مدد طلب کی (طبری ج ۴، ص ۷۱) اور شوستر کی فتح میں اس کو شریک کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۸۶)
۳۵ھ میں یہ بصرہ میں لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے براہیجیتہ کر رہے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۵۲) ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جن سے ۴۵ھ میں زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں مدد طلب کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۲۴) عاشورا کے دن یہ بصرہ میں تھے۔ ۶۴ھ میں ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد ابن زبیر نے ان کو بصرہ کا امیر بنا دیا تو انہوں نے ۴۰ دنوں تک نماز

پڑھائی (طبری، ج ۵، ص ۵۲۸) اور ۶۴ ھ میں جب عبدالملک کی جانب سے حجاج مدینہ آیا اور اصحاب رسول خدا کی سرکوبی اور توہین کرنے لگا اور انہیں زنجیروں میں جکڑنے لگا تو اس کی گردن میں زنجیر ڈالی، اس طرح وہ چاہتا تھا کہ ان کو ذلیل کرے اور اس کا انتقام لے کہ اس نے ابن زبیر کی ولایت کیوں قبول کی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۵)

تم ذرا میرا نسب بیان کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر خود اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو، اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور خود اپنے آپ سے جواب طلب کرو اور غور کرو کہ تمہارے لئے میرا خون بہانا اور میری ہتک حرمت کرنا کہاں تک جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ اور آپ کے وصی، آپ کے چچا زاد بھائی، ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ہر اس چیز کی تصدیق کرنے والے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار جنہیں شہادت کے بعد خدا نے دو پر پرواز عطا کئے، میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا یہ حدیث تمہارے گوش زد نہیں ہوئی جو زبان زد خلاق ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں جو انان جنت کے سردار ہیں۔ اب اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو اور میری بات کو سچ جانتے ہو کہ حقیقتاً یہ بات سچی ہے کیونکہ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے پر اللہ عذاب نازل کرتا ہے اور ساختہ اور پرداختہ باتیں کرنے والا ضرور نقصان اٹھاتا ہے اسی وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا؛ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو اسلامی دنیا میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ تم کو بتلائیں

گے؛ تم جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہل بن سعد سعدی، زید بن ارقم، یا انس بن مالک سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنا ہے۔ کیا رسالتاً ﷺ کی یہ حدیث تم کو میری خونریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

جب تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن بیچ میں بول پڑا:

هو يعبد الله على حرف ان كان يدر ما تقول! (۱)

اگر کوئی یہ درک کر لے کہ تم کیا کہہ رہے تو اس نے خدا کی ایک پہلو میں عبادت کی ہے۔ شمر کے یہ جسارت آمیز کلمات سن کر حبیب بن مظاہر رطب اللسان ہوئے:

والله ان لا راك تعبد الله على سبعين حرفا و أنا أشهد أنك صادق ما تدر ما يقول
قد طبع الله على قلبك

.....

۱۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۲، طبع نجف میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر (۷۰) حرفوں اور تمام جوانب میں عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے کہ تو نہیں سمجھ پارہا ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگا دی ہے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی تقریر پھر شروع کی:

فان كنتم ف شك من لهذا القول أفتشكون أثاراً بعد؟ أما ان ابن بنت نبيكم
فوالله ما بين المشرق والمغرب ابن بنت نب غير منكم ولا من غيركم، انا ابن

بنت نبیکم خاصة۔

ءاخبرون أطلبون بقتيل منكم قتلته ؛ أو مال استهلكته أو بقصاص من جراحة ؛ فأخذوا الا يكلّونہ ...

فنادى : يا شبث بن ربعي ويا حجار بن ابجر ويا قيس بن الاشعث ويا يزيد بن الحارث (۱) ألم تكتبوا إلّ : أن قد أينعت الثمار و اخضرّ الجناب و طمّت الجمام و انما تقدم على جندك مجند فاقبل ؟!

قالوا له : لم نفعل ! (۲) فقال : سبحان الله ! بلى والله لقد فعلتم ثم قال : ايها الناس ! اذا كرهتمون فدعونا نصرف عنكم الى ما منن الارض۔

فقال له قيس بن اشعث : أولا تنزل على حكم بن عمك ! فانهم لن يروك الا ما تحب ولن يصل اليك منهم مكروه!

فقال الحسين عليه السلام : أنت اخو أخيك محمد بن اشعث [أتريد أن يطلبك بنو هاشم بأكثر من دم مسلم بن عقيل ؟ لا والله لا أعطيهم بيدي اعطاء

.....

۱۔ ان لوگوں کے حالات وہاں گزر چکے ہیں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کوفہ نے امام کو خط لکھا اور یہ اس گروہ کے منافقین میں سے تھے۔

۲۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: ان لوگوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو حر بن یزید یروعی جو ان کے لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے کہا: کیوں نہیں خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی آپ کو یہاں لائے ہیں۔ خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا۔ (ص ۲۵۱)

الذليل ولا أقرا قرار العبيد! (۱)

عباد الله وَإِنَّ عُدَّتْ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونَ (۲) أَعُوذُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ
لَا يُؤْمِنُ بِحُجُومِ الْحِسَابِ (۳)

اور اگر تمہیں رسول کی حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا
نوسہ ہوں؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں میرے سوا کوئی نبی کا نوسہ نہیں ہے، فقط میں ہی
ہوں جو تمہارے نبی کا نوسہ ہوں۔ ذرا بتاؤ تو سہی میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو؟ کیا اپنے کسی
مقتول کا بدلہ لے رہے ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے
میں نے تلف کر دیا ہے؟ یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو؟

لشکر پر خاموشی چھائی تھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت نے خاص طور پر لوگوں کو
آواز دی: اے شہبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن
حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پختہ اور رسیدہ ہیں، کھیتیاں لہلہا رہی ہیں
، چشمے پُر آب اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں، آپ چلے آئیے؟ ان سب نے امام علیہ
السلام کو جواب دیا: ہم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں لکھا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ!
کیوں نہیں خدا کی قسم تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا؛ پھر عام لشکر کی طرف مخاطب ہو کر
گویا ہوئے: جب تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے واپس ایسی جگہ چلے جانے دو جہاں امن
وامان کے ساتھ زندگی گزار سکوں۔

یہ سن کر قیس بن اشعث بولا: آپ اپنے چچا زاد بھائیوں کے حکم کے آگے سر تسلیم کیوں خم نہیں
کر دیتے۔ وہ لوگ ہرگز آپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کریں گے مگر یہ کہ وہی جو آپ کو پسند ہوگا

اور ان کی جانب سے آپ کو کوئی ناپسند امر نہیں دکھائی دے گا۔

.....

۱- شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۵ پر اور ابن نما نے مشیر الاحزان کے ص ۲۶ پر ولا افرار العبد لکھا ہے۔ مقرر نے اپنے مقتل ص ۲۸۰ پر اسی کو ترجیح دی ہے لیکن ابن اشعث کے جواب میں اقرار زیادہ مناسب ہے، نہ کہ فرار کیونکہ ابن اشعث نے آپ کے سامنے فرار کی پیشکش نہیں کی تھی بلکہ اقرار کی گزارش کر رہا تھا۔ مقرر نے اپنے قول کی دلیل کے لئے مصقلہ بن ہبیرہ کے سلسلے میں امیر المومنین کا جملہ: وفرار العبد (وہ غلام کی طرح بھاگ گیا) پیش کیا ہے لیکن مصقلہ کا فعل امام حسین علیہ السلام کے احوال سے متناسب نہیں ہے جیسا کہ یہ واضح ہے۔ ۲- دخان آیت ۳۲۰۔ سورہ مومن آیت ۲۷

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: تو اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کا بھائی ہے، کیا تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم، مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کے تجھ سے طلبگار ہوں؟ خدا کی قسم ایسا تو نہ ہوگا کہ میں ذلت کے ساتھ خود کو اس کے سپرد کروں اور غلامانہ زندگی کا اپنے لئے اقرار کر لوں۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے دامن پر کوئی دھبہ رہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس جابر و سرکش سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپ پلٹ آئے اور اپنے ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے زانو بند لگا دے۔ (۱)

.....

۱- طبری، ج ۵، ص ۴۲۳، ۴۲۶، ابوحنیف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے یہ

روایت نقل کی ہے اور ابن عاصم کا بیان ہے کہ مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت بیان کی ہے۔

زبیر بن قین کا خطبہ

اس کے بعد زہیر بن قین اپنے گھوڑے پر جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اسلحوں سے لیس سوار ہو کر نکلے اور فرمایا:

يا أهل الكوفة! نذار لكم من عذاب الله نذار! ان حقاً على المسلم نصيحة أخيه المسلم، ونحن حتى الآن أخوة وعلى دين واحد وملة واحدة ما لم يقع بيننا وبينكم السيف، وأنتم للنصحة منّا أهل، فاذا وقع السيف انقطعت العصبة وكُنّا أمة وانتم أمة۔

ان الله قد ابتلانا وایا کم بذرّ مے نذیرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لینیظر ما نحن وأنتم عاملون، أنا ندعوکم الی نصرہم وخذلان الطاغیة عبید اللہ بن زیاد، فانکم لا تدرون منها الا بسوء عمر سلطانہما کلہ، لیسبلان أعینکم، و یقطعان أیدیکم وأرجلکم، ويمثلان بکم، ویرفعانکم علی جذوع النخل، ویقتلان أماثلکم وقراء کم: أمثال حجر بن عد وأصحابہ، وہان بن عروہ وأشباہہ۔

فسبّوا واثنوا علی عبید اللہ بن زیاد ودعوا له وقالوا: واللہ لا نبرح حتی نقتل صاحبک ومن معہ، أو نبعث بہ وبأصحابہ الی الامیر عبید اللہ سلماً! فقال لهم:

عبداللہ ان ولد فاطمة رضوان اللہ علیہا أحق بالود والنصر من ابن سمیة فان لم تنصروهم فاعینکم باللہ أن تقتلوهم فخلوا بین الرجل و بین ابن عمہ یزید بن معاویة ، فلعمری أن یزید لیرض من طاعتکم بدون قتل الحسین علیہ السلام۔

فرماہ شمر بن ذالجوشن بسہم وقال : اسکت ، اسکت اللہ نامتک ابرمتنا بکثرة کلامک !

فقال له زهير : يا ابن البوال على عقبیه ما ایاک اخطب ، انما أنت بهیمة ! واللہ ما أظنک تحکم من کتاب اللہ آیتین ! فابشر بالجز يوم القيامة والعذاب الالیم !

فقال له شمر : ان اللہ قاتلتک وصاحبک عن ساعة !

قال : أفبالهوت تحوّن ! فواللہ للهوت معه أحب الی من الخلد معکم ! ثم أقبل علی الناس رافعاً صوته فقال :

عباد اللہ ! لا یغرنکم من دینکم هذا الجلف الجافی و أشباهه ، فواللہ لا تنال شفاعتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوماً هراقوا دماء ذریتہ وأهل بیتہ ، وقتلوا من نصرهم وذب عن حریمهم !

فناداه رجل فقال له : ان أبا عبد اللہ یقول لك : أقبل ، فلعمری لئن کان مو من آل فرعون نصح لقومه وأبلغ فی الدعاء ، لقد نصحت لهؤلاء وأبلغت ، لو نفع النصح والابلاغ

اے اہل کوفہ ! میں تم کو خدا کے عذاب سے ہوشیار کر رہا ہوں ! کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان

تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین و ملت کے پیرو ہیں، لہذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو، ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق و حرمت خود بخود منقطع ہو جائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہو جاؤ گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے سلسلے میں مورد آزمائش قرار دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں، لہذا ہم تم کو ان کی مدد و نصرت اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں؛ کیونکہ تم لوگ ان دونوں باپ بیٹوں سے ان کے دوران حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے، تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹتے رہیں گے اور تم کو مثلہ کر کے کھجور کے درخت پر لٹکاتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی، (۱) ان کے اصحاب، ہانی بن عروہ (۲) اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا۔

اس پر ان لوگوں نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور عبید اللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرتے رہے؛ اس کے لئے دعائیں کہیں اور بولے: خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں ان کو قتل نہ کر لیں یا امیر عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں

.....

۱۔ آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ ۱۶۰ھ میں جنگ قادسیہ میں مددگار کے عنوان سے شریک تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۷۰) کوفہ سے بصرہ کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب سے پہلے آپ نے مثبت جواب دیا تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۸۵) اس سے پہلے یہ عثمان کے خلاف لوگوں کو برا بھونچتہ کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۴۸۸) آپ کوفہ میں قبیلہ مذحج اور اہل یمن کے اشعری قبیلہ والوں کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۰۰) جنگ صفین میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلتے تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۷۴) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صفین میں تحکیم حکمین کے صحیفہ کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۴) خوارج سے جنگ کے موقع پر نہروان میں آپ میمنہ کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۸۵) ۳۹ھ میں علی علیہ السلام نے آپ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ کوفہ سے سخاک بن قیس کے ۳ ہزار کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا تو حدود شام میں مقام تدمر میں آپ اس سے ملحق ہو گئے اور آپ نے اس کے ۲۰ آدمیوں کو قتل کر دیا یہاں تک رات ہو گئی تو سخاک بھاگ کھڑا ہوا اور حجر لوٹ آئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) جب عام الجماعة میں معاویہ کوفہ آیا تو اس نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنا دیا اور مغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا بدترین عمل شروع کر دیا؛ اس پر حجر نے مغیرہ کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنا دیا تو اس نے بھی وہی رویہ اپنایا اور حجر نے بھی اپنی رفتار کو برقرار رکھا تو زیاد بن ابیہ نے انہیں گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج

دیا اور معاویہ نے آپ کو قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰)

۲۔ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کے دوران آپ کے شرح احوال گذر چکی ہے۔

تسلیم محض کر کے نہ بھیج دیں۔ اس پر زہیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا: بندگان خدا! فرزند فاطمہ رضوان اللہ علیہا، ابن سمیہ (۱) سے زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں۔ اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انھیں قتل نہ کرو، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور ان کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛ قسم ہے میری جان کی کہ یزید قتل حسین (علیہ السلام) کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا۔

جب زہیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہو جا! خدا تیری آواز کو خاموش کر دے، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمارے دل کو بر ما دیا ہے۔ اس جسارت پر زہیر بن قین نے شمر سے کہا: اے بے حیا اور بد چلن ماں کے بیٹے جو اپنے پیروں کے پیچھے پیشاب کرتی رہتی تھی! میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں، تو تو جانور ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا؛ قیامت کے دن ذلت و خواری اور دردناک عذاب کی تجھے بشارت ہو۔ یہ سن کر شمر نے کہا: خدا تجھے اور تیرے سالار کو ابھی موت دیدے!

.....

۱۔ سمیہ ایک زنا کار کنیز تھی۔ زمان جاہلیت میں اس کا شمار برے کام کی پرچمدار عورتوں میں ہوتا تھا۔ اس سے قریش کے چھ مردوں نے زنا کیا جس کے نتیجے میں زیاد دنیا میں آیا۔ اس کے بعد ان چھ لوگوں میں تنازعہ اور جھگڑا شروع ہو گیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ جب اس کے اصلی باپ کا پتہ نہ چل سکا تو اسے زیاد بن ابیہ یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا یا زیاد بن عبید یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے ملحق کر لیا تو اسے بعض لوگ زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے۔

جب معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنایا اور اس نے حجر بن عدی کو گرفتار کیا اور ان کے خلاف گواہوں کو جمع کرنا شروع کیا تو اس فہرست میں شداد بن بزیعہ کے نام پر اس کی نگاہ گئی تو وہ بولا: اس کا کوئی باپ نہیں ہے جس کی طرف نسبت دی جائے! اسے گواہوں کی فہرست سے نکالو، اس پر کسی نے کہا: یہ حصین کا بھائی ہے جو منذر کا لڑکا ہے، تو زیاد بولا: پھر اسے اسی کے باپ کی طرف منسوب کرو، اس سفارش کے بعد اس کا نام گواہوں کی فہرست میں لکھا گیا اور اسے منذر کی طرف منسوب کیا گیا۔ جب شداد تک یہ خبر پہنچی تو وہ بولا: وائے ہو اس پسر زنا کار پر! کیا اس کی ماں اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں ہے؟ خدا کی قسم اسے فقط اسکی ماں سمیہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰)

یزید بن مفرغ حمیری سجستان کی جنگ میں عبید اللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے ہمراہ تھا وہاں ان لوگوں پر جب سختی کی زندگی گزرنے لگی تو ابن مفرغ نے عباد کی ہجو میں اشعار کہے

إذا أودى معاوية بن حرب

فبشر شعب قعبك بأنصدا ع

فأشهد أن أمك لم تبأشر

أبأسفيان واضعة القناع

ولكن كان أمرًا فيه لبس

على وجل شديد وارتياح

جب معاویہ بن حرب مر جائے گا تو تجھے بشارت ہو کہ تیرا پیالہ ٹوٹ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ پردہ ہٹا کر تیری ماں نے ابوسفیان سے مباشرت نہیں کی تھی۔ لیکن یہ امر ایسا تھا کہ جس میں زیادہ خوف اور دہشت سے بات مشتبه ہوگئی۔

اس نے پھر کہا

ألا أبلغ معاوية بن حرب

مغلغلة من الرجل اليماني

أتغضب أن يقال: أبوك عف

وترطى أن يقال: أبوك زان

فأشهد أن رحمك من زياد

كرحم الفيل من ولد الاتان

(طبری، ج ۵، ص ۳۱۷) کیا میں معاویہ بن حرب تک یمانی مرد کا قصیدہ مغلغلہ نہ پہنچاؤں کیا تو اس سے غضبناک ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ پاک دامن تھا؟ اور اس سے راضی ہوتا ہے کہ کہا جائے: تیرا باپ زنا کار تھا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو زیاد کا بچہ اسی طرح ہے جس طرح گدھی کا بچہ ہاتھی ہو۔

خاندان زیاد کی ایک فرد جسے صعدي بن سلم بن حرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مہدی عباسی

کے پاس حاضر ہوا جو اس وقت کے مظالم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مہدی عباسی نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں آپ کا بیچا زاد رشتہ دار ہوں! مہدی عباسی نے پوچھا: تم ہمارے کس بیچا کے خاندان سے ہو؟ تو اس نے خود کو زیاد سے نسبت دی۔ یہ سن کر مہدی نے کہا: اے زنا کار سمیہ کے بیچہ! تو کب سے ہمارا ابن عم ہو گیا؟ اس کے بعد اسے باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی گردن پکڑ کر اسے باہر نکال دیا گیا۔ اس کے بعد مہدی عباسی حاضرین کی طرف ملتفت ہوا اور کہا: خاندان زیاد کے بارے میں کسی کو کچھ علم ہے؟ تو ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اسی اثناء میں ایک مرد جسے عیسیٰ بن موسیٰ یا موسیٰ بن عیسیٰ کہتے ہیں ابوعلی سلیمان سے ملا تو ابوعلی سلیمان نے اس سے درخواست کی کہ زیاد اور آل زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے مکتوب کر دو تا کہ میں اسے مہدی عباسی تک لے جاؤں۔ اس نے ساری روداد لکھ دی اور اس نے اس مکتوب کو وہاں بھیج دیا۔

ہارون الرشید اس زمانے میں مہدی کی جانب سے بصرہ کا والی تھا، پس مہدی نے حکم دیا کہ ہارون کو ایک خط لکھا جائے۔ اس خط میں مہدی نے حکم دیا کہ آل زیاد کا نام قریش و عرب کے دیوان سے نکال دیا جائے۔ مہدی کے خط کا متن یہ تھا: قبیلہ ثقیف کے خاندان عبد آل علاج کی ایک فرد عبید کے لڑکے زیاد کو خود سے ملحق کرنے کی معاویہ بن ابی سفیان کی رائے اور اس کا دعویٰ ایسا تھا جس سے اس کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں نے اور اس کے زمانے میں بھی کافی لوگوں نے انکار کیا کیونکہ وہ لوگ اہل فضل

ورضا اور صاحبان علم و تقویٰ تھے اور انہیں زیاد، زیاد کے باپ اور اس کی ماں کے بارے

میں سب کچھ معلوم تھا۔

معاویہ کے لئے اس کام کا باعث ورع و ہدایت یا ہدایت گرسنت کی اتباع نہیں تھی اور نہ ہی گزشتہ ائمہ حق کی پیروی نے اسے اس بات کی دعوت دی تھی؛ اسے تو بس اپنے دین اور اپنی آخرت کو خراب کرنے کا شوق تھا اور وہ کتاب و سنت کی مخالفت پر مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ زیاد کے سلسلہ میں خوش بینی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ زیاد اپنے کام میں جلد باز نہیں ہے، وہ نافذ القول ہے اور باطل پر معاویہ کی مدد اور پشت پناہی میں اس کی امیدوں پر کھرا اترتا ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے فرمایا تھا: بچہ جس بستر پر پیدا ہوا اسی کا ہے اور زنا کار کا حق سنگ سار ہونا ہے اور آپ نے فرمایا: جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام سے پکارا جائے اور جو اپنے موالی کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب ہو تو اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو؛ خداوند عالم نہ تو اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ ہی اس کا فدیہ قبول ہوگا۔ قسم ہے میری جان کی کہ زیاد نہ تو ابوسفیان کی گود میں پیدا ہوا نہ ہی اس کے بستر پر، نہ ہی عبید ابوسفیان کا غلام تھا، نہ سمیہ اس کی کنیز تھی، نہ ہی یہ دونوں اس کی ملک میں تھے اور نہ ہی یہ دونوں کسی اور سبب کی بنیاد پر اس کی طرف منتقل ہوئے تھے لہذا معاویہ نے زیاد کو اپنے سے ملحق کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بھی انجام دیا اور جو اقدامات کئے سب میں اس نے امر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی مخالفت کی ہے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی، حق سے روگردانی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے:

ومن أضل ممن اتبع هواہ بغیر ہدی من اللہ ان اللہ لایہدی القوم الظالمین (فصل

۵۰) اور اس نے جناب داود علیہ السلام کو جب حکم، نبوت، مال اور خلافت عطا کیا تو فرمایا:

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۗ (ص ۳۱) اور جب معاویہ نے (جسے اہل حفظ احادیث بخوبی جانتے ہیں) موالی بنی مغیرہ مخزومین سے مکالمہ کیا جب وہ لوگ نصر بن حجاج سلمیٰ کو خود سے ملحق کرنا چاہتے تھے اور اسے اپنے قبیلے والا کہنا چاہتے تھے تو معاویہ نے اپنے بستر کے نیچے پتھر آمادہ کر کے رکھا تھا جو ان کی طرف رسول خدا کے قول للعاہر الحجر کی بنیاد پر پھینکنے لگا۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نے تو تجھے زیاد کے سلسلے میں جو تو نے کیا اس میں حق جو از دید یا کیا تو ہمیں ہمارے فعل میں جو ہم اپنے ساتھی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں حق جواز نہیں دے گا؟ تو معاویہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ تم لوگوں کے لئے معاویہ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ (طبری، ج ۱، ص ۳۱) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور امام علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب دینے سے قبل اگر چہ زہیر بن قین عثمانی تھے؛ لیکن زیاد کو خود سے ملحق کرنے اور حجر بن عدی کو قتل کرنے پر وہ معاویہ سے ناراض تھے لہذا ان کا نفس آمادہ تھا کہ وہ عثمانی مذہب سے نکل جائیں نیز اس کی بھی آمادگی تھی کہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید اور اس کے گروں کے خلاف اظہار ناراضگی کریں اور امام علیہ السلام کی دعوت قبول کریں اور وہ راستہ ترک کر دیں جس پر ابھی تک چل رہے تھے۔

زہیر بن قین نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے، پھر اپنا رخ لشکر کی طرف کر کے بلند آواز میں کہا:

بندگانِ خدا! یہ اجڈ، اکھڑ، خشک مغز اور اس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ رکھیں۔ خدا کی قسم وہ قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نہیں حاصل کر پائے گی جس نے ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور انھیں قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کر رہے تھے۔

یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زہیر کو آواز دے کر کہا: ابو عبد اللہ فرما رہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم! اگر مومن آل فرعون (۱) نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کردی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت کردی اور پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے۔

(۲)

.....

۱۔ امام علیہ السلام نے مومن آل فرعون کی تشبیہ اس لئے دی کہ آپ پہلے عثمانی تھے گویا قوم بنی امیہ سے متعلق تھے۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شامی نے اپنی ہی قوم کے ایک فرد سے یہ روایت نقل کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا، جسے کثیر بن

عبداللہ شعبی کہتے ہیں؛ اس کا بیان ہے: جب ہم حسین کی طرف ہجوم آور ہوئے تو زہیر بن قین ہماری طرف آئے اور خطبہ دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۶) یعقوبی نے بھی اس خطبہ کو ج ۲، ص ۲۳۰، طبع نجف پر ذکر کیا ہے۔

حرریاجی کی بازگشت

جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام پر ہجوم آور ہو رہا تھا تو حرب بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے! کیا تم اس مرد سے ضرور جنگ کرو گے؟

عمر بن سعد نے جواب دیا:

أى والله قتالاً أيسر ه أن تسقط الروؤس تطيح الايى!
ہاں! خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی جس کا آسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ (درختوں کے پتوں کی طرح) سرتن سے جدا ہوں گے اور ہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے۔
حرنے سوال کیا:

أفمالكم ف واحدة من الخصال التى عرض عليكم رضا!
کیا ان مشوروں میں سے کوئی ایک بھی تمہارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

عمر بن سعد نے جواب دیا:

أما والله لو كان الامر للفعلة ولكن أميرك قد أبى ذلك
خدا کی قسم اگر یہ کام میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اسے ضرور قبول کرتا لیکن میں کیا کروں کہ تمہارا امیر اس سے انکار کرتا ہے۔

یہ سن کر حرنے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اس کے ہمراہ اموی فوج کا

ایک سپاہی قرہ بن قیس (۱) بھی تھا۔ حرنے قرہ سے کہا: یا قرہ! اہل سقیۃ فرسک الیوم؟ اے قرہ! کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں! حرنے کہا: پھر تو ضرور پلانے کا ارادہ رکھتا ہوگا؟

قرہ کا بیان ہے: خدا کی قسم میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں سے دور ہونا چاہتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور اسے بھی ناپسند کرتا ہے کہ جب وہ یہ کام انجام دے تو میں وہاں موجود رہوں کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں میں اس کی خبر وہاں نہ پہنچا دوں۔

بہر حال میں نے اس سے کہا: میں نے تو ابھی اسے پانی نہیں پلایا ہے؛ اب اسے لے جا رہا ہوں تاکہ پانی پلا دوں؛ یہ کہہ کر میں نے اس جگہ کوچھوڑ دیا جہاں وہ موجود تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے ارادہ کی اطلاع ہوتی تو میں اس کے ہمراہ حسین (علیہ السلام) کے ہم رکاب ہو جاتا۔

ادھر حرنے آہستہ آہستہ امام حسین علیہ السلام کی طرف نزدیک ہونا شروع کیا۔ حر کی یہ کیفیت دیکھ کر اموی لشکر کے ایک فوجی مہاجر بن اوس (۲) نے آپ سے کہا: اے فرزند یدتمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تو کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟ تو خرخاموش رہا اور وہ اس طرح لرزہ براندام تھا جیسے بجلی کرکڑتی ہو۔ مہاجر بن اوس نے پھر کہا: اے فرزند یدتمہارا ارادہ کیا ہے؟ خدا کی قسم تمہارا کام شک میں ڈالنے والا ہے۔ خدا کی

.....

۱۔ امام حسین کے کربلا میں وارد ہونے کے بیان میں اس شخص کے حالات گزر چکے ہیں اور یہ

کہ حبیب بن مظاہر نے اسے امام علیہ السلام کی نصرت و مدد کی دعوت دی تھی تو اس نے سوچنے کا وعدہ دیا تھا لیکن واپس نہیں پلٹا۔ ظاہر ہے کہ ناقل خبر یہی ہے اور اپنے سلسلہ میں خود ہی مدعی ہے۔

۲۔ شعبی کے ہمراہ یزید بن قین کا قاتل ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱)

قسم جنگ کے وقت میں نے کبھی بھی تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی جیسی ابھی دیکھ رہا ہوں، اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سب سے شجاع اور دلیر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا لیکن اس وقت میں جو تیری حالت دیکھ رہا ہوں وہ کیا ہے؟
 حرنے کہا:

اِنَّوَاللهِ اَخْصَرُ نَفْسٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، وَاللهِ لَا اخْتَارَ عَلَى الْجَنَّةِ شَيْئاً وَلَوْ قَطَعْتَ
 وحرقت!

خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان مختار دیکھ رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔
 پھر حرنے اپنے گھوڑے پر ایک ضرب لگائی اور خود کو حسین لشکر تک پہنچا دیا اور امام حسین کی خدمت میں عرض کیا:

جعلني الله فداك يا بن رسول الله ! أنا صاحبك الذي حبستك عن الرجوع
 وسأيرتك في الطريق ، و جعلت بك في هذا المكان ، والله الذ لا اله الا هو ما
 ظننت أن القوم يردون عليك ما عرضت عليهم أبداً ولا يبلغون منك هذه
 المنزلة فقلت ف نفس: لا أبال أن أطيع القوم في بعض أمرهم ، ولا يرون ان

خرجت من طاعتهم، وأما هم فسيقبلون من حسين عليه السلام هذه الخصال التي يعرض عليهم، والله لو ظننت أنهم لا يقبلونها منك ما ركبتها منك، وان قد جئتك تائباً مما كان من الی ربّ ومواسياً لك بنفس حتى أموت بين يديك، أفترى ذلك ل توبة؟!

اے فرزند رسول خدا! میری جان آپ پر نثار ہو! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کو پلٹنے سے روکا اور آپ کے ہمراہ راستے میں یہاں تک چل کر آیا، میں ہی وہ ہوں جو آپ کو اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں لے کر آیا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں گمان بھی نہیں کر رہا تھا کہ یہ لوگ آپ کے منطقی مشورہ اور صلح آمیز گفتگو کو قبول نہیں کریں گے، میرے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس منزل تک پہنچادیں گے میں اپنے آپ میں کہہ رہا تھا چلو کوئی بات نہیں ہے کہ اس قوم کی اس کے بعض امر میں اطاعت کر لیتا ہوں تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکل آیا ہوں۔ میں ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ آپ جو مشورہ دیں گے اسے یہ لوگ ضرور قبول کر لیں گے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے تو میں کبھی بھی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اے فرزند پیغمبر! اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ہر اس چیز سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جو میں نے انجام دیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا؛ یہاں تک کہ مجھے آپ کے سامنے موت آجائے۔ کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قابل قبول ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: نعم، یتوب اللہ علیک ویغفر لک! ما اسمک؟ ہاں تمہاری

تو یہ قبول ہے، اللہ بھی تمہاری تو یہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے! تمہارا نام کیا ہے؟

حرنے جواب دیا: میں حر بن یزید ہوں۔ (۱) امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أنت الحر كما سمتك أمك أنت الحر ان شاء الله في الدنيا والآخرة انزل

تو حر ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے، ان شاء اللہ تو دنیا و آخرت دونوں میں حر اور

آزاد ہے، نیچے اتر آ۔

حرنے عرض کیا:

أنا لك فارساً خيبر مني لك راجلاً، أقاتلهم على فرس ساعة والى النزول ما يصير آ

خر أمر

میں آپ کی بارگاہ میں سوار رہوں یہ میرے لئے نیچے آنے سے بہتر ہے تاکہ کچھ دیر اپنے

گھوڑے پر ان سے جنگ کر سکوں اور جب میں نیچے اتروں تو یہ میری زندگی کے آخری

لمحات ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: فاضع ما بادلک تم جس فکر میں ہو اسے انجام دو۔ اس

گفتگو کے بعد حر اپنے لشکر کے سامنے آئے اور اس سے مخاطب ہو کر کہا:

.....

۱۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ چونکہ حر اسلحہ سے لیس تھا اور شرم سے اپنا سر جھکائے تھا لہذا امام علیہ

السلام نے اسے نہیں پہچانا اور سوال کیا ورنہ آپ حر کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ آپ حر کے نام سے صفت کا استفادہ کرنا چاہتے تھے لہذا نام پوچھا ورنہ جو

اوصاف اس نے بتائے تھے اس سے تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا حر ہی تھا۔ (مترجم)

حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

ایہا القوم! ألا تقبلون من حسین علیہ السلام خصلة من هذه الخصال التي عرض عليكم في عافيتكم الله من حربہ و قتالہ؟
قالوا: هذا الامير عمر بن سعد فكلّمه۔

فكلّمه بمثل ما كلّمه به قبل، وممثل ما كلّم به أصحابه۔

قال عمر بن سعد اقد حرصت، لو وجدت الى ذلك سبيلاً فعلت۔

فقال: يا اهل الكوفة! لأمكم الهبل والعبث اذا دعوتموه حتى اذا أتاكم أسلمتموه! وزعمتم أنكم قاتلوا أنفسكم دونه، ثم عدوتم عليه لتقتلوه! أمسكتم بنفسه وأخذتم بكظمه، وأحطتم به من كل جانب، فمنعتموه التوجه في بلاد الله العريضة حتى يأمن ويأمن أهل بيته، وأصبح في أيديكم كالاسير، لا يملك لنفسه نفعاً ولا يدفع ضرراً، وحلا تموه ونساءه وصببته وأصحابه عن ماء الفرات الجاري، الذي يشربه اليهود والمجوس والنصران، وتمرغ فيه خنازير السواد و كلابه، هاهم أولاء قد صرعهم العطش، بئسما خلفتم محمداً في ذريته! لاسقاكم الله يوم الظماء ان لم تتوبوا و تنزعوا عما أنتم عليه من يومكم هذا في ساعتكم هذه

اے قوم! حسین کی بتائی ہوئی راہوں میں سے کسی ایک راہ کو کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ اور ان کے قتل سے معاف فرمادے۔

لشکر نے کہا: یہ امیر عمر بن سعد ہیں انہیں سے بات کرو۔

تو حر نے عمر بن سعد سے بھی وہی بات کی جو اس سے پہلے کی تھی اور جو باتیں ابھی لشکر سے کی

تھیں۔ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں اس کا بڑا حریص تھا کہ اگر میں کوئی بھی راستہ پاتا تو ضرور یہ کام انجام دیتا۔

یہ سن کر حمر نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں؛ کیونکہ تم ہی لوگوں نے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ چلے آئے تو تم لوگ انھیں اس ظالم کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تم اس کے مدعی تھے کہ ان پر اپنی جان نثار کر دو گے پھر اپنی بات سے پلٹ کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہاں ان کو روک رکھا اور ان کی بزرگواری اور کظم غیظ کے مقابلہ میں ان پر پہرہ ڈال دیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اللہ کی اس وسیع و عریض زمین میں ان کو کہیں جانے بھی نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن و امان کی زندگی گزار سکیں۔ یہ تمہارے ہاتھوں میں اسیروں کی طرح ہو گئے ہیں جو نہ تو خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے ضرور نقصان کو دور کر سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے ان پر، ان کی عورتوں پر، ان کے بچے اور ان کے اصحاب پر اس فرات کے بہتے پانی کو روک دیا ہے جس سے یہود و مجوسی اور نصرانی سیراب ہو رہے ہیں، جس میں کالے سوراہے اور کتے لوٹ رہے ہیں؛ لیکن یہی پانی ہے جو ان پر بند ہے اور پیاس سے یہ لوگ جاں بلب ہیں۔ حقیقت میں تم لوگوں نے محمد ﷺ کے بعد ان کی ذریت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا ہے۔ خدا قیامت کے دن، جس دن شدت کی پیاس ہوگی تم لوگوں کو سیراب نہ کرے۔ اگر تم اپنے افعال سے آج اسی وقت توبہ نہ کر لو۔ (۱)

جب حرکی تقریر یہاں تک پہنچی تو پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے آپ پر حملہ کر دیا اور تیر

بارانی شروع کردی (۲) لیکن حر پلٹ کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔
 حر کی اس دلسوز تقریر کا بعض دلوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف چلے
 آئے ان میں سے ایک یزید بن یزید مہاصر ہیں جو عمر بن سعد کے ہمراہ حسین سے جنگ کے
 لئے آئے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی تمام شرطوں کو رد کر دیا گیا اور جنگ کا بازار گرم
 ہو گیا تو آپ حسینی لشکر کی طرف چلے آئے (۳) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حر کی
 تقریر سے راہ حسین کے سالک ہوئے ہیں۔

.....

۱۔ الارشاد، ص ۲۳۵، التذکرہ، ص ۲۵۲

۲۔ ابو جناب کلبی اور عدی بن حرمہ سے یہ روایت منقول ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۷،
 ارشاد، ص ۲۳۵)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کنڈی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید
 بن زیاد وہی ابو شعشاء کنڈی ہے جو قبیلہ بہدلہ سے متعلق تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵)

آغاز جنگ

* پہلا تیر

* نافع بن ہلال جملی کی شہادت

* الحملۃ الاولی (پہلا حملہ)

* غفاری برادران

* کرامت و ہدایت

* قبیلہ جابری کے دو جوان

* بریر کا مقابلہ اور ان کی شہادت

* حن * لہ بن اسعد شبامی کی شہادت

* عمرو بن قر * ہ انصاری کی شہادت

* عابس بن ابی شیبہ شاکری اور انکے غلام کی شہادت

* نافع بن ہلال

* یزید بن زیاد ابو شعشاء کندی کی شہادت

* الحملۃ الثانیہ (دوسرا حملہ)

* چار دوسرے اصحاب کی شہادت

* مسلم بن عوسجہ

* سوید نعیمی و بشر حضرمی

* الحمله الثالثه (تیسرا حملہ)

* اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی

* الحمله الرابعه (چوتھا حملہ)

* نماز * ہر کی آمادگی

* حبیب بن م * اہر کی شہادت

* حر بن یزید ریاحی کی شہادت

* نماز * ہر

* زہیر بن قین کی شہادت

آغاز جنگ

پہلا تیر

جب بات یہاں تک پہنچی تو عمر بن سعد حسینی سپاہ کی طرف حملہ آور ہوا اور آواز دی: اے زوید! (۱) پرچم کو اور نزدیک لاؤ تو وہ پرچم کو بالکل قریب لے کر آیا اس وقت عمر بن سعد نے چلہ کمان میں تیر کو جوڑا اور حسینی لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے بولا: اَشْهَدُ اَنْ اَوَّلَ مَنْ رَمَى (۲) تم سب گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جس نے پھینکا ہے وہ میں ہوں۔

جب نزدیک ہو کر پہلا تیر عمر سعد نے پھینکا تو سارے اموی لشکر نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس کے بعد زیاد بن ابوسفیان کا غلام یسار اور عبید اللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں میدان جنگ

میں آئے اور مبارز طلبی کرتے ہوئے بولے: کوئی ہم رزم ہے جو تم میں سے ہمارے سامنے آئے؟ یہ سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن حفص اٹھے تاکہ اس کا جواب دیں لیکن دونوں سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اجلسا تم دونوں بیٹھ جاؤ! اس کے بعد عبداللہ بن عمیر کلبی (۳) اٹھے اور عرض کیا: اے ابو عبداللہ! خدا

.....

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں درید لکھا ہے، ص ۲۳۳ و ۲۳۶، طبع نجف
 ۲۔ صعق بن زہیر اور سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹، ارشاد، ص ۲۳۶)

۳۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے چاہ جعد (جعد کا کنواں) میں ان کا گھر تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ عبید اللہ کی طرف سے فوج نخیلہ میں جمع ہے اور حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے فرزند حسین سے جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن عمیر کلبی نے کہا میں تو اہل شرک سے جہاد پر حریص تھا لیکن اب میں یہ امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسے سے جنگ کر رہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین سے جہاد کرنے سے کم نہ ہوگا۔ آپ کی زوجہ ام وہب بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور ساری روداد سنادی اور اپنے ارادہ سے بھی انہیں آگاہ کر دیا۔ سب کچھ سن کر اس نیک سرشت خاتون نے کہا: تمہاری فکر صحیح ہے، خدا تمہاری فکر کو

سالم رکھے اور تمہارے امور کو رشد عطا کرے؛ یہ کام ضرور انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کے ہمراہ نکل گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔

آپ پر رحمت نازل کرے! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان دونوں کے مقابلہ پر جاؤں؟ تو امام حسین نے اس جوان کی طرف دیکھا، وہ ایک طویل القامت، قوی کلائیوں اور مضبوط بازوؤں والا جوان تھا۔ آپ نے فرمایا:

ان لا حسبہ للآقران قتالا! اخرج ان شئت

میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں کے مقابلہ میں برابر کا جنگجو ثابت ہوگا، اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ! یہ سن کر وہ جوان ان دونوں کے سامنے آیا تو ان دونوں نے کہا: تو کون ہے؟ تو اس جوان مرد نے اپنا حسب و نسب بتا دیا۔ اس پر وہ دونوں غلام بولے: ہم تم کو نہیں پہچانتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں تو زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہیے۔

زیاد کا غلام یسار، عبید اللہ بن زیاد کے غلام سالم کے آگے آمادہ جنگ تھا۔ کلبی نے یسار کو مخاطب کر کے کہا: اے زنا کار عورت کے بچے، تیری خواہش ہے کہ کوئی اور تیرے مقابلہ پر آئے۔ تیرے مقابلہ پر کوئی نہیں آئے گا مگر جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد اس پر سخت حملہ کیا اور تلوار کا ایک وار کر کے اسے زمین پر گرا دیا۔ ابھی آپ اپنی تلوار سے اس پر حملہ میں مشغول تھے کہ عبید اللہ کا غلام سالم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر سے اصحاب امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: وہ غلام تم پر حملہ کر رہا ہے لیکن عبداللہ نے اس کے حملہ کو اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا؛ کلبی نے اپنے بائیں ہاتھ کو سپر

بنایا جس سے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن کلبی زخم کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف مڑے اور اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اسے قتل کر دیا۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد کلبی رجز خوانی کرتے ہوئے مبارزہ طلبی کر رہے تھے۔

ان تنکرون فأنا بن کلب

حسب بیت فی علیم حسبی

ان امرؤ ذومرّة وعصب

ولست بالحوار عند النکب

انزعیم لک أمر وهب

بالطعن فیہم مقدماً والضرب

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ قبیلہ کلب کا فرزند ہوں، میرا آگاہ اور بیٹا خاندان میرے لئے کافی ہے، میں بڑا طاقتور اور سخت جاں مرد ہوں، میدان کارزار میں ناگوار واقعات مجھے متزلزل نہیں کر سکتے، اے ام وہب میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کروں گا اور ان کو ماروں گا وہ بھی ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک یکتا پرست اور موحد کی ضرب میں اثر ہوتا ہے۔

یہ سن کر عبد اللہ کی زوجہ ام وہب نے عمود خیمہ اٹھایا اور اپنے شوہر کا رخ کر کے آگے بڑھی اور یہ کہے جا رہی تھی فداک اُبی و اُمی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم محمد کی پاک و پاکیزہ ذریت کی طرف سے دفاع میں خوب جنگ کرو، اس کے بعد عبد اللہ اپنی زوجہ کو مخدرات کی طرف پلٹانے لگے، تو اس نے عبد اللہ کے کپڑے پکڑ لئے اور کھینچتے ہوئے بولی:

میں جب تک کہ تمہارے ساتھ مرنے جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی، یہ صورت حال دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے پکارا اور فرمایا: جزیت من اهل بیت خیراً، ارجع رحمک اللہ الی النساء فاجلس معهن فانہ لیس علی النساء قتال خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے، اللہ تم پر رحمتوں کی بارش کرے، خواتین کی طرف پلٹ آؤ اور انھیں کے ہمراہ بیٹھو کیونکہ خواتین پر جہاد نہیں ہے۔

الحملۃ الاولى (پہلا حملہ)

اس کے بعد اموی لشکر کے میمنہ کے سردار عمرو بن حجاج نے لشکر حسینی کے داہنے محاذ پر حملہ شروع کر دیا۔ جب یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے سپاہیوں کے نزدیک آیا تو وہ سب کے سب اپنے زانو پر بیٹھ کر دفاع میں مشغول ہو گئے اور نیزوں کو ان کی طرف سیدھا کر کے انھیں نشانہ پر لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر نیزوں کے سامنے ٹھہرنے سکا اور واپس لوٹنے لگا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حسینی سپاہ نے ان پر تیر چلانا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے بعض ہلاک ہوئے تو بعض دیگر زخمی۔ (۱)

کرامت و ہدایت

اسی اثناء میں قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص جسے عبداللہ بن حوزہ کہا جاتا ہے سامنے آیا اور امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل کھڑا ہو کر بولا: اے حسین! اے حسین! تو امام حسین علیہ السلام نے

فرمایا: ماتشاء؟ تو کیا چاہتا ہے؟

.....

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جناب نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵،

ص ۲۹، الارشاد، ص ۲۳۶، نجف)

عبداللہ بن حوزہ نے کہا:

أبشر بالنار

تمہیں جہنم کی بشارت ہو، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

كلا، ان أقدم على رب رحيم وشفيع مطاع، من هذا؛

نہیں ایسا نہیں ہے، میں اپنے مہربان و رحیم رب کی طرف گامزن ہوں، وہی شفیع اور قابل

اطاعت ہے پھر امام نے سوال کیا: یہ کون ہے؟

آپ کے اصحاب نے جواب دیا: یہ ابن حوزہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

رب حزة الى النار!

خدایا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے۔

امام علیہ السلام کی بددعا کا اثر یہ ہوا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے کے پاس بدکا اور وہ گڑھے

میں جا گر لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور اس کا سر زمین پر آ گیا۔ اسی حالت میں

گھوڑے نے دوڑنا شروع کیا اور وہ جدھر سے گزرتا تھا زمین کے ہر پتھر اور درخت سے اس

کا سر ٹکراتا تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (۱)

اس سلسلے میں مسروق بن وائل کا بیان ہے: میں اس لشکر کے آگے آگے تھا جو حملہ کے لئے حسین کی طرف آگے بڑھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں لشکر کے بالکل آگے رہوں گا تا کہ جب حسین قتل کر دیئے جائیں تو ان کا سر میرے ہاتھ لگے اور وہ سر میں عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں لے جا کر کسی خاص مقام و منزلت پر فائز ہو جاؤں۔ جب ہم لوگ حسین تک پہنچے تو ہماری فوج کا ایک شخص جسے ابن حوزہ کہتے ہیں وہ سامنے آیا اور بولا: کیا حسین تمہارے درمیان موجود ہیں؟ تو حسین (علیہ السلام) خاموش رہے۔ اس نے اپنی بات کو دہرایا یہاں تک جب تیسری بار اس نے تکرار کی تو حسین (علیہ السلام) نے فرمایا:

قولوالہ: نعم هذا الحسين فما حاجتك

اس سے کہو: ہاں یہ حسین ہیں، تم کیا چاہتے ہو؟

ابن حوزہ نے کہا: اے حسین! تم کو جہنم کی بشارت ہو!

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

كذبت بل أقدم على رب غفور وشفيع مطاع، فمن أنت؟

تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو اپنے پالنے والے اور بخشنے والے، شفیع اور قابل اطاعت مالک کی

طرف گامزن ہوں، تو کون ہے؟

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر حسین نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص

(۴۳۰)

اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں۔

یہ سن کر حسین نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کئے کہ کپڑے کے اوپر سے ہم نے بغل کی سفیدی دیکھ لی پھر کہا:

اللھم حزہ الی النار

خدا یا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے، یہ سن کر وہ غصہ میں آ گیا اور وہ نہر جو اس کے اور حسین کے درمیان تھی اسے پار کر کے ان پر حملہ کرنا چاہا تو گھوڑے کے چھلانگ لگاتے ہی وہ نیچے گر پڑا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیز دوڑنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا اور اس کے قدم، پنڈلی تک کٹ کر گر گئے اور پیر کا بقیہ حصہ اسی رکاب میں پھنسا رہ گیا۔

عبدالجبار بن وائل حضرمی کا بیان ہے: یہ صورت حال دیکھ کر مسروق لوٹ گیا اور لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا تو میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا:

لقد رأیت من أهل هذا البيت شیئاً لا أقاتلہم أبداً (۱)

میں نے اس گھرانے سے ایسی چیز دیکھی ہے جس کے بعد میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کر سکتا۔

بربر کا مباہلہ اور ان کی شہادت

یزید بن معقل، عمر بن سعد کے لشکر سے نکلا اور بولا: اے بربر بن حضیر! (۲) تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو بربر نے جواب دیا: خدا نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا؛ ہاں تیرا نصیب بہت برا ہے۔

یزید بن معقل: تو جھوٹ بول رہا ہے حالانکہ اس کے پہلے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ کیا تجھے وہ موقع یاد ہے جب میں قبیلہ لوزان کے علاقے میں تیرے ساتھ چل رہا تھا اور تو کہہ رہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنی جان کو گنوا دیا اور معاویہ بن ابوسفیان گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ امام ہدایت و حق تو فقط علی بن ابیطالب ہیں؟

.....

۱۔ عطا بن سامت نے عبدالجبار بن وائل حضرمی سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶)

۲۔ آپ کے شرح احوال شب نو محرم کے واقعات میں گزر چکے ہیں۔

بریر نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں، میری رائے اور میرا قول یہی ہے۔

یزید بن معقل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شمار گمراہوں میں ہے۔

بریر بن حضیر نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم اس پر تیار ہو کہ پہلے میں تم سے مباہلہ (۱) کروں اور ہم اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اس کی لعنت ہو اور باطل پرست کو موت کے گھاٹ اتار دے؛ اس کے بعد میں میدان کارزار میں آ کر تم سے نبرد آزمائی کروں۔

یزید بن معقل اس پر راضی ہو گیا دونوں نے میدان میں آ کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ خدا یا! کاذب پر لعنت کر اور صاحب حق کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔ اس بددعا کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا اور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے آپ کو

کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن ادھر بریر بن حضیر نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے خود کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے سر تک پہنچی اور اسے کاٹتی ہوئی اس کے مغز اور دماغ تک پہنچ گئی وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے کوئی چیز بلندی سے گر رہی ہو؛ ادھر فرزند حضیر کی تلوار اس کے سر میں جا کر رک گئی تھی، گویا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار کو اپنے سر سے باہر نکالنے کے لئے حرکت دے رہا تھا۔ اسی دوران عمر بن سعد کے لشکر کے ایک سپاہی رضی بن منقذ عبدی نے جناب بریر پر حملہ کر دیا۔ دونوں میں گتھم گتھا ہو گئی اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار بریر اسے گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو رضی چلایا کہاں ہیں اہل رزم اور کہاں ہیں دفاع کرنے والے؟! یہ سن کر کعب بن جابر زدی نے نیزہ سے بریر پر حملہ کر دیا اور وہ نیزہ آپ کی پیٹھ میں داخل ہو گیا جب بریر نے نیزہ کی نوک کو محسوس کیا تو رضی بن منقذ عبدی کے چہرے کو دانتوں سے دبالیایا اور اس کی ناک کا ایک حصہ کاٹ ڈالا؛ لیکن کعب بن جابر نے مسلسل نیزہ کا وار کر کے عبدی کو بریر کے چنگل سے نکال دیا اور

.....

۱۔ مبادلہ یعنی ملاعنہ جسمیں دونوں افراد دعا کریں کہ خدا باطل اور ظالم پر لعنت کرے۔
 نیزہ کی انی کو بریر کی پشت میں پیوست کر دیا پھر اس کے بعد بریر پر تلوار سے حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو) (۱) و (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن یزید نے عقیف بن زہیر بن ابوالخنس کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۱) باقیماندہ خبر حاشیہ شمارہ ۲ میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ جب کعب بن جابر ازدی لوٹا تو اس کی زوجہ یا بہن نوار بنت جابر نے کہا: تو نے فرزند فاطمہ کے خلاف جنگ کی ہے اور سید القراء (تلاوت و قراءت قرآن کے سید و سردار) بریر کو قتل کیا ہے، تو نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔ خدا کی قسم میں اب کبھی بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ کعب بن جابر نے کہا:

سلی تخبر عنی و أنت ذميمة
غداة حسين والرماح شوارع
الم آت أقصى ما كرهت ولم نخل
على غداة الروح ما أنا صانع
مع يزي لم تخنه كعوبه
وأبيض مخشوب الغرارين قاطع
فجر دته في عصابة ليس دينهم
بدين وان بأبن حرب لقانع
ولم تر عين مثلهم في زمانهم
ولا قبلهم ف الناس اذ أنا يافع
أشد قراعاً بالسيوف لدى الوغى
ألا كل من يحمي الذمار مقارع

وقد صبروا للظعن والضرب حُسرًا
وقد نازلوا لو أن ذلك نافع
فأبلغ (عبید اللہ) أمالقیته
بأبی مطیع للخلیفة سامع
قتلت بریراً ثم حملت نعمة
أباً منقذاً لمادعی: من یماصع

تو مورد مذمت قرار پا چکی ہے تو مجھ سے حسین کی سپیدہ سحری اور نیزوں کے سیدھے ہونے کے سلسلے میں سوال کرو اور مجھ سے خبر لے۔ کیا میں اس چیز کی انتہا تجھے نہ بتاؤں جو تجھے ناپسند ہے اور جس میدان کارزار کی صبح نے مجھ پر اس امر پر کوئی خلل وارد نہیں کیا جسے میں نے انجام دیا۔ میرے پاس سیف بن ذی یزن یمنی کا نیزہ تھا جو کبھی ٹیڑھا نہیں ہوا اور جس کی سفید لکڑی کا غلاف دونوں طرف سے براں تھا۔ میں نے اسے اس گروہ کے سامنے برہنہ کیا جن کا دین میرا دین نہ تھا اور میں ابوسفیان کے خاندان سے قانع ہوں۔ میری آنکھوں نے اپنے زمانے میں ان کے مانند نہیں دیکھا اور اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا؛ کیونکہ میں جو ان ہوں۔ جنگ کے وقت ان کی تلوار میں بڑی کاٹ تھی، آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی ذمہ داری سے حمایت کرتا ہے وہ سخت کوش ہوتا ہے۔ واقعاً لوگوں نے نیزوں اور تلواروں کے زخم پر بڑا صبر کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اگر یہ ان کے لئے مفید ہوتا۔ اگر عبید اللہ سے ملاقات کرتے تو اس کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں خلیفہ کا مطیع اور ان کی باتوں کا سننے والا ہوں۔ میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسان مند بنا لیا، جب اس نے پکارا کہ میرا مددگا کون ہے؟

ابومخنف کا بیان ہے: رضی بن منقذ عبدی نے اس کے جواب میں یہ کہا:

ولو شاء رب ما شهدت قتالهم

ولا جعل النعماء عند ابن جابر

لقد كان ذاك اليوم عارا وسبّة

يعيرة الأبناء بعد المعاشر

فيا ليت ان كنت من قبل قتله

ويوم حسين كنت في رمس قابر

اگر میرا پروردگار چاہتا تو میں کربلا کی جنگ میں حاضر نہ ہوتا اور نہ جابر کے لڑکے کا مجھ پر احسا

ن ہوتا۔ درحقیقت وہ دن تو ننگ و عار کا دن تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔

اے کاش بریر کے قتل سے قبل میں مر گیا ہوتا اور حسین کے مقابلہ کے دن سے پہلے میں قبر میں

مٹی کے نیچے ہوتا۔

عمر و بن قریظہ انصاری کی شہادت

جناب بریر کی شہادت کے بعد عمر و بن قریظہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی طرف سے دفاع

کرتے ہوئے نکلے اور مشغول جہاد ہو گئے۔ آپ وقت قتال ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔

قد علمت کتيبة الأنصار

ان سألني حوزة الذمار

ضرب غلام غير نكس شار

دون حسين مهجتي ودار (1)

سپاہ انصار کو معلوم ہے کہ میں اس خاندان کی ایسی حمایت و نصرت کروں گا جو ایک ذمہ دار محافظ کا انداز ہوتا ہے، میں ایک سر بلند اور سرفراز جوان کی طرح وار کروں گا اور کبھی منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ میرا خون اور میرا خاندان حسین پر فدا ہے۔

اسی حال میں آپ درجہ شہادت پر فیضیاب ہو گئے۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ کا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کی فوج میں تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ پکارا اے کذاب بن کذاب! (اے جھوٹے باپ کے جھوٹے بیٹے) تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا، اسے دھوکہ دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا! یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

ان الله لم يضل أخاك ولكن هدى أخاك وأضلك

خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ تیرے بھائی کو ہدایت بخش دی، ہاں تجھے گمراہ کر دیا۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۳۳)

علی بن قرظہ نے کہا خدا مجھے نابود کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں، یہ کہہ کر امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کے مزاحمت کرتے ہوئے نیزہ لگا کر اسے زمین پر گرا دیا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا اور اسے کسی طرح بچا کر لے گئے۔ (۱) جنگ کا بازار گرم تھا، گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، سپاہ اموی نے چاروں طرف گھوم کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس دوران حر بن یزید ریاحی اس فوج پر حملہ آور تھے اور اس شعر سے تمثیل کئے جا رہے تھے۔

مازلت ارمیہم بشجرۃ نحرہ

ولبانہ حتی تسربل بالدم

میں ان کی گردن اور سینے پر مسلسل تیر بارانی کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ لوگ خون کا لباس پہن لیں۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے کے کان اور ابرؤں سے نیزوں کی بارش کی وجہ سے خون جاری تھا۔ یزید بن سفیان تمیمی مسلسل یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم اگر میں حر کو اس وقت دیکھتا جب وہ ہماری فوج سے نکلتا تھا تو اس نیزہ کی نوک سے اس کا پیچھا کرتا۔ یہ سن کر حصین بن تمیم (۲) نے کہا: یہی ہے حر بن یزید جس کی تم تمنا کر رہے تھے۔ یزید بن سفیان نے کہا: ہاں! اور حر کی طرف نکل گیا اور آپ سے بولا: کیا تم نبرد آزمانی کے لئے آمادہ ہو؟ حر نے جواب دیا: ہاں میں ہم رزم ہونا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کے مد مقابل آئے، گویا جان ہتھیلی پر لئے تھے۔ یزید بن سفیان اپنی تمام شراتوں کے ساتھ سامنے آیا لیکن ابھی حر کو سامنے آئے کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے اسے قتل کر دیا۔ (۳)

.....

۱۔ ثابت بن ہمیرہ سے یہ روایت مروی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

۲۔ یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کی پولس کا سربراہ تھا اور عبید اللہ نے اسے عمر بن سعد کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف جنگ کے لئے بھیج دیا۔ کربلا میں عمر بن سعد نے اسے مجحفہ فوج کا سربراہ بنا دیا تھا۔ تحف زره کی قسم کا ایک رزمی لباس ہے۔

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو زہیر نصر بن صالح عیسیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے۔

(طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

نافع بن ہلال

اسی ہنگامہ خیز ماحول میں نافع بن ہلال مرادی جملی مصروف جنگ تھے اور کہے جا رہے تھے: اَنَا الْجَمَلِيُّ اَنَا عَلِيُّ دِينَ عَلٍ (علیہ السلام) میں ہلال بن نافع جملی ہوں، میں دین علی علیہ السلام پر قائم ہوں۔ یہ سن کر فوج اموی کی ایک فرد جسے مزاحم بن حریث کہتے ہیں سامنے آیا اور بولا: میں عثمان کے دین پر قائم ہوں۔ نافع بن ہلال نے اس سے کہا: تو شیطان کے دین پر برقرار ہے پھر اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی چلایا کہ اے احمق اور بے شعور لوگو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے لڑ رہے ہو؟ یہ شہر کے بہادر، شجاع، فداکار اور جانناز ہیں، تم میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آئے۔ یہ دیکھنے میں کم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ باقی رہ جائیں۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ (۱) ان پر فقط پتھر پھینکو تو ان کو قتل کر دو گے۔ یہ سن کر عمر بن سعد بولا تمہارا نظریہ بالکل صحیح ہے اور میری رائے بھی یہی ہے۔ اس وقت اس نے اعلان کیا کہ فوج کہ سب سپاہی اس پر آمادہ ہو جائیں کہ ان لوگوں سے اس طرح جنگ نہ کریں کہ ایک ان کی طرف سے اور ایک تمہاری طرف سے ہو۔ (۲)

الحملة الثانية (دوسرا حملہ)

پھر عمرو بن حجاج زبیدی لشکر امام حسین علیہ السلام سے نزدیک ہوتا ہوا بولا: اے اہل کوفہ! اپنی

اطاعت اور اپنی جماعت کے اتحاد و اتفاق پر پابند رہو اور اس کے قتل میں کوئی شک و شبہ نہ کرو جو دین سے منحرف ہو گیا اور ہمارے پیشوا اور امام کا مخالف ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

يا عمرو بن حجاج! اعلّ تحرض الناس؛ انحن مرقنا و انتم ثبتتم عليه! أما والله لتعلمن لو قد قبضت أرواحكم ومُتمت على أعمالكم أئمة نأمرق من الدين ومن هو أولى بصل النار

اے عمرو بن حجاج! کیا تو لوگوں کو میرے خلاف اکسارہا ہے؟ کیا ہم دین سے منحرف ہیں اور تم

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر نصر بن صالح الحیبی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۴)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یحییٰ بن ہانی بن عروہ مروی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۵)

لوگ اس پر قائم ہو! خدا کی قسم اگر تمہاری روحیں قبض کر لی جائیں اور تم لوگوں کو انھیں اعمال پر موت آجائے تو تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ منحرف کون اور جہنم میں جلنے کا سزاوار کون ہے۔

پھر عمرو بن حجاج نے عمر بن سعد کے داہنے محاذ فرات کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک جنگ کا بازار گرم رہا اور اس حملہ میں امام حسین علیہ السلام کے

اصحاب کی ایک جماعت شہید ہوگئی جس میں سے ایک مسلم بن عوسجہ ہیں۔

مسلم بن عوسجہ (۱)

عمر بن حجاج کے سپاہیوں میں سے عبدالرحمن بجلی اور مسلم بن عبداللہ صّبّانی نے آپ کو شہید کیا۔ آپ کی شہادت پر خوشی سے جھومتے ہوئے عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے آواز لگائی: ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہی لوٹ گئے اور غبار کا ایک بادل اٹھا۔ جب وہ بادل چھٹ گیا تو اصحاب حسین نے مسلم بن عوسجہ کو جانکنی کے عالم میں

.....

۱۔ اس خبر میں آیا ہے کہ اصحاب حسین میں سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے بریر اور عمرو بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حملہ کے بعد کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہوگئی تھی اس کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو دوسرے حملہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ ابن زیاد کا جاسوس معقل آپ ہی کے توسط سے مسلم تک پہنچ سکا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۲) مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آپ کو قبیلہ مذحج اور اسد کا سالار بنا یا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جو کربلا میں شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اٹھے اور فرمایا: اگر ہم آپ کو چھوڑ دیں

تو اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کی ادائیگی میں ہمارا اعذر کیا ہوگا؟! خدا کی قسم یہاں تک کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں توڑنے لوں اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے ان کو مارنے لوں میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر میرے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے کوئی اسلحہ نہ ہو تو میں ان کو آپ کے پاس رہ کر پتھر ماروں گا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مجھے موت آجائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۹) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے شمر پر تیر چلانے کی اجازت اس طرح طلب کی تھی: فرزند رسول خدا میری جان آپ پر نثار ہو، کیا میں اس پر ایک تیر نہ چلا دوں؟ یہ آدمی بڑا فاسق و فاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۴) لیکن آپ کو فہ سے کس طرح امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے کچھ پتہ نہیں، تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔

دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام چل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے جسم میں رفق حیات موجود تھی۔ امام علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

رحمك ربك يا مسلم بن عوسجه، فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر
وما بدّلوا تبديلاً (۱)

اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحمت نازل کرے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کر گئے اور بعض منتظر ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور فرمایا:

عزعلّ مصرعك يا مسلم، أبشر بالجنة

اے مسلم تمہاری شہادت مجھ پر بہت سنگین ہے، جاؤ جنت کی تمہیں بشارت ہو، یہ سن کر بڑی

نجیف آواز میں مسلم نے حبیب سے کہا: بشرک اللہ بخیر اللہ تمہیں نیکی و خیر کی بشارت دے، یہ سن کر حبیب نے مسلم بن عوسجہ سے کہا:

لولا ان أعلم أن في اثارك لاحق بك من ساعت هذه لأحببت أن توصين بكل ما أهبك حتى أحفظك في كل ذلك بما أنت أهل له في القرابة والدين

اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ابھی آ رہا ہوں تو میرے لئے یہ بات بڑی محبوب تھی کہ تم مجھ سے ہر اس چیز کی وصیت کرو جو تمہارے لئے اہم ہوتا کہ میں ان میں سے ہر ایک کو پورا کر سکوں جو تمہارے قرابت داروں اور دین کے سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں۔

مسلم بن عوسجہ نے کہا بل انا اوصیک بهذا رحمک اللہ ان تموت دونہ میری وصیت تو صرف ان کے سلسلے میں ہے، خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے حسین کی طرف اشارہ کیا کہ تم ان پر قربان ہو جانا، انھیں کے سامنے موت کو گلے لگا لینا۔

حبیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا؛ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلم بن عوسجہ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر دم توڑ دیا (خدا ان پر رحمت نازل کرے) آپ کی موت کا منظر دیکھ کر آپ کی کنیز آہ و فریاد کرنے لگی:

یا بن عوسجہ یا سید اہ (۲)

.....

۱۔ سورہ احزاب ۲۳

۲۔ عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے جب آواز لگائی کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا تو شبث بن ربعی تمیمی نے اپنے بعض ان

ساتھیوں سے کہا جو اس کے ہمراہ تھے: تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، تم نے اپنے ہاتھوں سے خود کو قتل کیا ہے اور دوسروں کی خاطر خود کو ذلیل کیا ہے۔ تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا۔ قسم اس کی جس پر میں اسلام لایا بارہا میں نے مسلمانوں کے درمیان ان کی شخصیت کو بزرگ دیکھا ہے۔ آذر بایجان کے علاقہ سلقظ میں خود میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ۶ مشرکوں کو مسلمین کے لشکر کے پہنچنے سے قبل قتل کیا تھا۔ ایسی ذات کو قتل کر کے تم لوگ خوش ہو رہے ہو۔

الحملۃ الثالثة (تیسرا حملہ)

بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے حسینی سپاہ کے بائیں محاذ پر حملہ کیا تو اصحاب حسینی نے دلیرانہ دفاع کیا اور نیزوں سے اس پر اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کیا۔ اسی گیرودار میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن جحتمی نے عبداللہ بن عمیر کلبی پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔ (آپ پر خدا کی رحمت ہو) (۱)

اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی

اپنے دفاع میں اصحاب امام حسین علیہ السلام نے بڑا سخت جہاد کیا، ان کے سواروں نے جن کی تعداد ۳۲ تھی (۲) حملہ شروع کیا، وہ اہل کوفہ کے جس سوار پر حملہ کر رہے تھے اسے رسوا کر دے رہے تھے۔

جب عزرہ بن قیس تیمی (جو اہل کوفہ کی فوج کا سربراہ تھا) نے دیکھا کہ اس کے لشکر کو ہر طرف سے رسوا ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے عبدالرحمن بن حصین کو عمر بن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھ

.....

۱۔ اس خبر میں آیا ہے کہ یہ اصحاب حسین کے دوسرے شہید ہیں لیکن یہ ایک وہم ہے۔
 ۲۔ شاید باقیماندہ سواروں کا تذکرہ ہو ورنہ مسعودی کا بیان تو یہ ہے کہ آنحضرت جب کربلا وارد ہوئے تو آپ کے اہل بیت اور انصار پانچ سو اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل، پھر وہ کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ان میں سے شہید ہونے والے ۸۷ افراد ہیں۔ (مروج الذهب، ج ۳، ص ۸۸) سید بن طاووس نے لھوف میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ۴۵ اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل۔ یہی تعداد سبط بن جوزی نے بھی ذکر کی ہے۔ (ص ۲۴۶ و ۲۵۱) تعجب کی بات یہ ہے کہ سبط بن جوزی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار پیدل تھے جب کہ مروج الذهب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

* آذربائیجان کے حدود میں شمال عراق اور ایران کے مغربی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے جیسا کہ تمقام، ص ۴۹۲ میں موجود ہے۔

رہے ہو کہ ان چند لوگوں کے ہاتھوں ابھی سے ہمارے سواروں پر کیا گزر رہی ہے، جلد از جلد پیدلوں اور تیراندازوں کو روانہ کرو کہ روزگار ہم پر سخت ہو چکا ہے۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا: کیا تم ان کی طرف پیش قدمی نہیں کرو گے۔

شہد بن ربیع نے کہا: سبحان اللہ! کیا جان بوجھ کر قبیلہ مضر کے بزرگوں اور سارے شہر کے بوڑھوں کو تیر اندازوں میں بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا اس کام کے لئے میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے؟ تو عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور اس کے ہمراہ زرہ پوشوں اور پانچ سو (۵۰۰) تیر اندازوں کو روانہ کیا۔ وہ سب کے سب سپاہ حسینی کے مد مقابل آئے لیکن ابھی وہ سب کے سب حسین اور اصحاب حسین کے نزدیک بھی نہ آئے تھے کہ ان لوگوں نے تیر بارانی شروع کر دی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ اصحاب حسینی نے گھوڑوں کو پے کر دیا اور وہ سب کے سب پیدل ہو گئے۔

اسی گیرودار میں حر بن یزید ریاحی کا گھوڑا بھی زخمی کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑا لرزے لگا اور تڑپتے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ بڑی پھرتی سے اس گھوڑے سے نیچے آئے گویا شیر بیٹھ شجاعت کی طرح گھوڑے سے نیچے کود پڑے درحالیکہ انکے ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ کہے جا رہے تھے:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر

اشجع من ذلبدھزبر (۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب حسینی نے بڑا سخت جہاد کیا یہاں تک کہ سورج نصف النہار پر آ گیا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور اس طرح ان لوگوں سے نبرد آزار مار ہے کہ دشمن ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے ان پر حملہ آور نہ ہو سکے؛ کیونکہ ان کے خیمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور نزدیک نزدیک تھے۔

.....

۱۔ ہزبر فارسی کا لفظ ہے جس کا فارسی تلفظ ہزبر ہے جو شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر دیا تو کیا ہوا میں فرزند حر ہوں۔ میں شیر بیشہ شجاعت سے بھی زیادہ شجاع ہوں۔ محترم قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس شعر میں انا ابن حر کہا جا رہا ہے جب کہ خود حر اس شعر کے پڑھنے والے ہیں۔ اس مطلب پر نہ تو ابو مخنف نے، نہ ہی کلبی نے، نہ ہی طبری نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی بھی حاشیہ لگایا۔ ممکن ہے کہ جس وقت کہا ہو اس وقت ابن حر وہاں موجود ہو، یعنی توبہ کے وقت اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے وقت اور ممکن ہے کہ حر کے دادا یا خاندان کے بزرگ کا نام حر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام کے بجائے معنی اور صفت کا ارادہ کیا ہو۔ شیخ مفید نے بھی اس رجز کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۳۷)

جب عمر سعد نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے پیدل سپاہیوں کو بھیجا تاکہ ہر چہار جانب سے خیموں کی طنابوں کو اکھاڑ کر ویران کر دیں تاکہ حسینی سپاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے لیکن ادھر اصحاب حسینی تین تین چار چار کر کے گروہ میں تقسیم ہو گئے اور خیموں کی طرف بڑھنے والوں پر حملہ کر کے ان کی صفوں کو پراکندہ کرنے لگے، اس کے بعد انھیں قتل کرنے لگے، تیر چلانے لگے اور ان کے گھوڑوں کو پے کرنے لگے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر عمر بن سعد نے کہا: انھیں آگ لگا کر جلا دو! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: انھیں چھوڑ دو انھیں جلا لینے دو؛ کیونکہ اگر یہ خیموں کو جلا بھی لیتے ہیں تب بھی ادھر سے تم پر حملہ نہیں کر پائیں گے اور ویسا ہی ہوا سپاہ اموی ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف

سے جنگ نہ کر پائی۔

الحملة الرابعة (چوتھا حملہ)

اس نابرابر جنگ میں ایک بار پھر بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین علیہ السلام کے خیمے پر ایک نیزہ پھینکا اور پکارا میرے پاس آگ لاؤ تا کہ میں اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ آگ لگا دوں، یہ سن کر مخدرات آہ و فریاد کرنے لگیں اور خیمہ سے باہر نکلنے لگیں۔

ادھر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: یا بن ذی الجوشن! أنت تدعون بالنار لتهرق بیت علی اہل؟ حرقت اللہ بالنار اے ذی الجوشن کے بیٹے! تو آگ منگوار ہے تاکہ میرے گھر کو میرے گھر والوں کے ساتھ جلا دے؟ خدا تجھ کو جہنم کی آگ میں جلانے والا ہے۔ (۱) حمید بن مسلم ازدی کا بیان ہے کہ میں نے شمر سے کہا: سبحان اللہ! اس میں صلاح و خیر نہیں ہے کہ تم اپنے لئے دونوں صفتوں کو یکجا کر لو: عذاب خدا کے بھی مستحق ہو اور بچوں اور خواتین کو بھی قتل کر دو، خدا کی قسم ان کے مردوں کو قتل کرنا ہی تمہارے امیر کو خوش کر دے گا۔ (۲) اسی اثناء میں شبث بن ربعی تمیمی، شمر کے پاس آیا

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۲۴۷، ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے نمیر بن وعلتہ نے بیان کیا ہے کہ ایوب مشرخی خیوانی اس روایت کو بیان کرتا تھا۔

۲۔ حمید کہتا ہے کہ شمر نے پوچھا: تو کون ہے؟ تو میں ڈر گیا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ کے پاس مجھے نقصان پہنچائے گا لہذا میں نے کہہ دیا: میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون

ہوں۔

اور بولا: میں نے گفتگو میں تجھ جیسا بد زبان انسان نہیں دیکھا اور تیرے موقف سے فتنج ترین کسی کا موقف نہیں پایا۔ ان تمام شور و غل کے بعد کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے۔ عین اسی موقع پر زہیر بن قین اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ہمراہ شمر اور اسکے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور بڑا سخت حملہ کر کے انھیں خیموں سے دور کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ عقب نشینی پر مجبور ہو گئے۔

پھر کیا تھا ٹڈی دل لشکر نے حسینی لشکر پر زبردست حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب حسین برگ خزاں کی طرح یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمانے لگے۔ اس سپاہ کے ایک یادو سپاہی بھی شہید ہوتے تو واضح ہو جاتا تھا لیکن وہ لوگ چونکہ کثیر تعداد میں تھے اس لئے پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان میں سے کتنے قتل ہوئے۔

نماز ظہر کی آمادگی

جب ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صاندی (۱) نے یہ منظر دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے کہا: یا أبا عبد الله! نفس لك الفداء ان أرى هؤلاء قد اقتربوا منك، ولا والله لا تقتل حتى أقتل دونك انشاء الله، واحب أن ألقى رب وقد صليت هذه الصلاة التي دنا وقتها

اے ابو عبد اللہ! میری جان آپ پر نثار ہو! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دشمن آپ سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں، نہیں خدا کی قسم، آپ اس وقت تک قتل نہیں کئے جاسکتے جب تک

انشاء اللہ میں آپ کے قدموں میں قربان نہ ہو جاؤں، بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا سے اس حال میں ملاقات کروں کہ یہ نماز جس کا وقت نزدیک آچکا ہے آپ کے ہمراہ ادا کر لوں۔

۱۔ آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ کوفہ میں ان اموال کی جمع آوری کر رہے تھے جو شیعہ حضرات جناب مسلم کو مدد کے طور پر دے رہے تھے اور جناب مسلم ہی کے حکم سے اس سے اسلحے خرید رہے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۴) اپنے قیام کے وقت جناب مسلم نے آپ کو تمیم اور ہمدان کا سربراہ قرار دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جس نے کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں کو امام حسین علیہ السلام کو پہنچنوا یا تھا کہ یہ عزرہ بن احمسی ہے اور عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس اہل زمین کا بدترین انسان آرہا ہے جو خون بہانے میں اور دھوکہ سے قتل کرنے میں بڑا جری ہے اور آپ ہی نے اسے امام حسین علیہ السلام تک آنے سے اس خوف میں روکا تھا کہ کہیں وہ امام علیہ السلام پر حملہ نہ کر دے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۰)

یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنا سراٹھایا اور پھر فرمایا:

ذکرت الصلاة، جعلك الله من المصلين الذاکرین! نعم هذا اول وقتها
تم نے نماز کو یاد کیا، خدا تم کو صاحبان ذکر اور نماز گزاروں میں قرار دے! ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے۔

پھر فرمایا:

سلوهم أن يكفوا عنا حتى نصل

ان سے سوال کرو کہ ہم سے دست بردار ہو جائیں تاکہ ہم نماز ادا کر لیں۔ یہ سن کر حسین بن

تمیم نے کہا: انہا لا تقبل! تمہاری نماز قبول نہیں ہے! یہ سنکر حبیب بن مظاہر نے فوراً جواب دیا:

زعمت ان الصلاة من آل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم) لا تقبل وتقبل
منك يا حمار؟

اے گدھے تو گمان کرتا ہے کہ آل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہو جائے گی؟

حبیب بن مظاہر کی شہادت (۱)

اسی گیرودار میں حصین بن تمیم تمیمی نے حسینی سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اچھل پڑا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے نجات دلائی۔

.....

۱۔ آپ کا شمار کوفہ کے ان زعمائے شیعہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۲) آپ نے مسلم بن عقیل کو امام علیہ السلام کے لئے یہ کہہ کر جواب دیا تھا: قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں بھی وہی کہتا ہوں جو انہوں نے کہا اور عابس بن شیبب شاکری کی طرف اشارہ کیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۳۵۵) کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں قرہ بن قیس حنظلی تمیمی سے آپ نے کہا تھا: واے ہوتجھ پر اے قرہ بن قیس! تو ظالموں کی طرف کیوں کر پلٹ رہا ہے، تو اس ذات کی مدد کر جس کے

آباء و اجداد کی وجہ سے اللہ نے تجھے اور ہمیں دونوں کو کرامت عطا کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۱) جب نو محرم کو شام میں سپاہ اموی عمر بن سعد کی سالاری میں امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئی تھی تو عباس بن علی علیہما السلام بیس (۲۰) سواروں کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس گئے جن بیس میں جناب حبیب بھی تھے۔ حبیب نے اس وقت فرمایا تھا: خدا کی قسم کل قیامت میں وہ قوم بہت بری ہوگی جس نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ ذریت و عترت و اہل بیت پیغمبر ﷺ کو قتل کر دیا جو اس شہر و دیار کے بہت عبادت گزار، سحر خیزی میں کوشاں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) جب آپ مسلم بن عوسجہ کے زخمی جسم پر آئے اور مسلم نے امام علیہ السلام کی نصرت کی وصیت کی تو آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں اسے انجام دوں گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۳۶) امام حسین علیہ السلام نے آپ کو بائیں محاذ کا سالار بنایا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) حصین بن تمیم آپ کے قتل پر فخر و مباہات کر رہا تھا اور آپ کے سر کو گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے قصاص کے طور پر آپ کے قاتل بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا، یہ دونوں باجمیرا کی جنگ میں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔

حبیب دلیرانہ انداز میں میدان کارزار میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أنا حبیب وأب مظاهر

فارس ہیجاء و حرب تسعر

أنتم أعداءة و أكثر

ونحن أوفی منکم وأصبر

و نحن أعلى حجة وأظهر
حقاً وأتقى منكم وأعدر

میں حبیب ہوں اور میرے باپ مظاہر ہیں۔ جب آتش جنگ برافروختہ ہوتی ہے تو ہم بڑے بہادر اور مرد میدان ہیں۔ تم اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن وفاداری میں ہم تم سے بہت آگے ہیں اور مصیبتوں میں بہت صابر ہیں۔ ہم حجت و برہان میں سر بلند، حق و حقیقت میں واضح تر اور تقوا کے میدان میں تم سے بہت بہتر ہیں اور ہم نے تم پر حجت تمام کر دی۔ پھر فرمایا:

أقسم لو كنا لكم أعداد
أوشطركم وليتم اكتاداً
يا شر قوم حسباً و آدا

خدا کی قسم اگر ہم تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تم سے کچھ کم ہوتے تو پھر دیکھتے کہ تمہاری جماعتوں کو کتنے پیچھے کر دیتے، اے حسب و نسب کے اعتبار سے بدترین لوگو! اس کے بعد آپ نے بڑا سخت جہاد کیا۔ جنگ کے دوران بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپ پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور چاہا کہ اٹھیں لیکن فوراً حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار سے وار کر دیا۔ آپ زمین پر گر پڑے، تمیمی نے چچا ترا اور اس نے آپ کا سر قلم کر دیا۔ (۱) و (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ

روایت بیان کی ہے۔

۲۔ جب بدیل نے سرکاٹ لیا تو حصین اس سے بولا: میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بدیل بولا: خدا کی قسم میرے علاوہ کسی دوسرے نے اسے قتل نہیں کیا ہے تو حصین نے کہا اچھا یہ سر مجھے دے دو تاکہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دوں تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں۔ پھر تم اسے لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس چلے جانا۔ وہ جو تمہیں اس کے قتل پر عطا یا اور بخشش سے نوازے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن بدیل نے اس سے انکار کیا تو پھر ان کی قوم نے اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جس کے نتیجے میں اس نے حبیب بن مظاہر کا سر حصین بن تمیم کو سونپ دیا اور

حصین

اپنے گھوڑے کی گردن میں جناب حبیب کا سر لٹکائے پوری فوج میں چکر لگانے لگا پھر اس کے بعد یہ سر بدیل کو لوٹا دیا۔ جب یہ لوگ کوفہ لوٹے تو بدیل نے اپنے گھوڑے کے سینے سے حبیب کے سر کو لٹکا دیا اور اسی حال میں ابن زیاد کے محل میں حضوری دی۔

قاسم بن حبیب جو ابھی جوان تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ساتھ ہو گئے اور اسے کسی طرح نہیں چھوڑ رہے تھے تو بدیل مشکوک ہو گیا اور بولا: اے بچے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ میرا پیچھا پکڑے ہے؟ قاسم نے کہا: یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ میرے بابا کا سر ہے۔ کیا تم مجھ کو عطا کرو گے تاکہ میں اسے دفن کر دوں؟ بدیل: اے بچے امیر اس سے راضی نہ ہوگا کہ یہ سر دفن کیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قتل پر امیر مجھے اس کی اچھی پاداش

دے۔ اس نوجوان بچے نے جواب دیا: لیکن خدا اس پر تمہیں بہت برا عذاب دے گا، خدا کی قسم تم نے اپنی قوم کے بہترین شخص کو قتل کر دیا اور پھر وہ بچہ رونے لگا۔ یہ واقعہ گزر گیا اور روزگار اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر نے باجمیرا میں جنگ شروع کی تو قاسم بن حبیب بھی اس کے لشکر میں داخل ہو گئے تو وہاں آپ نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمے میں دیکھا۔ جب سورج بالکل نصف النہار پر تھا آپ اس کے خیمے میں داخل ہوئے وہ سوراہا تھا تو آپ نے تلوار سے اس پر وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۰)

جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو حسین علیہ السلام کے دل پر بڑا دھکا لگا؛ آپ نے فرمایا: اَحْتَسِبْ نَفْسَ وَحِمَاةِ اَصْحَابِ خُودِکُو اور اپنی حمایت کرنے والے اصحاب کے حساب کو خدا کے حوالے لکرتا ہوں اور وہیں ذخیرہ قرار دیتا ہوں۔

حسین بزد مباحی کی شہادت

پھر حرر جز پڑھتے ہوئے سامنے آئے

ان انا الحر ومأوی الضیف

أضرب ف أعر اضهم بالسيف

عن خیر من حل منی والحیف

أضربهم ولا أری من حیف

جان لو کہ میں حر ہوں اور مہمانوں کو پناہ دینے والا ہوں، میں اس مہمان کی آبرو کی حفاظت

کے لئے تلوار سے وار کروں گا، یہ وہ ہیں جو حمل و منی و خیف سے بہتر ہیں، میں ان لوگوں پر حملہ کروں گا اور اسے ذرہ برابر بے عدالتی نہیں سمجھتا۔ آپ یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے:

أليت لا أقتل حتى أقتلاً

ولن أصاب اليوم الا مقبلاً

أضربهم بالسيف ضرباً مقصلاً

لا ناكلا عنهم ولا مهلاً

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں قتل ہوں گا جب تک کہ دشمنوں کو قتل نہ کر لوں اور آج کوئی زخم مجھے نہیں لگے گا مگر یہ کہ سامنے سے، میں ان لوگوں پر تلوار کا بڑا زبردست وار کروں گا جس کا کام فقط کاٹنا ہوگا نہ تو میں اس سے باز آؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ مہلت دوں گا۔

حر کا دلاورا نہ جہاد اپنے اوج و شباب پر تھا کہ زہیر بن قین بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور دونوں نے مل کر گھمسان کی جنگ کی۔ جب ان میں سے ایک قلب لشکر پر حملہ کرتا اور وہ دشمنوں کے زرنغے میں گھر جاتا تو دوسرا شعلہ جنگ کو برا فروختہ کر کے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیتا یہاں تک کہ اپنے ساتھی کو نجات دلا دیتا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا اور جنگ کا بازار گرم رہا کہ یکا یک پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے حرب بن یزید پر سخت حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو!)

نماز ظہر

پھر امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کے ہمراہ نماز خوف ادا کی (۱) درحالیکہ سعید بن عبد اللہ حنفی پیش قدم ہو کر امام علیہ السلام کے آگے آگئے لیکن دشمنوں نے آپ کو تیر کے نشانے پر لے لیا اور ہر دائیں بائیں سے تیر آنے لگے۔ تیروں کا یہ مینہ مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ آپ زمین پر گر کر شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

زبیر بن قین کی شہادت

سعید بن عبد اللہ حنفی کی شہادت کے بعد زہیر میدان میں آئے۔ آپ نکلتے وقت امام حسین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے:

.....

۱۔ شاید یہ نماز قصر ہو نہ کہ نماز خوف، شیخ مفید نے اپنی روایت میں فقط نماز کا تذکرہ کیا۔)

ارشاد، ص ۲۳۸، تذکرہ، ص ۲۵۲)

أقدم هدیت ہادیاً مہدیاً

فالیوم تلقی جدک النبیؑ

وحسنا والمرتضی علیہ

وذا الجناحین الفتی الکیما

واسد اللہ الشہید الحیا

اے راہبر ہدایت اور ہادی برحق آگے بڑھیے آج آپ اپنے جد نبی، بھائی حسن، اور بابا علی

مرتضی سے ملاقات کریں گے۔ آج آپ کی ملاقات جعفر طیار سے ہوگی جنہیں دو پردیئے گئے ہیں اور شیر خدا و شہید زندہ حمزہ کا دیدار ہوگا۔

پھر آپ نے بڑا سخت جہاد کیا وقت جہاد آپ یہی کہہ رہے تھے:

أنا زهير وأنا بن القين

أذودهم بالسيف عن حسين (۱)

میں زہیر ہوں، میں قین کا فرزند ہوں، میں تلوار سے ان کے مقابلہ میں حسین کا دفاع کروں گا؛ ناگہاں کثیر بن عبد اللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر ایک سخت حملہ میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

نافع بن ہلال جملی کی شہادت (۲)

آپ نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھ لیا تھا اور نام لکھے تیر کو پھینکا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے:

أنا جملی میں جملی ہوں أنا علی دین علی

میں علی علیہ السلام کے دین پر قائم ہوں۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زخمیوں کو چھوڑ کر آپ نے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا لیکن پھر آپ خود مجروح ہو گئے اور آپ کے دونوں

.....

۱۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۳، طبع نجف)

۲۔ آپ وہی ہیں جس نے کوفہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا طرماح بن عدی کے ہاتھوں امام علیہ

السلام کے پاس روانہ کیا تھا۔ (ج ۵، ص ۴۰۵) جب امام اور اصحاب امام علیہ السلام پر پیاس کی شدت ہوئی تو امام نے عباس بن علی علیہما السلام کو بلایا اور آپ کو ۳ سواروں اور ۲۰ پیدلوں کے ہمراہ روانہ کیا، ان کے آگے نافع بن ہلال موجود تھے تو عمرو بن حجاج نے آپ کو مرحبا کہتے ہوئے کہا: پانی پی لو، تمہیں پانی پینا مبارک ہو تو آپ نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب کہ حسین ابھی پیاسے ہیں۔ (طبری ج ۵، ص ۴۱۲) اور جب علی بن قرقظہ، عمر بن قرقظہ کا بھائی حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو نافع بن ہلال مرادی نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

بازو ٹوٹ گئے تو آپ کو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسیر کرتے ہوئے کھینچتا ہوا عمر بن سعد کے پاس لے کر آیا جب کہ آپ کی ڈاڑھی سے خون جاری تھا۔ عمر بن سعد نے آپ سے کہا: وائے ہوتجھ پر اے نافع! کس چیز نے تمہیں برا بیچنے کیا کہ تم اپنے ساتھ ایسا سلوک کر لو تو نافع بن ہلال جملی نے جواب دیا: میرے رب کو معلوم ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے، خدا کی قسم میں نے تمہارے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا ہے، یہ میرے ہاتھوں مجروح اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ کی تعداد ہے۔ میں اس کوشش پر اپنی ملامت نہیں کرتا۔ اگر میرے بازو اور میری کلائی سلامت رہتی تو تم لوگ مجھے اسیر نہیں کر پاتے۔

شمر نے عمر سعد سے کہا: اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے، اسے قتل کر دیجئے۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو قتل کر دو، پس شمر نے فوراً نیام سے تلوار نکال لی۔

نافع نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے اوپر یہ بڑا سخت ہوتا کہ تو خدا سے

اس حال میں ملاقات کرے کہ ہمارا خون تیری گردن پر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری شہادت اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں قرار دی۔ یہ سن کر شمر نے آپ کو فوراً قتل کر دیا۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو)

غفاری برادرمان

جب اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ آپ کی حفاظت کر سکیں تو ان لوگوں نے آپ کے قدموں میں جان دینے کا عمل شروع کر دیا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔ اسی شہادت کے میدان میں سبقت کے لئے عزہ غفاری کے دو فرزند عبد اللہ اور عبد الرحمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يا أبا عبد الله! عليك السلام، حازنا العدو اليك، فاحببنا أن نُقتل بين يديك وندفع عنك

اے ابو عبد اللہ! آپ پر سلام ہو، دشمن کی فوج نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہم سب اس کے زرعے میں ہیں لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں تاکہ آپ کی حفاظت کر سکیں اور آپ کا دفاع کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

مرحباً بكم اذنا امنی

تم دونوں قابل قدر ہو، میرے نزدیک آؤ تو وہ دونوں امام علیہ السلام کے قریب آئے اور اس

کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا:

قد علمت حقاً بنو غفار

وخنذف بعد بنی نزار

لنصر بن معشر الفجار

آبکل عضب صارم بئار

یا قوم ذودوا عن بن الأحرار

بالمشرف والقنا الحظار

بنی غفار بخوبی جانتے ہیں، نیز نسل خنذف اور خاندان نزار آگاہ ہو جائیں کہ ہم گروہ نجار کو شمشیر براں سے ضرور ماریں گے۔ اے لوگو! فرزندان حریت و آزادی کی حمایت میں اپنے نیزوں اور شمشیروں سے دفاع کرو۔

اس کے بعد ان دونوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ ٹھہید ہو گئے۔ (ان پر اللہ کی رحمت ہو)

قبیلہ جابری کے دو جوان

اس کے بعد قبیلہ جابری کے دو جوان حارث بن سُرُبع اور مالک بن عبد بن سُرُبع جو ایک دوسرے کے چچا زاد اور مادری بھائی تھے امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے نزدیک تر ہوئے درحالیکہ وہ گریہ کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أی ابن اخ مایبکیکما؟ فوالله أن لأرجو أن تكونا قریر عین عن ساعة

اے جان برادر! کس چیز نے تم دونوں کو رلا دیا؟ میں امید کرتا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

ان دونوں نے جواب دیا: خدا ہم کو آپ پر نثار کرے! نہیں خدا کی قسم ہم لوگ اپنے آپ پر آنسو نہیں بہا رہے ہیں۔ ہم لوگ تو آپ پر گریہ کننا ہیں کہ آپ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں اور ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

فجزا كما الله يا ابن اخ بوجد كما من ذلك و مواسات كما ايا بانفس كما أحسن جزاء
المتقين

اے جان برادر! خدا تم دونوں کو میرے ساتھ اس مواسات کی بہترین جزا دے، ایسی جزا و پاداش جو متقین اور صاحب تقویٰ افراد کو دیتا ہے۔

پھر یہ جابری جوان امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی طرف ملتفت ہو کر عرض کیا :

: السلام عليك يا بن رسول الله

اے فرزند رسول خدا آپ پر سلام ہو! امام علیہ السلام نے جواب دیا:

عليكما السلام ورحمة الله وبركاته

اس کے بعد ان دونوں نے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو)

حفظہ بن اسعد شہامی کی شہادت

اس کے بعد حفظہ بن اسعد شہامی آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند کہنے لگے:

يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ سَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ ذَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ
وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ مُرِيدٌ ظَلَمًا لِلْعِبَادِ وَأَنَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ
عَلَيْكُمْ مِثْلَ سَوْمِ التَّنَادِ مِثْلَ تَوْلُونِ مُدِيرِ مَنْ مَالَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ
مُضَلِّلِ اللَّهِ فَمَالَهُ مِنْ هَادٍ (۱) يَا قَوْمِ لَا تَقْتُلُوا حَسِينًا فَيَسْحَتَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ
وَقَدْ خَابَ مَنْ افْتَوَى (۲)

اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا۔ (کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو) جیسا نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد آنے والی قوموں کا حال ہوا، اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اے میری قوم مجھے تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیڑھے پھیر کر (جہنم کی طرف) چل کھڑے ہو گے تو خدا (کے عذاب) سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی رو براہ کرنے والا نہیں۔ اے قوم حسین کو قتل نہ کرو ورنہ خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اور یاد رکھو جس نے افترا پردازی کی وہ نامراد رہا۔

حفظہ کے اس قرآنی سخن کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا:

يَا بَنَ اسْعَدِ! رَحِمَكَ اللَّهُ! انْهَمِرْ قَدْ اسْتَوْجِبُوا الْعَذَابَ حَيْثُ رَدَّوْا عَلَيْكَ مَا

دعوتہم الیہ من الحق ونہضوا الیک لیستبیحوک و أصحابک فکیف بہم الآن
وقد قتلوا أخوانک الصالحین

.....

۱۔ سورہ غافر ۳۱ و ۳۲

۲۔ سورہ طہ ۶۱

اے فرزند اسعد! خدا تم پر رحمت نازل کرے ان گمراہوں نے جب سے تمہاری دعوت حق کو
ٹھکرا دیا اور تمہارے ساتھیوں کی خونریزی کی اسی وقت سے دردناک عذاب کے مستحق
ہو گئے۔ ذرا تصور کرو کہ اب ان کا حال کیا ہوگا جب کہ ان لوگوں نے تمہارے نیک اور صالح
بھائیوں کو قتل کر دیا ہے!

ابن سعد نے کہا آپ نے سچ فرمایا، میں آپ پر نثار ہو جاؤں، آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اور
اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا میں آخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ
ہو جاؤں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

رح الی خیر من الدنیا وما فیہا والی ملک لایبلی

کیونکہ نہیں، جاؤ اس چیز کی طرف جو دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اور اس مملکت
کی طرف روانہ ہو جاؤ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔

ابن سعد نے کہا:

السلام علیک یا ابا عبد اللہ، صلی اللہ علیک و علی اہل بیتک و عرف بیننا و بینک

سلام ہو آپ پر اے ابو عبد اللہ، آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر خدا کا درود و سلام ہو نیز وہ ہمارے اور آپ کے درمیان آشنائی قائم فرمائے۔
 امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آمین آمین۔
 اس کے بعد حنظلہ شبامی میدان قتال میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

عابس بن ابی شیبہ شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت (۱)

اس کے بعد عابس بن ابی شیبہ شاکری آئے، ان کے ہمراہ ان کے باپ شاکر کے غلام شوذب بھی تھے۔ آپ نے اس سے پوچھا:
 یا شوذب! مافی نفسک أن تصنع؟
 اے شوذب تیرے دل میں کیا ہے؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میرا ارادہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسہ کی خدمت میں جنگ کروں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔

.....

۱۔ یہ وہی عابس ہیں جو کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل کے زبانی امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنے کے بعد اٹھے تھے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا تھا: اما بعد، میں آپ کو تمام لوگوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہا ہوں، نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ ان کے عابس نے کہا: تم سے یہی توقع تھی، اب اگر تم جنگ سے منصرف نہیں ہونا چاہتے ہو تو تم آگے بڑھ کر ابو عبد اللہ کے

سامنے جاؤ تاکہ وہ تمہیں اپنے دیگر اصحاب کی طرح دیکھیں اور تمہارا حساب ان کی طرح خدا کے حوالے کر دیں اور میں بھی تمہیں خدا اور ان کے حساب میں ڈال دوں کیوں کہ اگر اس وقت میرے پاس کوئی اور ہوتا جو تم سے زیادہ مجھ سے قریب ہوتا تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ میں اپنے سامنے اسے میدان جنگ میں بھیجوں تاکہ وہ میرے حساب میں آئے؛ کیونکہ آج کا دن اسی کا سزاوار ہے کہ ہم اپنی پوری قدرت سے اجرو پاداش طلب کریں اس لئے کہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، بس حساب ہی حساب ہے۔

دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ خدا کی قسم جب آپ دعوت دیں گے اور بلائیں گے تو میں اس کو اجابت کروں گا اور لہیک کہوں گا اور آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور آپ کے دفاع میں انھیں اپنی تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کر لوں اور اس کے عوض میں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اللہ کے پاس ہے۔ اس پر حبیب بن مظاہر نے کہا تھا: اللہ تم پر رحمت نازل کرے تمہارے دل میں جو تھا اسے مختصر لفظوں میں تم نے ادا کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۵) جب مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے اور ۱۸ ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر عابس بن ابی شیبہ شاکری کے ہاتھوں روانہ کیا تھا کہ آپ جلد آجائیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۷۵)

یہ سن کر شوذب آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا پھر میدان میں آئے اور خوب

جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو)

پھر عابس بن ابی شیبہ شاکری نے کہا:

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! أَمَا وَاللَّهِ مَا أَمْسَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ قَرِيبٌ وَلَا بَعِيدٌ أَعَزَّ عَلَّ وَأَحَبُّ
إِلَى مَنْكَ وَلَوْ قَدْرَتِ عَلَى أَنْ أَدْفَعَ عَنْكَ الضَّيْمَ وَالْقَتْلَ بِشَيْءٍ أَعَزَّ عَلَّ مِنْ نَفْسٍ وَ

دَمٍ لِعَمَلَتِهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَشْهَدُ اللَّهُ أَنِي عَلَى هَدْيِكَ وَهَذَا أَبِيكَ

اے ابو عبد اللہ! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نزدیکی اور دوری رشتہ دار آپ سے زیادہ مجھے
عزیز و محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ اس ظلم و دباؤ اور قتل کو کسی ایسی چیز کے

ذریعے آپ سے

دور کر سکوں جو میری جان اور میرے خون سے بھی عزیز تر ہو تو میں اسے ضرور انجام دیتا،
اے ابو عبد اللہ! آپ پر سلام ہو میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا کے
صحیح راستے پر گامزن ہوں۔

پھر نیام سے تلوار نکال کر دشمنوں کی طرف چلے اور اس سے اپنی پیشانی پر ایک ضرب
لگائی۔ (۱) ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے: میں نے جب انھیں آتے دیکھا تو پہچان لیا اور
میں نے لوگوں سے کہا: ایھا الناس! یہ شیروں کا شیر ہے، یہ فرزند ابو شیبہ شاکری ہے،
اس کے سامنے تم میں سے کوئی نہ نکلے۔

عباس نے ندادینا شروع کیا: کوئی مرد ہے جو ایک مرد کے مقابلے میں آئے؟ لیکن کوئی
سامنے نہیں آیا۔ عمر بن سعد نے بوکھلا کر کہا: اس پر سنگباری کر دو، پس ہر طرف سے آپ پر
پتھر پھینکا جانے لگا۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور

دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ خدا کی قسم میں نے خود دیکھا کہ آپ نے اموی سپاہ کی فوج میں سے دوسو سے زیادہ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ لیکن اس کے بعد سارا لشکر چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (۲) و (۳)

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بنی ہمدان کے اس شخص سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس روز وہ وہاں موجود تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۴۱)

۳۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا سر چند لوگوں کے ہاتھوں ادھر ادھر ہو رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے اسے میں نے قتل کیا تو وہاں عمر بن سعد آیا اور بولا: لڑائی مت کرو اسے کسی ایک نیزہ نے قتل نہیں کیا ہے یہ سن کر سب وہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

یزید بن زیاد ابو شعثاء کنندی کی شہادت

یزید بن زیاد مہاصر جنہیں ابو شعثاء کنندی کہا جاتا ہے، عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے آئے تھے لیکن جب امام علیہ السلام کی ساری شرطیں رد کر دی گئیں تو امام حسین کی طرف چلے آئے اور اس کے بعد دشمنوں سے خوب جنگ کی۔ اس دن آپ کا رجز یہ تھا:

أنا يزيد وأب مهاصر

أشجع من ليث بغيل خادر

یا رب ان للحسین ناصر

ولابن سعد تارك وهاجر (۱)

میں یزید ہوں اور میرے باپ ابوہماصر تھے، میں شیر پیشہ سے زیادہ شجاع ہوں، پروردگار! میں حسین علیہ السلام کا ناصر و مددگار اور ابن سعد کو ترک کر دینے والا اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دشمن کی طرف سوتیر چلائے جس میں سے فقط پانچ تیروں نے خطا کی تھی۔ جب بھی آپ تیر چلاتے تھے فرمایا کرتے تھے:

أنا بن بھدلة، فرسان العرجلة

میں خاندان بھدلہ کا فرزند اور عرجلہ کا یکہ تاز ہوں اور امام حسین علیہ السلام فرما رہے تھے:

اللهم سدد رميته واجعل ثوابه الجنة

خدا یا! اس کے تیر کو نشانہ تک راہنمائی کر اور اس کا ثواب جنت قرار دے، پھر آپ نے بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

چار دوسرے اصحاب کی شہادت

وہ چار افراد جو طرماح بن عدی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ جابر بن حارث سلیمانی، مجمع بن عبد اللہ عایدی، (۲) عمر بن خالد صیداوی اور عمر بن خالد کے غلام سعد ہیں،

.....

۱۔ یہ فضیل بن خدیج کندی کی روایت ہے۔ شاید راوی نے پسر سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے اور امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت کرنے کی بات اسی شعر سے حاصل کی ہے درحالیکہ اس سے پہلے عبدالرحمن بن جندب کی روایت عقبہ بن سمران کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں جب حر کے پاس مالک بن نسیر بدی کندی آیا تھا تو اس سے یزید بن زیاد نے کہا تھا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا: میں کچھ لے کر نہیں آیا، میں نے اپنے پیشوا کی اطاعت اور اپنی بیعت سے وفاداری کی ہے تو ابو شعشاء نے اس سے کہا تھا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنی ہلاکت میں اپنے پیشوا کی پیروی کی ہے، تو نے ننگ و عار اور جہنم کو کسب کیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: **وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون** اور اس نار کی طرف دعوت دینے والا تیرا پیشوا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۸) یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ کربلا پہنچنے سے پہلے آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ حر سے ملاقات سے پہلے موجود تھے۔ تعجب ہے کہ طبری اور ابو مخنف اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

۲۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: اشراف کوفہ کے تھیلے رشوت سے بھر چکے ہیں، ان کی محبت کو اپنی طرف مائل کر لیا گیا ہے اور انکی خیر خواہی کو اپنے لئے خالص کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک گروہ کا حال ہے اور اب رہے دوسرے گروہ کے لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کی سمت کھنچی ہوں گی۔

ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی تلواروں سے شدید حملہ کیا اور جب وہ دشمن کی فوج میں اندر

تک وارد ہو گئے تو سپاہ اموی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کو اپنے محاصرہ میں لے کر اصحابِ حسینی سے ان کا رابطہ منقطع کر دیا۔ ایسی صورت میں عباس بن علی (علیہما السلام) نے دشمنوں پر حملہ کیا اور انھیں دشمنوں کی چنگل سے نکال لیا۔ ان چار جوان مردوں نے اپنی تلوار سے پھر زبردست حملہ کیا اور خوب خوب جہاد کیا یہاں تک کہ چاروں ایک ہی جگہ پر شہید ہو گئے۔ (۱)

سوید خثعمی و بشر حضرمی

یہ دونوں اصحابِ حسینی کی دو آخری نشانیاں ہیں جنہیں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی (۲) اور بشر بن عمرو حضرمی کہا جاتا ہے پہلے بشر سامنے آئے اور میدانِ قتال میں جا کر دادِ شجاعت لی اور شہید ہو گئے (رحمۃ اللہ علیہ) پھر سوید میدانِ کارزار میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ کمزور ہو کر زمین پر گر پڑے۔ (۳) آپ اسی طرح شہیدوں کے درمیان کمزور و ناتواں پڑے رہے اور آپ کو مردہ سمجھ کر آپ کی تلوار اتار لی گئی لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دئے گئے تو دشمنوں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ وہ کہہ رہے ہیں: قتلِ حسین حسین مار ڈالے گئے تو آپ کو غشی سے افاقہ ہوا آپ کے پاس چھری تھی۔ آپ کچھ دیر تک اسی چھری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ زید بن رقاد جنبی (۴) اور عروہ بن بطار تغلبی نے آپ کو شہید کر دیا، آپ سپاہِ حسینی کے آخری شہید ہیں۔ (۵) و (۶)

.....

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۵)

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن زہیر نعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۶)

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۴)

۴۔ یہ شخص حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا قاتل ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱۸) اسی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر تیر چلایا تھا اور کہا کرتا تھا میں نے ان میں سے ایک جوان پر تیر چلایا ہے اور اس نے تیر سے بچنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا تو میں نے اس پر ایسا تیر چلایا کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی سے چپک گئی اور اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا؛ پھر

اس نے اس نوجوان پر ایک تیر چلا کر اسے شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: میں جب اس کے پاس آیا تو وہ مرچکا تھا لہذا میں اس تیر کو مسلسل حرکت دیتا رہا تاکہ اسے اس کی پیشانی سے کھینچ لوں لیکن تیر کی نوک کچھ اس طرح اس کی پیشانی میں پیوست ہو چکی تھی کہ میں اسے نہیں کھینچ پایا۔ روزگار اسی طرح گزرتے رہے اور مختار کی حکومت کا زمانہ آ گیا تو مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس شخص کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ بن کامل اس کے دروازے پر آئے اور اسے گھیر لیا اور لوگوں کی وہاں بھیڑ لگ گئی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر باہر نکلا تو ابن کامل نے کہا: اس

پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ گر گیا پھر ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے اس آگ میں جلادیا در حالیکہ وہ زندہ تھا اور اس کی روح نہیں نکلی تھی۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴) یہ شخص قبیلہ جنب سے متعلق تھا (ج ۶، ص ۶۴) طبری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جہنی حنفی ذکر کیا ہے۔

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن حنفی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳)

۶۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: میں نے جب دیکھا کہ اصحاب حسین علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں اور اب خاندان رسالت کی نوبت ہے اور آپ کے ہمراہ اصحاب میں سوید بن عمرو بن ابی مطاع حنفی اور بشر بن عمر حضرمی کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو لے کر آیا اور چونکہ دشمن ہمارے گھوڑوں کو پے کر رہے تھے لہذا ہم نے اپنے ساتھیوں کے خیموں کے درمیان اسے داخل کر دیا اور پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ میں نے اس دن دشمن کے دو آدمیوں کو قتل کیا اور تیسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس دن حسین علیہ السلام مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے: تمہارے ہاتھ سالم رہیں، اللہ تمہارے ہاتھ کو محفوظ رکھے، اللہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کے لئے جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان کیا قرار پایا تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف سے اس وقت تک

لڑوں گا جب تک آپ کے یار و ناصر موجود ہوں گے اور جب کوئی نہ ہوگا تو مجھے اختیار ہوگا کہ میں پلٹ جاؤں تو آپ نے کہا تھا؛ ہاں تمہیں اختیار ہوگا۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو لیکن تم یہاں سے کیسے نکل سکو گے اگر تم اس پر قادر ہو تو تم آزاد ہو۔

جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے نکالا اور اس پر سوار ہو کر اسے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے سموں پر اچھل پڑا۔ اس کے بعد اسے فوج کے دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑے سے ٹکرانے والے ادھر ادھر گرتے رہے اور میں راستہ بناتا نکلتا گیا لیکن پندرہ (۱۵) آدمیوں کے ایک گروہ نے میرا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے ایک دیہات شفیہ تک پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ وہاں تک میرے ساتھ آئے تو میں پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی، ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صاندی نے مجھ کو پہچان لیا اور بولے: یہ سخاک بن عبداللہ مشرقی ہے، یہ ہمارا چچا زاد ہے، ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس پر ان میں سے بنی تمیم کے تین لوگوں نے کہا: ہاں ہاں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کی درخواست کو قبول کریں گے اور جو وہ چاہتا ہے اسے انجام دے کر اس سے دست بردار ہو جائیں گے۔ جب ان تین تمیمیوں نے ہمارے ساتھیوں کی پیروی کی تو دوسروں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس طرح خدا نے مجھے نجات دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰)

بنی ہاشم کے شہداء

* علی بن الحسین اکبر کی شہادت

* قاسم بن حسن کی شہادت

* عباس بن علی اور ان کے بھائی

* لشکر حسین کے سردار

* آپ کے امتیازات و خصوصیات

* حسن و رشادت

* معنوی شوکت

* علمدار کربلا

* سقائی

* سالار عشق و ایمان

* اسلام کا غیر تمند سپاہی

* معراج و وفا

* حسین علیہ السلام کا شیر خوار

* عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

* آل عقیل کی شہادت

* حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت
بنی ہاشم کے شہداء

علی بن الحسین اکبر کی شہادت

کربلا میں روز عاشورا اولاد ابوطالب کے سب سے پہلے شہید علی اکبر فرزند حسین بن علی (علیہم السلام) ہیں۔ (۱) آپ کی مادر گرامی ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی جناب لیلیٰ تھیں۔ (۲)

.....

۱۔ ابو مخنف نے اپنی روایت میں جو انھوں نے سلیمان ابن ابی راشد سے بیان کی ہے اور سلیمان نے حمید بن زیاد سے نقل کی ہے اس میں امام سجاد علیہ السلام کو علی بن حسین اصغر کے وصف سے یاد کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۴) اور جو بچہ امام علیہ السلام کی گود میں شہید ہوا تھا اس کا نام اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن حسین ذکر کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸) طبری نے اپنی کتاب ذیل المذیل میں کہا ہے کہ علی اکبر فرزند حسین اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں ساحل فرات پر شہید ہوئے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا اور علی بن حسین اصغر اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت وہ ۲۳ سال کے تھے اور بیماری کے عالم میں بستر پر پڑے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب میں ابن زیاد کے دربار میں وارد ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا: علی بن الحسین میرا نام سن کر اس نے کہا: کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کیا؟ تو میں نے کہا کہ میرے ایک بھائی تھے جو

مجھ سے بڑے تھے، ان کا نام بھی علی تھا، انھیں لوگوں نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد بولا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے کہا:

اللہ یتوفی الأَنفُسَ حینَ موتِہا

(ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دارالمعارف) اس مطلب کو ابو الفرج نے بھی بیان کیا ہے۔ (مقاتل الطالیین، ص ۸۰، طبع نجف) اسی طرح یعقوبی نے بھی علی اکبر ذکر کیا ہے اور امام سجاد علیہ السلام کو علی بن الحسین اصغر ذکر کیا ہے۔ (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۳۳، طبع نجف) مسعودی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ (مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۱) نیز سبط بن جوزی کا بھی یہی بیان ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۲۵) شیخ مفید نے ارشاد میں فقط علی بن الحسین ذکر کیا ہے اور اکبر کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

۲- ۶ھ میں عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف میں قبیلہ ثقیف سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور قریش کے تمام اہل و عیال اور ان کے اطاعت گزاروں کا حلیف ہو گیا۔ صلح حدیبیہ کے سال جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے آئے اور آپ ﷺ نے ان کی طرف بدیل بن ورقاء خزاعی کو پیغام لے کر روانہ کیا جسے پیغام رساں کہا جاتا تھا اُدھر دوسری طرف عروہ کھڑا ہوا اور اس نے قریش کے سربراہ آوردہ لوگوں سے کہا: یہ مرد تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھا رہا ہے، اسے تم لوگ قبول کر لو اور مجھے اجازت دو تا کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ ان لوگوں نے کہا جاؤ تو عروہ پیغمبر اکرم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کیا۔ نبی اکرم نے اس سے بھی اس قسم کی باتیں کہیں جو بدیل سے فرمائی تھی کہ ہم یہاں کسی سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو یہاں فقط عمرہ انجام

دینے کے لئے ہیں۔ جنگ قریش کو رسوا کر دے گی اور انھیں نقصان پہنچائے گی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس دین میں آجائیں جس میں سب آگئے ہیں تو وہ ایسا کریں ورنہ آرام کریں اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر میں ان سے نبرد آزمانی کروں گا یہاں تک کہ یا تو میں بالکل تمہارہ

جاؤں یا اللہ اپنے امر کو نافذ کر دے۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی قوم کو محکم کر لیا ہے؟ کیا آپ نے اس سے پہلے کسی عرب سے سنا ہے کہ وہ اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دوسروں کا ہو جائے؟ خدا کی قسم میں ان مختلف چہرے اور مختلف طبیعت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرار کر جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ یہ کہہ رہا تھا اور بڑے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھے جا رہا تھا، پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا اور بولا: اے قوم! خدا کی قسم میں سارے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنا محمد کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ لعاب دہن باہر ڈالتے ہیں تو ان میں کا ایک اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں اسے فوراً انجام دیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بقیہ پانی کے لئے سب لڑنے لگتے ہیں اور جب وہ کچھ بولتے ہیں تو یہ لوگ بالکل خاموش ہو کر تعظیم میں نظریں گڑا کر ان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ انھوں نے تمہاری طرف رشد و ہدایت کی راہ پیش کی ہے تمہیں چاہیے اسے قبول کر لو!)

طبری، ج ۶، ص ۴۲۷) ۸ھ میں یہ جنگ حنین میں ایک گوشے میں منجیقین بنانے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود جنگ حنین میں موجود نہیں تھے۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی آمنہ کی اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ حنین کے دن ابوسفیان، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ طائف آیا اور دونوں نے مل کر قبیلہ ثقیف کو آواز دی کہ ہمیں امن دوتا کہ ہم تم سے کچھ گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو امن و امان دے دیا تو ان لوگوں نے قریش کی عورتوں کو اسیری کے خوف میں چھوڑ دیا تو ان لوگوں نے انکار کیا (طبری، ج ۳، ص ۸۴) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کے پاس سے واپس لوٹنے لگے تو عروہ بن مسعود آپ کے پیچھے ہو لئے اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عروہ نے آپ کو درک کر لیا اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ سے کہا کہ اسی اسلام کے ہمراہ اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب تھے اور آپ کی باتوں کو لوگ بے چوں و چرا قبول کر لیتے تھے لہذا عروہ بن مسعود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے نکل پڑے۔ وہ اس امید میں تھے کہ ان کے مقام و منزلت کے پیش نظر لوگ ان کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن ان کی قوم نے چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ وقت شہادت کسی نے ان سے پوچھا: اپنے خون کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ تو عروہ نے جواب دیا: یہ کرامت اور بزرگی ہے جس سے خدا نے مجھے سرفراز کیا اور ایک جام شہادت ہے جسے خدا نے مجھے نوش کرایا ہے۔ میرا جروہی ہوگا جو ان لوگوں کا اجر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شہید ہوئے لہذا تم لوگ مجھے انھیں کے ہمراہ دفن کرنا

لہذا۔ آپ کو انھیں لوگوں کے ہمراہ دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے جیسے صاحب یسین اپنی قوم میں۔ ان مثله فی قومہ کمثل صاحب یسین فی قومہ (طبری، ج ۳، ص ۹۷) سیرۃ بن ہشام، ج ۲، ص ۳۲۵) نبی خدا نے آپ کا اور آ کے بھائی اسود بن مسعود کا قرض ادا کیا۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۰۰)

آپ نے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا شروع کیا در حالیکہ آپ یہ کہے جا رہے تھے:

أنا علي بن حسين بن علي

نحن ورب البيت أولى بالنب

تالله لا يحكمه فينا ابن الدّع (۱)

میں علی، حسین بن علی کا فرزند ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں، خدا کی قسم بے حسب و نسب باپ کا لڑکا ہم پر حکمرانی نہیں کر سکتا۔

آپ نے بارہا دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ان رزمیہ اشعار کو دہراتے رہے۔ جب مرہ بن منقذ عبدی (۲) نے آپ کو دیکھا تو بولا: تمام عرب کا گناہ میرے سر پر ہو! اگر یہ میرے پاس سے گزرتا تو میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا یہ کر رہا ہے؛ اس کے باپ کو اس کے غم میں بیٹھا دوں گا! اس اثناء میں آپ اپنی تلوار سے سخت حملہ کرتے ہوئے ادھر سے گزرے، پس مرہ بن منقذ نے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ آپ زمین پر گر گئے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ (۳) و (۴)

.....

۱۔ ابو لفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سخت حملے کے بعد علی اکبر اپنے بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا پیاس مارے ڈال رہی ہے تو حسین علیہ السلام نے ان سے کہا: اصبر جیبی حتی یستقیک رسول اللہ بکاسہ۔ اے میرے لال صبر کرو یہاں تک کہ رسول ﷺ خدا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر پے در پے کئی حملے کئے۔ (مقاتل الطالیین، ص ۷۷)

۲۔ اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منقذ بن نعمان کے ہمراہ حضرت علی کے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۲۲) ۶۶ھ میں مختار نے عبد اللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تو یہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیز گھوڑے پر سوار تھا۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تو اس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گر پڑا۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا در حالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴)

۳۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر نعمی نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶) اور ابو لفرج نے بھی ابو مخنف سے زہیر بن عبد اللہ نعمی کے حوالے سے روایت کی ہے (مقاتل الطالیین، ص ۷۶) اور انھوں

نے ایک دوسری سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین میدان جنگ میں

دشمن کی طرف آنے لگے تو حسین کی نگاہیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ گریہ کنناں تھے پھر فرمایا:

اللَّهُمَّ كُنْ أَنْتَ الشَّهِيدَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ بَرَزَ إِلَيْهِمْ غُلَامٌ أَشْبَهَ الْخَلْقَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

خدایا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف اب وہ جوان جا رہا ہے جو سیرت و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۴۔ ابو الفرج ہی نے روایت کی ہے کہ: زمین پر آتے وقت علی اکبر نے آواز دی:

يَا أَبَتَا! عَلَيْكَ السَّلَامُ

بابا آپ پر میرا سلام ہو،

هذا جدی رسول الله يقرئك السلام ويقول: عجل القدوم الينا ثم شهق شهقة وفارق الدنيا

یہ ہمارے جد رسول خدا ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آؤ۔ پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام خون میں ڈوبے فرزند کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے:

قتل الله قوماً قتلوك يا بن

اے میرے لال! خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے،

مأجرأهم على الرحمن وعلى انتهاك حرمة الرسول

یہ لوگ مہربان خدا پر اور رسول کی ہتک حرمت پر کتنے بے باک ہیں،

على الدنيا بعدك العفا

میرے لال تمہارے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہو۔ ناگاہ اس اثناء میں ایک بی بی شتاباں خیمے سے باہر نکلی وہ آزدے رہی تھی:

ياأخਿਆه! ويا بن أخਿਆه

اے میرے بھائی اے جان برادر! وہ آئیں اور خود کو علی اکبر پر گرا دیا تو حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں خیمے میں لوٹا دیا اور خود ہاشمی جوانوں کی طرف رخ کر کے کہا:

احملوا أخواكم الى الفسطاط

اپنے بھائی کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤ

فحملوه من مصرعه حتى وضعوه بين يدي الفسطاط الذي كانوا يقاتلون أمامه
(۱)

ان جوانوں نے لاشہ علی اکبر کو مقتول سے اٹھا کر اس خیمے کے پاس رکھ دیا جس کے آگے وہ لوگ مشغول جہاد تھے۔

.....

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۷) اور ابو الفرج نے بھی اسی سند کو ذکر کیا ہے

۔ (مقاتل الطالبيين، ص ۷۶ و ۷۷)

قاسم بن حسن کی شہادت

حمید بن مسلم کا بیان ہے: ہماری جانب ایک نوجوان نکل کر آیا، اس کا چہرہ گویا چاند کا ٹکڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر ایک کرتہ اور پاجامہ تھا، پیروں میں نعلین تھی جس میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی نعلین تھی۔

عمرو بن سعد بن نفیل ازدی (۱) نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم میں اس بچے پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا: سبحان اللہ تو اپنے اس کام سے کیا چاہتا ہے۔ لشکر کا یہ انبوه جو اس کو اپنے گھیرے میں لئے ہے تیری خواہش پوری کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس نے اپنی بات پھر دہرائی: خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، یہ کہہ کر اس نے اس جوان پر زبردست حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تلوار سے اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بھل زمین پر گر پڑا اور آواز دی: یا عماہ! اے چچا مدد آئیے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام شکاری پرندے کی طرح وہاں نمودار ہوئے اور غضب ناک و خشمگین شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کہنیوں سے اس کے ہاتھ کٹ گئے یہ حال دیکھ کر لشکر ادھر ادھر ہونے لگا اور وہ شقی (عمرو بن سعد) پامال ہو کر مر گیا۔ جب غبار چھٹا تو امام حسین علیہ السلام قاسم کے بالین پر موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

اور حسین علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے:

بعداً لقوم قتلوك ومن خصبهم يوم القيامة فيك جدك، عزّ والله على عمك أن تدعوه فلا يجيبك أو يجيبك ثم لا ينفعك صوت والله كثر واتره وقل ناصره

براہو اس قوم کا جس نے تجھے قتل کر دیا اور قیامت کے دن تمہارے دادا اس کے خلاف دعو
یدار ہوں گے۔ تمہارے چچا پر یہ بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ تمہاری مدد کو نہ آسکیں
اور آئے بھی تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا کی قسم تمہاری مدد کی آواز آج ایسی ہے کہ جس
کی غربت و تنہائی زیادہ اور اس پر مدد کرنے والے کم ہیں۔

.....

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۶۸، اس شخص کا نام سعد بن عمرو بن نفیل از دی لکھا ہے اور دونوں خبر ابو
مخنف ہی سے مروی ہے۔

پھر حسین نے اس نوجوان کو اٹھایا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نوجوان کے دونوں پیر زمین پر
خط دے رہے ہیں جبکہ حسین نے اس کا سینہ اپنے سینے سے لگا رکھا تھا پھر اس نوجوان کو لے کر
آئے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین کی لاش کے پاس رکھ دیا اور ان کے ارد گرد آپ کے اہل
بیت کے دوسرے شہید تھے، میں نے پوچھا یہ جو ان کون تھا؟ تو مجھے جواب ملا: یہ قاسم بن
حسن بن علی بن ابیطالب (علیہم السلام) تھے۔ (۱)

.....

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے
یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۷ و ارشاد، ص ۲۳۹)

عباس بن علی اور ان کے بھائی

پھر عباس بن علی (علیہما السلام) نے اپنے بھائیوں: عبداللہ، جعفر اور عثمان سے کہا:

یا بن أم! تقدموا حتى أرتيكم فإنه لا ولد لكم!

اے مرے ماں جابو! آگے بڑھو تا کہ میں تم پر مرثیہ پڑھ سکوں کیونکہ تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تم پر نوحہ کرے۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور میدان جنگ میں آئے اور بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ (خدا ان سب پر رحمت نازل کرے) (۲)

.....

۲۔ ابوحنیف نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا مقتل اور ان کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے لہذا ہم اسے مختلف مقاتل کی زبانی ذکر کرتے ہیں۔ ارشاد میں شیخ مفید فرماتے ہیں: جب حسین علیہ السلام پر بیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا ارادہ کیا، آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی عباس بھی تھے۔ ابن سعد لعنة الله عليه كالشكر آپ کے لئے مانع ہوا اور اس لشکر میں بنی دارم کا ایک شخص بھی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انھیں پانی تک نہ پہنچنے دو، اس پر حسین علیہ السلام نے بددعا کی

اللهم أظمئه

خدا یا! اسے پیسا رکھ! یہ سن کر دارمی کو غصہ آ گیا اور اس نے تیر چلا دیا جو آپ کی ٹھڈی

میں لگا۔ حسین علیہ السلام نے اس تیر کو نکالا اور ٹھڈی کے نیچے اپنا ہاتھ لگایا تو خون سے آپ کی دونوں ہتھیلیاں بھر گئیں۔ آپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا اور فرمایا:

اللّٰهُمَّ اِنِ اَشْكُو الْيَوْمَ مَا يَفْعَلُ بَابِنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ

خدا یا! میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے پھر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے؛ لیکن پیاس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ادھر دشمنوں نے عباس کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ آپ کا رابطہ امام حسین علیہ السلام سے منقطع ہو گیا۔ آپ تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے، آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ زید بن ورقاء حنفی (۱) اور

حکیم بن طفیل سنسی نے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے اور حرکت کی طاقت نہ تھی۔ (ارشاد، ص. ۲۴۰، طبع نجف اشرف) یہاں سے ہم مقتل الحسین مقرر، مقتل الحسین امین، ابصار العین سماوی، فاجعة الطف علامہ قزوینی، عمدة الطالب اور خصال صدوق، ج ۱، ص ۶۸، اور تاریخ طبری کی مدد سے حضرت ابو الفضل العباس کی شخصیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؛ شاید بارگاہ ایزدی میں یہ کوشش آخرت کی رسوائی سے نجات دلائے اور سقائے سکینہ کی خدمت اقدس میں یہ سعی ناچیز تحفہ قرار پائے۔

.....

(۱) طبری نے زید بن رقاد جنبی لکھا ہے۔ (ج ۵، ص ۶۸۸) اور جلد ۶، صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ یہ جنب کا ایک شخص تھا۔ یہ شخص عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور سوید بن عمرو شعمی صحابی امام حسین

علیہ السلام کا بھی قاتل ہے۔ اس کے احوال سوید کی شہادت کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مختار نے اسے زندہ جلادیا تھا۔ اسے حنفی کہنا واضح تحریف ہے۔

لشکر حسین کے سردار

علمدار حسین عباس (علیہ السلام) آخر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت اور آپ کے حقوق و بلند مقاصد کے دفاع میں تنہا رہ گئے تھے؛ کیوں کہ تمام یا اور انصار اور بھائی بھتیجے اور فرزند شہید ہو چکے تھے۔ آپ ناقابل توصیف شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے آقا حسین علیہ السلام کی حفاظت میں پہاڑ کی طرح مستحکم تھے۔ حوادث کی تند و تیز ہوائیں آپ کے وجود پر اثر انداز نہیں ہو رہی تھیں۔ آپ قابل افتخار شخصیت کے مالک تھے کیونکہ علم و عقل، ایمان و عمل اور جہاد و شہادت میں یتائے تاز روزگار تھے۔ ان خصوصیات کو ہم آپ کے رجز، آپ کے اعمال اور آپ کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حقیقت میں آپ فضیلتوں کے سرچشمہ اور انسانی قدروں کے سربراہ تھے۔ آپ کے امتیاز و خصوصیات قابل قدر و تحسین اور انسان ساز ہیں، وہ اوصاف و خصوصیات جو فردی و اجتماعی زندگی کو نیک و بخشنے اور نجات کے معراجی مراحل تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں پر آپ کے بعض اوصاف کا تذکرہ منظور نظر ہے۔

۱- حسن و مرشادت

آپ بلند قامت، خوش سیمہ اور خوب رو تھے۔ خاندان کے درمیان ایک خاص عظمت و شکوہ کے حامل تھے لہذا قبر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کے چاند کہلاتے تھے۔ جب آپ حق و عدالت سے دفاع کے لئے مرکب پر سوار ہوتے تھے تو آپ کی صولت و ہیبت سے شیر دل افراد خوف زدہ ہو جاتے تھے اور رزم آور و دلیر افراد ترس و خوف میں مبتلا ہو کر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔

حق و عدالت کی راہ میں جاں نثاری، دلاوری اور شجاعت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ یہ صفت آپ نے اپنے شہسوار باپ امیر المومنین علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔ اگرچہ آپ کی مادر گرامی بھی علم و معنویت کی پیکر اور عرب کی ایک شجاع خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے بڑے ہی اہتمام سے آپ کی مادر گرامی کا انتخاب کیا تھا اور جب اس اہتمام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: لندلی فارساً شجاعاً میں چاہتا ہوں کہ وہ خاتون میرے لئے ایک شجاع بچہ دنیا میں لے کر آئے۔ یہ سب تھا کہ افتخار علوی سے بنی ہاشم کا چاند خورشید فاطمی کی حفاظت کے لئے آسمان ام البنین پر طلوع ہوا۔

۲- معنوی شوکت

دنیا میں ایک سے ایک بہادر، پہلوان، شجاع اور خوبصورت گزرے ہیں۔ اگر ہم ابو الفضل عباس کو فقط اس نگاہ سے دیکھیں کہ آپ رشید قامت، ہلالی ابرو، ستواں ناک اور گلابی ہونٹوں والے تھے تو تاریخ کے پاس ایسے سینکڑوں نمونے ہیں جو خوبصورت بھی تھے اور

بہادر بھی لیکن ابو الفضل العباس علیہ السلام کی خصوصیت فقط یہ نہ تھی کہ آپ فقط خوبصورت اور بہادر تھے بلکہ آپ کی اہم خصوصیت جو آپ کو گوہر نایاب بناتی ہے وہ آپ کا باطنی جوہر اور باطنی حسن ہے یعنی آپ کا ایمان، اخلاص، مردانگی، انسان دوستی، سچائی، امانت داری، آزادی، عدالت خواہی، تقویٰ، حلم، جانثاری اور وہ پیروی محض ہے جو اپنے امام علیہ السلام کے سامنے پیش کی ہے۔ تاریخ میں ایک بہادر، دلیر اور شجاع کا اتنے سخت اور دل ہلا دینے والے حوادث میں اس قدر تابع اور مطیع ہونا کہیں نہیں ملتا اور نہ ملے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی بلند و بالا شخصیت کی اس طرح منظر کشی کی ہے:

كان عمنا العباس نافذ البصيرة، صلب الایمان، جاهد مع اخيه الحسين عليه السلام وأبلى بلاء حسناً ومضى شهيداً

(عمدة الطالب، ۳۵۶) ہمارے چچا عباس عمیق بصیرت والے اور محکم صاحب ایمان تھے جس میں کوئی تزلزل نہ تھا، آپ نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کیا اور بلاؤں کی آماجگاہ میں بہترین امتیاز حاصل کیا اور شہید ہو گئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

رحم الله العباس فلقد آثر وأبلى وفداً أخاه بنفسه حتى قطعت يداه فأبدله الله عزو جل بهما جناحين يطير بهما مع الملائكة في الجنة كما جعل لجعفر بن ابيطالب وان للعباس عند الله تبارك وتعالى منزلة يغبطه بها جميع الشهداء يوم القيامة (خصال شيخ صدوق ج ۱، ص ۶۸)

خدا (ہمارے چچا) عباس پر رحمت نازل کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ناقابل وصف

ایشیا کا ثبوت دیا

اور بزرگ ترین آزمائش میں کامیاب ہو کر سر بلند و سرفراز ہو گئے اور آخر کار اپنی جان کو اپنے بھائی پر نثار کر دیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو اللہ عز و جل نے اس کے بدلے آپ کو دو پر عطا کئے جس کی مدد سے آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں جس طرح خدا نے جعفر بن ابوطالب کو پر عطا کئے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک جناب عباس کی وہ قدر و منزلت ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء آپ پر رشک کریں گے۔

۳۔ علمدار کربلا

آپ کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ روز عاشورا آپ حسینی لشکر کے علمدار تھے اور یہ اتنا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ آسانی سے کسی کو نہیں ملتا۔

جنگ کے بدترین ماحول میں آپ اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے لیکن سرکار سید الشہداء کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ فقط فراق و جدائی کے تصور نے امام کی آنکھوں کے جام کو لبریز کر دیا اور سیل اشک جاری ہو گئے؛ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر فرمایا:

اخي أنت العلامة من عسكري

میرے بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو تو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا: فداک روح اُنحیک لقد ضاق صدری من حیاة الدنیا وأرید أخذ الثار من هؤلاء المنافقین آپ کے

بھائی کی جان آپ پر نثار ہو، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے میرا سینہ تنگ ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

۱۔ سقائی

آپ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ سقا کے لقب سے نوازے گئے اور حسین لشکر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی سبیل کی خاطر نہر فرات کی طرف دشمنوں کے زخموں میں چل پڑے، بچوں کی تشنگی نے آپ کے دل کو برما دیا۔ امام حسین علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

فاطلب لهؤلاء الأطفال قليلاً من الماء

بھائی اگر میدان میں جانا چاہتے ہو تو ان بچوں کے لئے دشمنوں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو۔

۲۔ سالار عشق وایمان

عباس غازی کی یہی وہ صفت ہے جو آپ کو دوسرے ساونت اور دلیروں سے جدا کر کے بہادری اور شجاعت کا حقیقی پیکر بناتی ہے۔ آپ کی جگہ پر کوئی بھی بہادر ہوتا تو وہ میدان جنگ میں آتے ہی تلوار سونت کر جنگ میں مشغول ہو جاتا لیکن یہ عباس پروردہ آغوش تربیت علی مرتضیٰ ہیں جسمی تو انائی کے علاوہ ان کا قلب تقویٰ، اخلاق، علم و حلم سے معمور ہے، اسی لئے جب میدان میں آئے تو پہلے سردار لشکر عمر بن سعد کو ہدایت کی، راہ دکھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا:

یا عمر بن سعد! ہذا الحسین ابن بنت رسول اللہ قد قتلتم أصحابہ و أخوتہ و بنی عمہ و بقی فریداً مع أولادہ و عیالہ و ہم عطاشا. قد أحرق الظمء قلوبہم فاسقوہم شربۃ من الماء لأن أولادہ و أطفالہ قد وصلوا الی الهلاک.

اے عمر بن سعد! یہ حسین نواسہ رسول ہیں جن کے اصحاب، بھائیوں اور چچا زادگان کو تم لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور وہ اپنی اولاد اور عیال کے ہمراہ تنہا رہ گئے ہیں اور بہت پیاسے ہیں۔ پیاس سے ان کا کلیجہ بھنا جا رہا ہے لہذا انھیں تھوڑا سا پانی پلا دو؛ کیوں کہ ان کی اولاد اور بچے پیاس سے جاں بہ لب ہیں۔ آپ کے ان جملوں کا اثر یہ ہوا کہ بعض بالکل خاموش ہو گئے، بعض بے حد متاثر ہو کر رونے لگے لیکن شمر و شبث جیسے شقاوت پیکروں نے تعصب کی آگ میں جل کر کہا: یا بن ابی تراب! قل لآخیک: لو کان کل وجہ الارض مائاً وھو تحت ایدینا ما سقینا کم منہ قطرة حتی تدخلوانی بیعتہ یزید اے ابو تراب کے فرزند! اپنے بھائی سے کہہ دو کہ اگر ساری زمین پانی پانی ہو جائے اور وہ ہمارے دست قدرت میں ہو تب بھی ہم تم کو ایک قطرہ پانی نہیں پلائیں گے یہاں تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت کر لو۔

۶۔ اسلام کا غیرت مند سپاہی

حضرت عباس علیہ السلام اموی سپاہ کی غیر عاقلانہ اور جاہلانہ گفتگو پر افسوس کر کے اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور سارے واقعات سے آگاہ کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام قرآن اور خاندان رسالت کی تنہائی پر آنسو بہانے لگے اور اتنا روئے کہ یہ آنسو آپ کے سینے اور لباس پر ٹپکنے لگے۔ دوسری طرف ننھے بچوں کی صدائے العطش بار

بار حضرت عباس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب اسلام کا یہ غیر تمند سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمہ سے منٹکیزہ لے کر دلیرانہ اور صفدرانہ انداز میں لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد نے خاندان رسالت پر پانی بند کرنے کے لئے چار (۴) ہزار کا رسالہ فرات کے کنارے تعینات کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح اصحاب و اولاد حسین علیہ السلام کو پانی تک پہنچنے نہیں دے رہے تھے۔ علمدار لشکر حسین نے اسی رسالہ پر حملہ کیا۔ آپ جو امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک نشانی تھے اپنی ناقابل وصف شجاعت و شہامت کے ساتھ دشمن کی فوج کو تتر بتر کر دیا، فوج کے پہرے کو بالکل توڑ دیا اور ان میں سے اسی (۸۰) لوگوں کو قتل کر دیا جو ان میں سب سے زیادہ شیر تھے۔

آپ کی شجاعانہ آواز فضا میں گونج رہی تھی:

لا أُرهب الموت إذا الموت رقا

حتی أوارى في المصاليق لقي

ان أنا العباس أعدوا بالسطا

ولا أخاف الشر يوم الملتقى

موت جب میری طرف رخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے آتش افروز اور جنگجوؤں کے سروں کو خاک میں ملا دوں، میں عباس ہوں جسے سقایت کا رتبہ ملا ہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا، میں حق و باطل سے ڈبھیڑ کے دن کبھی بھی باطل کی شرانگیزیوں سے نہیں ڈرتا۔

۷- معراجِ جوفا

حضرت ابو الفصل نے اپنی ناقابل وصف شجاعت سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کر دیا اور خود فرات میں داخل ہو گئے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو میں پانی لیا تا کہ تھوڑا سا پانی لیں لیکن اسی پانی میں حسین علیہ السلام کی پیاس کا عکس جھلکنے لگا؛ پانی کو فرات کے منہ پر مار دیا اور اپنی روح کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا نفس من بعد الحسین ہون

وبعد الا کنت ان تکون

هذا الحسین شارب المنون

وتشر بین بأرد المعین

ھیہات ما هذا فعال دین

ولا فعال صادق الیقین

اے نفس تو حسین کے بعد ذلیل و رسوا ہے اور ان کے بعد زندگی کی تمنا نہیں ہے، یہ حسین ہیں جو جام شہادت نوش فرما رہے ہیں اور تو صاف و خوش گو اور پانی پیئے گا، یہ ہم سے بہت دور ہے، یہ ہمارے دین کا کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام سچے یقین رکھنے والے کا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مشک کو پانی سے بھر کر دوش پر رکھا اور خیام حسینی کا رخ کیا۔ وہ تتر بتر فوج جس نے اتنی مدت میں خود کو آمادہ کر لیا تھا آپ پر راستہ کو بند کر دیا اور ہزاروں لوگوں نے آپ کو تیروں کی باڑہ پر لے لیا؛ جس کے نیچے میں آپ کا پورا جسم تیروں کی آماجگاہ ہو گیا اور تیروں نے آپ کے سارے بدن کو چھلنی کر دیا لیکن آپ شجاعت و شہامت کے ساتھ ان پر وار

کرتے رہے اور خیموں تک پہنچنے کا راستہ بناتے رہے کہ اسی درمیان ایک پلید شخص زید بن ورقاء جو ایک خرمہ کے درخت کے پیچھے چھپا تھا ایک دوسرے ظالم حکیم بن طفیل کی مدد سے پیچھے سے آپ کے داہنے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اور پر جوش انداز میں یہ رزمیہ اشعار پڑھنے لگے:

والله ان قطعتم يميني

انى أحامى أبده اعن ديني

وعن امام صادق اليقين

نجل النبي الطاهر الأمين

خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہا ہوں گا جو طاہر و امین بنی کے نواسے ہیں۔

اپنے اس شور انگیز اشعار کے ساتھ آپ نے خیمہ تک پہنچنے کی کوشش کو جاری رکھا یہاں تک کہ مسلسل خون بہنے سے آپ پر نقاہت طاری ہوگئی لیکن آپ اپنی طرف توجہ کئے بغیر خیمہ کی طرف رواں دواں تھے کہ کسی نے آپ کا بائیں ہاتھ بھی کمین گاہ سے کاٹ دیا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

يا نفس لا تخش من الكفار

و ابشر برحمة الجبار

قد قطعوا بغيهم يسار

فأصلهم يارب حرّ النار

اے نفس کفار سے نہ ڈر، تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو، انھوں نے دھوکہ سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو پروردگار اتنا انھیں جہنم کی آگ کی گرمی میں داخل کر دے۔

آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے لیکن آپ کی شجاعت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آپ اس امید میں تھے کہ پانی خیمہ تک پہنچ جائے گا لیکن ناگہاں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا اور مشک پر لگا مشک کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اب عباس علیہ السلام کی فکر بدل گئی، اب کیا کیا جائے؟ نہ تو ہاتھ باقی ہیں کہ دوبارہ دشمن کی صفوں پر حملہ کیا جائے اور نہ ہی پانی بچا کہ خیمہ کی طرف جائیں۔ ابھی آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک لعین نے ایک گرز آہنی آپ کے سر پر مارا، عباس زمین پر آئے صدادی:

يَا أَخَاهُ أَدْرَكَ أَخَاكَ

بھائی، اپنے بھائی کی مدد کو پہنچئے۔

اب میری کمر ٹوٹ گئی: علمدار کی آواز سنتے ہی امام حسین علیہ السلام ایک غضبناک شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خود کو بھائی تک پہنچا دیا لیکن جب دیکھا کہ ہاتھ قلم ہو چکے ہیں پیشانی زخمی ہو چکی ہے اور تیر عباس کی آنکھوں میں پیوست ہے تو حسین علیہ السلام خمیدہ کمر لئے بھائی کہ پاس آئے اور خون میں غلطیدہ علمدار کے پاس بیٹھ گئے، سر زانو پر رکھا اسی اثنا میں عباس ہمیشہ کے لئے سو گئے اور حسین علیہ السلام نے مرثیہ شروع کیا: اُنْخِ
الآن انکسر ظھر و قلت حیلت و شمت ب عدو اے میرے بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ
و چارہ تدبیر مسدود ہو گئی اور دشمن مجھ پر خندہ زن ہے، پھر فرمایا:

اليوم نامت أعين بك لم تنم

وتسهدت أخرى فعز منامها

اب وہ آنکھیں سوئیں گی جو تمہارے خوف سے نہیں سوتی تھیں اور وہ آنکھیں بیدار رہیں گی جو تمہارے وجود

سے آرام سے سوتی تھیں۔ ایک شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی اہل حرم کے محافظ کو اس طرح یاد کیا ہے:

عباس تسبح زینبا تدعوك من

لياحما اذا العدى سلبون؟

أولست تسبح ما تقول سكينه

عما لا يوم الأسر من يحمين؟

اے عباس! تم سن رہے ہو زینب تم کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ اے زینب کے محافظ و حامی تمہاری شہادت کے بعد دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ اب ہماری حفاظت کون کرے گا؟ کیا تم نہیں سن رہے ہو کہ سکینہ کیا کہہ رہی ہے چچا جان آپ کی شہادت کے بعد اسیری کے دنوں میں ہماری حفاظت و حمایت کون کرے گا؟

اس کے بعد غم و اندوہ کی ایک دنیا لے کر آپ خیمے کی طرف پلٹے، سکینہ نے جیسے ہی بابا کو آتے دیکھا دوڑتی ہوئی گئیں اور پوچھا: اُبتاہ اهل لك علم بعلم العباس؟ بابا! آپ کو چچا کی کوئی خبر ہے؟ یہ سن کر مولارونے لگے اور فرمایا: یا بنتاہ اُن عمك قد قتل بیٹی تیرے چچا مار ڈالے گئے۔

حسین علیہ السلام کا شیر خوار

اس کے بعد حسین علیہ السلام اپنے خیمے کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو ابھی شیر خوار تھا یا اس سے تھوڑا سا بڑا تھا جسے عبداللہ بن حسین (۱) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کو دیا گیا اور آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بیٹھایا۔ (۲)

ناگہاں قبیلہ بنی اسد کی ایک فرد حرملہ بن کاہل یا ہانی بن شیبث حضرمی نے ایک تیر چلایا اور وہ بچہ اس تیر سے ذبح ہو گیا۔ حسین علیہ السلام نے اس کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور جب آپ کی ہتھیلی خون سے بھر گئی تو اسے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا:

رب ان تک حدست عنا النصر من السماء فاجعل ذالك لهما هو خير، وانتقم لنا
من هؤلاء الظالمين

خدا یا اگر اپنی حکمت کے پیش نظر تو نے آسمان سے اپنی مدد و نصرت کو ہم سے روک لیا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے قرار دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

.....

۱۔ ابوحنیف نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۸)

۲۔ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک تیر آیا اور اس بچہ کو لگا جو آپ کی آغوش میں تھا تو اور آپ اس کے خون کو ہاتھ میں لے کر فرما رہے تھے:

اللهم احکم بیننا و بین قوم دعونا لینصر و نأفقتلونا
 خدا یا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں بلا یا تاکہ ہماری مدد کرے اور
 پھر ہمیں قتل کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۹)

یعقوبی کا بیان ہے: آغاز جنگ کے بعد ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرمانے لگے
 یہاں تک کہ حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے۔ آپ کے اصحاب، فرزند اور رشتہ داروں میں کوئی
 باقی نہ رہا؛ آپ تنہا اپنے گھوڑے پر بیٹھے تھے کہ ایک بچہ نے اسی وقت دنیا میں آنکھ کھولی۔
 آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور ابھی اسکی تحنیک (تالو اور زبان کے درمیان
 جدائی کرنے) میں ہی مشغول تھے کہ ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس
 نے اسے ذبح کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کے حلق سے تیر نکالا اور وہ خون میں لت
 پت ہو گیا۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے

والله لأنت أكرم على الله من الناقة ولمحمد أكرم من الصالح
 خدا کی قسم تو خدا کے سامنے ناقہ (صالح) سے زیادہ ارزش مند ہے اور محمد صالح سے زیادہ
 باکرامت ہیں پھر اس کے بعد آ کر اس نونہال کو اپنے فرزندوں اور بھتیجوں کے پاس لٹا دیا۔
 (تاریخ یعقوبی، ج ۶، ص ۲۳۲، طبع نجف)

سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ پھر حسین ملتفت ہوئے کہ ایک بچہ پیاس کی شدت سے رو رہا
 ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ پر لے کر دشمنوں کے سامنے گئے اور فرمایا: یا قوم ان لم ترحمون
 فارحوا هذا الطفل اے قوم! اگر تم لوگوں کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچہ پر رحم کرو لیکن اس
 کے جواب میں دشمن کی فوج میں سے ایک نے اس بچہ پر تیر چلا دیا جس سے وہ ذبح ہو گیا

- یہ صورت حال دیکھ کر حسین علیہ السلام رو دیئے اور کہنے لگے: اللّٰھم احکم بیننا و بین القوم
 دعونا لیبصر ونافتقلونا خدایا! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دعوت
 دی کہ ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے لیکن اس نے ہمیں قتل کر دیا۔ اسی درمیان فضا میں
 ایک آواز گونجی دعویٰ حسین! فان لہ مرضعاً فی الجنۃ اے حسین! اس بچہ کو چھوڑ دو کیونکہ
 جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۲، طبع نجف)

ان تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کربلا میں ایسے تین بچے شہید ہوئے ہیں جو
 شیر خوار یا اس سے کچھ بڑے تھے اور ابو مخنف نے فقط ایک شیر خوار کا تذکرہ کیا ہے جسے طبری
 نے ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر جناب علی اصغر کی روایت اور امام حسین علیہ السلام کا
 انہیں میدان میں لے جانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ سبط بن جوزی کی زبانی
 ثابت ہے لہذا اگر کوئی آغوش میں شہید ہونے والے واقعہ کو پڑھتا ہے یا لکھتا ہے تو اس کا
 مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر کی شہادت کا منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی اصغر کی
 شہادت کا ذکر کرنے والوں کو اس پر مصر ہونا چاہیے کہ شیر خوار بچے کے عنوان سے فقط یہی
 شہید ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دو بچے اور بھی ہیں جو تیر ستم کا نشانہ بنے ہیں۔ (مترجم)

عبد اللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

پھر عبد اللہ بن جعفر کے فرزند میدان نبرد میں آئے اور دشمن کی فوج نے انھیں چاروں طرف
 سے گھیر لیا۔ عبد اللہ بن قطبہ مہبانی طائی نے عون بن عبد اللہ بن جعفر بن ابوطالب پر حملہ

کر کے انھیں شہید کر دیا (۱) اور عامر بن نہشل تیبی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ (۲)

آل عقیل کی شہادت

عثمان بن خالد بن اسیر جبنی اور بشر بن حوط قابضی ہمدانی نے ایک زبردست حملہ میں عبدالرحمن بن عقیل بن ابریطالب کو شہید کر دیا۔ (۳) اور دونوں نے مل کر ان کے لباس وغیرہ لوٹ لئے اور عبداللہ بن عزرہ خثعمی (۴) نے جعفر بن عقیل بن ابریطالب کو تیر مار کر شہید کر دیا، پھر عمرو بن صبیح صدائی (۵)

.....

۱- آپ کی مادر گرامی جمانہ بنت مسیب بن نجبہ غزاری تھیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۹)۔
 مسیب بن نجبہ کا شمار کوفہ کے شیعوں میں تو ابین کے زعماء میں ہوتا ہے۔ ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر گرامی عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب (علیہم السلام) تھیں (ص ۶۰، طبع نجف)۔

۲- آپ کی مادر گرامی خوصاء بنت خصمہ بن ثقیف تیبی خاندان بکر بن وائل سے متعلق تھیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۹) ابوالفرج نے بھی یہی لکھا ہے (ص ۶۰، طبع نجف) لیکن سبط بن جوزی نے حوط بنت حفصہ التمیمی لکھا ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۵۵، ط نجف)

۳- مختار نے ان دونوں کی طرف عبداللہ بن کامل کو روانہ کیا۔ ادھر یہ دونوں جزیرہ یعنی موصل

کی طرف نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو عبداللہ بن کامل اور دوسرے لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکلے اور مقام جبانہ میں انھیں پالیا۔ وہاں سے ان دونوں کو لے کر آئے اور جمعہ کے کنویں کے پاس لے گئے اور وہیں ان دونوں کی گردن ماری اور آگ میں جلا دیا۔ اعیسیٰ ہمدان نے ان دونوں پر مرثیہ کہا ہے (طبری، ج ۶، ص ۵۹) لیکن طبری نے جلد ۵، ص ۶۹ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن عقیل کو فقط عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا ہے اور بشر بن حوط ہمدانی ان کے ہمراہ اس کے قتل میں شریک نہ تھا لیکن اسی سند سے ابوالفرج نے دونوں کو ذکر کیا۔ (ص ۶۱، طبع نجف)

۴۔ طبری نے ج ۵، ص ۶۹ پر لکھا ہے کہ آپ کو بشر بن حوط بن ہمدانی نے شہید کیا اور ج ۶، ص ۶۶۵ پر عبداللہ بن عروہ ^{نخعی} لکھا ہے۔ مختار نے اس شخص کو طلب کیا تو یہ آپ کے ہاتھ سے نکل کر مصعب سے ملحق ہو گیا۔ ابوالفرج نے بعینہ اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن عروہ ^{نخعی} لکھا ہے۔ (ص ۶۱، طبع نجف)

۵۔ مختار نے اسے طلب کیا تو یہ رات میں اس وقت لایا گیا جب آنکھیں نیند کا مزہ لے رہی تھی۔ اس وقت یہ چھت

پر تھا تا کہ پہچانا نہ جاسکے۔ اسے پکڑا گیا در حالیکہ اس کی تلوار اسکے سر کے نیچے تھی۔ پکڑنے والے نے اس سے کہا خدا تیری تلوار کا برا کرے جو تجھ سے کتنی دور ہے اور کتنی نزدیک۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزہ چلایا ہے مجروح کیا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے اسے اسی قصر میں قید کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کو

دربار میں آنے کی اجازت ملی اور لوگ دربار میں داخل ہونے لگے تو وہ قیدی بھی لایا گیا۔ اس نے کہا: اے گروہ کفار و فجار! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں تلوار کی نوک سے لرزہ براندام نہیں ہوتا اور نہ ہی خوف زدہ ہوتا ہوں۔ میرے لئے کتنا باعث سرور ہے کہ میری موت قتل ہے۔ خلق خدا میں مجھے تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بدترین مخلوق خدا ہو مگر مجھے اس کی آرزو تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس سے تم لوگوں کو کچھ دیر تک مارتا، پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن کامل جو اس کے پہلو میں تھے اس کی آنکھ پر طمانچہ لگایا، اس پر ابن کامل ہنس پڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا پھر گویا ہوا: اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور نیزہ چلایا ہے لہذا اس کے فیصلہ کو ہم نے آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ مختار نے کہا: میرا نیزہ لاؤ! فوراً نیزہ لایا گیا، مختار بولے: اس پر نیزہ سے وار کرو یہاں تک کہ یہ مرجائے پس اتنا وار ہوا کہ وہ مر گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۵) لیکن طبری نے ج ۵، ص ۶۹ پر ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ اس نے عبد اللہ بن عقیل بن ابریطالب علیہم السلام کو قتل کیا ہے اور ج ۶، ص ۶۴ پر روایت کی ہے کہ جس نے عبد اللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا وہ زید بن رقاد جنبی ہے اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تمہارے ایک جوان پر تیر چلایا جب کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا اور میں نے اس کی ہتھیلی کو اس کی پیشانی سے چپکا دیا اس طرح سے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا جب اس کی پیشانی اس طرح ہتھیلی سے چپک گئی تو اس جوان نے کہا: اللھم انھم استقلونا واستقلونا اللھم فاقتلھم کما قتلونا واذلھم کما استذلونا خدایا! ان لوگوں نے ہماری

تعداد کم کر دی اور ہمیں ذلیل کرنے کی کوشش کی خدایا! تو بھی ان لوگوں کو اسی طرح قتل کر جیسے انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے اور انھیں اسی طرح ذلیل و رسوا کر جیسے انھوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کی ہے؛ پھر اس جنبی نے ایک تیر اور چلا کر آپ کو شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: جب میں اس جوان کے پاس آیا تو وہ مرچکا تھا۔ میں نے اس تیر کو حرکت دیا تاکہ اسے باہر نکال دوں لیکن اس کا پھل کچھ اس طریقے سے پیشانی میں پیوست ہو چکا تھا کہ میں اسے نکالنے سے عاجز ہو گیا۔ اپنے زمانے میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے سراغ میں روانہ کیا، عبداللہ نے آکر اس کے گھر کو گھیر لیا اور وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تو وہ شخص تلوار سونٹے باہر نکلا۔ ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا لیکن اس کے جسم میں ابھی جان باقی تھی۔ اس کے بعد ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے زندہ جلا دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۴)

نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل (۱) پر ایک تیر چلایا۔ آپ اپنا ہاتھ پیشانی پر لے گئے تاکہ تیر نکال لیں لیکن پھر ہتھیلیوں کو حرکت دینے کی طاقت نہ رہی، اسی دوران ایک دوسرا تیر چلا جو آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا (۲) اور بسیط بن یاسر جہنی نے محمد بن ابوسعید بن عقیل کو شہید کر دیا۔ (۳)

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

عبداللہ بن عقبہ غنوی (۴) نے ابوبکر بن حسن بن علی علیہما السلام (۵) پر تیر چلا کر انھیں شہید کر

دیا (۶) اور عبداللہ بن حسن بن علی (علیہما السلام) کو حرمہ بن کاہل اسدی (۷) نے تیر چلا کر شہید کر دیا۔ (۸)

.....

۱۔ آپ کی مادر گرامی کا نام رقیہ بنت علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف)

۲۔ ابومخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۹، ابوالفرج، ص ۶۲، طبع نجف)

۳۔ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷)

۴۔ ۴۳ھ میں یہ مستورد بن عقبہ کے ہمراہ نکلنے والوں میں شمار ہوتا ہے جو کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ یہ وہاں کاتب تھا۔ مستورد نے حکم دیا کہ یہ اس کے لئے ایک خط لکھے پھر اس خط کو لے کر سماک بن عبید والی مدائن کے پاس لے جائے اور اس کو اپنی طرف بلائے تو اس نے ایسا ہی کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۹۰) جب مستورد کی حکومت مصیبت میں گرفتار ہوئی تو غنوی وہاں سے بھاگ کر کوفہ روانہ ہو گیا اور وہاں شریک بن نملہ کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ مغیرہ سے کہاں ملاقات ہوگی تاکہ یہ اس سے امان لے سکے (طبری، ج ۵، ص ۹۰) اس نے مغیرہ سے امان طلب کی اور مغیرہ نے اسے امان دے دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۰۶) کربلا کے بعد یہ مختار کے خوف سے بھاگ کر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا پھر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ہمراہ ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۰۵) مختار نے اس کی

جستجو کرائی تو معلوم ہوا کہ فرار ہے تو مختار نے اس کا گھر منہدم کر دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۵)۔
 ۵۔ طبری نے جلد ۵، ص ۶۸۸ پر یہی لکھا ہے مگر ص ۴۴۸ پر ابو بکر بن حسین بن علی لکھ دیا ہے جو غلط ہے۔

۶۔ عقبہ بن بشیر اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸) ابو الفرج نے مدائنی سے اس نے ابو مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد اور عمرو بن شمر سے اس نے جابر سے انھوں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۵۷، طبع نجف)

۷۔ طبری نے ج ۶، ص ۶۵ پر یہی لکھا ہے لیکن یہاں ج ۵، ص ۶۸۸ پر حرمہ بن کاہن لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کے سلسلے میں مختار کی جستجو اور کیفیت قتل کو بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو ہذیل سکون کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: خالد بن عبد اللہ کے زمانے میں حضرمیوں کی نشست میں، میں نے ہانی بن ثمیت حضرمی کو دیکھا جو

بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے قتل کے وقت وہاں موجود تھے۔ خدا کی قسم میں ان دس (۱۰) میں کا ایک تھا جو ہمیشہ گھوڑے پر تھے اور میں پورے لشکر میں گھوم رہا تھا اور ان کے روزگار کو بگاڑ رہا تھا اسی اثنا میں ان خیموں سے ایک نوجوان نکلا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کے جسم پر ایک کرتا اور پاجامہ تھا اور وہ بہت خوفزدہ تھا اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے

کان میں دو درتھے جب وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا تو وہ در بل رہے تھے۔
 ناگہاں ایک شخص گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا سامنے آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہو گیا
 پھر جب وہ اپنے گھوڑے سے مڑا تو اس نے اس نوجوان کو تلوار سے دو نیم کر دیا۔ ابوالفرج
 مدائنی نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۷۹، طبع نجف) ابونجف کا بیان ہے کہ حسن بن حسن
 اور عمر بن حسن چھوٹے تھے لہذا قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۹) حسین علیہ السلام
 کے غلاموں میں سے دو غلام سلیمان اور منجج بھی جام شہادت نوش فرما کر راہی ملک جاوداں
 ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۹۴)

۸۔ طبری نے ج ۵، ص ۶۸۴ پر یہی لکھا ہے اور ابوالفرج نے ص ۵۸، طبع نجف پر مدائنی کے
 حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو خیمہ سے نکل کر اپنے چچا کی
 شہادت گاہ کی طرف بھاگا تھا اور وہیں پران کے پاس شہید کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اس کا
 بیان آئے گا۔ ارشاد میں مفید نے اس روایت کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ (ص ۲۴۱، طبع
 نجف)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب فقط تین یا چار ساتھی رہ گئے تو آپ نے اپنا یمنی لباس منگوا یا جو مضبوط بناوٹ کا صاف و شفاف کپڑا تھا اسے آپ نے جا بجا سے پھاڑ دیا اور الٹ دیا تاکہ اسے کوئی غارت نہ کرے۔ (۱) اور (۲)

اس بھری دوپہر میں آپ کافی دیر تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ دشمنوں کی فوج کا جو شخص بھی آپ تک آتا تھا وہ پلٹ جاتا تھا کیونکہ کوئی بھی آپ کے قتل کی ذمہ داری اور یہ عظیم گناہ اپنے سر پر لینا پسند نہیں کر رہا تھا۔ آخر کار مالک بن نسیر بدی کنڈی (۳) آنحضرت کے قریب آیا اور تلوار سے آپ کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ برنس (ایک قسم کی ٹوپي جو آغاز اسلام میں پہنی جاتی تھی) جو آپ کے سر پر تھی شگافتہ ہو گئی اور ضرب کا اثر آپ کے سر تک پہنچا اور آپ کے سر سے خون جاری ہو گیا، برنس خون آلود ہو گئی، تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا:

لاأکلت بها ولا شربت وحشرتک اللہ مع الظالمین
تجھے کھانا، پینا نصیب نہ ہو، اور اللہ تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے۔

.....

۱- آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا: اگر آپ اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کپڑا پہن لیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے جواب دیا: ثوب مذله ولا ینبغی لی أن البسہ یہ ذلت و رسوائی کا لباس ہے اور میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اسے پہنوں۔ جب آپ شہید ہو گئے تو بجر بن کعب وہ یمنی لباس لوٹ کے لے گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱) ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ

سے عمرو بن شعیب نے محمد بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے سردی میں پانی ٹپکتا تھا اور گرمی وہ بالکل سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہو جاتا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱ و ارشاد، ص ۲۴۱)

۳۔ یہ وہی شخص ہے جو راستے میں حر کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ حسین (علیہ السلام) کو بے آب و گیاہ صحرا میں اتار لو؛ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے اس صحرا میں وارد ہونے کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

پھر آپ نے اس برنس کو الگ کیا اور ایک دوسری ٹوپی منگوا کر اسے پہنا اور اس پر عمامہ باندھا۔ (۱) اسی طرح سیاہ ریشمی ٹوپی پر آپ نے عمامہ باندھا۔ آپ کے جسم پر ایک قمیص (۲) یا ایک ریشمی جبہ تھا، آپ کی ڈاڑھی خضاب سے رنگین تھی، اس حال میں آپ میدان جنگ میں آئے اور شیر پیشہ

.....

۱۔ وہ برنس ریشمی تھا۔ مالک بن نسیر کندی آیا اور اسے اٹھالے گیا، پھر جب اس کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس برنس سے خون کو دھونا شروع کیا۔ اس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئی تو بولی: نواسہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان لوٹ کر لاتا ہے اور میرے گھر میں داخل ہوتا ہے! میرے پاس سے اسے فوراً نکال لے جا! اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ

اس کے بعد سے وہ ہمیشہ فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۸، ارشاد، ص ۲۴۱) ارشاد میں شیخ مفید نے مالک بن یسر لکھا ہے۔ ہشام اپنے باپ محمد بن سائب سے اور وہ قاسم بن اصمغ بن نباتہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو اپنے لشکر میں حسین علیہ السلام کی جنگ کا گواہ ہے وہ کہتا ہے: جب حسین کے سارے سپاہی شہید کر دیئے گئے تو آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا رخ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایک ضرب لگائی۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی آبان بن دارم کے ایک شخص نے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تو ان لوگوں نے اس کے حکم کی پیروی کی اور ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور اباتی نے ایک تیر چلایا جو آپ کی ٹھڈی میں پیوست ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس تیر کو کھینچا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں تو وہ خون سے بھر گئیں پھر آپ نے فرمایا:

اللهم ان أشكو اليك ما يفعل بآبن بنت نبيك، اللهم اظمه

خدا یا! میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ خدا یا! اسے ہمیشہ پیسا رکھ۔ قاسم بن اصمغ کا بیان ہے: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس دودھ سے بھرے بڑے بڑے برتن اور کوزوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے شربت رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہا تھا: وائے ہو تم لوگوں پر مجھے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے پھر بڑا برتن اور کوزہ لایا جاتا اور وہ سب پی جاتا اور جب سب پی جاتا تو پھر تھوڑی ہی دیر میں فریاد کرنے لگتا اور پھر کہنے لگتا: وائے ہو تم لوگوں پر! مجھے پانی پلاؤ پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، خدا کی قسم تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا

پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھٹ گیا۔ ابو الفرج نے اسے ابو مخنف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (ص ۷۸، طبع نجف)

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شمر نے جابر جعفی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے: حسین کی پیاس شدید سے شدید تر ہو رہی تھی لہذا آپ فرات کے نزدیک پانی کی غرض سے آئے لیکن ادھر سے حصین بن تمیم نے ایک تیر چلایا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، آپ نے اپنے دہن سے اس خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: اللّٰهُمَّ اِحْصِہُمْ عِدداً وَاقْتُلْہُمْ بَدداً وَاذْذُرْ عَلٰی الْاَرْضِ مِنْہُمْ اَحْداً (طبری، ج ۵، ص ۴۹، ۵۰، ۴۵) خدایا! ان کی تعداد کو کم کر دے، انہیں نابود کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۷، ۴۸، ۴۹)

۲۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صعق بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲، ۵۳)

شجاعت جیسا قتال شروع کیا، دشمنوں کے ہر تیر سے خود کو ماہرانہ انداز میں بچا رہے تھے، دشمن کی ہر کمی اور ضعف سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسے غنیمت و فرصت شمار کرتے ہوئے اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کر رہے تھے۔ (۱)

اسی دوران شمر اہل کوفہ کے دس پیدلوں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف بڑھنے لگا جن میں آپ کے اثاثہ اور گھروالے تھے۔ آپ ان لوگوں کی طرف بڑھے تو ان لوگوں

نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ نے فرمایا:

ويلکم ! ان لم یکن لکم دین ، وکنتم لا تخافون یوم البعاد فکونوا ف
أمر دنیا کم أحرار أذوی أحساب ! امنعوا ریحی وأهل من طعامکم وجهالکم !
وائے ہوتم پر! اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے تو کم از کم
دنیاوی امور میں تو اپنی شرافت اور خاندانی آبرو کا لحاظ رکھو؛ ان اراذل و اوباشوں کو ہمارے
خیموں اور گھر والوں سے دور کرو۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن بولا: اے فرزند فاطمہ یہ
تمہارا حق ہے! یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کر دیا، حسین (علیہ السلام) نے بھی ان لوگوں پر
زبردست حملہ کیا تو وہ لوگ ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ (۲) عبد اللہ بن عمار
بارقی (۳) کا بیان ہے: پھر پیدلوں کی فوج پر چپ و راست سے آپ نے زبردست حملہ کیا
؛ پہلے آپ ان پر حملہ آور ہوئے جو داہنی طرف سے یلغار کر رہے تھے اور ایسی تلوار چلائی کہ
وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گھڑے ہوئے پھر بائیں جانب حملہ کیا یہاں تک وہ بھی خوف زدہ
ہو کر بھاگ گئے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا ٹوٹا ہوا انسان نہیں دیکھا جس کے سارے اہل
بیت، انصار اور ساتھی قتل کئے جا چکے ہوں اس کا دل اتنا مستحکم، اس کا قلب اتنا مطمئن اور
اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس قدر شجاع ہو جتنے کہ حسین علیہ السلام تھے۔ خدا کی قسم میں نے
ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے

.....

۱۔ ابو مخنف نے حجاج سے اور اس نے عبد اللہ بن عمار بارقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

(طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)

۲۔ یہ ابو مخنف کی روایت میں ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰) ابوالفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۷۹)

۳۔ یہی شخص امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس خبر کا بھی راوی ہے جس میں آپ ۲۶ھ میں صفین کی طرف جا رہے تھے تو فرات پر پل بنانے کی بات ہوئی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶۵)

جیسا نہیں دیکھا۔ اگر پیدل کی فوج ہوتی تھی تو چپ و راست سے ایسا ذلیل و رسوا ہو کے بھاگتی تھی جیسے شیر کو دیکھ کر ہرن بھاگتے ہیں۔ (۱) اسی دوران عمر بن سعد، امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا، اسی اثناء میں امام کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السلام خیمہ سے باہر نکلیں اور آواز دی:

یا عمر بن سعد! ایقتل أبو عبد الله وأنت تنظر اليه
اے عمر بن سعد! کیا ابو عبد اللہ الحسین قتل کئے جا رہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ تو اس نے اپنا چہرہ ان کی طرف سے پھیر لیا (۲) گویا میں عمر کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہ رہے تھے۔ (۳)

ادھر آپ دشمنوں کی فوج پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

أعلى قتل تحاثون؟ أما والله لا تقتلون بعد عبدنا من عباد الله أسخط عليكم
لقتله من! وأيم الله ان لأرجو أن يكرمني الله بهوا نكم ثم ينتقم ل منكم من
حيث لا تشعرون (۴)

أما والله لو قد قتلتمون لقد ألقى الله بأسكم بينكم وسفك دمائكم ثم لا

یرضی لکم حتی یضاعف لکم العذاب الالیم! (۵)

.....

۱۔ روایت میں معزلی اور ذب استعمال ہوا ہے جس کے معنی گلہء گوسفند اور بھیڑیے کے ہیں عرب تہذیب اور کلچر میں کسی کی شجاعت ثابت کرنے کی یہ بہترین مثال ہے لیکن ہماری ثقافت میں بزرگ شخصیتوں کو بھیڑیے سے تعبیر کرنا ان کی توہین ہے اور قاری پر بھی گراں ہے لہذا محققین کرام نے مترجمین کو اس بات کی پوری اجازت دی ہے کہ وہ تشبیہات کے ترجمہ میں اپنی تہذیب اور کلچر (culture) کا پورا پورا لحاظ رکھیں، اسی بنیاد پر ترجمہ میں شیر اور ہرن استعمال کیا گیا ہے جو شجاعت اور خوف کی تشبیہات ہیں۔ (مترجم)

۲۔ شیخ مفید نے ارشاد میں یہ روایت بیان کی ہے۔ (الارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف)

۳) یہ روایت حجاج سے ہے۔ اس نے اسے عبداللہ بن عمار بارتی سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱) شیخ مفید نے ارشاد میں حمید بن مسلم سے روایت کی ہے۔ (ص ۲۴۱) ۴۔ امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور کچھ زمانے کے بعد مختار نے قیام کیا اور اپنی سپاہ کی ایک فرد اباعمرہ کو عمر بن سعد کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسے لے کر آ۔ وہ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس وارد ہوا اور کہا: امیر نے تم کو طلب کیا ہے۔ عمر بن سعد اٹھا لیکن اپنے جبہ ہی میں پھنس گیا تو ابوعمرہ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اپنی قبا کے نچلے حصے میں رکھا اور اس کو مختار کے سامنے لا کر پیش کر دیا۔

حفص بن عمر بن سعد، مختار کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ مختار نے اس سے کہا: کیا تم اس سر کو پہچانتے ہو؟ تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اس کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں

ہے! تو مختار نے کہا: تم اس کے بعد زندہ نہیں رہو گے! اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اس کے باپ کے ہمراہ رکھ دیا گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۱)۔

۵۔ مجھ سے صعق بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۲)

کیا تم لوگ میرے قتل پر (لوگوں کو) برا بھینٹہ کر رہے ہو؟ خدا کی قسم میرے بعد خدا تمہارے ہاتھوں کسی کے قتل پر اس حد تک غضبناک نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر وہ تم سے غضبناک ہوگا، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے ذلیل قرار دینے کی وجہ سے خدا مجھے صاحب عزت و کرامت قرار دے گا پھر تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تم لوگ سمجھ بھی نہ پاؤ گے خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہاری شرارتوں کو تمہارے ہی درمیان ڈال دے گا، تمہارے خون تمہارے ہی ہاتھوں سے زمین پر بہا کریں گے اس پر بھی وہ تم سے راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ دردناک عذاب میں تمہارے لئے چند گنا اضافہ کر دے گا۔

پھر پیدلوں کی فوج کے ہمراہ جس میں سنان بن انس نخعی، خولی بن یزید اصمعی (۱) صالح بن وہب یزنی، خشم بن عمرو جعفی اور عبدالرحمن جعفی (۲) موجود تھے شمر ملعون امام حسین علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اُکسانے لگا تو ان لوگوں نے حسین علیہ السلام کو پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آپ کے خاندان کا ایک بچہ (۳) میدان میں آ نکلا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب بنت علی (علیہا السلام) سے کہا: احبیبہ بہن اسے روکو، تو آپ

کی بہن زینب بنت علی (علیہا السلام) نے روکنے کے لئے اس بچے کو پکڑا لیکن اس بچے نے خود کو چھڑا لیا اور دوڑتے ہوئے جا کر خود کو حسین علیہ السلام پر گرا دیا۔

.....

۱۔ مختار نے اس کی طرف معاذ بن ہانی بن عدی کنذی جناب حجر کے بھتیجے کو روانہ کیا، نیز اس کے ہمراہ ابو عمرہ، اپنے نگہبانوں کے سردار کو بھی اس کی طرف بھیجا تو خولی اپنے گھر کی دہلیز میں جا کر چھپ گیا۔ معاذ نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی تلاشی لے۔ وہ سب کے سب گھر میں داخل ہوئے، اس کی بیوی باہر نکلی، ان لوگوں نے اس سے پوچھا: تیرا شوہر کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتی اور اپنے ہاتھ سے دہلیز کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ لوگ اس میں داخل ہو گئے۔ اسے وہاں اس حال میں پایا کہ وہ اپنے سر کو کھجور کی ٹوکری میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور جلادیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۹)

۲۔ یہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں سے ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) روز عاشور عمر بن سعد کے لشکر میں یہ قبیلہ مذحج و اسد کا سالار تھا جیسا کہ اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۲)

۳۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ وہ بچہ عبداللہ بن حسن تھا اور ارشاد میں مختلف جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حرم لہ بن کاہل اسدی نے تیر چلا کر اس بچہ کو شہید کر دیا۔ یہاں یہ روایت ابو الفرج نے ابو مخنف سے نقل کی ہے اور انھوں نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت

کی ہے۔ (ص ۷۷، طبع نجف)

اسی وقت بحر بن کعب نے ام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تو اس بچے نے کہا: یا بن الخبیثہ! اُتقتل عم اے پلید عورت کے لڑکے! کیا تو میرے چچا کو قتل کر رہا ہے؟ (۱) تو اس نے تلوار سے اس بچے پر وار کر دیا۔ اس بچے نے اپنے ہاتھ کو سپر فرار دیا اور بچے کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا تو اس بچے نے آواز دی: یا اُمّتاہ اے مادر گرامی مدد کیجیے۔ حسین علیہ السلام نے فوراً اسے سینے سے لگایا اور فرمایا:

یا بن أخی (۲) اصبر علی منازل بک واحتسب فی ذالک الخیر، فان الله یلحقک بأبائک الصالحین برسول الله وعلی بن أبی طالب وحمزة والحسن بن علی صلی الله علیہم أجمعین (۳) و(۴)

اللهم امسک عنہم قطر السماء وامنعہم برکات الارض اللهم فان متعتہم الی حین ففرقہم فرقا واجعلہم طرائق قددا ولا ترضی عنہم الولاة أبداً فانہم دعونا لینصر ونافعدوا علینا فقتلونا (۵)

جان برادر! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی اور اس کو راہ خدا میں خیر شمار کرو، کیونکہ خدا تم کو تمہارے صالح اور نیکو کار آباء و اجداد رسول خدا، علی بن ابیطالب، حمزہ اور حسن بن علی، ان سب پر خدا کا درود و سلام ہو، کے ساتھ ملحق کرے گا۔ خدایا! آسمان سے بارش کو ان کے لئے روک دے اور زمین کی برکتوں سے انھیں محروم کر دے! خدایا! اگر اپنی حکمت کی بنیاد پر تو نے اب تک انھیں بہرہ مند کیا ہے تو اب ان کے درمیان جدائی اور پراکندگی قرار دے اور ان کے راستوں کو جدا جدا کر دے اور ان کے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ

رکھنا کیونکہ انھوں نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کریں لیکن ہم پر حملہ کر دیا اور ہمیں قتل کر دیا۔ پھر اس بھری دوپہر میں کافی دیر تک حسین علیہ السلام آستانہ شہادت پر پڑے رہے کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ کو قتل کرنا چاہتا تو قتل کر دیتا لیکن ان میں سے ہر ایک اس عظیم گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا اور اسے دوسرے پر ڈال رہا تھا۔ ہر گروہ چاہ رہا تھا کہ دوسرا گروہ یہ کام انجام دے کہ اسی اثناء میں شمر چلایا: وائے ہوتم لوگوں پر! اس مرد کے سلسلے میں کیا انتظار کر رہے ہو، اسے قتل کر ڈالو، تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں! اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف سے دشمن آپ پر حملے کرنے لگے۔

.....

۱، ۲، ۳۔ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

۴۔ ابو مخنف نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۰) ابو الفرج نے ابو مخنف سے سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے۔ (ص ۷۷، طبع نجف)

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۱ و ارشاد، ص ۲۴۱)

آخری لمحات

اب آپ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔ زرعد بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک ضرب لگائی (۱) اور ایک ضرب آپ کے شانے پر لگائی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ کے بیٹھنے کی تاب ختم ہو چکی تھی۔ آپ منہ کے بل زمین پر آئے اسی حال میں سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپ پر ایک نیزہ مارا جو آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن اب کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نہیں ہو رہا تھا مگر یہ کہ سنان بن انس ہی آگے بڑھا اور اس خوف میں کہ کہیں کوئی دوسرا شخص حسین علیہ السلام کے سر کو امیر کے پاس نہ لے جائے؛ لہذا وہ آپ کی شہادت گاہ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کر دیا اور آپ کے سر کو کاٹ ڈالا (۲) اور اسے خولی بن یزید اصمعی کی طرف پھینک دیا۔

اب لباس اور اسباب لوٹنے کی نوبت آئی تو آپ کے جسم پر جو کچھ بھی تھا کوئی نہ کوئی لوٹ کر لے گیا۔ آپ کی اس یمانی چادر کو جسے قطیفہ (۳) کہا جاتا ہے قیس بن اشعث نے لے لیا۔ (۴) اسحاق بن حیوۃ بن حضرمی نے امام حسین علیہ السلام کی قمیص کو لوٹ لیا (۵) قبیلہ بنی نہشل کے ایک شخص نے آپ کی تلوار لے لی، آپ کی نعلین کو اسود اودی نے اٹھا لیا۔ آپ کے پاجامہ کو بحر بن کعب لے گیا (۶) اور آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔ (۷)

.....

۱۔ ارشاد میں بایاں بازو ہے۔ (ص ۲۴۲) تذکرۃ الخواص میں بھی یہی ہے۔ (ص ۲۵۳)
مقرر نے اسے الاتحاف بحب الاشراف سے نقل کیا ہے۔ (ص ۱۶)

۲۔ امام حسین کے قاتل کے سلسلے میں سبط بن جوزی نے پانچ اقوال ذکر کئے ہیں۔ آخر میں ترجیح دی ہے کہ سنان بن انس ہی آپ کا قاتل تھا پھر روایت کی ہے کہ یہ حجاج کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ تو ہی قاتل حسین ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو حجاج نے کہا: بشارت ہو کہ تو اور وہ کبھی ایک گھر میں یکجا نہیں ہوں گے۔ لوگوں کا کہنا ہے حجاج سے اس سے اچھا جملہ کبھی بھی اس کے علاوہ نہیں سنا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد حسین کے جسم کے زخم شمار کئے گئے تو ۳۳ نیزہ کے زخم اور ۳۴ تلوار کے زخم تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے میں ایک سو بیس (۱۲۰) تیر کے نشان پائے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعق بن زہیر نے حمید کے مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۵۳)۔

۴۔ شب عاشور کی بحث میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۵)۔

۶۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صعق بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶)۔

۷۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۱)۔ اسی طرح سبط بن جوزی نے بھی صراحت کی ہے کہ وہ لوگ وہ سب کچھ لوٹ لے گئے جو آپ کے جسم پر تھا حتیٰ یہ کہ بحر بن کعب تمیمی

آپ کا پاجامہ بھی لے گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۵۳) ارشاد میں شیخ مفید نے اضافہ کیا ہے کہ بحر بن کعب لعنۃ اللہ علیہ کے دونوں ہاتھ اس واقعہ کے بعد گرمی میں سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے اور سردی میں مرطوب ہو جاتے تھے اور اس سے بدبودار خون ٹپکتا تھا یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔ (ص ۲۴۱، ۲۴۲)

خیموں کی تلمیحات

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمنوں نے آپ کی خواتین، مال و اسباب، ورس (۱) و زیورات اور اونٹوں کی طرف رخ کیا۔ اگر کوئی خاتون اپنے پردہ اور چادر سے دفاع کرتی تو وہ زور و غلبہ کے ذریعہ چادریں چھیننے لئے جا رہے تھے۔ (۲) لشکریوں نے سنان بن انس سے کہا: تو نے حسین فرزند علی و فاطمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا، تو نے عرب کی اس سب سے بزرگ و باعزت شخصیت کو قتل کیا جو یہاں ان لوگوں کے پاس آئے تھے تاکہ تمہارے حاکموں کو ان کی حکومت سے ہٹادیں تو اب تم اپنے حاکموں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی پاداش لو۔ اگر وہ حسین کے قتل کے بدلے میں اپنے گھر کا سارا مال بھی دیدیں تب بھی کم ہے۔

.....

۱۔ ورس ایک قسم کا پیلا پھول ہے جو زعفران کی طرح ہوتا ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا ہے اور رنگے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ یمن سے لایا گیا تھا جسے امام علیہ السلام نے مکہ سے نکلنے کے بعد

منزل تصعیم میں ان لوگوں سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جو اسے یزید کی طرف لے جا رہے تھے۔ روز عاشورا یہ ورس زیاد بن مالک صبیعی، عمران بن خالد و عنزی، عبد الرحمن بجلي اور عبد اللہ بن قیس خولانی کے ہاتھوں لگا تھا۔ جب مختار کو ان سب کا پتہ معلوم ہو گیا تو ان سب کو طلب کیا۔ سب وہاں مختار کے پاس لائے گئے۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا: اے نیکو کاروں کے قاتلو! اے جو انان جنت کے سردار کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا نے تم سے آج انتقام لینے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے! تم لوگ اس برے دن میں ورس لے کر آئے تھے! پھر ان لوگوں کو بازار میں لے جایا گیا اور ان کی گردنیں اڑادی گئیں۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے صعق بن زہیر نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳) یعقوبی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کے خیموں کو تاراج کر دیا اور آپ کی حرمت شکنی کی۔ (ج ۲، ص ۲۳۲) شیخ مفید نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ارشاد، ص ۲۴۲) سبط بن جوزی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کی عورتوں اور بیٹیوں کی چادریں اتار کر انھیں برہنہ کر دیا۔ (ص ۲۵۴)

چونکہ وہ ایک کم عقل و بے خرد انسان تھا لہذا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس آ کر با آواز بلند چلایا:

أوقرر کابی فضة و ذہباً

أنا قتلت الملك المحجبا

قتلت خیر الناس أمأ و أبأ

و خیر هم اذین سبون نسباً (۱)

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے شاہوں کے شاہ کو تمہارے لئے قتل کر دیا، میں نے اسے قتل کیا جو ماں باپ کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بہتر انسان تھے اور جب نسب کی بات آئے تو ان کا نسب سب سے اچھا ہے۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا: اس کو میرے پاس لاؤ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنی چھڑی سے مار کر اس سے کہا: اے دیوانہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا مجنوں ہے کہ کبھی صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ تو کیسی باتیں کر رہا ہے کیا تجھے اس قسم کی باتیں کرنی چاہیے؟ خدا کی قسم اگر تیری ان باتوں کو ابن زیاد نے سن لیا تو تیری گردن اڑا دے گا۔

ادھر شمر بن ذی الجوشن جو پیدلوں کی فوج کے ہمراہ خیموں کی تارا جی میں مشغول تھا خیموں کو لوٹتے ہوئے علی بن الحسین اصغر کی طرف پہنچا جو بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے اس وقت پیدلوں کی فوج جو اس کے ہمراہ تھی، میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے کہا سبحان اللہ! کیا ہم بچوں کو بھی قتل کریں گے؟ یہ بچہ ہی تو ہے! (۲)

.....

۱۔ ابو الفرج نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۸۰، طبع نجف، تذکرۃ الخواص، ص

۲۵۴، نجف و مروج الذهب، مسعودی، ج ۳، ص ۷۰)

۲۔ طبری نے اپنی کتاب ذیل المذیل میں بیان کیا ہے: علی بن حسین اصغر اپنے بابا کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپ ۲۳ سال کے تھے اور بستر پر بیماری کے عالم میں

پڑے تھے۔ جب حسین (علیہ السلام) شہید ہو گئے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا: تم لوگ اسے قتل کر دو! تو اسی کے لشکریوں میں سے ایک نے کہا: سبحان اللہ! ایک ایسے نوجوان کو قتل کرو گے جو مریض ہے اور تم سے لڑ بھی نہیں رہا ہے پھر عمر بن سعد آ گیا اور اس نے کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی تم میں سے نہ تو ان عورتوں کو نقصان پہنچائے، نہ ہی اس مریض کو۔ (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیمی) اسی سے ملتی جلتی بات شیخ مفید نے لکھی ہے۔ (ص ۲۴۴، تذکرہ، ص ۲۵۶، ۲۵۸، طبع نجف)

اسی اثناء میں عمر بن سعد وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی اس نوجوان مریض کو کسی بھی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی کسی بھی صورت میں عورتوں کے خیموں میں داخل ہوگا۔ اور جس نے جو مال و اسباب لوٹا ہے وہ فوراً انھیں لوٹا دے لیکن کسی نے شمشیر برابر بھی کچھ نہ لوٹایا۔

پھر عمر بن سعد نے عقبہ بن سمران کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے جواب دیا: میں ایک زر خرید غلام ہوں تو عمر بن سعد نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح سپاہ حسینی میں اس غلام کے علاوہ کوئی اور زندہ باقی نہ بچا۔ (۱)

.....

۱۔ اس کے علاوہ چند افراد ہیں اور جو زندہ بچے ہیں۔ ۱۔ مرقع بن ثمامہ اسدی آپ اپنے زانوں پر بیٹھ کر تیر پھینک رہے تھے تو ان کی قوم کا ایک گروہ ان کے سامنے آیا اور ان لوگوں نے اس سے کہا: تو امان میں ہے ہماری طرف چلا آ تو وہ چلا آیا۔ جب عمر بن سعد ان لوگوں

کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس آیا اور اس شخص کی خبر سنائی تو ابن زیاد نے اسے شہر زرارہ شہر بدر کر دیا جو عمان کے خلیج میں ایک گرم سیر علاقہ ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کو شہر بدر کیا جاتا تھا جو حکومت کے مجرم ہوتے تھے۔

۲۔ اس سے قبل ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا واقعہ گزر چکا ہے کہ وہ اپنی شرط کے مطابق امام علیہ السلام سے اجازت لے کر آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ قتل سے بچ جانے والوں میں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کے الفاظ یہ ہیں کہ علی بن الحسین اپنی صغریٰ کی وجہ سے بچ گئے اور قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۸) اسی طرح امام حسن کے دو فرزند حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بھی صغریٰ کی وجہ سے چھوڑ دئے گئے اور قتل نہیں ہوئے (طبری، ج ۵، ص ۶۹) لیکن عبداللہ بن حسن شہید ہو گئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۸) ابوالفرج کا بیان ہے: حسن بن حسن بن علی زعموں کی وجہ سے سست ہو گئے تو انہیں اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔ (ص ۱۷۹، طبع نجف)

پامالی

پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ تم میں سے کون آمادہ ہے جو لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے۔ اس کے جواب میں دس (۱۰) آدمیوں نے آمادہ گی کا ظہار کیا جن میں اسحاق بن حیوۃ حضرمی اور اجبش بن مرشد حضرمی قابل ذکر ہیں۔ یہ دس افراد آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسین کی لاش کو روند ڈالا یہاں تک کہ آپ کے سینہ اور پشت کی ہڈیاں چور

چور ہو گئیں (۱) پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے کشتوں کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا اور اسی دن خولی بن یزید کے ہاتھوں امام علیہ السلام کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب وہ محل تک پہنچا تو دیکھا محل کا دروازہ بند ہے لہذا اپنے گھر آیا اور اس سر مقدس کو اپنے گھر میں ایک طشت میں چھپا دیا (۲) جب صبح ہوئی تو سر کے ہمراہ عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔

.....

۱۔ اسحاق بن حیوۃ حضرمی سفید داغ کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ اجش بن مرشد حضرمی اس کے بعد کسی جنگ میں کھڑا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک تیر آیا (پتہ نہیں چلا کہ تیر انداز کون ہے) اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ پامالی کی روایت کو ابو الفرج نے ص ۷۹ پر تحریر کیا ہے۔ اس طرح مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۲، ارشاد، ص ۲۴۲، طبع نجف اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۵۴ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی پشت پر سیاہ نشانات دیکھے اور اس کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے کہا: آپ رات کو اپنی پیٹھ پر کھانا رکھ کر مدینہ کے مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ پھر سعد نے اس عظیم شقاوت کا ارتکاب ابن زیاد کے قول کی پیروی کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا جب حسین قتل ہو جائیں تو گھوڑے دوڑا کہ کر ان کے سینہ اور پیٹھ کو روند ڈالنا کیونکہ یہ دوری پیدا کرنے والے اور جدائی ڈالنے والے ہیں، بڑے ظالم اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں میری آرزو یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انھیں

کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں انہیں قتل کر دوں تو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۱۵)

۲۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے اور انہوں نے نوار بنت مالک بن عقرّب جو حضرمی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی (خولی کی بیوی تھی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہے: خولی امام حسین علیہ السلام کے سر کو لے کر گھر آیا اور اسے گھر میں ایک طشت کے اندر چھپا کے رکھ دیا پھر کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر آ گیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جنتک یعنی الدھر، ہذا رأس الحسین معک فی الدار میں تیرے لئے دنیا اور روزگار کی بے نیازی لے کر آیا ہوں یہ حسین کا سر ہے جو تیرے ساتھ گھر میں ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا: ویلک جاء الناس بالذهب والفضة وجئت برأس ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لا واللہ لا تجع رأسی ورأسک بیت ابدأ وائے ہو تجھ پر! لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لے کر آیا ہے، نہیں خدا کی قسم اس گھر میں آج کے بعد کبھی بھی میرا اور تیرا سر یکجا نہیں ہوگا۔ پھر اپنے بستر سے اتری اور کمرے سے باہر آئی اور گھر کے اس حصہ میں گئی جہاں وہ سر موجود تھا اور بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہی تھی کہ مسلسل ستون کی طرح ایک نور آسمان تک اس طشت کی طرف چمک رہا ہے اور ایک سفید پرندہ اس کے ارد گرد پرواز کر رہا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۵)

اہل حرم کی کوفہ کی طرف سروانگی

* امام علیہ السلام کا سراہن زیاد کے پاس

* دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد

* عبداللہ بن عقیف کا جہاد

اہل حرم کی کوفہ کی طرف سروانگی

روز عاشورا اور اس کی دوسری صبح تک عمر بن سعد نے کربلا میں قیام کیا (۱) اور حکم دیا کہ بقیہ شہداء کے بھی سروتن میں جدائی کر دی جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بہتر سروں کو (۲) شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزیرہ بن قیس کے ہاتھوں کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ سب کے سب وہاں سے چلے اور ان مقدس سروں کے ہمراہ عبداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پھر اس نے حمید بن بکیر احمری (۳) کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کرے کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ وہ اپنے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں، بہنوں، بچوں اور مریض و ناتواں علی بن حسین (علیہ السلام) کو بھی لے کر چلا۔ (۴)

.....

۱۔ ارشاد میں یہی مرقوم ہے۔ (ص ۲۴۳)

۲۔ ارشاد، ص ۲۴۳ لیکن سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ۹۲ سر تھے (ص ۲۵۶) شاید سبعین اور تسعین میں تصحیف ہو گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سبط بن جوزی کا بیان ہے: کانت زیادہ علی سبعین رأساً سروں کی تعداد ستر (۷۰) سروں سے زیادہ تھی۔ (ص ۲۵۹ طبع نجف)

۳۔ یہ شخص ابن زیاد کے محافظوں میں تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے قاضی شریح کے ہمراہ اس وقت نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا جب وہ ہانی کو دیکھنے گیا تھا اور ان کے قبیلے کو باخبر کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا کہ ہانی صحیح و سالم ہیں۔ شریح یہ کہا کرتا تھا خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کے قبیلے والوں کو وہ باتیں بتا دیتا جس کا حکم ہانی نے مجھے دیا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۶۸)

۴۔ طبری، ج ۵، ص ۴۵۳-۴۵۵، مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قرہ بن قیس تمیمی کا بیان ہے کہ میں زینب بنت علی کو اس وقت فراموش نہیں کر سکتا جب وہ اپنے بھائی کے خون آلودہ جسم کے پاس سے گزر رہی تھیں اور یہ فریاد کر رہی تھیں:

یا محمد اہ! یا محمد اہ صلی علیک ملائکة السماء، هذا الحسين بالعراء مرثلاً بالدماء مقطوع الأعضاء، یا محمد اہ! وبناتک سبایا، وذریتک مقتلة تسع علیہا الصبا!

اے (نانا) محمد اے (نانا) محمد! آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی، لیکن یہ حسین ہیں جو اس دشت میں خون میں غطاں ہیں، جسم کا ہر ہر عضو ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ (اے جد

بزرگوار) اے محمد! (ذرا دیکھئے تو) آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں اور آپ کی پاک نسل اپنے خون میں نہائے سو رہی ہے جن پر باد صبا چل رہی ہے۔ خدا کی قسم زینب نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا (۱) اور مخدرات عصمت آہ و فریاد کرنے لگیں اور اپنے چہروں پر طمانچہ لگانے لگیں۔ (۲) حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے ایک دن (۳) بعد محلہ غازیہ میں رہنے والے بنی اسد نے آپ لوگوں کے جسم کو سپرد لحد کیا۔ (۴)

امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں

حمید بن مسلم کا بیان ہے: عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور اپنے گھر والوں کے پاس مجھے روانہ کیا تاکہ میں ان لوگوں کو خوش خبری دوں کہ اللہ نے اسے سلامتی کے ساتھ فتح کیا۔ میں آیا اور اس کے گھر والوں کو اس سے باخبر کیا۔ پھر میں پلٹ کر محل آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور اس وقت وہ لوگ جو سروں

.....

- ۱۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ (ص ۲۵۶)
- ۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوزہیر عبسی نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۵)
- ۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۳، ۴۵۰)

۴۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۳ و ص ۲۴۹ پر اسی طرح مسعودی نے مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۲ پر لکھا ہے: مشہور یہ ہے کہ شہادت کے تین دن بعد دفن کئے گئے اور یہ دفن کی انجام دہی امام سجاد علیہ السلام کی موجودگی میں ہوئی ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ علی بن حمزہ کا مناظرہ اس پر گواہ ہے۔ مقتل الحسین مقرر، ص ۴۱۵ کی طرف رجوع کریں۔

کو لے کر کربلا سے چلے تھے گروہ گروہ اس کے پاس آرہے ہیں۔ قبیلہ گندہ ۳۱ سروس کے ہمراہ آیا جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا۔ ہوازن ۲۰ سروس کے ہمراہ آئے جن کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔ قبیلہ تمیم ۱۷ سروس کے ساتھ وارد ہوا، بنی اسد ۶ سروس کے ہمراہ، مذحج ۷ سروس اور بقیہ ۷۷ سروس لے کر وارد ہوئے۔ اس طرح ستر (۷۰) سر ہو گئے۔ وہ سب کے سب عبید اللہ کے پاس آئے اور عام لوگوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ملی تو داخل ہونے والوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ میں نے دیکھا امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ چھڑی سے دونوں دانتوں کے درمیان آپ کے لبوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔ جب زید بن ارقم (۱) نے اسے دیکھا اور غور کیا کہ وہ اپنی شقاوتوں سے باز نہیں آ رہا ہے اور چھڑی سے دندان مبارک کو چھیڑے جا رہا ہے تو انھوں نے ابن زیاد سے کہا: اُعل بهذا القضيب عن هاتين الشفتين فوالذالاه غيره لقد رأيت شفت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على هاتين الشفتين يقبلهما! اس چھڑی کو ان دونوں لبوں سے ہٹالے، قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ آپ اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

پھر وہ ضعیف العمر صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیخ مار کر رونے لگا تو ابن زیاد نے کہا: خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں رکھے! اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل فاسد اور توبے عقل و بے خرد نہ ہو گیا ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ یہ سن کر زید بن ارقم وہاں سے اٹھے اور فوراً باہر نکل گئے۔ (۲)

.....

۱۔ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے ذیل میں ان کے احوال گزر چکے ہیں۔ سبط بن جوزی نے بخاری سے اور انھوں نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیا تو اس نے آپ کے لبوں پر چھڑی مارنا شروع کیا۔ اس وقت وہاں پر انس بن مالک موجود تھے، وہ رونے لگے اور کہا: یہ رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ (ص ۲۵۷)

۲۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۳ پر اس کی روایت کی ہے۔
نکلنے وقت وہ یہی کہے جا رہے تھے:

مَلِكٌ عَبْدٌ عِدَاءٌ فَاتَّخَذَهُمْ تَلْدًا! أَنْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ الْعَبِيدُ بَعْدَ الْيَوْمِ قَتَلْتُمْ
ابن فاطمہ و امر تم بن مرجانۃ! فہو یقتل خیارکم ویستعبد شرارکم
فرضیتم بالذل! فبعده المن رض بالذل! (۱)

ایک غلام نے دوسرے غلام کو تخت حکومت پر بٹھایا اور ان لوگوں نے تماچیزوں کو اپنا بنا لیا۔ اے گروہ عرب آج کے بعد تم لوگ غلام ہو کیونکہ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنا لیا۔ وہ تمہارے اچھوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بروں کو غلام بنا لے گا، تم

لوگ اپنی ذلت و رسوائی پر راضی و خوشنود ہو، براہواس کا جو رسوائی پر راضی ہو جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب زید بن ارقم باہر نکلے اور لوگوں نے ان کی گفتار سنی تو کہنے لگے: خدا کی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لے تو انھیں قتل کر دے گا۔

.....

۱۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۷ پر اس کی روایت کی ہے اور وہاں اضافہ کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا: اے ابن زیاد! میں اس حدیث سے زیادہ سنگین حدیث تجھ سے بیان کر رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن کو اپنے داہنے زانو پر اور حسین کو اپنے بائیں زانو پر بٹھائے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ کو ان کے سر پر رکھ کر فرما رہے تھے:

اللھم انی استودعک یا ہبا و صالح المومنین

خدا یا! میں ان دونوں کو اور ان کے باپ صالح المومنین کو تیری امانت میں سپرد کر رہا ہوں

فکیف کان ودیعه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عندک یا بن زیاد؟

اے ابن زیاد! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت تیرے پاس کس طرح موجود ہے؟ سبط بن جوزی نے پھر بیان کیا کہ ہشام بن محمد کا بیان ہے: جب ابن زیاد کے سامنے حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تو کاہن اور پیشگوئی کرنے والوں نے اس سے کہا: اٹھو اور اپنے قدم ان کے منہ پر رکھو، وہ اٹھا اور اس نے اپنے قدم آپ کے دہن مبارک پر رکھ دیا، پھر زید بن ارقم سے کہا: تم کیسا دیکھ رہے ہو؟ تو زید بن ارقم نے کہا: خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں اپنے لب رکھتے دیکھا ہے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔ سبط بن جوزی کا

پھر بیان ہے کہ شعبی نے کہا: ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا؛ ابن زیاد نے اس سے کہا میرے اور حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: قیامت کے دن ان کے جد، والد اور ان کی والدہ آکر ان کی شفاعت کریں گے اور تمہارا دادا، باپ اور تمہاری ماں آکر تمہاری سفارش کریں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہو گیا اور اسے دربار سے اٹھا دیا۔ سبط بن جوزی ہی نے طبقات ابن سعد سے روایت کی ہے کہ صاحب طبقات بن سعد کا بیان ہے: ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے خبیث تو نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا ہے؛ خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ پائے گا۔ (تذکرہ، ص ۲۵۹، والکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۲۶۵)

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد

جب امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، خواتین اور بچے عبد اللہ بن زیاد کے دربار میں پہنچے تو زینب بنت فاطمہ بہت ہی معمولی لباس پہنے ہوئے تھیں اور غیر معروف انداز میں دربار میں وارد ہوئیں۔ کینزیں اور خواتین آپ کو چاروں طرف سے اپنی جھرمٹ میں لئے تھیں تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے پھر آپ انھیں کے درمیان بیٹھ گئیں۔ عبد اللہ بن زیاد نے پوچھا: یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے تین بار اس سوال کی تکرار کی اور تینوں بار آپ نے اس سے تکلم نہیں کیا پھر آپ کی بعض کینزیوں نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: الحمد للہ الذی فضحکم وقتلکم واکذب احد ویتکم

! شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا، قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹا ثابت کیا!
زینب کبریٰ نے جواب دیا:

الحمد لله الذی أکرمننا بمحمد صلی الله علیه وآله وسلم و طهرنا تطهیراً لا کما
تقول أنت انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر
شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے عزت و کرامت
عطا فرمائی اور ہمیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق تھا؛ ایسا نہیں
ہے جیسا تو کہہ رہا ہے، بے شک ذلیل فاسق ہے اور جھوٹ فاجر کا ثابت ہوتا ہے۔
ابن زیاد نے کہا:

کیف رأیت صنع الله بأهل بیتک؟
اپنے اہل بیت کے سلسلے میں اللہ کے سلوک کو کیسا محسوس کیا؟
زینب (علیہا السلام) نے جواب دیا:

کتب علیهم القتل فبرزوا الی مضا جعهم ، و سیجمع الله بینک و بینهم
فتحاجون الیہ و تخاصمون عندہ (۱)

خداوند عالم نے اپنی راہ میں افتخار شہادت ان کے لئے مقرر کر دیا تھا تو ان لوگوں نے راہ حق
میں اپنی جان نثار کر دی، اور عنقریب خدا تجھے اور ان کو یکجا اور تمہیں ان کے مد مقابل لا کر کھڑا
کرے گا تو وہاں تم اس کے پاس دلیل پیش کرنا اور اس کے نزدیک مخاصمہ کرنا۔

.....

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۴۳ پر یہ روایت بیان کی ہے۔ اسی طرح سبط ابن جوزی نے

تذکرہ، ص ۲۵۸-۲۵۹، طبع نجف میں یہ روایت بیان کی ہے۔

ابن زیاد سوا ہو چکا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہذا وہ غضبناک اور ہیجان زدہ ہو کر بولا:

قد أشفى الله نفس من طأغيتك والعصاة المردة من أهل بيتك!
خدا نے تمہارے طغیان گر بھائی اور تمہارے خاندان کے سرکش باغیوں کو قتل کر کے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔

یہ سن کر فاطمہ کی لخت جگر رونے لگیں پھر فرمایا:

لعمرى لقد قتلت كهل وأبرت اهل وقطعت فرع واجتثثت أصل! فان يشفيك
لہذا فقد اشتفيت!

قسم ہے میری جان کی تو نے ہمارے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا ہے، ہمارے عزیزوں کے خون کو زمین پر بہایا، ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اگر اس سے تجھے خوشی ملی ہے تو خوش ہو لے۔

عبید اللہ بن زیاد احساس شکست کرتے ہوئے بولا: یہ تو بڑی قافیہ باز عورت ہے۔ (۱) میری جان کی قسم تیرا باپ بھی قافیہ باز شاعر تھا۔

اس کے جواب میں زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: عورت کو قافیہ بازی سے کیا مطلب! ہمیں اس کی فرصت ہی کہاں ہے لیکن یہ دل کا درد اور اندوہ ہے جو زبان پر جاری ہو گیا۔

پھر ابن زیاد نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف نگاہ کی اور آپ سے بولا: تمہارا نام کیا ہے؟ (۲) امام علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب دیا: انا علی بن الحسین میں علی

فرزند حسین ہوں۔

ابن زیاد نے کہا: کیا اللہ نے حسین کے بیٹے علی کو قتل نہیں کیا؟
یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے، بولتے کیوں نہیں؟
علی بن الحسین نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی تھا جنہیں دشمنوں نے قتل
کر دیا۔

ابن زیاد نے کہا: اسے اللہ ہی نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر پھر آپ خاموش ہو گئے تو ابن زیاد نے
کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں؟

.....

۱۔ طبری میں کلمہ شجاعتہ و شجاعا آیا ہے یعنی بڑی بہادر خاتون ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد میں
وہی لکھا ہے جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔ (ص ۴۲، ۲، طبع نجف) اور گفتگو کے سیاق و سباق
سے یہی مناسب بھی ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ
روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۶-۵۷)۔
علی بن الحسین نے فرمایا:

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (۱) وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ (۲)
خداوند متعال لوگوں کے مرتے وقت ان کی روحمیں (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور بغیر حکم خدا
کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔

ابن زیاد نجل ہو کر بولا: خدا کی قسم تو بھی انہیں میں کا ایک ہے، پھر اپنے دربار کے ایک جلا

مری بن معاذ احمری سے کہا: وائے ہو تجھ پر اس کو قتل کر دے، یہ سنتے ہی آپ کی پھوپھی زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا:

يا بن زياد! حسبك منّا أما رويت من دمائنا؟ وهل أبقيت منّا أحداً واعتنقته
وقالت: أسالك بالله. ان كنت مومناً. ان قتلته لبتا قتلتن معه!

اے ابن زیاد! کیا ہمارے خاندان کی اس قدر تاراجی تیرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تو ہمارے خون سے ابھی تک سیراب نہیں ہوا؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی باقی رکھا ہے، پھر آپ نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا: تجھ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تجھ میں ایمان کی بو باس ہے اور اگر تو انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔
علی بن الحسین علیہ السلام نے آواز دی:

ان كانت بينك و بينهن قرابة فابعث معهن رجلاً تقياً يصحبهن بصحبة
الاسلام

اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اگر تیرے اور ان کے درمیان کوئی قرابت باقی ہے تو انھیں کسی متقی مرد کے ساتھ مدینہ روانہ کر دے۔

پھر ابن زیاد نے جناب زینب اور امام سجاد کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بولا: تعجب ہے اس رشتہ داری اور قرابت داری پر، خدا کی قسم یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کر دوں! اس جوان کو چھوڑ دو۔ (۳) و (۴)

پھر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر نصب کر دیا اور کوفہ میں اسے گھمایا جانے لگا۔ (۵)

.....

۱۔ سورہ زمر، آیت ۴۲

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۵

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں: سلیمان بن ابی راشد نے مجھ سے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۷۷)

۴۔ طبری نے ذیل المذیل میں بیان کیا ہے: علی بن الحسین جو (کربلا میں شہید ہونے والے علی بن الحسین سے) چھوٹے تھے نے فرمایا: جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: علی بن الحسین تو اس نے کہا: کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا: میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، دشمنوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا! میں نے کہا: اللہ یتوفی الأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا یہ سن کر اس نے میرے قتل کا حکم نافذ کر دیا تو زینب بنت علی علیہما السلام نے کہا: اے ابن زیاد! ہمارے خاندان کا اتنا ہی خون تیرے لئے کافی ہے! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر انھیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے! یہ سن کر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ طبری نے ابن سعد (صاحب طبقات) سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے باپ شعیب سے اور انھوں نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ نے صبح کس حال میں کی؛ خدا

آپ کو صبح و سالم رکھے! انھوں نے جواب دیا: میں نے اس شہر میں تجھ جیسا بوڑھا اور بزرگ نہیں دیکھا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہماری صبح کیسی ہوئی! اب جب کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم میں اسی طرح صبح کی جس طرح فرعون کے زمانے آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل نے صبح کی۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہمارے بزرگ اور سید و سردار علی بن ابیطالب نے اس حال میں صبح کی کہ لوگ ہمارے دشمن کے دربار میں مقرب بارگاہ ہونے کے لئے منبروں سے ان پر سب و شتم کر رہے تھے۔ (اے منہال) قریش نے اس حال میں صبح کی کہ سارے عرب پر وہ صاحب فضیلت شمار ہو رہے تھے کیونکہ محمد ﷺ ان میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کی کوئی چیز نہ تھی اور سارے عرب اس فضیلت کے معترف تھے اور سارے عرب تمام غیر عرب سے صاحب فضیلت شمار کئے جانے لگے کیونکہ محمد ﷺ عربی ان میں سے تھے؛ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سارے عجم ان کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ اب اگر عرب سچ بولتے ہیں کہ انھیں عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ان میں سے تھے اور اگر قریش سچے ہیں کہ انھیں عرب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ان میں سے ہیں تو اس اعتبار سے ہم اہل بیت ہیں اور ہمیں قریش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ہمارے ہیں لیکن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے حق کو چھین لیا گیا اور ہمارے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ ہمارا روزگار اور ہماری زندگی ہے، اگر تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی تو ہم نے اس حال میں صبح کی۔

ابن سعد کا بیان ہے: مجھے عبدالرحمن بن یونس نے سفیان سے اور اس نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے خبر نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ۵۸ سال کی عمر میں دارفانی سے کوچ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی بن الحسین کربلا میں اپنے باپ کے ہمراہ ۲۳ یا ۲۴ سال کے تھے۔ لہذا کہنے والے کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ وہ بچہ تھے اور ابھی ان کے چہرے پر ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی؛ لیکن وہ اس دن مریض تھے لہذا جنگ میں شرکت نہیں کی۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کو ڈاڑھی تک نہ آئی ہو جب کہ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن علی (علیہما السلام) دنیا میں آچکے تھے۔ (ذیل المذیل، ص ۶۳۰، طبع دار المعارف بحوالہ طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۱۱-۲۱۸ وارشاد، ص ۲۴۴) سبط بن جوزی نے اصل خبر کو بطور مختصر بیان کیا ہے۔ (ص ۲۵۸، طبع نجف)

۵۔ ابو مخنف نے اس طرح روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۹)

عبداللہ بن عقیف کا جہاد

مسجد میں نماز جماعت کا اعلان ہوا لوگ آہستہ آہستہ مسجد اعظم میں جمع ہونے لگے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور بولا:

الحمد لله الذ اظهر الحق و أهله و نصر أمير المؤمنين يزيد بن معاوية و حزبه و
قتل الكذاب ابن الكذاب الحسين بن علي و شيعته

حمد و ثنا اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو آشکار کیا اور امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد و نصرت فرمائی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے پیروؤں کو قتل

کیا۔

ابھی ابن زیاد اپنی بات تمام بھی نہ کر پایا تھا کہ عبداللہ بن عقیف ازدی غامدی اس کی طرف بڑھے۔ آپ علی کرم اللہ وجہہ کے پیروؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رات تک مسجد سے جدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہیں عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔ (۱) جب آپ نے ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا:

ان الكذّاب وابن الكذّاب أنت و أبوك ، والذی و لآك وابوہ یا بن مرجانۃ (۲)
 أتقتلون أبناء النبیین و تتكلمون بكلام الصدیقین!
 جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیرا باپ ہے اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ ہے،
 اے مرجانہ کے بیٹے! کیا تم لوگ انبیاء کے فرزندوں کو قتل کر کے راست بازوں جیسی بات
 کرتے ہو!

یہ سن کر ابن زیاد پکارا: اسے میرے پاس لاؤ! یہ سنتے ہی اس کے اوباش سپاہی آپ پر چھپٹ
 پڑے اور آپ کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے قبیلہ ازد کو آواز دی: یا مبرور اے نیکو
 کار! یہ سن کر قبیلہ

.....

۱۔ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نبرد آزمائی میں آپ کی بائیں آنکھ جاتی
 رہی۔ جنگ صفین میں کسی نے آپ کے سر پر ایک وار کیا اور پھر دوسرا اور آپ کی ابرؤں پر کیا
 جس سے آپ کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد، ص ۲۴۴) اور
 سبط بن جوزی نے اس خبر کو بطور مختصر ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۵۹)

۲۔ مرجانہ فارسی کے مہرگانہ سے معرب ہے۔ یہ ابن زیاد کی ماں ہے۔ یہ ایک قسم کی گالی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے شہر خوزستان کی رہنے والی تھی۔

ازد کے جوان آگے بڑھے اور آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالا اور آپ کے گھر پہنچا دیا۔ (۱)۔

ماحول ٹھنڈا ہو گیا تو ابن زیاد نے پھر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب آپ کو گرفتار کر لیا تو قتل کر کے آپ کو کوفہ کے مقام سحہ پر لٹکانے کا حکم دیا لہذا آپ کی لاش وہیں پر لٹکی رہی۔ (۲)۔

.....

۱۔ اس وقت عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا: وائے ہو! تو نے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں مبتلا کر دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۹) یہ ابو مخنف کے باپ کے چچا ہیں کیونکہ ان کے بھائی سعید ابو مخنف کے دادا ہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے صفین میں شرکت کی ہے اور معاویہ کی غارتگریوں کا مقابلہ کیا ہے جیسا کہ طبری نے ج ۵، ص ۱۳۳ پر ذکر کیا ہے۔

۶۶ھ میں مختار کے قیام کے وقت یہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے ہمراہ تھے جو ابن زبیر کی جانب سے کوفہ کا والی تھا۔ عبداللہ بن مطیع نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ جبانۃ الصائدین تک روانہ کیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۹۱۸) یہ ان مشیروں میں سے ہیں جو اسے مشورہ دیا کرتے تھے کہ کوفہ سے حجاز چلا جائے۔ (ج ۶، ص ۳۱) یہ مختار پر خروج کو ناپسند کرتے تھے لیکن جب اصرار ہوا

تو خروج کرنے والوں کے ساتھ نکل پڑے (طبری، ج ۶، ص ۴۴) تو وہاں فرات پر جنگ کی یہاں تک کہ ناتواں ہو گئے تو لوگ انہیں اٹھالے گئے (طبری، ج ۶، ص ۵۱) پھر بصرہ میں یہ ان لوگوں کے ہمراہ جو اشراف کوفہ میں سے نکلے تھے مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے۔ (ج ۶، ص ۵۹) مصعب نے انہیں کوفہ روانہ کر دیا۔ یہ ۶۷ھ کی بات ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے مدعو کریں اور لوگوں کو مصعب کی طرف لے جائیں۔ (ج ۶، ص ۹۶) مختار سے جنگ میں یہ مصعب کے ساتھ تھے۔ (ج ۶، ص ۱۰۴) ۷۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں والی بصرہ بشر بن مروان کی طرف سے ازارقہ کے خوارج سے جنگ کی تھی (ج ۶، ص ۱۹۷) اور انھیں کازرون تک بھگا دیا تھا۔ ان لوگوں نے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے علاوہ ان کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے پس یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ۷۵ھ میں قتل کر دئے گئے۔ (ج ۶، ص ۲۱۲)

۲۔ یہ حمید بن مسلم کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۸)

شہداء کے سرا اور اسیروں کی شام کی طرف مروانگی

ابن زیاد نے زحر بن قیس (۱) کو آواز دی۔ اس کے ہمراہ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ظبیان ازدی بھی تھے۔ اس نے ان لوگوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا (۲) پھر امام حسین علیہ السلام کی خواتین اور بچوں کو چلنے کا حکم دیا اور علی بن حسین علیہ السلام کے لئے حکم دیا کہ ان کی گردن میں طوق وزنجیر ڈال دی جائے اور ان سب کو محفز بن ثعلبہ عاندی قرشی (۳) اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں اہل حرم کو لے کر چلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے۔ (۴) جیسے ہی یہ سر یزید کے سامنے رکھے گئے اس نے کہا:

يَفْلَقُنْهَا مَا مَنَّ رَجَالُ أُعْزَّةِ

علينا وهم كانوا أعمق، وأظلماً (۵) و (۶)

ان مردوں کے سردو نیم کر دئے جو ہمارے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہے وہ لوگ عامل جنایت اور ظلم کے خوگر تھے۔

.....

۱۔ زحر بن قیس جعفی کندی کا ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) ۲۶ھ میں یہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف نبرد آزما تھا۔ اس کی طرف سے یہ دشت کندہ کی طرف لشکر کا سربراہ بن کر گیا تھا۔ (ج ۶، ص ۱۸) اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ یہ اور اس کا بیٹا فرات کے پاس کمزور ہو کر

گر گئے۔ (طبری، ج ۶، ص ۵۱) ۶۷ھ میں یہ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ میں شریک تھا۔ مصعب نے فوج کا سردار بنا کر اسے دشت مراد روانہ کیا۔ (ج ۶، ص ۱۰۵) ۷۱ھ میں عبدالملک نے عراق کے مروانیوں میں سے جن لوگوں کو خط لکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان لوگوں نے اس خط کا مثبت جواب دیا اور مصعب کو چھوڑ دیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۶۵۶) ۷۴ھ میں خوارج سے جنگ میں یہ قبیلہ مذحج اور اسد کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۹۷) ۷۶ھ میں اس نے حجاج کی طرف رخ کیا اور اس کے ایک ہزار آٹھ سو کے رسالہ میں داخل ہو

گیا جو شیبہ خارجی سے لڑنے جا رہا تھا۔ اس نے شیبہ سے خوب لڑائی لڑی لیکن آخر میں شیبہ نے اسے مجروح کر کے گرا دیا اور یہ اسی مجروح حالت میں حجاج کے پاس پلٹ آیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۴۲) اس لعنۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں یہ آخری خبر ہے اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

۲۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عبداللہ بن یزید بن روح بن زبناخ جذامی نے اپنے باپ کے حوالے سے اور اس نے غاز بن ربیعۃ جرشی حمیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: خدا کی قسم میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثناء میں زحر بن قیس آیا اور یزید بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یزید نے اس سے کہا: وائے ہوتجھ پر تیرے پیچھے کیا ہے؟ اور تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ نے آپ کو فتح دی اور آپ کی مدد کی۔ حسین بن علی (علیہا السلام) اپنے

خاندان کے ۱۸ اور اپنے چاہنے والے ۶۰ افراد کے ساتھ ہماری طرف آئے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ تسلیم محض ہو جائیں اور امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کر لیں نہیں تو جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ ان لوگوں نے تسلیم ہونے کے بجائے جنگ کو قبول کیا لہذا ہم نے طلوع خورشید سے ان پر حملہ شروع کیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگیں اور وہ سب کے سب قتل کر دئے گئے۔ اب وہاں ان کے بے سرجم برہنہ پڑے ہیں، ان کے کپڑے خون سے آغشته، رخسار غبار آلود اور آفتاب کی تپش میں ان کا جسم ہے، ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور ان کے زائرین عقاب ہیں اور وہ وہیں پتی پتی پر پڑے ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۰، ارشاد، ص ۲۵۴، تذکرہ، ص ۲۶۰)

۳- ۱۳ھ میں جنگ قادسیہ میں اور اس سے پہلے یہ موجود تھا اور اس سے ان اخبار کی روایت کی جاتی ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۶۵-۴۷۷، ارشاد، ص ۲۵۴)

۴۔ یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۵۹)

۵۔ یہ حصین بن ہمام مری کے مفضلیات قصائد میں سے ایک قصیدہ کا شعر ہے جیسا کہ دیوان حماسہ میں موجود ہے۔

۶۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صعق بن زہیر نے یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۰، ارشاد، ص ۲۴۶، طبع نجف، مروج الذهب، ج ۳، ص ۷۰، تذکرۃ الخواص، ص ۲۶۲) سبط بن جوزی نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: جب شہداء کے سر آئے تو یزید جیرون کی تماشا گاہ پر موجود تھا، وہیں پر اس نے یہ

اشعار کہے:

لما بدت تلك الحمول وأشرفت

تلك الشموس على ربي جيرون

نعب الغراب فقلت نوح اولاتنح

فلقد قضيت من الغريم ديوني

جب وہ قافلے آشکار ہوئے اور وہ خورشید جیرون کی بلندی پر چمکنے لگے تو کوئے نے چیخنا شروع

کیا؛ میں نے کہا: اب چاہے تو فریاد کریا نہ کر، میں نے تو اپنے قرض دار سے اپنا حساب چکاتا

کر لیا ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: تمام روایتوں میں یزید

سے یہ مشہور ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے آیا تو سارے اہل شام وہاں جمع تھے اور وہ

چوب خیزران سے آپ کے سر کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا اور ابن زبیری کے اشعار پڑھ رہا

تھا:

ليت أشياخ ببدر شهدوا

جزع الخزرج من وقع الأسل

قد قتلنا القرن من ساداتهم

وعد لنا ببدر فاعتدل

اے کاش! ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تو وہ شمشیر و نیزہ کے چلنے

سے خزرج کی آہ زاری کو مشاہدہ کرتے، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کر دیا اور بدر کا حساب

بے باق کر لیا۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: شعبی نے اس کا اضافہ کیا ہے:

لعبت ہاشم بالملك فلا

خبر جاء ولا وح نزل

لست من خندق ان لم انتقم

من بن أحمد ما كان فعل

بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی؛ فرزند ان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا اگر میں اس کا بدلہ نہ لوں تو خندق کی اولاد نہیں، پھر قاضی بن ابی یعلیٰ نے احمد بن حنبل کے حوالے سے حکایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اگر یہ خبر یزید کے سلسلے میں صحیح ہے تو وہ فاسق تھا اور مجاہد نے کہا: وہ منافق تھا۔ (تذکرہ، ص ۲۶۱)

یہ سن کر تیخ بن حکم، مروان بن حکم (۱) کے بھائی نے کہا:

لہام بجنب الطّف أدنی قرابة

من ابن زیاد العبد ذا الحسب الوغل

سمیة أمسئ نسلها عدد الحصى

وبنت رسول الله ليس لها نسل

شہداء کی زیاد کے بے اصل نسل بیٹے سے نزدیکی قرابت تھی، سمیہ کی نسل ریگزاروں کے برابر ہوگی اور رسول اللہ کی بیٹی کی کوئی نسل باقی نہ رہے گی۔

یہ سن کر یزید بن معاویہ نے تیخ بن حکم کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: چپ رہ! (۲) پھر

لوگوں

.....

۱۔ یہ اپنے بھائی مروان بن حکم کے ہمراہ جنگ جمل میں بصرہ میں موجود تھا اور وہاں مجروح ہو گیا تو شکست کھا کر بھاگا یہاں تک کہ معاویہ سے ۳۷ھ میں ملحق ہو گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۳۵) ۷۵ھ میں اپنے بھائی کے لڑکے عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مدینہ کا والی بن گیا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۰۲) ۷۸ھ تک اسی عہدہ پر باقی رہا پھر عبدالملک نے اسے ایک جنگ میں رونہ کیا۔ (ج ۶، ص ۳۲۱) اس کے سلسلے میں آخری خبر یہی ہے۔ ہاں اس نے اپنی بیٹی ام حکم کی شادی ہشام بن عبدالملک سے کر دی تھی۔ (طبری، ج ۷، ص ۶۷۱)

۲۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو جعفر عیسیٰ نے ابو عمارہ عیسیٰ سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۰) اغانی میں ابو الفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ج ۱۲، ص ۷۴، ارشاد، ص ۶۴، طبع نجف) سبط بن جوزی نے ص ۲۶۲ پر حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: یزید نے حسین کے سر پر اس جگہ ضرب لگائی جہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے اور پھر اس شعر سے تمثیل کی:

سمیة أمسی نسلها عدد الحصى

وبنت رسول الله ليس لها نسل

اے سمیہ تیری نسل تو عدد میں سنگریزوں کے مانند ہوگی لیکن بنت رسول اللہ کی نسل باقی نہ بچی۔ کو آنے کی اجازت دی گئی۔ لوگ دربار میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حسین کا سر یزید کے سامنے تھا اور یزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے گلوئے مبارک کو چھیڑ رہا تھا۔

یہ حال دیکھ کر ابو برزہ اسلمی (۱) صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کیا تو اپنی چھڑی سے حسین کے گلوئے مبارک سے بے ادبی کر رہا ہے، خدا کی قسم تیری چھڑی اس گلوئے مبارک اور وہن مبارک سے متصل ہو رہی ہے جہاں میں نے بارہا رسول خدا ﷺ کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔

پھر ابو برزہ اٹھے اور دربار سے باہر آگئے۔ ابو برزہ کی یہ گفتار ہند بنت عبد اللہ بن عامر بن کریم (۲) نے سن لی۔ یہ یزید کی بیوی تھی اس نے فوراً چادر اوڑھی اور باہر دربار میں نکل آئی اور کہا: اے امیر المؤمنین! کیا یہ حسین ابن فاطمہ بنت رسول کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا ہاں! رسول اللہ کے نواسہ اور قریش کی بے نظیر و برگزیدہ شخصیت پر نالہ و شیون اور سوگواری کرو ابن زیاد نے ان کے سلسلے میں عجلت سے کام لیا اور انہیں قتل کر دیا، خدا اسے قتل کرے!

.....

۱۔ فتح مکہ میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ عبد اللہ بن خطل مرتد کے قتل میں شریک تھے جس کے خون کو رسول خدا نے مباح قرار دے دیا تھا۔ (طبری، ج ۳، ص ۶۰، ۲۰ھ میں مصر کی فتح میں یہ عمرو عاص کے ہمراہ تھے۔ (طبری، ج ۴، ص ۱۱) آپ کے اعتراض کی خبر طبری نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس کے راوی عمار وہنی ہیں۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۹۰) مسعودی نے مروج الذهب

ج ۳، ص ۷۱ پر روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: یزید اپنی چھڑی کو اٹھالے، خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے پھر بلاذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید کے سامنے جس نے یہ جملہ کہا وہ انس بن مالک تھے، پھر اس کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ انس کو فہ میں ابن زیاد کے پاس تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۶۲، طبع نجف)

۲۔ عثمان نے انہیں سجستان سے کابل روانہ کیا تھا تو اس نے ۲۴ھ میں اسے فتح کر لیا (طبری، ج ۴، ص ۲۴۴) پھر وہاں سے معزول کر کے ۲۹ھ میں ابو موسیٰ اشعری کے بعد بصرہ کا والی بنایا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یہ عثمان بن عفان کے ماموں زاد بھائی تھا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۶۴) اس نے فارس کو فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۲۶۵) ۳۱ھ میں خراسان کی طرف روانہ

ہوا اور ابرشھو، طوس، ایورد اور نسا کو فتح کیا۔ یہاں تک کہ سرخس پہنچ گیا اور اہل مرو سے صلح کی۔ (ج ۴، ص ۳۰۰) بصرہ میں زیاد بن سمیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۰۱) ۲۳ھ میں ابن عامر نے مرو، طالقان، فاریاب، گرگان اور طخارستان کو فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۰۹) اسی طرح ہراہ اور بادغیس کو بھی فتح کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۱۴) ۳۴ھ میں عثمان نے اس سے ان لوگوں کے سلسلے میں مشورہ لیا جو عثمان سے انتقام لینا چاہتے تھے تو اس نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جنگ میں بھیج دو۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۳۳) ۳۵ھ میں عثمان نے اسے خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو عثمان کے دفاع کے لئے آمادہ کرے۔

ابن عامر نے عثمان کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو لوگ فوراً عثمان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے پھر وہ لوگ پلٹ گئے۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۶۸) ۳۵ھ میں عثمان قتل کئے گئے، اس وقت ابن عامر بصرہ کا حاکم تھا (طبری، ج ۴، ص ۲۱۴) اور وہاں سے وہ حجاز آ گیا اور طلحہ، زبیر، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ اور یقیہ بنی امیہ بھی وہیں تھے؛ ایک طویل گفتگو کے بعد ان کے بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلیں لیکن بعض کی رائے یہ تھی کہ شام چلیں لیکن اسے ابن عامر نے رد کر دیا اور کہا: شام سے تمہارے لئے وہ شخص کفایت کرے گا جو مستدام اسی کے علاقہ میں ہو۔ ان لوگوں کو طلحہ کی تمنا تھی اور عایشہ و حفصہ کا مثبت جواب ان کا پشت پناہ تھا لیکن عبداللہ بن عمر نے انھیں منع کر دیا تھا اور اس نے کہا: میرے ساتھ فلاں فلاں ہیں تو سب اس کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۱۴) جنگ جمل میں یہ زخمی ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۳۶) اسی کے ہمراہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لئے ایک وفد مدائن روانہ کیا تھا (طبری، ج ۵، ص ۱۵۹) پھر معاویہ نے اسے دوبارہ بصرہ کا والی بنا دیا (طبری، ج ۵، ص ۲۱۲) اور اپنی بیٹی ہند بنت معاویہ سے اس کی شادی کر دی۔ اس نے زیاد کے ساتھ معاویہ کی نسبت پر اعتراض کیا تو معاویہ اس پر ناراض ہو گیا پھر یزید نے اس کی سفارش کی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۱۴) طبری نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے کب اس کی بیٹی ہند سے شادی کی لیکن ظاہر یہی ہے کہ جب ابن عامر نے یزید کی بہن ہند سے شادی کی ٹھیک اسی وقت یزید نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ اس عورت سے یزید کو ایک

لڑکا بنام عبداللہ تھا۔ اور اس عورت کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰) ۶۴ھ میں یزید کی ہلاکت اور بصرہ سے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل بصرہ کے ایک گروہ نے ابن زبیر کی ولایت سے ایک ماہ قبل اس کے بیٹے عبدالملک بن عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم بنا دیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۲۷)

تخصین حکم نے کہا: تم نے اپنے اس فعل سے قیامت کے دن اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان پردہ حائل کر دیا اور تم لوگ ایک امر پر کبھی بھی یکجا نہیں ہو گے اور ان کی شفاعت سے دور رہو گے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر چلا گیا۔ (۱) دربار کی سجاوٹ کے بعد یزید جب دربار میں بیٹھا تو اس نے اہل شام کے اشراف کو بلایا اور وہ سب کے سب اس کے اطراف میں ادھر ادھر بیٹھ گئے پھر حکم دیا کہ علی بن الحسین زین العابدین (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کی خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا جائے۔ حکم کی

.....

۱۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو حمزہ ثمالی نے قاسم بن نجیب کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۵)

تعمیل ہوئی اور خاندان رسالت کو دربار میں اس حال میں وارد کیا گیا کہ سب کے سب آپ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ لوگوں کو اس کے سامنے بیٹھا دیا گیا۔ اس نے خاندان رسالت کو اس بری حالت میں دیکھا تو کہنے لگا ابن مرجانہ کا خدا برا کرے! اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت داری ہوتی تو وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرتا اور

اس حال میں نہ بھیجتا۔

پھر یزید نے علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اے علی! تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم اور میرے حق کو پامال کیا اور حکومت پر مجھ سے جھگڑا کیا تو اللہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو تم نے دیکھا۔

یہ سن کے آپ نے یزید کو جواب دیا:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ... (۱)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہیں۔

یہ سنکر یزید نے جواب دیا:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنْتُمْ عَنْ كَيْدِهِ (۲) و (۳)

.....

۱۔ سورہ حدید آیت ۲۲، ابو الفرج نے اس کے بعد ایک آیت کا اور اضافہ کیا.. ان ذالک علی اللہ یسر لکیلاً تا سوالی ما فاکتم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل محتال فخور (مقاتل الطالبتین) سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور پھر کہا ہے: علی بن الحسین اور ان کی خواتین کو رسیوں میں جکڑا گیا تھا تو علی (امام زین العابدین علیہ السلام) نے آواز دے کر فرمایا:

یا یزید ما ظنک برسول اللہ لورأنا موثقین فی الحبال عرایا علی أقتاب الجمال

اے یزید رسول اللہ کے سلسلے میں تیرا کیا گمان ہے اگر وہ ہمیں رسیوں میں جکڑا اونٹوں کی برہنہ پشت پر دیکھیں گے تو ان پر کیا گذرے گی؟ جب امام نے یہ جملہ فرمایا تو سب رونے لگے۔ (تذکرہ، ص ۲۶۲)

۲۔ سورہ شوریٰ آیت ۳۰، ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ یزید نے پہلے اس آیت کو پڑھا پھر امام علیہ السلام نے سورہ حدید کی آیت ۲۲ سے اس کا جواب دیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔
۳۔ ابوحنیف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱، ۶۲، ۶۳، طبع نجف)
اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتوت ہے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔

فاطمہ بنت علی (علیہ السلام) (۱) سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: جب ہم لوگوں کو یزید بن معاویہ کے سامنے بیٹھا یا گیا تو ایک سرخ پوست شامی جو یزید کے پاس کھڑا تھا بولا: اے امیر المومنین! اسے مجھے ہبہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف اشارہ کیا تو میں ڈر کر لرز نے لگی اور ذرا کنارے ہٹ گئی اور میں نے یہ گمان کیا کہ یہ کام ان کے لئے ممکن ہے اور میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑے کو پکڑ لیا جو عمر میں مجھ سے بڑی نیز مجھ سے زیادہ عاقل تھیں۔ انھیں معلوم تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا لہذا اس سے کہا:

کذبت والله ولو مت! ماذا لك ولا له!

خدا کی قسم تو جھوٹا اور قابل ملامت ہے، یہ حق نہ تو تجھے حاصل ہے نہ ہی یزید کو! یہ سن کر یزید غضبناک ہو گیا اور بولا: خدا کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے؛ یہ حق مجھ کو حاصل ہے اور اگر میں اسے انجام دینا چاہوں تو انجام دے سکتا ہوں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا:

كَلَّا وَاللّٰهٖ، مَا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لِكَ الْاٰن تَخْرُجُ مِنْ مِلْتِنَا وَتَدِيْنُ بَغِيْر دِيْنِنَا
نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں، خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے
خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔

یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا پھر بولا: تو مجھے دین کی تلقین کرتی ہے! دین سے خارج تو
تیرے باپ اور بھائی تھے! حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا:
بِدِيْنِ اللّٰهِ وَدِيْنِ اَبٍ وَاخٍ وَجَدَا هْتَدِيْتِ اَنْتِ وَاَبُوْكَ وَجَدَكَ!
خدا کے دین نیز میرے آباء و اجداد اور بھائی کے دین سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے
ہدایت پائی ہے۔

یزید شدید غصہ کی حالت میں بولا: تو جھوٹ بولتی ہے اے دشمن خدا!

.....

۱۔ طبری کی عبارت یہی ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد، ص ۶۶، ۲، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ
کے، ص ۲۶۴، پر فاطمہ بنت الحسین ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہوا حضرت زینب پھوپھی
تھیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا:

اَنْتِ اَمِيْرٌ مَسْلُوْطٌ تَشْتَمِ ظَالِمًا تَقْهَرُ بِسُلْطٰنِكَ!

تجھ سے کیا کہہ سکتی ہوں تو ایک مسلط اور سر پھر بادشاہ ہے جو ظلم و ستم کے ساتھ برا بھلا کہہ رہا
ہے اور اپنی سلطنت و بادشاہت میں قہر و ستم کر رہا ہے۔ یہ سن کر ناچار یزید خاموش ہو گیا، پھر

اس شامی نے اپنی بات کی تکرار کی: اے امیر المومنین یہ کنیز مجھے بخش دے! تو غصہ کے عالم میں یزید نے کہا: میرے پاس سے دور ہو جا، خدا تجھے موت دے! (۱) پھر حکم دیا کہ عورتوں کے لئے ایک علیحدہ گھر قرار دیا جائے اور ان کے ہمراہ علی بن الحسین بھی ہوں اور ان کے ہمراہ زندگی کی ضروریات موجود ہوں۔ اس بنیاد پر سب کے سب اس گھر میں منتقل ہو گئے جو ان کے لئے قرار دیا گیا تھا۔ جب خاندان رسالت کے یہ افراد وہاں پہنچے تو شام کی عورتیں روتی ہوئی ان کے استقبال کو آئیں اور حسین علیہ السلام پر نوحہ و ماتم کرنے لگیں اور اس نوحہ و ماتم کا سلسلہ تین دنوں تک جاری رہا۔

جب جناب زینب وزین العابدین علیہما السلام کا قافلہ مدینہ کی طرف جانے لگا تو یزید نے کہا: اے نعمان بن بشیر! سفر کے تمام اسباب اور ضروریات ان کے ساتھ کر دو، ان کے ہمراہ اہل شام کی ایک امین و صالح شخصیت کو روانہ کرو نیز ان کے ہمراہ سواروں اور مددگاروں کو بھی فراہم کرو تا کہ یہ انھیں مدینہ تک پہنچادیں۔ اس طرح خاندان رسالت کا قافلہ عزت و احترام کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ نکلا۔ یہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رات میں ساتھ ساتھ چلتے اور قافلہ کے آگے آگے اس طرح ہوتے کہ کسی طرح سے کوئی کوتاہی اور غفلت نہ ہونے پائے۔ جہاں بھی یہ قافلہ اترتا تھا نعمان اور اس کے ساتھی ان کے اطراف سے جدا ہو جاتے تھے نیز ان کے نگہبان تمام راستہ میں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے جو ایک انسان کی روزمرہ کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قضاے حاجت اور وضو وغیرہ۔ راستہ بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور نعمان بن بشیر راستہ بھر قافلہ رسالت پر ملاحظت کرتا رہا اور ان سے ان کی

ضرورتیں پوچھتا رہا۔ (۲)

.....

۱۔ اس خبر کو طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ (

طبری، ج ۵، ص ۳۹۰)

۲۔ حارث بن کعب نے فاطمہ سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۱، مقاتل الطالبيين،

ص ۸۰، تذکرہ، ص ۲۶۴)

محترم قاری پر یہ بات واضح ہے کہ طبری کی نقل کے مطابق ابو مخنف نے نہ تو قید خانہ کا ذکر کیا ہے، نہ ہی قید خانہ میں مدت قیام کو ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس میں امام حسین علیہ السلام کی ایک بچی کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔ اسی طرح قید سے رہائی اور اس کے اسباب، امام زین العابدین سے یزید کی گفتگو اور پھر راستے میں کربلا ہو کر مدینہ جانا اور کربلا میں عزاداری وغیرہ کے واقعات اس تاریخ میں موجود نہیں ہیں لہذا ان تاریخی حقائق کی معلومات کے لئے قارئین کو لٹوف، نفس المہموم اور مقتل کی دوسری معتبر کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ (مترجم)

اہل بیت کی مدینہ واپسی

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان (۱) خاندان بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ باہر نکل آئیں در حالیکہ وہ خود کو اپنے لباس میں لپیٹے ہوئے تھیں اور یہ دلسوز اشعار پڑھے جا رہی تھیں:

مَاذَا تَقُولُونَ انْ قَالِ النَّبِيُّ لَكُمْ

مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَّمِ

بَعْتَرْتُمْ وَبَاهِلْتُمْ بَعْدَ مَفْتَقِدِ

مِنْهُمْ أَسَارِي وَمِنْهُمْ ضُرٌّ جَوَابِدِم (۲)

.....

۱۔ شیخ مفید کا بیان ہے: ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم نے جب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سر پیٹتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بہنیں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب بھی تھیں جو عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم کی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب شہداء کربلا پر نالہ و شیون کرنے لگیں اور ام لقمان یہ شعر پڑھنے لگیں.... (ارشاد، ص ۲۴۸) سبط بن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں واقدی سے ان اشعار کو زینب بنت عقیل سے نقل کیا ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۶۷)

۲۔ طبری نے ان اشعار کو عمار دہنی کے حوالے سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب محمولوں کو جناب زینب اور زین العابدین علیہما السلام کے قافلہ کے لئے تیار

کر دیا گیا اور قافلہ مدینہ تک پہنچ گیا تو جیسے ہی یہ قافلہ مدینہ پہنچا بنی عبدالمطلب کی ایک خاتون اپنے بالوں کو پریشان کئے، ہاتھوں کو سر پر رکھے اس کوشش میں تھی کہ آستینوں سے اپنے چہرہ کو چھپالے قافلہ سے روتی ہوئی آکر ملی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

مَاذَا تَقُولُونَ انْ قَالِ النَّبِيُّ لَكُمْ

مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاٰمَمِ

بَعْتَرْتُمْ وَاَهْلَ بَعْدِ مَفْتَقِدِ

مِنْهُمْ اَسْأَرِي وَمِنْهُمْ ضَرْبُ جَوَابِدِ

مَا كَانَ لِهٰذَا جِزَاءٌ اِذْ نَصَحْتَ لَكُمْ

اِنْ تَخْلِفُونَ بِسُوءِ فِي ذَوِي رَحْمِي

اے لوگو! اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہل بیت اور میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا جبکہ تم آخری امت تھے؛ ان میں سے بعض کو اسیر بنا دیا اور بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔ اگر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کرتا کہ تم لوگ میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ بدسلوکی کرنا تب بھی ان کی پاداش یہ نہ ہوتی۔

اے لوگو! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری عترت اور میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا تو تم کیا جواب دو گے؟ جبکہ تم آخری امت تھے؛ تم نے ان میں سے بعض کو اسیر تو بعض کو خون میں غلطاں کر دیا۔

جب عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب (۱) کو اپنے دونوں فرزند محمد اور عون کی شہادت کی خبر ملی تو

لوگ انھیں تعزیت پیش کرنے کے لئے آنے لگے۔ عبداللہ بن جعفر نے ان لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:

الحمد لله - عز وجل - على مصرع الحسين (عليه السلام) أن لا تكن آست حسينا
يدفقد آسأه ولد، والله لو شهدته لأحببت أن لا أفرقه حتى أقتل معه! والله لها
يسخ بنفس عنهما و يهون على المصاب بهما : انهما أصيبا مع أخ وابن
عمواسين له، صابرين معه (٢) و (٣)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خدائے عزوجل کی حمد و ثنا ہے، اگر میرے دونوں ہاتھ حسین کی مدد و یاری نہ کر سکتے تو میرے دونوں بیٹوں نے انکی مدد و نصرت فرمائی، خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے یہی پسند ہوتا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ انھیں کے ہمراہ قتل کر دیا جاؤں، خدا کی قسم جو چیز مجھے اپنے دونوں بیٹوں کے سوگ میں اطمینان بخشی ہے اور ان کی مصیبتوں کو میرے لئے آسان کرتی ہے یہ ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی کے ناصر اور ان کے یار و مددگار تھے اور انکے ہمراہ صبر کرنے والوں میں تھے۔

.....

۱- حلیمہ سعدیہ کی خبر کے راوی آپ ہی ہیں۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۵۸) جعفر طیار کی شہادت کے بعد جب بقیہ لشکر جنگ موتہ سے پلٹا تو رسوخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلا یا اور اپنے ہاتھوں پر آپ کو اٹھا کر نوازش کی۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۲) آپ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ قیس بن سعد کو مصر سے معزول کر دیں اور آپ کے مادری بھائی محمد بن

ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا دیں۔ (طبری، ج ۴، ص ۳۶) آپ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۶۱) آپ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے کفن و دفن میں شریک تھے پھر انہیں لوگوں کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۶۵) جب آپ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنا خط لے کر آئے تھے تو وہاں آپ کے بقیہ حالات گزر چکے ہیں۔

۲۔ سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمن بن عبید ابی کنود کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۶)

۳۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عوانہ بن حکم نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر حسین بن علی (علیہما السلام) قتل کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے عبدالملک بن ابی حارث سلمیٰ کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہاں سے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جاؤ (واضح رہے کہ عمرو بن سعید ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا) اور جا کر اسے حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشخبری دے دو۔ دیکھو تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ خبر اس تک نہ پہنچائے۔ اس میں زیادہ دیر نہ لگانا اور اگر راستے میں تمہارا اونٹ کسی وجہ سے رک جائے تو دوسرا خرید لینا، اسکے دینا تم کو ہم دے دیں گے۔ عبدالملک کا بیان ہے: میں مدینہ پہنچا اور عمرو بن سعید کے پاس حاضر ہوا تو اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟ میں نے جواب دیا: ایسی خبر ہے جو امیر کو مسرور کر دے گی، حسین بن علی قتل کر

دیئے گئے تو اس نے کہا: حسین کے قتل کا اعلان کر دو! میں نے ان کے قتل کا اعلان عام

کر دیا۔ میں نے ایسی فریاد اور چیخ پکار کبھی نہ سنی تھی جیسی فریاد و گریہ وزاری حسین کے قتل کی خبر پر بنی ہاشم کی عورتوں کی سنی لیکن عمرو بن سعید ہنسنے لگا اور بولا:

عجّت نساء بنی زیاد عجة

كعجيج نسوتنا عداة الارنب (۱)

بنی زیاد کی عورتیں نالہ و شیون کر رہی ہیں جیسے ہماری عورتیں ارنب کی صبح میں گریہ وزاری کر رہی تھیں پھر اس نے کہا: یہ نالہ و فریاد عثمان بن عفان کے قتل پر نالہ و فریاد کے بدلہ میں ہے، اس کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۴۷، طبع نجف پر اس کی روایت کی ہے۔ ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر! وہ خط کہاں ہے جس میں میں نے تم کو حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں نے تمہارے حکم پر عمل کیا اور خط ضائع ہو گیا۔

عبید اللہ بن زیاد: تم کو وہ خط لانا پڑے گا۔

(۱) یہ شعر عمر بن معدیکرب زبیدی کا ہے۔ ان لوگوں نے بنی زبید کے بدلے میں بنی زیاد سے انتقام لیا تھا تو اس پر یہ شعر کہا تھا۔ سبط بن جوزی نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔ (ص ۲۶۶) اور شعبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا۔ اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور آپ کی ناک کے اوپری حصہ سے بے ادبی کرنے لگا (اگرچہ اس روایت کی قوت ثابت نہیں ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدینہ نہیں آیا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مروان مبارک باد دینے کے لئے مدینہ سے شام گیا ہو اور

وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ مترجم بامشورہ محقق) اور بولا:

يا حبا ذابردك في الیدين

ولو نك الاحمر في الخدين

اے خوشاکہ تیرا سرد اور مردہ سر میرے دونوں ہاتھ میں ہے اور تیرا سرخ رنگ تیرے رخساروں پر ہے، پھر بولا: خدا کی قسم گویا میں عثمان کا زمانہ دیکھ رہا ہوں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۷۲ پر حقیقت سے اس طرح پردہ ہٹایا ہے: صحیح تو یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعید بن عاص کو خط لکھا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مزہ سنایا گیا تھا۔ اس نے اس خط کو منبر سے پڑھا اور اس کے ساتھ مذکورہ شعر بھی پڑھے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: یوم بیوم بدر یہ دن روز بدر کا بدلہ ہے۔ یہ سن کر اصحاب کے ایک گروہ نے اس پر اعتراض کیا۔ اس مطلب کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب مثالب میں لکھا ہے۔

عمر بن سعد: وہ ضائع ہو گیا۔

عبید اللہ بن زیاد: خدا کی قسم تم کو اسے میرے پاس لانا ہوگا۔

عمر بن سعد: معذرت کے ساتھ، خدا کی قسم ہم سے جو شقاوت ہوئی ہے اسے مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتیں پڑھ رہی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حسین کے سلسلے میں اتنے اخلاص کے ساتھ تم سے گزارش کی تھی کہ اگر اتنا اخلاص اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کرتا تو میں ان کا حق ادا کر چکا ہوتا۔

عبید اللہ کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا: خدا کی قسم یہ سچ کہہ رہا ہے، میں تو یہ چاہتا تھا کہ خاندان زیاد کی کوئی فرد نہ بچے مگر یہ کہ قیامت کے دن اس کے ناک میں ایک نکیل ہو لیکن اس نے حسین کو قتل نہ کیا ہو۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن جیزوم کلبی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے سنا ایک منادی ندا دے رہا تھا:

أيها القاتلون جهلاً حسينا
أبشر وبالعذاب والتنكيل
كل أهل السماء يدعون عليكم
من نبي وملائك وقبيل
قد لعنتم على لسان بن داو
دو موسى وحامل الانجيل

اے نادان قاتلان حسین تم کو عذاب و رسوائی کی بشارت ہو، تمام اہل آسمان انبیاء، فرشتے اور سب کے سب تمہارے لئے بد دعا کر رہے ہیں، داود، موسیٰ اور صاحب انجیل کی زبان سے تم لوگ مورد لعنت ہو۔ اس خبر کو شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۸، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۷۰، طبع نجف پر لکھا ہے۔

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

واقعہ عاشورہ کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کے سربر آوردہ افراد کو بلایا اور ان کی دل جوئی کرنے لگا لیکن حضرت حر کے فرزند عبید اللہ بن حریص نے اس کی نگاہ نہیں پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ بن حر آیا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے حر کے بیٹے کو دیکھ کر کہا: فرزند حر! تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا: میں مریض تھا تو ابن زیاد کہنے لگا: روح کے مریض تھے یا بدن کے؟ پیشہء شجاعت کے شیر دل فرزند عبید اللہ بن حر نے جواب دیا:

أما قلبي فلهميرض وأما بدني فقد منَّ اللهُ عليَّ بالعافية

میری روح تو مریض نہیں ہوئی ہے، رہا سوال بدن کا تو خدا نے صحت دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد نے اس سے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ عبید اللہ بن حر نے جواب دیا: اگر میں تمہارے دشمنوں میں ہوتا تو وہاں میرا حضور تم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

اس گفتگو کے درمیان عبید اللہ بن زیاد کچھ دیر کے لئے فرزند حر کی طرف سے غافل ہو گیا تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد متوجہ ہوا اور ابن حر کو نہیں پایا تو پوچھنے لگا: فرزند حر کہاں ہے؟ حاشیہ نشینوں نے جواب دیا: وہ تو ابھی تھوڑی دیر قبل نکلا ہے۔

عبید اللہ بن زیاد نے کہا: اسے میرے پاس لے آؤ۔

یہ سن کر اس کی پولس کے افراد فوراً باہر آئے اور ابن حر کے پاس پہنچ کر کہا: امیر نے تم کو بلایا ہے ان کے پاس چلو لیکن حر کے فرزند نے آنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور کہا: تم لوگ اس تک میرا پیغام پہنچا دو کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی فرمانبردار ہو کر اس کے پاس نہیں آؤں گا۔

پھر وہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا کربلا پہنچا اور وہاں یہ اشعار پڑھے:

يقول أمير غادر وابن غادر
ألا كنت قاتلت الشهيد ابن فاطمة
فيا ندم أن لا أكون نصرته
ألا كل نفس لا تسدّ نادمة
وان لا نلما كن من حماته
لذو حسرة ما ان تفارق لازمة
سقى الله ارواح الذين تأزروا
على نصره، سقياً من الغيث دائمة
وقفت على أجدائهم و مجالهم
فكاد الحشا ينقض والعين ساجمة
لعبرى لقد كانوا مصاليت في الوغى
سراعاً إلى الهيجا حماة ضراغمة
فان يقتلوا فكل نفس تقية

على الارض قد أضحيت لذالك واجمة
 وما ان رأى الزّائون أفضل منهم
 لدى الموت سادات وزُهر أقمامة
 أتقتلهم ظلماً وترجوا ودادنا
 فدع خطة ليست لنا بملائمة
 لعبرى لقد راغمتونا بقتلهم
 فكم ناقم مئاً عليكم وناقمة
 أهّم مراراً ان أسير بجحفل
 الى فئة زاغت عن الحق ظالمة
 كفوا والاذذتكم في كتائب
 اشد عليكم من زحوف الديالمة (۱) و(۲)

.....

۱۔ عبدالرحمن بن جنبد از دی نے مجھ سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۶۹)
 ۲۔ ضرب المشل میں دہلیوں کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ساسانیوں کے سقوط
 کے بعد دفاعی جنگ میں انھوں نے بڑا زبردست حملہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ ابن حرعثمانی مذہب
 تھے اور جب عثمان قتل کر دئے گئے تو یہ کوفہ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور اسی کے پاس
 مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے (طبری، ج ۵، ص ۱۲۸) امام کی
 شہادت کے بعد یہ کوفہ پلٹ آئے۔ یہ حجر بن عدی کی گرفتاری کے وقت آرزو مند تھے کہ اگر
 دس یا پانچ آدمی بھی میری مدد کرتے تو میں حجر اور ان کے ساتھیوں کو نجات دلا دیتا۔ (طبری،

ج ۵، ص ۲۷۱) امام حسین علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو بہانہ کر کے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں چلا تھا مگر یہ کہ مجھے ناپسند تھا کہ میرا آپ سے سامنا ہو تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو نہ کرو لیکن اس دن خدا سے خوف کھاؤ جس دن کہیں ان میں سے نہ ہو جاؤ جو ہم سے جنگ کریں گے، خدا کی قسم کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو ہماری فریاد سنے اور ہماری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۰۷) جب یزید مر گیا۔

اور ابن زیاد بھاگ گیا۔ ادھر مختار قیام کے لئے اٹھے تو یہ سات سو سواروں کے ہمراہ مدائن کی طرف نکلے اور وہاں لوگوں سے مال لینے لگے تو مختار نے کوفہ میں ان کی بیوی کو قید کر لیا اور کہا: میں اس کے ساتھیوں کو ضرور قتل کروں گا تو یہ مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے اور مختار سے جنگ شروع کر دی۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۰۵) یہی وہ شخص ہے جس نے مختار کے قتل کے بعد مصعب کو مشورہ دیا کہ مختار کے ساتھیوں میں سے ان موالیوں کو قتل کر دو جو غیر عرب ہیں اور عرب نسل لوگوں کو چھوڑ دو لہذا مصعب نے ایسا ہی کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۶) اس وقت مصعب خود اپنی زندگی سے اس کے حوالے سے خوف زدہ ہو گیا اور اسے قید کر دیا۔ قبیلہ مذنج کے ایک گروہ نے اس کی سفارش کی تو مصعب نے اسے آزاد کر دیا پھر اس نے مصعب پر خروج کر دیا (طبری، ج ۵، ص ۱۳۱) اور عبدالملک بن مروان سے ملحق ہو گیا۔ اس نے اسے کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ لوٹایا۔ وہاں ابن زبیر کا عامل موجود تھا۔ عبید اللہ بن حمر نے اس سے جنگ کی اور قتل کر دیا۔ یہ ۶۸ھ کا واقعہ ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۳۵) راہ کربلا میں منزل

قصر بنی مقاتل کے پاس امام حسین علیہ السلام سے اس کی ملاقات کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں۔

پیمان شکن امیر اور فریب کار بیٹا کہتا ہے کہ فاطمہ کے شہید لال سے جنگ کیوں نہ کی؟! ہائے افسوس کہ میں ان کی نصرت و مدد نہ کر سکا، حقیقت یہ ہے کہ جس کی فکر صحیح و سالم نہ ہو اسے ندامت ہی اٹھانی پڑتی ہے، میں اس وجہ سے حسرت و اندوہ میں ہوں کہ میں ان کی حمایت نہ کر سکا اور یہ حسرت و ندامت مجھ سے جدا نہیں ہوگی، خدا ان لوگوں کی ارواح کو اپنی بے پایاں رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے جنہوں نے ان کی نصرت و مدد کا پورا پورا حق ادا کیا، میں ان کے جسموں اور ان کی آرامگاہ پر اس حال میں کھڑا ہوں کہ میری آنکھوں سے سیل اشک جاری ہے، قریب ہے کہ دل پاش پاش ہو جائے اور میں گر پڑوں، میری جان کی قسم وہ لوگ میدان جنگ میں ایسے بیشہ شجاعت تھے کہ شیر سے زیادہ سرعت و تیزی کے ساتھ میدان فضل و شرف کی طرف گامزن تھے اور مدافع حق کی حمایت کرنے والے نیز شیر بیشہ محق تھے، اگر وہ شہید کر دئے گئے تو اہل زمین کے تمام متقین ان کی شہادت پر اندوہناک ہیں حقیقت نگر اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے افراد جتنی تحقیق کرنا چاہیں کر لیں لیکن موت کے مقابلہ میں ان کے جیسا بہادر و سادہ دستانہ نہیں پائیں گے، کیا تم ان کو ظلم و ستم کے ساتھ قتل کرنے کے بعد ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو؟ اپنی اس بری سازش کو کنارے رکھو یہ ہمارے افکار سے سازگار نہیں ہے، میری جان کی قسم ان کو قتل کرنے کے بعد تم لوگوں نے ہم سے دشمنی مول لی ہے، کتنے ہمارے مرد اور کتنی ہماری عورتیں ہیں جنہیں تم لوگوں نے اپنے خلاف بر

ایکجیتہ کیا ہے،

ہمیشہ میں اس فکر میں ہوں کہ ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان ظالموں کی طرف حرکت کروں
جنہوں نے حق سے منہ موڑ کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے۔
اب بس کرو اور اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ کھینچ لو ورنہ تمہارے ظلم و ستم کو دور کرنے کے لئے
دیلیوں سے سرسخت اور بہادر سپاہیوں کے ہمراہ تمہارے خلاف نبرد آزما کر دوں گا۔

خاتمہ

خدائے متعال کی رحمتوں کے صدقے میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات سے متعلق روایتیں جو تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول ہیں جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے اپنے راویوں اور محدثین سے نقل کیا ہے، تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ تمام ہوئیں۔ یہ تو فبق شامل حال رہی کہ تعلیقات کے لئے بھی ہم نے تاریخ طبری ہی کو پہلا منبع قرار دیا مگر یہ کہ اگر ہمیں تاریخ طبری میں کچھ نہیں ملا تو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ واللہ رب العالمین۔

سخن مترجم

خدا کا شکر کہ کتاب وقعتہ الطف کا ترجمہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی مدد سے تمام ہو گیا۔ خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمارا یہ فعل امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خوشنودی اور ان کے ظہور میں تعجیل کا سبب قرار پائے تاکہ وہ آکر تاریخی حقائق سے پردہ ہٹائیں اور ان کی موجودگی میں ہم مصائب محمد و آل محمد علیہم السلام سن کر مشاب ہوں۔ آمین یا رب العالمین بحق محمد و آلہ الطاہرین

العبد

سید مراد رضا رضوی

۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ ہجری۔

فہرست منابع

- ۱۔ البصار العین فی انصار الحسین، شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی، طبع نجف
- ۲۔ الارشاد والمعرفۃ حج اللہ علی العباد، محمد بن محمد بن نعمان العکبری بغدادی ابن المعلم معروف بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ، طبع نجف
- ۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، متوفی ساتویں صدی ہجری
- ۴۔ الاصابہ فی تمیز صحابہ، ابن حجر عسقلانی فلسطینی، نویں صدی ہجری
- ۵۔ الاعلام، خیرالدین زرکلی
- ۶۔ اعلام الوری بالاعلام الہدی، فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ
- ۷۔ الاغانی، ابوالفرج اصفہانی
- ۸۔ امالی شیخ صدوق، محمد بن علی بن الحسین بن بابوی قمی، متوفی ۳۸۱ھ، طبع بیروت
- ۹۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن صفار قمی
- ۱۰۔ تاریخ امم والرسول والملوک (معروف بہ تاریخ طبری)، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، طبع دارالمعارف قاہرہ
- ۱۱۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن واضح بن یعقوب، متوفی ۲۸۴ھ، طبع نجف
- ۱۲۔ تاسیس الشیعۃ الکرام لعلوم الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع بغداد

- ۱۳- تذكرة الحفاظ، ذهبي، ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان قايماز تركماني، متوفى ۷۴۸ هـ
- ۱۴- تذكرة خواص الامة بخصائص الائمة (معروف به تذكرة الخواص)، سبط بن جوزي حنبلي، متوفى ساتويں صدی ہجری، طبع نجف
- ۱۵- تفصيل وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة، محمد بن حسن حر عاملی، متوفی ۱۱۰۴ هـ ق
- ۱۶- تقریب العہدیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی مصری شافعی، ۸۵۲ هـ
- ۱۷- تنزیہ الانبیاء، محمد بن علی بن حسین موسوی بغدادی معروف بہ سید مرتضیٰ، متوفی ۴۳۶، طبع بغداد، آفسٹ بصیرتی
- ۱۸- تنقیح المقال، شیخ عبد اللہ مامقانی، طبع نجف
- ۱۹- تہذیب العہدیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، متوفی ۸۵۲ هـ
- ۲۰- جامع الرواة وازاحة الاشتباہات عن الطريق والاسناد، محمد بن علی اردبیلی غروی حارّی
- ۲۱- الجرح والتعديل، محمد بن ادريس رازی
- ۲۲- خصائص الحسينية، شیخ جعفر بن حسین شوشتری
- ۲۳- الخلاصہ، محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر اسدی حلی، طبع نجف
- ۲۴- خصال، شیخ صدوق، محمد بن علی، متوفی ۳۸۱
- ۲۵- خلاصۃ تہذیب الکمال
- ۲۶- الدلائل والمسائل، ہبۃ الدین شہرستانی، ۱۹۶۷ م
- ۲۷- ذیل المذیل، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ هـ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، طبع

آستانہ

- ۲۸۔ رجال الشیخ، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ، طبع نجف
- ۲۹۔ رجال کشی (اختیار معرفتہ الرجال، اصل کتاب بنام معرفتہ الرجال شیخ کشی کی جو تیسری صدی ہجری کے عالم تھے اور اس کا اختیار شیخ طوسی کے رشحات قلم میں شمار ہوتا ہے)، طبع نجف
- ۳۰۔ سیرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور بہ سیرة النبی، عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ق
- ۳۱۔ شرح نہج البلاغہ، عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید مدائنی بغدادی معتزلی شافعی، متوفی ۶۵۶ھ، طبع قاہرہ مصر
- ۳۲۔ الشیخہ وفنون الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع قاہرہ، مصر
- ۳۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ
- ۳۴۔ طبقات الکبریٰ، محمد بن سعید کاتب واقفی، متوفی ۲۲۰ھ
- ۳۵۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، احمد بن علی بن عنبہ، متوفی ۸۲۸ق
- ۳۶۔ فرج المہموم، علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس حسنی حلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف
- ۳۷۔ نوات الوفیات، محمد بن شا کرکتی، متوفی ۷۶۴ھ
- ۳۸۔ الفہرست، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ۴۶۰ھ، طبع نجف
- ۳۹۔ فہرست لابن الندیم، محمد بن اسحاق بن ندیم بغدادی، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع رضا
- تجدد، تہران

۴۰۔ فہرست اسماء مصنفی الشیعہ، احمد بن عباس نجاشی، متوفی ۴۵۰ھ، طبع حجر بمبئی، آفسٹ

داوری

۴۱۔ کافی، محمد بن یعقوب کلینی رازی، متوفی ۳۲۹ھ، طبع آنخندی

۴۲۔ کامل الزیارات، ابوالقاسم جعفر بن قولویہ، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع حجر، نجف

۴۳۔ الکامل فی التاریخ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، ساتویں صدی ہجری

۴۴۔ الکتاب الکامل، مبردا ابوالعباس محمد بن یزید، متوفی حدود ۲۶۷ھ

۴۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، شیخ علی بن عیسیٰ اربلی بغدادی، متوفی ساتویں صدی ہجری

طبع تبریز

۴۶۔ الکنی والالقباب، شیخ عباس بن محمد رضامتی، طبع نجف

۴۷۔ لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور، ۷۱۱ق

۴۸۔ لسان المیزان، سبط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ

۴۹۔ مشیر الاحزان، شیخ ابن نماحلی، متوفی ۶۴۵ھ، طبع نجف

۵۰۔ مجمع البحرین، فخرالدین طریحی نجفی، متوفی ۱۱۵ھ

۵۱۔ المراجعات، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰، طبع دارصادر، لبنان،

شہید حسن شیرازی کے مقدمہ کے ساتھ

۵۲۔ مروج الذهب، علی بن حسین مسعودی بغدادی، متوفی ۳۵۶، تحقیق محمد محی الدین

عبدالحمید، طبع قاہرہ، مصر

- ۵۳۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۰ھ
- ۵۴۔ مطالب السوأل فی مناقب آل الرسول، محمد بن طلحة شافعی مصری، طبع مصر
- ۵۵۔ المطبوع مع التاريخ
- ۵۶۔ معالم العلمای، محمد بن علی بن شهر آشوب حلبی ساروی مازندرانی، متوفی ۵۸۵ھ، طبع نجف
- ۵۷۔ معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفی پانچویں صدی ہجری
- ۵۸۔ معجم مقاییس اللغة، ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا، متوفی ۳۹۵ھ
- ۵۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی
- ۶۰۔ مقاتل الطالبيين، ابوالفرج اصفہانی، طبع نجف
- ۶۱۔ مقتل الحسين، ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی، متوفی چھٹی صدی ہجری، طبع نجف
- ۶۲۔ مقتل الحسين وحديث كربلا، سید عبدالرزاق موسوی مقرر نجفی، متوفی ۱۳۹۰ھ، طبع سوم، آفسٹ بصیرتی
- ۶۳۔ مولفوا الشیعة فی صدر الاسلام، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰ھ، طبع صید، لبنان
- ۶۴۔ میزان الاعتدال، ذہبی، متوفی پانچویں صدی ہجری، طبع قاہرہ، مصر
- ۶۵۔ نفس المہوم، شیخ عباس بن محمد رضاقمی، طبع قم، بصیرتی
- ۶۶۔ وقعتہ صفین، نصر بن مزاحم منقری تمیمی، متوفی ۲۱۹ھ، تحقیق ڈاکٹر عبدالسلام ہارون، طبع قاہرہ مصر، آفسٹ بصیرتی

ISLAMICMOBILITY.COM

IN THE AGE OF INFORMATION

IGNORANCE IS A CHOICE

*"Wisdom is the lost property of the Believer,
let him claim it wherever he finds it"*

Imam Ali (as)
